

رسالہ
۱۹۶۶

درمتر اول نمبر ۹۰

بابت جمادی الثانی ۱۳۸۶

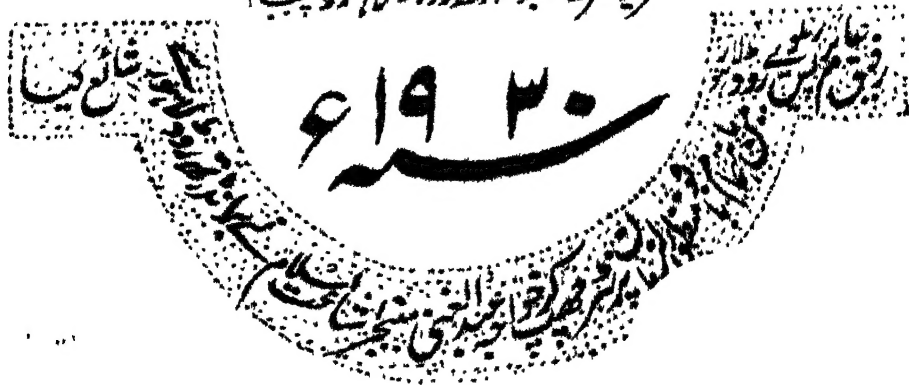


اشاعیہ اسلام
۱۹۶۶ قریب
اسلاما کیونو انگریزی بحر مسجد و ونگا (انگلستان)

خواب کمال الدین

قیمت ہے سالانہ قیمت صر سالانہ مالک غیر کیلئے

انتباہ - درخو استہما خریداری بینام منیر رسالہ اشاعیہ اسلام
عزیز منزل - برائہ رتھہ روڈ - لاہور لا پنجاب





Mrs Helen Buchanan-Hamilton the new British Muslim sister, whose letter entitled "Why I joined the Muslim Faith" appears elsewhere in this issue, and A Khaliq Khan (Nazar), B A, Naib Imam of the Mosque, Woking, who after rendering five years of selfless service to the cause of Woking Muslim Mission is retiring at the end of the year



اشاعت اسلام

جلد ۱۶ باب ماہ جنوری ۱۹۳۰ء عظماء و مشائخ الحکرم ۱۳۴۸ھ غبر

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	نمبر شمار
۲	از قلم جناب ابو عبدہ الغنی صاحب سکرری مسلم من	شذرات - - - -	۱
۴	۴	انگلستان میں خلافت اسلام اور سیاست -	۲
۵	از قلم جناب خواجہ کمال الدین صاحب - -	شکریہ جواب - - - -	۳
۷	از قلم ابو عبدہ الغنی صاحب - - -	عامۃ الناس کا مذہب - -	۴
۹	از قلم جناب سید قیول محمد صاحب بی - -	وزن حمید کا فوق الفطرت پہلو - -	۵
۱۲	از مترجم - - - -	آنحضرت مسلم کی طرز تعلیم اور شکستگی کا ط	۶
۱۳	۱۳	مسجد و اگر ہمیں موجود مسیحیت پر ایک تنقیدی نظر	۷
۱۴	۱۴	آدم اور حوا - - -	۸
۱۷	از قلم جناب ڈاکٹر شوگر کریں بی - ایچ ڈی	یہودیہ پر اسلام کے احسان - - -	۹
۲۳	از مترجم - - - -	منشیات و نیلاقی اور چھانی ہستی - -	۱۰
۲۸	از قلم جناب پروفیسر عبد اللہ حمد داؤد صاحب بی - ڈی	جمہوریہ و بیٹیل تواریک تعلیل کی بندش -	۱۱
۳۸	از مترجم - - - -	تھے خدا نام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک -	۱۲
۳۹	از نقاش سکرری مسلم من دوننگ - -	اسلام تبلیغی تحبم اور کفارہ کیوں انکار کرتا ہے -	۱۳
۴۱	از قلم خواجہ کمال الدین صاحب بابائے مسلم من -	گوشت خورہ اور نہ چرہ کی طرح دو انگڑاؤ نمونہ ۱۹۲۹ء	۱۴
		نوعیت کا خلاصہ اتم - - - -	

نحمدہ و نصلی علیٰ آلہنا و سلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشاعت اسلام

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۷۹ء

(نمبر ۱)

جلد (۱۶)

شذرات

تشریح تصویر :- اس ماہ کے رسالہ کو مسز ہیلن بوکینن ہیلن کی تصویر پر زینت دی جاتی ہے جبکہ ہماری جدید برطانوی نو مسلمز ہن جو جن کا خط بعنوان "میرے قبول اسلام کی وجوہات" میں بھیج کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ مسٹر عبدالحق خاں نیازی بی۔ اے کا فوٹو ہے۔ جنہوں نے پانچ سال تک مسلسل اور مخلصانہ اسلامی خدمات سر انجام دی ہیں۔ اب دسمبر ۱۹۷۹ء کو ولس ہندوستان آ رہے ہیں +

میرے قبول اسلام کی وجوہات

بخدمت شریف جناب ڈیٹر صاحب سلاک ریویو۔

میرے خاندان کے اراکین "کلیسیا" سے انگلستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر آزاد معزز کلیسیائی ہندوں پر بھی سرفراز رہ چکے ہیں لیکن "کلیسیائی" عمت اید میری نظر میں کبھی نہ بچے مثلاً کفارہ، الوہیت، سرخ شفاعت، اعتراف معاصی اور رسوم متقدمہ یہ تمام باتیں مجھے حضرت عیسیٰ نبی ناصری کی اصل تعلیمات کے بالکل برعکس معلوم ہوتی ہیں +

تین سال پہلے مجھے ایک فوجی مسجد دو گنگا کے کا اتفاق ہوا۔ اور اس طرح مسلمانوں سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ میں نے اس دوران میں مسٹر عبدالحق خاں نائب امام مسجد کے ساتھ مذہبی مراسلات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور کئی مرتبہ ان کو سنا و تھہسی تبادلاً خیالات کیلئے بھی بلایا۔ اسلامی

مُتوّلوں کی تشریح صاحب موصوفے کی وہ نہایت سلیکھی ہوئی اور جدید خیالات کی روشنی میں تھی۔ اور یہ حقیقت قابل قبول ثابت ہوئی۔

اسلامی متوّلوں کی پیروی سادگی اور عبادات میں غایت درجہ خلوص نے صدیوں پر اس بات کا نقش کر دیا کہ دنیا میں اس کی طرف سے کوئی اور مذہب نہیں ہے۔

راقمہ یسین بولینٹن ہیلٹن

نوٹ منتخب ادوئیر۔ سنرا پچھ بوجان ہیلٹن لارڈ کرزن آنجہانی اور سر فرانسس رے آنجہانی کی جو ایک نہایت قدیمی اور متوزن خاندان کے نام لیاوتھے جسکے آزار و سہولتیں صدیوں کے اوّل میں قسطنطنیہ واقع مصلع امسٹر یفورڈ میں صاحب الماک تھے قریبی رشتہ دار ہیں۔ یہ موصوفہ کی تعلیم و تربیت جرمن میں ہوئی۔ اپنے نون لطیفہ میں مہارت تامہ رکھتی ہیں۔ اور ملاوہ اپنی مادری زبان انگریزی کے جرمن اور پنج زبانوں کو بھی واقف ہیں۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ ایک معتزین ضادہ حلقہ اسلام میں ہے، جناب مسٹر وینٹ کیف ہونزلی میا میں ایک مشہور آدمی ہیں۔ جیسا کہ ہمارے پچھلی ملائی ڈاک کو ظاہر ہوتا ہے لطیفہ مسلمانان ہونے ہیں۔ جن کا اسلامی نام عبد الکرم رکھا گیا ہے۔

صاحب موصوف کی قبولیت اسلام نے ہمیں اپنے نظریہ میں اور بھی مضبوط کر دیا۔ ہمارا اسلامی طریقہ پر نے انھیں اسلام کی راہ متوجہ کیا۔ اسی کے مطالعہ نے انھیں صداقت حق پر قائم کر دیا۔ نشر و اشاعتِ مسلم لٹریچر کے سوا اور کوئی راستہ جو آسان و آسان اور کم خرچ بھی ہو اشاعتِ اسلام لیلے ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ گو یہ ہمارا ہی کام ہے کی درخواست ہے لیکن غیب میں ہر ایک نئی قبولیت اسلام ہیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اپنی دیرینہ درخواست بار بار دہرائیں گے سامنے پیش کریں۔

اس وقت ایک شاندار کتاب کی تصنیف حضرت خواجہ جمال الدین صاحب کے سامنے ہے ان کی محنت تو اس امر کی حقیقت

نہیں کہ وہ اس دماغی شغل کو شروع کریں۔ لیکن جو شوق جنون کی حد تک پہنچ جائے۔ تو وہ لاعلاج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا پہلا باب انگریزی میں لکھا جا چکا ہے۔ اور اس کا اردو ترجمہ آئندہ ضروری نہیں نظر ناظرین ہو گا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب برصورت نے اس دماغی کاوش کا تمہارہ بھی اٹھانا شروع کر دیا۔ دردِ اعصاب کا دورہ نمود کر آیا ہے۔ سالگشتہ ہی دردِ اعصابِ مصائب کا پیش خیمہ ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ سہ ماہی کہ وہ حضرت خواجہ صاحب کی اس قلبی کیفیت کو کچھ وقت کیلئے تعطل میں لے آئے۔ ہم تو سہ ماہی کے رونا و زاری کو عرض کر رہے ہیں اس علمی انہماک سے محترز رہنے کیلئے بلکہ کر دیکھ لیں۔ ممکن ہو کر واجب کی تحریر ہماری درخاست سے زیادہ مؤثر ہو سکے۔

یہ ہم ضرور کہنے ہیں کہ مجوزہ کتاب ایک آراؤش کو خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو اسلام کی طوط محبت و عزت کے ساتھ نال کر دی جائے جو بھی بات اس کتاب میں لکھی ہو۔ اسکی شہادت میں صحیفہ قدرت کو پیش کیا ہو۔ لیکن صحیفہ قدرت کی یہ شہادتیں کسی بیخبری مہول پر تھیں بلکہ یہ وہ شہادتیں ہیں جن کا ذکر قرآن مجید نے صاف صاف الفاظ میں کیا ہے۔ ہمارے علم میں یہ ایک پہلی کوشش ہے۔ جو خدا کے قول اذ قول میں ناقابلِ جج تطبیق دکھاتی ہے۔

انگلستان میں اشاعتِ اسلام اور مسلم سیاست

اشاعت گزشتہ میں اس موضوع پر حضرت خواجہ صاحب نے اظہارِ خیالات کیا ہے۔ اس مضمون پر آپ نے ایک مضمون لکھا ہے جو قابلِ غور ہے۔ یہیں حقائق اور پیش آمد واقعات سے آنکھیں بند نہ کرنی چاہئیں۔ ہماری ریاستی، مذہبی، سیاسی، اقتصادی اور اب مصلوبہ نفرت برطانوی قوم کی پبلک کے لئے ایک برطانوی گورنمنٹ کا کوئی نکتہ قابلِ غور نہیں ہاں کی اسے عامہ جو چاہے گورنمنٹ کے کراہتی ہے۔ ہندو بھائیوں جو چند سال پہلے برصورت حاصل کر لیا ہے۔ اسکی حقیقت حضرت خواجہ صاحب نے اس علم کی بنا پر کھولی ہے جو انھیں دلالت میں رہ کر حاصل ہوا ہے۔ ہاں کی اسے اس وقت ہی بات موجود ہے جو ہندو بھائیوں کیلئے مفید ہے۔ اور جو ہمیں تباہی کی طرف لے جائیگی۔ یہ آگے گزشتہ پچاس سالوں میں پیدا کی گئی۔ ہندو بھائیوں نے لگاتار کوشش کی۔ اور وقتاً فوقتاً ان کے نمائندے پبلک اور پارلیمنٹ کے رکن میں مسلسل کوشش کرتے رہے۔ اس کا علاج کو وہاں کی پبلک کے ہاں سے لے مفید ہو۔ اور اس کا راستہ جو حضرت خواجہ صاحب نے

تجزیہ کیا ہے۔ اسکی صحت اور مقبولیت پر کوئی مضبوطی نہیں ہو سکتا۔ ہم کیوں لندن؟ قدر بھیجیں۔ ہم کیوں نہ
 اُن لوگوں کے مسلمان کریں۔ ان کے مسلمان ہونے پر ان کی رائے لازماً ہمارے لئے مفید ہوگی +
 ذیل کا ایک مختصر دوست کا عنایت نامہ لکھی سے خالی نہ ہوگا +
 ۱۱ ستمبر ۱۹۲۹ء روز چار سفینہ از ڈاکھا۔ سید پروان -

مخدمت منیر صاحب رسالہ اشاعت اسلام۔ اسلام علیکم۔ برائے مصنفون خواہ صاحب
 مندرجہ پر پہ سالہ بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء جس کی سرخیز انگلستان میں اشاعت اسلام اور مسلم سیاست
 ہے۔ میں نے پڑھا۔ میں نے کوشش کی برکت تین خریداران پرچہ نکو رہیم پہنچا کئے ہیں وہ لوگ
 براہ راست آپ کو تکلیف دہنگی پرچہ کی ماہ فروری سنہ ۱۹۳۰ء میں دینگے۔ میرا ہیشہ سبھی خیال تھا۔
 اور ہے۔ کہ موجودہ مسلمانوں کو بوجہ فائدہ جنگی اور زبردستی کے کچھ نہ پہنچے گا۔ اور مابین برادران ہندو
 مسلمانان اتفاق کا ہونا قطعی محال ہوگا۔ اور ہماری سیاسی حالت کوئی شک نہیں کہ انگلستان کی
 اشاعت اسلام ہی ہے۔ بشرطیکہ اس میں خداوند عالم اپنے فضل و کرم کی برکت سے اور حضرت ابراہیم
 کو صحت کامل و عاقل عطا فرمائے بطریق اپنے عید صیاق المصدق کے فقط۔ و السلام
 راقم اثر۔ کمترین حبیل الدین

شکرِ احباب

میں نے دل و جان احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے خالصتاً میری اپیل کی طرف توجہ فرمائی
 اپیل کو میری مراد ریز و فائدہ (یعنی سرمایہ محفوظاً مختلفہ مسلم مشن و ونگنگ) ہے۔ گویہ دونوں ماہ ہر کام
 از حد مبارک ہیں کیونکہ زکوٰۃ و غیرت کیلئے انھیں موزوں ترین وقت حمال کیا گیا ہے۔ لیکن جس بات نے
 میرے دل کو شکر و امتنان کو معمور کر دیا۔ وہ وہ قوری بسیک ہے۔ جو میری آواز پر آئی۔ ہمارے سامنے
 گو ایک مشکل ٹھہر ہے۔ یعنی چند لاکھ روپیہ کو مشن و ونگنگ (انگلستان) کے سرمایہ محفوظ کی
 میں جمع کر لینا لیکن دس کروڑ مسلمانوں میں اگر اوسطاً پانچ روپیہ فی کس کبھی دینے والے پیدا
 ہو جائیں۔ اور ان میں وہ بھی شامل ہوں۔ جو ایک روپیہ یا کچھ آنے دینے والے ہیں۔ تو ایک لاکھ آدمی
 کی ضرورت ہے +

ذیل میں ان احباب کے اسم کے گرامی بصد شکر یہ دیئے جاتے ہیں :-

- ۱۔ جناب محمد محفوظ الکرم صاحب ناگپور — — — — — ۵۰ روپیہ
 - ۲۔ جناب عبدالرحیم خاں صاحب مردان — — — — — ۱۲ — ۱۳
 - ۳۔ جناب محمد خان صاحب چنیوٹ — — — — — ۲۵
 - ۴۔ محمد سراج الحق صاحب شہر گورکھ پور — — — — — ۵
- کل میزان ۹۲ — ۱۲

موقعہ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۵ء
عربیہ منزل - لاہور

عام - خواجہ کمال الدین

شیش شیش شیش شیش شیش شیش شیش شیش شیش شیش

کوڑیوں

کے مول جواہر ریزیے

رسالہ اشاعت اسلام کی پرانی جلدیں

جولائی ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۸ء تک بہ

قیمت ایک آنہ فی پرچہ کے حساب

سے مندرجہ ذیل پستہ پر منگوائیں۔

ذی رسالہ اشاعت اسلام

برمانڈر تھروڈ - لاہور

عامۃ الناس کی مذہب

ہمارا خیال ہے کہ عوام کا مذہب اس درجہ سادہ اور عام فہم ہونا چاہیے کہ موٹی عقل کا آدمی بھی اس کے اصولوں کو آسانی سمجھ سکے، لہذا اس میں انہیات کے پیچیدہ مسائل مطلق نہ ہونے چاہئیں جن کی وجہ سے وہ عوام کی فہم سے بالاتر ہو جائیگا۔ آج عام طور پر ایک مرد درویش انسان ہی سمجھے جوتے ہے۔ کہ مذہب صرف انوار ہی کے دن کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ زندگی بھی ان کیلئے ہے۔ جو اسے پسند کریں، وہ بذات خود اپنی زندگی بغیر کسی نذر ہی احساس کے بسر کرتا ہے، یا اگر یہ احساس موجود ہو تو کم از کم وہ اس کو عملی جامہ نہیں پہنتا۔ لیکن یہ قصور اس مذہب کا ہے، جو مذہب میں مروج ہے، جس کی تعلیمات اس درجہ عقل کو حیران کر نیوالی ہیں۔ کہ عوام الناس کو ان سے دلچسپی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ایسی غیر مانوس اصطلاحات میں بیان کی گئی ہیں۔ کہ سوائے پادریوں کے طبقہ کے اور کوئی شخص سمجھ نہیں سکتا۔ نہ قائل اٹھا سکتا ہے مثلاً ظاہر ہے کہ عام آدمی نہ نکاح پڑھا سکتے ہیں نہ نماز جب ازہ یہ اور اسی قسم کے دوسرے فرائض شرعی صرف ایک خاص طبقہ کے لوگ انجام دے سکتے ہیں جنہیں پادری کہتے ہیں علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں کہ عمر الہتس گر جن میں جاتے ہیں۔ اور وہاں تمام خلاف عقل عقاید پر خاموشی کے ساتھ تقریریں سنتے ہیں، حالات کو وہ باتیں کہی سمجھ میں نہیں آتیں۔ لیکن نہ وہ سوال کر سکتے ہیں۔ نہ اپنے قلوب کو اطمینان دے سکتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ طرز عمل سفاہت کی انتہا ہے۔ مجھے افریقہ اور دیگر ممالک میں مختلف مذاہب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ذاتی دلچسپی کی وجہ میں ان کے متعلق صد ہا سوالات کئے ہیں۔ اور اپنے معلومات میں اضافہ کیا ہے۔ یہ بات مذہب میں کیوں رد انہیں رکھی گئی؟ اور جب کوئی شخص بذات خود غور و خوض کرنا شروع کرتا ہے۔ تو لوگ "اُسے کافر اور بے دین کیوں کہنے لگتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ پادری لوگ بتی ذاتی اور علمی کمزوریوں سے واقف ہیں؟ ان کا فرض ہے۔ کہ علانیہ میدان میں آئیں۔ اور ایک ایک کر کے ان کے مسائل پر ہمارے ساتھ گفت و شنید کریں جن کو وہ دن رات گرنے میں کھڑے ہو کر انسانی نجات کے لئے ضروری حق راہ دیتے رہتے ہیں۔

اگر چہ نجات کی حریت مختلف طریقوں میں کی گئی ہے۔ تاہم نجات کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس لئے نجات کے متعلق ہمیں کافی غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ہم سوال کرتے ہیں۔ کیا کوئی مذہب ایسا ہے جس نے خدا سے وحسہ کو رب العالمین قرار دیا ہو۔ اور تمام مٹی نوع آدم کو ایک سلکِ اخوت میں منسلک کیا ہو۔ جملہ اولام کا خاتمہ کیا ہو۔ ذاتِ پات اور نسل کو کسی قسم کا درجہ نہ دیا ہو۔ جو تعلیمات کے لحاظ سے سادہ تاہم الہامی ہو۔ اور اپنے ضمیر پر کسی قسم کا بار ڈالے بغیر ہم اس پر عامل ہو سکتے ہوں؟

اگر کوئی مذہب ایسا ہے۔ تو وہ بذاتِ خویش مذہب کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ اور مجھے ایک ایسے مذہب کا علم بھی ہے۔ اور اسی لئے میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ عنقریب وہ زمانہ آئیگا جبکہ اسلام ہی دنیا کا مذہب اور منبرِ غالب ہوگا۔ اسکا حق میں بحث و فکر کی کامل آزادی ہے۔ اور کسی مذہبی جماعت کے سامنے تسلیم کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ شرائطِ مذکورہ بالا سب کی سب سلام میں پائی جاتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے مذہبِ عامۃ الناس کیلئے لائقِ اختیار ہو سکتا ہے۔ میں اپنے احباب سے بصداد و بصداد بگزارش کروں گا۔ کہ وہ اُن دقیقہ نوسی باتوں کو اپنے دلوں سے نکال دیں۔ کہ وہ مذہبی امور میں سوالات کرنے سے باز ہو جائیں گے، خصوصاً اُن عقائد کے متعلق جن کو چوتھی صدی مسیحی کے انسانوں نے دوسروں کے لئے وضع کیا تھا۔ اور یاد رکھیں۔ کہ بیسویں صدی کے لوگ ہر بات کو تحقیق کے لئے پہل کر سکتے ہیں۔ امورِ اختلافی اور اتحادی کے متعلق خاموشی سے ساتھ غور کیجا اور محبت کے ساتھ گفت و شنید اور یقیناً ایسا کرنے کے بعد آپ ان پر جو پہنچیں گے۔ کہ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو آپ کے منشائے دلی کو بطورِ احسن پُر کر سکتا ہے۔ یہ مذہب وہ ہے جس میں ”اسرار اور رموز“

کا ذکر ہے نہ اُن کی گنجائش، ہاں دنیا

کے ہر ملک کے ہر انسان کیلئے

کامل ہدایت اور مکمل دستِ العمل

معیات ہے۔

قرآن مجید کا فوق الفطرت پہلو

القرآن اور جدید نظریات اکتشافات علم ہیئت

ترجمہ معین جناب سید تقیبول احمد صاحب بی۔ اے

مناسب ہے کہ شروع ہی میں اس مضمون کے متعلق اپنی محدود معلومات کا اعتراف کر دوں جس پر ان سطور میں اظہار خیال کروں گا۔ یعنی میں ہیئت سے کھینچتے فن اسی قدر ناواقف ہوں۔ جس قدر میرے ناظرین میں سے اکثر و بیشتر اعلیٰ زبان اور قرآن مجید سے۔ ایک عامی کی حیثیت سے میں کیتلر اور بطیموس کے نظریات میں صرف معمولی طور پر امتیاز کرنے کی لیاقت رکھتا ہوں لیکن جس بات کو میں اور دوسرے لوگ جو میری طبع علم ہیئت سے ناواقف ہی تھے۔ بخوبی جانتے ہیں یہ ہے کہ آسمان بلور یا موم جامہ کا ساختہ نہیں ہے۔ اور نہ یہ زمین چٹھی اور درمیانی منزل ہے۔ اس کی سقف آسمان اور زمین حصہ طارطاس یورپ میں پندرہویں صدی تک تسلیم کیا جاتا تھا۔ ایک نئے آسمان کے نظریہ کے ساتھ ساتھ اس نئی زمین کا نظریہ لازمی طور پر پیدا ہو گیا۔ اور زمین کی گولائی سے یہ خیال بدستور پدید آیا۔ کہ وہ فضاء میں سیر کر رہی ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں حال ہی میں دریافت ہوئی ہیں۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با آپ کے صحابہؓ سے یہ علم متعلقہ ارض و سماء منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمدؐ کے قرآن نے اگر علم ہیئت پر کچھ بیان بھی کیا ہو تو وہ سراسر ناواقفیت پر مبنی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ مسئلہ زیر بحث کا یہ پہلو کسی شخص کے کتب سماوی پر اعتقاد کی نہایت سخت آزمائش قرار دیا جاسکتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ مقتضی لوگ ضرور ان کتب سے الفاظ کی ایسی ہی تاویلات کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جیسی ہمارے ہندو دوست بعض مذہب متروک تحقیقات بدیدہ سے مطالبہ کرنے میں کیا کرتے ہیں +

علاوہ ازیں اگر بائبل کے متعلق یہ میں لکھا ہے۔ کہ جب جو شواہبی اسرائیل کی رہنمائی کر رہا تھا۔ تو آفتاب ساکن ہو گیا تھا۔ جو علم ہیئت کے نزدیک نگاہ سے ناممکن ہے۔ کوئی شخص ایسا عقائد ظاہر کرے کہ وہ آسمانی کتاب ہے۔ تو پھر وہ کتاب جو قدامت کا دعوے کرے یہ جناب اللہ تسلیم کی جاسکتی ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے۔ کہ کوئی کتاب اس مرتبہ کی طالب نہیں نظر آتی اگرچہ کتب سماوی کے معتقدین اس قسم کے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے ہٹے ہوں لیکن صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے زاید از صد مقامات پر اپنے مانعہ اور اصل کا اعلان

کیا ہے۔ پس اس کے متعلق اترتے طلب یہ نہیں۔ کہ کون شخص قرآن کو آسمانی کتاب کہتا ہے بلکہ یہ کہ قرآن مجید کو کتاب آسمانی کیوں کہا جاتا ہے +

پس غور کیجئے کہ قرآن مجید میں قدیم یونانی فلسفہ کی متابعت میں یہ نہیں کہا گیا۔ کہ آسمان اک ٹھوس جسم ہے۔ اور ستارے اس میں جڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ اک رقیق افیمری قضا کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ ہماری زمین اور دوسرے سیارے اس فضا میں گردش کر رہے ہیں۔ اب قرآن مجید کی ان آیات کا معائنہ کیجئے :-
پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کئے جڑے سب چیزوں کئے اس چیز سے کہ اٹھاتی ہے زمین اور جانوں اُن کی سے اور اُس چیز سے کہ نہیں جانتے۔ اور نشانی ہے واسطے اُنکے رات جس کو نکالتے ہیں ہم دن سے پس ناگہاں وہ آیتوالے ہیں بیچ اندھیروں کے اور سورج چلتا کہ اس کے واسطے مقرر ہے۔ یہ ہے اندازہ غالب اور علیم خدا کا۔ اور چاند کو مقرر کر دیں ہم نے اُن کی منزلیں۔ یہاں تک کہ بھر ہو جاتا ہے میثل پرانی کھجور کی شاخ کے +

نہیں سورج لائق ہے۔ اس کے کہ پالیوے چاند کو اور نہ رات آگے نکلنے والی ہے دن سے اور سب ستارے بیچ آسمان کے چلتے ہیں۔ اور نشانی ہے واسطے اُن کے یہ کہ اُٹھایا ہم نے نسل اُن کی کو بیچ کشتی بھری ہوئی کے۔ اور پیدا کیا ہم نے واسطے اُنکے مانند اُس کشتی کے جو سوار ہوتے تھے اُس پر (سورت ۷۱ آیت ۱۲ تا ۱۶)

پہلی آیت سے ماہرین علم الارض، علم الکیمیا، علم الحینوہ اور علم البرق، بہت کچھ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ہمیں اس جگہ اُن سے کوئی تعرض نہیں۔ اگر وہ ابھی تک اس حقیقت سے آشنا نہیں ہیں۔ کہ تمامی مخلوقات میں نروادہ پاسے جاتے ہیں (مقناطیس اور برق میں منفی اور مثبت کہہ سکتے ہیں) تو لازم ہے۔ کہ وہ اپنے سب سے بڑے علماء سے مشورہ کریں۔ اور یقیناً انھیں اس مختصری آیت میں بہت کچھ مواد غور و فکر کے لئے ملیگا۔ آنحضرت صلیم کے زمانہ میں اہل عرب ان حقائق سے بالکل بیخبر تھے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ انھیں بعض درختوں میں نروادہ کا علم تھا۔ لیکن یہ بات یقینی طور پر کسی جاسکتی ہے۔ کہ انھیں برق مثبتہ اور منفیہ کے متعلق کوئی معلومات نہ تھیں۔ تھوڑی دیر کے لئے اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے پھر قرآن مجید کی طرف آئیے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ سورج اپنے اپنے مستقر یعنی محور گردش کرتا ہو۔ لفظ مستقر غور طلب ہے۔ اس سے معنی ہیں جائے مقررہ کے اس کی ضد بلاد۔ یعنی مروجہ کا جو۔ غرض کہ سورج اپنے مستقر گردش کرتا ہے۔ اب ساٹھے تیور

پہلے عرب میں ایسی بات کا اعلان کرنا اس زمانہ سے کسی قدر عجیب ہے !!! اب ہم ان الفاظ پر غور کرتے ہیں۔ "وَكُلُّا فِي خَلْقٍ يُسَبِّحُونَ" اور یہ سب فضا میں گردش کھتا ہیں۔ پہلے سے مراد چاند اور دوسرے سیارے ہیں۔ کسی شے کا آسمان میں گردش کرنا بتاتا ہے کہ آسمان ٹھوس چیز نہیں۔ بلکہ ترقی مادہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا عرب کے لوگ اس سامے انہری سے واقف تھے؟ اس کے بعد آخری آیت غور طلب ہے۔ "اور نشان ہے اُن کے واسطے کہ ہم اُن کے بچے جہازوں میں اُٹھاتے ہیں۔ اور جس طرح اس سیارہ کے لوگ جہازوں میں سوار ہوتے ہیں۔" اسی طرح آلاست باربر دوسری دباں بھی ہیں۔ یہ بات کہ سیاروں کے بچے جہازوں میں سوار ہوتے ہیں بظاہر اک عجیب ابداع معلوم ہوتا ہے لیکن اس کیلئے ہمیں آئندہ زمانہ کا انتظار کرنا چاہئے۔ جبکہ ساکنین ارض "مروج اشیری" کی یہ دولت مروج اور مشتری سے سلسلہ مخابرات قائم کر لیں گے +

واضح ہونا آیات کا مطلب بیان کرتے ہیں میں نے کسی جگہ الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنے مطلب کے موافق نہیں بنایا ہے۔ قرآن صغیرین کی آیات متذکرہ بالا شخص کے سامنے ہیں اور جو چاہے اصل سے مطابقت کر کے خود معنی بیان کر سکتا ہے +

آئیے اب پھر اس کڑواہ خالی کی طرف رجوع کریں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ زمین گول ہے۔ پہلے زمانہ میں لوگ اسے چپٹی خیال کرتے تھے، پہاڑ حدود اور بوجہ خیال کئے جاتے تھے۔ جن پر آسمان قائم تھا۔ اس خیال کو مگر نظر رکھتے تھے کہ لامحالہ یہی نتیجہ نکلیگا کہ اس زمانہ کے لوگ مشرق اور مغرب کو وہ جہد ہی تصور کرتے ہونگے۔ کیونکہ مشرق اور مغرب میں کثرت کا خیال اسی وقت پیدا ہوگا۔ جبکہ ہم زمین کو گول تسلیم کریں۔ قرآن نے یہ نہیں بتایا۔ کہ زمین گول ہے یا چپٹی؟ کیونکہ اس کا مقصد جغرافیہ تعلیم کرنا نہیں ہے۔ ہاں ضمناً ایسی بات بھی بیان ہو گئی ہے۔ جس سے اس مسئلہ پر خوبی روشنی پڑتی ہے۔ ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کیا قرآن میں یہ نہیں لکھا کہ زمین پھیلی ہوئی ہے۔ اور پہاڑ مثل میخوں کے ہیں۔ جو زمین کو اس کی جگہ پر قائم رکھتے ہیں؟ ہاں لکھا ہے۔ لیکن کون شخص اس کی صحت پر اعتراض کر سکتا ہے؟ کیا زمین کا ابھرا ہوا حصہ جو ہم دیکھتے ہیں چپٹا نہیں معلوم ہوتا؟ اور جہاں تک ہماری نگاہ جاتی ہے۔ دو تین سو میل تک یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ چپٹا ہے۔ ہونے لگے مادہ پرستی کی بوٹی سی نہ جی ہوئی ہے؟ اور پہاڑوں کی وجہ سے ریشی کی نہ ضرورت اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ اور جبکہ ایسا نہیں ہوتا تو زلزلہ محسوس ہوتا ہے +

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ قرآن مجید نے زمین کے گول ہونے کا نقشہ بھی صدیوں پہلے کھینچ دیا تھا۔ اور متفرق ہی نہیں۔ بلکہ متشاقق سے بھی خبردار کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو

”یقیناً تمہارا خدا ایک ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے۔ اور جو کچھ اُن کے مابین ہے۔ اس کا بھی اور ربّ المشارق بھی ہے“ (۲۷ : ۲۷ تا ۲۸)

بیشک خدا ربّ المشارق ہے۔ وہ نیویارک، گریچ، کلکتہ، پکنگ، منیلا اور ٹبکٹو غرض کہ سب کا خدا ہے۔ اور اس کے مشارق متعدّد اور مختلف ہیں +

”وہ اللہ ربّ المشرقین اور ربّ المغربین ہے۔ پس تم اپنے ربّ کی کون کون سی قومیاں ٹھٹھلاؤ گے (سورہ رحمن ۵۵ : ۱۷ و ۱۸)

ان دو مشرقوں اور مغربوں سے یا تو ہم موسم سرما اور موسم گرما کا عروج مراد لے سکتے ہیں۔ یعنی ۲۱ جون اور ۲۲ دسمبر جبکہ سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن واقع ہوتا ہے۔ اور آفتاب خط استوا سے انتہائی دوری پر دور ہوتا ہے۔ اور یہ وقت اس وقت کے عربوں کے ذہنوں میں سمجھی نہ آئی ہوگی یا نصف گزہ کے دوسری جانب دوسرا مشرق اور دوسرا مغرب +

آنحضرت صلیم کی طرز تکلم اور گفتگلی خاطر

گفتگو میں آنحضرت صلیم دوسروں سے فصیح اور رواں واقع ہوئے تھے عموماً آپ کی باتیں مختصر اور شیریں ہوتی تھیں۔ آپ ہمیشہ چند الفاظ میں اپنا مطلب ادا فرمادیتے تھے۔ آپ کی گفتگو ایسی مربوط اور منسلل ہوتی تھی جیسے موتیوں کی لڑیاں جس سے قطعاً فراموشی نہیں۔ آنحضرت صلیم تم لوگوں کی طرف زیادہ محو نہ تھے۔ آپ کم بولتے تھے۔ لیکن تم لوگ بہت سے الفاظ استعمال کرتے ہو۔ آپ گفتگو میں تھوڑے الفاظ مقہول فرماتے تھے۔ اور چند لفظوں میں مطلب بیان فرمادیتے تھے۔ اور عموماً آپ کلیتہاً استعمال فرماتے تھے۔ جن کے معانی میں نہ کمی کرتے تھے نہ بیشی۔ اور الفاظ آپ کے مُسنَد سے ایسے نکلتے تھے جیسے موتیوں کی لڑی۔ دوران گفتگو میں آپ وقفہ بھی جتنے جاتے تھے۔ تاکہ سامعین آپ کے کلام کو ذہن نشین کر سکیں۔ آپ کی آواز کافی بلند تھی۔ اور لہجہ سب لوگوں سے سُستہ اور پاکیزہ تھا۔ آپ عموماً خاموش پسند فرماتے

اور بلا اشد ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ آپ نے کبھی کوئی ناشائستہ کلمہ منہ سے نہیں نکالا اور غصہ کی حالت میں بھی سوا سے راستی کے اور کوئی بات ادا نہ فرماتے۔ جو شخص کر یہ الفاظ استعمال کرتا۔ آپ انکی طرف سے منہ پھیر لیتے۔ اگر بدرجہ مجبوری آپ کوئی ناخوشگوار بات کہتے بھی تو کتنا یہ میں آپ کی موجودگی میں کوئی شخص دخل و مقولات کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ نصیحت نہایت سنجیدہ طور سے فرماتے مصلح کوئی سچا غیر خواہ کسی کے بھلے کی بات کہتا ہے جس دام کی موجودگی میں آپ زیادہ تبسم فرماتے تھے، جن کی باتیں بعض اوقات آپ کیلئے باعث تعجب اور جاذب توجہ ہوتی تھیں۔ آپ کبھی اس زور سے غصہ نہ فرماتے کہ کھلیاں دکھائی دے جائیں۔

مسجد وکنگ میں موجود مسیحیت ایک تنقیدی نظر

موجودہ مسیحیت متحضر ایزم کا دوسرا نام ہے

گزشتہ یکشنبہ کو سہ پہر کے وقت ایک لکچر موسومہ "سرا رکلیسائی اور مذہب یسوع کے دوران میں" امام مسجد وکنگ نے، موجودہ مسیحیت کے مانعہ کے متعلق عجیب و غریب نظریے پیش کئے۔ حاضرین کی تعداد خاصی تھی۔ اور جس کے غیر مسلم انگریز بھی شریک تھے + پہلے مختصر سی دُعا کی گئی۔ اس کے بعد تلاوت قرآن بعد ازاں امام مسجد نے تقریر فرمائی کہ مجھے کہا کہ لوگوں کو شاید یہ بات عجیب معلوم ہو کہ مسلمان یسوع مسیح کے پیغام آسمانی پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ ان کو انبیاءِ اشد میں شمار کرتے ہیں۔ اور جس طرح آنحضرت معلوم کی عزت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کی بھی۔ مجھے دو دنوں ایک ہی شریعت لائے تھے۔ پہلے من حیث نبوت مسلمان ان دونوں میں کوئی امتیاز نہیں کرتے بعض اوقات ہم کلیسائی تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اس کو بعضوں کو یہ بات مستلزم اجتماعِ ضدین معلوم ہوگی۔ کہ میں نے اس موضوع کو تقریر سے لے کر یوں منتخب کیا +

یہ بات مسلم ہے۔ کہ اگر انابیل مروجہ سے معجزات اور عجوبات قبول اور منہ خالی کر دیے جائیں

تو بیچ کے سو نام حیات میں چار پانچ صفحات میں سما سکتے ہیں۔ اور ان کو بھی ایک طالب حق کو کافی ہدایت مل سکتی ہے۔ لیکن موجودہ مسیحیت جو آجکل مروج ہے۔ بالکل مختلف نتیجہ پیدا کر چکی۔ یسوع مسیح خدا کی توحید کے قائل تھے۔ اور جب ایک فریسی نے آپ سے خدا کے متعلق سوال کیا تو آپ نے نہایت صاف الفاظ میں توحید باری کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد کچھ نئے پہاڑی و غلامیوں سے امت باسات بڑھ کر مٹانے جن کا مقصد یہ تھا کہ لوگ غلام اور مہاروں سے نفرت رکھیں۔ لیکن موجودہ کلیسیا نے عقائد کی تردید بھی کی ہے۔ اور انھیں مبہم بھی کر دیا ہے۔ اور ہر یک کتاب الہامیہ احکام عشرہ کو احکام ستہ کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

آدم اور حوا کا گناہ

ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ گناہ انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اور وہ اپنے پہلے والدین یعنی آدم اور حوا کے گناہوں کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آدم اور حوا کے گناہوں کی سزا ہمیں کیوں ملے؟ آخر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کر کے زہد اور بھرے خالہ؟ اس کے بعد امام موصوف نے جن امور کی صراحت کی جو پہلی دو صدیوں میں داخل مسیحیت ہو گئے تھے۔ اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ جو کچھ بہت پرستوں کے مذہب میں موجود تھا۔ وہ سب مسیحیت کا جزو بن گیا۔ مثلاً یسوع ۵ نومبر کو پیدا نہیں ہوئے تھے۔ یہ تو تصور کے دیوتا کی پیدائش کا دن ہے۔ اسی طرح ممکن ہے۔ اسے مصلوب کیا گیا ہو۔ لیکن گڈ فرائیڈے کو وہ یقیناً مصلوب نہیں ہوئے تھے لیکن ہے۔ وہ مرکری جی اٹھا ہو۔ لیکن ایٹر سنڈے کو ایسا نہیں ہوئے۔ موجودہ مسیحیت کہ یسوع سے کوئی تعلق نہیں ان کی تعلیم تو سب ہسباؤ منشور ہو چکی ہے۔ اور جو باتیں کج مدار ایمان بنی ہوئی ہیں۔ وہ سب کی سب مختصر انزم سے ماخوذ ہیں۔

تحریک جدید کے داخل کلیسیا ہونے کے متعلق امام موصوف نے فرمایا۔ کہ نہایت آف میٹنگم کلیسیائی اسرار سے سخت دلبرداشتہ ہو چکے ہیں۔ اور انھوں نے علانیہ طور پر اس بات کا اعتراف کیا۔ کہ یہ تمام اسرار جو آج ارکان مذہب بنے ہوئے ہیں۔ دراصل بہت پرستوں کے مذاہب کے لئے گئے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ صلیب میں کی پڑھائی کی

جیسا لوگ کرتے ہیں، یسوع کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے بھی مجھو خلافت تھی؟ ہم مسلمان ان مشرکانہ باتوں سے اس لئے ناراض ہوتے ہیں کہ حضرت مسیح کا مقدس نام ان باتوں سے بدنام ہوتا ہے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق تصنیف "تینا مہجہ مسیحیت" سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ناظرین پر امام مہجوت کے دعاوی کی صحت منکشف ہو جائیگی۔ اس کتاب پر انگلستان میں بھی بحث مہجوت کی گئی ہے۔ اور اس میں اسرار کلیسائی اور مذہب شمس پرستی کے مابین مطابقت نظر کی اور بہت سی نظائر بھی موجود ہیں۔ جن کا مطالعہ دلچسپی اور فائدہ سے خالی نہ ہوگا +

"متھرا ایزم ایران سے آیا، جہاں کہ چھ سو سال تک یہ مذہب خوب پھیل چکا تھا۔ اور یہیں سے مسیحی روم میں پہنچا رفتہ رفتہ تمام سلطنت رومہ میں شائع ہو گیا۔ جتنے سرانگلستان میں بھی جا داخل ہوا۔ چنانچہ یارک چیپٹر اور دیگر مقامات میں اس مذہب کے قدیم آثار دستیاب ہوئے ہیں۔ متھرا کو لوگ خداؤں مخلوق کے مابین شفیع اعظم یقین کرتے تھے۔ اور وہ ایک پہاڑی غار میں ۲۵ دسمبر کو پیدا ہوا تھا۔ اس کی ولادت بغیر باپ کے ظہور میں آئی تھی۔ اُس نے دور دراز ممالک کا سفر بھی کیا تھا۔ اس کے بارہ شاگرد تھے۔ اور وہ انسان کی خدمت کرتے کرتے وفات پا گیا۔ مدفون ہونے کے بعد قبر سے زندہ جی اُٹھا۔ اور لوگوں نے اسے حیات ثانی پر بہت خوشیاں منائیں۔ ان میں دو ہزار موسم سرما میں کرمس اور یوم گرما میں ایسٹرمس مشہور تھے۔ اُسے لوگ "منجی" کہتے تھے۔ اور عموماً معصوم بہہ کی شکل سے تعبیر کرتے تھے۔ لوگ اس کے مذہب میں بپتسمہ پاکر داخل ہوتے تھے۔ اور "مقدس ضیافت" اس کی یادگاری کے طور پر کھائی جاتی تھی۔ ممکن ہے کہ ان تصریحات کو پڑھ کر موجودہ ناظرین تعجب اور حیرت کا شکار ہو جائیں۔ اور ان کی محنت پر شک کرنے لگیں، کیونکہ جب وہ اتنا میل مرادہ میں یسوع کے حالات پڑھیں گے تو سراپا مطابقت

پائینکے لیکن تعجب کی کوئی وجہ نہیں۔ اگرچہ اب متھرا یزم کا وجود نہیں ہے لیکن مسیحی مذہب
میسری میں اس کو اس قدر فروغ حاصل تھا۔ کہ اگر تو ما اور اسکندریہ میں اس کا استیصال
مطلوبی نہ کر دیا جاتا، جیسا کہ سینٹ جیروم نے تسلیم کیا ہے۔ کہ میسائیوں نے متھرا یزم
کو بزور تیغ صفحہ ہستی ہی نابود کر دیا۔ تو یقیناً مسیحیت کے فروغ کے لئے کوئی موقعی تھا
اور یہ مذہب ناپید ہی جب ہوا جبکہ اس کے بہت سے عقائد اور خلاصہ عقل اصول
مسیحیت میں داخل ہو چکے تھے۔ اور اس قدر کثرت سے کہ طوطین جیسے بزرگ نامی مسیحیت
کو بھی دے الفاظ میں اس بات کا اعتراف کرنا پڑ گیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ اہل علم
متھرا یزم اور مسیحیت کو ایک ہی چیز جانتے ہیں۔ صرف ناموں کا فرق ہے۔ اگرچہ
سینٹ جیروم وغیرہ کو یہ مشابہت اور مماثلت بہت حیران کرتی تھی لیکن انہوں
نے ازراہ دانائی یہ مشہور کر دیا۔ کہ یہ مماثلت شیطانی فعل ہے۔ تاکہ سچے مومنوں
کو تکلیف پہنچے شیطان ہمارے مذہب حقہ کا مذاق اڑاتا ہے +

کیا خدا تعالیٰ موجود ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ خدا موجود نہیں ہے لیکن مسلمان صدق لہو ایک قادر مطلق پر ایمان رکھتے ہیں
جو اس کائنات کا خالق اور رب ہے قرآن مجید جو خدا کا کلام ہے ان الفاظ میں انسانوں کو مخاطب کرتا ہے
چو خدا ہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ اور آسمانوں سے پانی برسایا
اور تمہارے کھانے کیلئے پھل اُگائے۔ اور اس نے جہازوں کو تمہارا مطیع بنا دیا
تاکہ تم اس کے حکم سے ان کو سمندر میں چلاؤ اس نے دریاؤں کو تمہارا مطیع بنالیا اور
اس نے چاند اور سورج کو تمہارا خادم بنایا جو ہر وقت گردش میں ہیں۔ اس نے ون اور رات
کو تمہارا حرم بنادیا اور جو چیز تم اس سے طلب کرتے ہو وہ تمہیں عنایت کرتا
ہے۔ اگر تم خدا کی مہربانیوں کا شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے۔ یقیناً
انسان تعصب اور ناشکرا ہے +

مشرقی ایف اینڈ ریویژن مشنری کی زبان اسلام کی خوبیوں کا اعتراف

نوٹ منجب اڈیٹر { یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ اسلام کی اشاعت تلوار پر ہوئی ہے، حقیقت حال یہ ہے کہ محارب بات صلیبہ کے زمانہ میں بھی جبکہ عیسائی جماعتوں کے دلوں میں اسلام کی طرف سے بغض اور عداوت بھری ہوئی تھی۔ اور مسیحی سپاہی تلواریں اور برتن چھ لے لیکر اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اور اسلامی بہادروں کو دعوت جنگ دے رہے تھے، اس وقت بھی مین میدان جنگ میں اسلامی اخلاق و فتنوں کو اپنا گرویدہ بنا رہے تھے۔ اس دعوے کی شہادت میں گزشتہ نمبر میں ناظرین نے پڑھا ہوگا۔ کہ کارزار صلیبی کے ختم ہو جانے کے برسوں بعد ہی رچرڈ شاہ انگلستان سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی قرینیت میں رطب اللسان رہا، اور اس تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں بھی جبکہ سرزمین یورپ میں اسلام غلط فہمیوں کا شکار ہو رہا تھا۔ اور ہر طرف تعصب اور جہالت کا دور دورہ تھا، کارلائل انگلستان میں اور گوئیٹے جرمنی میں ایسے حقائق بہادر موجود تھے جنہوں نے اپنی اپنی واقفیت کے لحاظ سے اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے سامنے اپنا تسلیم کر دیا +

ایسی طرح بعض مسلمانوں میں جو یہ خیال جاگزیں ہوتا جاتا ہے کہ موجودہ تہذیب و تمدن کے مقابلہ میں اسلام بیکار ثابت ہوتا جاتا ہے۔ وہ بھی سراسر غلط ہے حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ اور بالکل برعکس۔ تہذیب جدیدہ تو اسلام کی خوبیوں اور محاسن ہی کو ظاہر کر چکی ہو اور نہایت وضاحت کے ساتھ ظاہر کر چکی +

علاوہ اسلام اپنی کامیابی کے لئے نہ کسی ترک کا دست نگو ہے نہ کسی فتنان کا محتاج ہے

انکی ذاتی خوبی اور عمدگی تعلیمات اور نعمت نصیبین بذات خویش ایسے ذرائع ہیں جن کی مدد سے وہ خود بخود متمدن بن گیا اور اس کے تعلیمی یافتہ افراد سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے۔ چنانچہ مسٹر رینڈل جو ایک یورپین عیسائی پادری ہیں اسلام کی خوبیوں کے اعتراف میں عذاب السبیلان ہیں +

”جب میں آنحضرت کی بعثت مبارکہ اور آپ کے اعلان توحید باری بکلمات صلا لا الہ الا اللہ کے وقت میں عرب کے گرد و نواح کے ممالک کے حالات پر غور کرتا ہوں۔ جبکہ ہر جگہ باہمی منافقت اور متنازعات برپا ہو رہے تھے۔ اور ایک طرف سلطنت و مملکتیں اور دوسری طرف سلطنتیں اس اشاعت توحید میں زبردست رکاوٹیں پیدا کر رہی تھیں۔ جب میں ان تمام باتوں کا خیال کرتا ہوں تو واقعی طور پر تسلیم کرتا ہوں کہ یہ سب عرب نے لوگوں کو ایک نئی دنیا اور نئی الہامی نعمت عطا کی۔“ مسٹر رینڈل

اسلام کا نصیبین

”مجھے ہمیشہ اس حقیقت کبریٰ کا احساس ہوتا ہے۔ اور یہی میرے ہمتاؤں نے بھی مجھے بتایا ہے کہ اسلام کا مرکزی عقیدہ جو مثل اس قطب ستارہ کے ہے۔ جس کے گرد ساری دنیا گردش کرتی ہے۔ توحید باری تعالیٰ ہے۔ اس بنیادی عقیدہ کی بنا پر جو کچھ واقعات رونما ہوئے ان کا مطالعہ کرنے سے یہ بات مجھ پر ظاہر ہو گئی کہ پیغمبر عرب صلعم اس عقیدہ پر کامل ایمان رکھنے ہی کی بدولت باوجود کثرت اعتدایہ مختلف اصنام پرستی و عتاید مشرکانہ اس زمانہ میں جبکہ تاریکی اور جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی ان تمام دشواریوں مشکلات مصائب عسرت افساس خطرات و سوائوں اضطرابات اور پریشانیوں کا مردانہ وار کامیاب مقابلہ کر سکے جن کے درمیان وہ عرصہ تک محصور رہے۔ اور نے الحقیقت تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ یہ عقیدہ اسلام کی موج رواں اور بنیاد اور اساس اولین ہے۔ اور تا قیام قیامت ایسا ہی رہے گا۔ اور جب میں آنحضرت صلعم کی بعثت مبارکہ اور آپ کے اعلان توحید باری بکلمات صلا لا الہ الا اللہ کے وقت میں عرب کے گرد و نواح کے ممالک کے حالات پر غور کرتا ہوں۔ جبکہ ہر جگہ باہمی منافقت اور متنازعات کا بازار گرم تھا

اور ایک طرف سلطنتِ رومۃ العکبر نے اور دوسری طرف سلطنتِ فارسِ اسلام کی توحید کی اشاعت میں زبردست رکاوٹیں پیدا کر رہی تھیں۔ جب میں ان تمام باتوں کا خیال کرتا ہوں تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دنیا کے لوگوں کو واقعی ایک نئی دنیا اور نیا الہام عنایت فرمایا ۛ

کلمہ کلا لا الہ الا اللہ ایک حقیقتِ کبر نے ہے جو سینکڑوں سالوں سے ثابت شدہ چلی آرہی ہے۔ علاوہ بریں یہ بھی ملحوظ خاطر ہے کہ یہ عقیدہ آنحضرت صلعم کا محض ایک نظری یا علمی عقیدہ نہ تھا۔ اور اسے فلسفیانہ عقیدہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس صداقت پر آپ کا زندہ ایمان تھا۔ اور ظاہر ہے کہ نظری عقیدہ اور زندہ ایمان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ محض فلسفیانہ خیال میں جو صرف دماغ تک محدود رہتا ہے۔ اور اس ایمان میں جس کی بناء پر انسان اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہی وہ زبردست حقیقت ہے جس کی طرف میں ناظرین کی توجہ منعطف کرنی چاہتے ہوں۔ کہ توحید باری تعالیٰ پر آپ کا ایمان محض علمی نہ تھا۔ بلکہ عملی بھی تھا۔ اور یہی عمل ایمان آپ نے اپنے متبعین کو عنایت فرمایا۔ اور جب تک آپ کے پیرو یعنی مسلمان اس عقیدہ پر قائم رہیں گے جو کہ جیسا میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ مثل اس قطب ستارہ کے ہے۔ جس کے گرد دنیا گردش کرتی ہے اس وقت یہ لوگ دنیا کو ایک بڑی دولت اور نعمت سے سرفراز کرتے رہیں گے ۛ

اس عقیدہ کی ایک قابل ملاحظہ مثال یہ ہے۔ کہ جب میں اب سے تین سال پہلے جنوبی افریقہ میں تھا تو اس عقیدہ کا ایسا زبردست ثبوت ملا کہ اس سے بڑھ کر ملتِ کوشٹوار ہے۔ گورنمنٹ نے ہر ہندوستانی کو جسے وہ نکال سکتی تھی۔ جنوبی افریقہ سے نکال دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور وہ ایسا قانون پاس کر رہی تھی جس کی رو سے بقول واضح قانون جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کا عنصر اقل درجہ رہیگا۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جنوبی افریقہ سے ہر شخص کو خارج کیا جاسکتا تھا۔ یہ قانون پاس ہونے کے اس درجہ قریب آ گیا۔ کہ جنوبی افریقہ کی پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہونے کے لئے سرکاری کاغذات میں مندرج ہو گیا۔ اور اس کے معنی یہ تھے۔ جب ارکانِ مجلس چاہتے اس مسودہ کو پاس کرنے کیلئے زیر بحث لاسکتے تھے۔

اور اگر وہ دیر آجاتا تو پاس یقینی طور پر جاتا۔ کیونکہ تمام جماعتیں اس مذموم قانون کو پاس کرنے کے لئے رضا مند تھیں +

غرض کہ ہم لوگ ایسی مصیبت سے دوچار تھے جس سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت ہمارے لئے ممکن نہیں ہو سکتی تھی اور واضح ہو کہ جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کی کثرت ہے اور آج بھی اس مجلس کا نقش میرے دل پر تازہ ہے۔ جو ڈربن میں منعقد کی گئی تھی۔ اور جس میں مسلمان بکثرت شریک ہوئے تھے۔ اور ان کے لئے یہ مصیبت سب سے زیادہ خوفناک تھی۔ کیونکہ نہ صرف انہی کیلئے بلکہ ان کی اولاد و احفاد و املاک و اموال سب کے لئے دائمی عذاب کی صورت درپیش تھی +

اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

مجھے اس مجلس میں تقریر کرنے کیلئے بلایا گیا۔ اور میں نے اُن کے سامنے اُن کے رسول صلیم کی تصویر کھینچی۔ جبکہ آپ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مکہ کے باہر غار ثور میں پوشیدہ تھے۔ میں نے کہا۔ مسلمانو! اپنے نبیؐ کے ان الفاظ کو یاد کرو جو آپؐ نے ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے فرمائے تھے جبکہ ان پر ہر اس غالب ہو چلا تھا، اور انھوں نے عالم یاس میں آپؐ سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ہم تو صرف دو ہی ہیں۔ اور دشمن بہت ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ”اے ابوبکر ہم دو نہیں ہیں۔ بلکہ تین ہیں خدا بھی تو ہمارے ساتھ ہے۔ اور جب خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو ہم ہزار ہا دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ ہیں۔“ آپؐ نے خدا کی توحید پر زندہ ایمان رکھنے کا ثبوت ان غیر فانی الفاظ سے ہم پہنچا دیا۔ یہ منقلاً محض آپؐ کا نظریہ نہ تھا۔ کیونکہ اس وقت آپؐ کی زندگی نے الحقیقت فطرہ میں تھی۔ اور نہ محض فلسفہ ہی تھا۔ لوگوں کی روح اور جوش نے تمام دشواریوں کو فتح کر کے چھوڑا۔ چنانچہ جس وقت میں نے آنحضرت صلیم کے الفاظ ان لوگوں کے سامنے دہرائے تو ان کو سن کر ان میں اس قدر جوش اور زندگی پیدا ہوئی کہ تمام مجمع اللہ اکبر کے افراد سے گونج اُٹھا۔ بعد مجھے ایسا محسوس ہوا۔ کہ ان لوگوں کا ایمان بھی خدا پر ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ ان کے بھولے کا تھا۔ اور یہ ایمان اسی ایمان کا نتیجہ تھا۔ جواب سے صدیوں پہلے آپؐ نے دنیا کو عطا کیا تھا۔ اور اسی زندہ ایمان کی

بدولت جس کا قطارہ ہم نے اس زمانہ میں دیکھا۔ وہ قانون جو پاس ہونے والا تھا پاس نہ ہو سکا۔ اور نہ آئندہ کبھی پاس ہوگا۔

اخوت فی الاسلام

”میں اُن تمام محاسن کو اس وقت مفصل طور پر بیان کرتے کیلئے وقت نہیں پاتا جو اسلام کے متعلق میرے دل میں موجود ہیں۔ لیکن صرف ایک نصیب کا اور ذکر کروں گا۔ اور اس کے متعلق بھی صرف دو باتیں باتیں گوشتگذار کروں گا۔ عقیدہ توحید باری کیساتھ ساتھ دوسرا اہم اسلامی اصول ”اخوت فی الاسلام“ ہے یعنی ہر شخص اللہ تعالیٰ کے برابر ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے۔ اسلامی اخوت نے نسل اور رنگ کے امتیازات کو اس درجہ مٹا دیا ہے۔ کہ آج تک دنیا میں کوئی مذہب اس معاملہ میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ اور زبردستی بھی اس کا اعتراف کروں گا۔ کہ مسیحیت میں بھی اخوت کی تعلیم دی گئی ہے۔ لیکن نہ صرف جنوبی افریقہ میں بلکہ جہاں جہاں مسیحی حکومتیں اور گرجے اور کلیسائیں پائی جاتی ہیں۔ اُن تمام مقامات میں نسلی اور لونی امتیازات مسیحیوں کی رگ چمے میں سرایت کر گئے ہیں۔ اور نہایت شرم اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان کی اس حرکت مذمومہ اور ذہنیت سافلہ کی وجہ سے مسیح کا نام ہر جگہ اور ہر روز بدنام ہوتا ہے۔

میں روزمرہ مشاہدہ کرتا ہوں۔ کہ جب کوئی شخص خواہ وہ کسی قوم نسل رنگ یا ملک کا ہوا اسلام قبول کرتا ہے۔ تو فوراً سب مسلمانوں کا بھائی ہو جاتا ہے۔ اور بیچ بیچ اسلامی اخوت کے دائرہ میں آ جاتا ہے۔

عید کے موقعہ پر نہیں اکثر مسلمان دوستوں کے گھروں پر گیا، مولیٰ یہ ایک سید تقریب ہے جو ماہ صیام کے اختتام پر سالانہ منعقد ہوتی ہے اس میں سب سے بڑی خوبی جو مجھے نظر آئی یہ ہے۔ کہ عید کی صبح کو آنے والے سے ادنیٰ خادم پستے آقا سے بغلیں ہوتا ہے۔ گویا ان میں کوئی امتیاز

ہی نہیں ہے۔ اور یہ مخالفت اخوت اسلامی کا نشان ہے +
 اور اسی موقع پر اسی گہری منہ بھی آقا اور خادم دونوں نے گلے لگا کر
 مسرور اور محظوظ ہونے کا موقع دیا ہے +
 پس درحقیقت یہ ہیں وہ خوبیاں جنہیں اسلام نے اس دنیا میں قائم کیا ہے
 اس نے نسلی اور لونی امتیازات کو قطعاً مٹا دیا ہے۔ اور توحید باری کے
 عقیدہ کو مسلسل زندہ اور تروتازہ رکھا ہے +

سلسلہ تعلیم قرآن یعنی قرآن کریم کے حصہ اخلاقیات کی تفسیر نمبر (۱) حمد للبیضاء فیوض السورۃ فاتحہ

موجودہ قومی سچی کو دیکھ کر حضرت خواجہ کمال الدین سنہ ۱۰۲۵ ہجری قمری کے شکر میں ارادہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایک ایسا سلسلہ تصنیف برپا کرے جس سے قرآن کریم کی تعلیم شروع کریں۔ جس سے برافغان ملت میں قومی زندگی و قومی قیام کے آثار پیدا ہو جائیں۔ موجودہ قومی سچی کا موجب قوم میں عزت و کرامت لانے کا مقصد ہے۔ جاتا اور روزانہ زندگی میں ہمارا ان مہول کو بھربھرا کر جنہیں قرآن کریم نے حقیقت کا مقام توہم کیلئے تعلیم کیا۔ چنانچہ اس موضوع پر خواجہ صاحب کی پہلی تصنیف ہی کتاب **حمد للبیضاء** ہے۔ اس کی خلاصہ سے متعلق آپ نے تجویز کیا کہ اس کتاب کی ہر اردو ہزار کا بیان کا پرل کا لکھوں کے مسلم طلباء میں مفت تقسیم ہوں تاکہ ہر تندرست مسلمان بچہ نہ کی تو قرآن کریم کے مطابق چلا سکے گو ہم بھی سب مریض ہیں ان تعلیمات قرآن کریم کے جاننے کے لئے محتاج ہیں مفت تقسیم کرنے کیلئے اس کتاب کے پانچ نسخے ایک مریض میں ملتے ہیں جو اصل کتاب کی ایک تہائی ہے۔ ایک نسخہ کی قیمت ساڑھے چار آنے (۴) روپے اس کتاب کی مفت اشاعت ایک بہترین صدقہ ہے۔ ہر بھائی اس کتاب کو پڑھیں اور اردوں کو بھی پڑھیں۔ قیامت اسلام کا بہترین خدمت ہے کہ قرآن کریم کو قلوب میں اشاعت پائیں۔ اشاعت اسلام کا یہی ایک صحیح سہارہ ہے جس پر ہمارا عیسائیت و توحید شاہ ہے +

استیفاء و استقلال قوم
 چنانچہ اس کے بعد خواجہ صاحب کے زیرِ وجود دوسری تصنیف ہے۔ جس کی تفصیل کے ساتھ صحف مقدس کے اصول دیکھنے کی جگہ ہے۔ جو کتاب کے قلم نویس نے استقلال کیلئے سورۃ بقرہ و سورۃ آل عمران میں لکھے۔ یہاں سلسلہ تصنیف تعلیم قرآن کے نام پر موسم کیا گیا ہے جس میں اگر عدائے توحید و قیام اصول لائے گئے تو کتاب مقدس کی ایسی تفسیر آج کی زبان ملت کے سامنے آئے گی کہ اس سلسلہ تصنیف کو کامیاب بنانے میں ہمارے امداد و فائز اور اس کی خلاصہ میں ہر حصہ لکھ لیں۔ ان کتابوں کی قیمتیں بہت ہی رعایت ہو گئی۔ چنانچہ آئندہ تجویز تصنیف کی قیمت دیکھ رہے ہیں زیادہ ہو گئی۔ شہر کی ترافٹ پر ہمارے ساتھ قابل رعایت ہو گئی +
مینجر مسلم ربک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برائڈر تھروڈ۔ لاہور

مُنشیاتِ طلاق اور حِیاتی حُسنی

قرآن مجید کی اڑسٹھویں سُورۃ ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
دُعا اور قلم پر غور کرو اور اس پر جو ان کے ذریعہ سے لکھا جاتا ہے ۔ خدا کے
فضل سے محمّد دیا آئے نہیں ہو ۔ اور یقیناً تمہارے لئے ایسا انعام مُقدّر ہے
جو کبھی ختم نہ ہوگا +

اس آیت شریفہ میں قرآن مجید ہماری توجّہ ایک ایسے امر کی طرف
مبذول کرتا ہے ۔ جو بیک وقت خیالِ آخرت میں بھی ہے ۔ اور مدلل بھی ۔ یعنی اس آیت
سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے ۔ کہ قرآن مجید ہمیشہ تمام دُنیا کی کتّابوں میں جو
لکھی گئی ہیں یا آئندہ لکھی جائیں گی ۔ اک فوقِ الحوادث درجہ حاصل کرے گا ۔ اور
اُن جملہ کتب سے ہمیشہ یہی ثابت ہوتا رہے گا ۔ کہ آنحضرت صلعم جن پر
قرآن مجید نازل ہوؤا تھا ۔ مجنون یا دیوانے نہ تھے ۔ غور کیجئے قرآن
کا یہ دعوئے کوئی معمولی دعوئے نہیں ہے ۔ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی
ہے ۔ آنحضرت صلعم کی تعلیم کی اہمیت عالم آشکارا ہوتی جاتی ہے ۔ ایک زمانہ وہ بھی
تھا ۔ جبکہ نہ صرف آپ کے ہموطن بلکہ دیگر ممالک کے لوگ بھی
آپ کو دیوانہ سمجھتے تھے ۔ لیکن خدا کا شکر ہے ۔
کہ اب تو آپ کی تعلیمات کی خوبیاں اور آپ کے معنی کی صداقت
روز بروز ثابت ہوتی جاتی ہے ۔ اور علانیہ تسلیم بھی کی جانے لگی ہیں ۔ اور
جہاں کہیں لوگوں کے اعتقاد سابقہ باطلہ اور اوبام رذیلہ کی بیچکنی سکے
لئے کوئی منظم کوشش کی جاتی ہے ۔ وہاں اس حقیقت کا ظہور بہ آسانی
ہو سکتا ہے +

محکمہ حفظان صحت کے کارکنوں کی سالانہ مجلس میں ڈاکٹر لیونارڈ ہل ناظم شعبہ علم تشریح الاعضاء متعلقہ جامعہ قومی برائے تحقیقات طبی لندن نے جو اپنے بلند خطاب و صدارت میں اس امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سوچن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عزت کے جس کا وعدہ قرآن نے ترقی علم کے ساتھ مشروط کیا ہے، ان خیالات میں بڑی حد تک معاونت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے فرمایا۔ کہ طبی تحقیقات کی رُو سے یہ بات پائیدار ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ شراب خواہ قلیل مقدار ہی میں کیوں نہ ہو خاص جب بحالت اشتہابی جائیگی تو عقل و فہم اور چھائی چستی کو زائل کرے گی۔ اسلئے موٹر ڈرائیوروں اور ہوائی جہازرانوں کے لئے خصوصاً مضر ہے۔ خیال تو یہ ہے۔ کہ شراب پینے سے جسم میں چربی و چالاکي پیدا ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ انضباط اعضا میں خلل انداز ہوتی ہے۔ اور عقل پر قابو نہیں رہتا +

ان تصریحات کی روشنی میں جو تعلق طلاق کو شراب سے ہے۔ وہ بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مختلف ریاستوں کے اعداد و شمار طلاق قبل حکم ہتلعہ خمر کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ زیادہ تر طلاقیں محض شراب بخوری کی وجہ سے علی میں آئیں۔ مسٹر ولیم گیمبل سابق جج عدالت متعلقہ امور خانگی شیکاگو طلاقوں کے اسباب کے اظہار کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔ کہ حکم امتناعی سے پیشتر ۵۷ فیصدی قطع تعلقات شراب بخوری کا بلا واسطہ یا بالواسطہ نتیجہ ہوتے تھے۔ اور ۴۶ فی صدی مقدمات محض شراب بخوری کی وجہ سے دائر ہوتے تھے +

غرضیکہ اسی رنگ میں ہم جس حکم قرآنی کو بھی اٹھا کر دیکھیں یہی پائیں گے کہ بجائے معطل غیر مفید یا بیکار ہو جانے کے جیسا عموماً دوسرے مذاہب کے اصولوں اور تعلیمات کا حال ہے۔ اسلامی اصول دن بدن مفید اور سچے ثابت ہوتے جاتے ہیں +

جمہوریہ ویٹ میں اتوار کی تعطیل کی بندش

اس بات پر ہمارا کامل اعتقاد ہے۔ کہ جب جب دنیا کے لوگ اپنے معاملات مثنوی کی استواری کے لئے کوشاں ہونگے تب تب اُن کو فضول رسوں کو دُور کرنا، اور انہی جگہ اسلامی اصولوں کو رائج کرنا لازمی امر ہوگا۔ اور اس ہمارے خیال کی جو بعضوں کو عجیب سا معلوم ہوگا۔ کیونکہ وہ یقینی طور پر اسلام سے ناواقف ہونگے۔ سو ویٹ حکومت کے اس فعل سے تاثر ہوتی ہے۔ جو اتوار کی تعطیل کا طریقہ ترک کرنے میں اس سے سرزد ہوا ہے۔ یہ وہ دن ہے۔ جو بیتوں کی نظر میں اس لئے محترم ہے۔ کہ وہ لگ اپنی غیر معقولیت کی بناء پر یہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ خُدا نے چھ دن مُتواتر کام کرنے کے بعد ساتویں دن آرام کیا تھا۔

جو لوگ یورپ کے لوگوں کی موجودہ سیاسی تمدنی یا مذہبی افتاد طبع و واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اُن تمام اصلاحات کی تہ میں جو زمانہ حال کے غیر متوازن ٹیپلی نظام میں جاری کی گئی ہیں۔ وہی مقصد نہاں ہے۔ جس کے حصول کی خاطر ایک چودہ سو برس پہلے اسلام نے ان اصلاحات کو اپنے نظام کا جزو لازمینفک بنایا تھا۔ مگر فرق یہ ہے کہ اسلام میں ان اصلاحات کو فوری اور دائمی کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن ترقی یافتہ اور مسیحی یورپ میں یا تو مجزوی کامیابی ہوتی ہے۔ یا نتائج تباہ کن نکلتے ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ اُن کے نفاذ میں افراط کا پہلو غالب آجاتا ہے۔ جو غیر مال اندیشانہ نوعیت پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن جب تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ تو پھر ان میں مناسب قطع برید کر لی جاتی ہے۔ اور ہر طرح ان کی نوعیت اور حیثیت وہ نہیں رہتی جو اسلام میں ہے مثال کے طور پر سرمایہ دہری کے افساد کو دے لیجئے جس کا سہرا ان بالمشوکیوں کے سر ہے لیکن تجربہ بتاتا ہے۔ کہ موجودہ نظام عالم سرمایہ کے تیسرے قائم نہیں رہ سکتا۔ پس مجبور ہو کر بالمشوکیوں نے بھی سرمایہ کے افساد کو ختم کرنے کے اصول کو ترک کر دیا۔ اور اب جو صورت ہو چکی

وہ عیسائی ہے۔ جو اُسے چودہ سو سال پہلے اسلام نے تلقین فرمائی تھی یعنی رفتہ رفتہ ہم لوگوں کی اتالی
املاک کے تحفظ کی اہمیت کو محسوس کرتے جاتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ ان پر ایک حد تک
سربکار کو بھی حقوق حاصل ہیں۔ اگر اس اصول کو اسلامی تعلیمات کے موافق اختیار کیا جاتا تو
ترمیم و ترمیم کی تکالیف سے نجات یقینی طور پر ملتی اور نہ ان مصائب اور دشواریوں کا سامنا
کرنے پر توجہ ہر نئے کام میں لاتی ہوتی ہیں۔ اسلام میں ذاتی املاک کو بڑی حد تک محترم گردانا گیا
ہے۔ اور غیر کو اس پر مالکانہ اختیار نہیں دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حکومت کی کو بیعت
حاصل ہے۔ کہ دوسروں کے فائدہ کیلئے اس جائداد پر کسی مقرر کرے۔ علاوہ برائی حضرت سلیم
کے زمانہ میں صرف اراضی ہی ایسی تھیں جہاں جو زمین پیداوار سمجھی جاتی تھی۔ لیکن وہ زمین
کے رنگ میں رنگین تھی۔ اسی کے آنحضرت صلیم آج دوبارہ اس دنیا میں تشریف لے آئیں۔
تو کب تمام منظر ہفوت مشال دریا پہاڑ صحرا کانیں معدنیات بجلی وغیرہ کو قوم کی مشورہ
ملکیت بنا دیں گے۔ اور جارہ داری کو یکسوخت ممنوع قرار دیدیں گے۔ تمام عظیم الشان
کاموں کو حکومت سے متعلق فرما دیں گے۔ تاکہ قوم یکساں طور پر ان سے مستفید ہو سکے۔
کیونکہ تمام قدرتی پیداوار قوم کی مشترکہ ملکیت ہے۔ اس پر صرف چند آدمیوں کو تفرق
کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

قطع نظر ان امور سے ذرا یہ تو ملاحظہ فرمائے کہ اس مصلحتی قدم اٹھانے میں کتنی دقتوں
سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ بلکہ اس اصول میں تجربہ کے بعد ترمیم بھی کر دی گئی ہے۔ تاہم بار بار
وہی مسئلہ از سر نو پیدا ہوتا ہے۔ کبھی اس شکل میں کبھی اس شکل میں۔ کبھی تو زیادہ محنت
طلب کی جاتی ہے۔ کبھی کارخانوں میں ہڑتال شروع ہوتی ہے۔ کبھی بادشاہی رجم کو
بند کر کے اس کی جگہ ایک مختار مطلق قائم کیا جاتا ہے۔ مطلب ان تمام مظاہر کو وہی
ہے۔ کہ مائٹل اس نہیں چاہتے۔ کہ دولت صرف چند لوگوں میں منحصر رہے۔ اور
جامعہ کے مختلف طبقات میں اس قدر شدید امتیازات پک جائیں۔

اسی طرح ہم جانتے ہیں۔ کہ اتوار کی تعطیل کو بند کرنے کے نتائج بھی ناخوشگوار
پیدا ہونگے۔ بعض عیسائی جمہوریہ سوڈین کے اس فعل کو بنظر اشتباہ دیکھیں گے۔ اور

اس کو مداخلت نے الدین خیال کر لینگے لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ قانون مذہبی مداخلت کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟ ہاں اگر مذہب اور تحکیم نہ عقاید پر مبنی مسیحیت کو مہتر ہوت خیال کر لیا جائے۔ تو شاید کچھ کیلئے کچھ گنجائش نکل سکے۔ یہ بھی ہے۔ کہ سوویٹ کے اس فعل سے وہ لوگ بیدار ہو جائیں گے۔ جن کو ابھی تک مسیحیت کے عقاید کی کمزوریوں کو محققہ واقفیت نہیں ہے +

اسلام بھی سوویٹ حکومت کی طرح کسٹن کو مقدس قرار نہیں دیتا۔ کہ اس کو کوئی نیا ہی کام قطعاً دیکھا جائے۔ لیکن پھر بھی بحلاف سوویٹ ہرون کو خدا تاملنے کی عبادت کے لئے منحصر کرتا ہے۔ اور اس حیثیت سے مقدس سمجھتا ہے۔ چنانچہ جمعہ کے متعلق قرآن میں فرماتا ہے۔ "اے لوگو! جان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے۔ حرج کر خدا میں جلدی کرو۔ اور اتنی دیر کے لئے داد و مستد ترک کر دو۔ اگر تم جانو تو یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ لیکن جب نماز ختم ہو جائے۔ تو پھر منتشر ہو جاؤ۔ اور اس زمین میں اللہ کا فضل (یعنی ذریعہ معاش) تلاش کرنے لگو۔ اور خدا کو بکثرت یاد کرو۔ تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو" (سورۃ الجمعہ آیات ۱۰۹-۱۱۰) +

جمہ کی نماز اس اؤرض کی گئی ہے۔ کہ ہر ہفتہ شہر کے تمام مسلمان مسجد جان مسجد بکسر ایک دوسرے سے مل سکیں۔ اور باہم تمدنی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی رنگ میں تبادلہ خیالات کر سکیں تاہم مساجد میں روزانہ حاضری بھی ایسی ہی مفید قرار دی گئی ہے۔ ہر کیفیت جمعہ کو ایسا مقدس نہیں سمجھا گیا کہ اس روز مسلمان کوئی دنیا کا کام نہ کر سکیں۔ یا پاک و نجس چیزیں بھی حصہ نہ لے سکیں۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے۔ کہ اسلام میں مسلمانوں کے لئے کوئی دن تعطیل کیلئے نہیں ہے۔ ایسے دن بھی ہیں۔ اور ہونے بھی ضروری ہیں۔ لیکن عیسائیوں کی طرح جنوں کو کوئی تقدس نہ بھی حاصل نہیں ہے +

نئے الجملہ یہ بات بھی ہمارے اس دعوے کی تائید ہے کہ دنیا آہستہ آہستہ اسلام کے اصولوں کی طوط آ رہی ہے +

نئے عہد نامہ میں آنحضرت صلیہ وسلم کا ذکر مبارک

بقلم پروفیسر عبداللہ داؤد صاحب . لی۔ ڈی

نمبر (۱۱)

فرشتوں کا سلام اور آپ کے ہم پاک احمد کی شہادت

سیدنا مسیح کی ولادت کے ضمن میں دو انجیل نویسوں نے دو نہایت غیر معمولی واقعات اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں جتنی تے عیسیٰ کی آمد کے عنوان سے ایک دوستانہ سچے قلم کی ہے۔ یہ یحییٰ کی رہنمائی ایران سے لے کر بیت اللہ تک ایک خاص سنائے نے کی۔ اور وہ اس مقام تک پہنچ گئے جہاں نوزائیدہ ایسا ہوا تھا جس کی پرستش نہایت خلوص کے ساتھ ان لوگوں نے ادا کی۔ اور متواتر خوشیوں اور بخور بطور تحفہ کے دیا۔ مشرق سے عقلمند آدمیوں آنے کی یہ محفل حقیقت یا روایت ایک ایسا افسانہ ہے جس میں سچا لے خود چھ سات معجزات شامل ہیں جو صرف سچی کلیسیائی کی اختراعات ہیں۔ اور وہی ان پر ایمان بھی لاسکتی ہے کلیسیا نے ان عجیبوں کے نام بھی محفوظ رکھے ہیں جو شاہ کیپر کی قیادت میں الہام ربانی سے مشرف ہوئے تھے۔ اور ان کو مسلم ہوا تھا کہ بیت اللہ میں جو جگہ پیدا ہوا ہے۔ وہ خدا بھی سے معصوم رہا ہے۔ اور بادشاہ بھی ہو گا۔ اور اسی لئے انھوں نے اُسے اگوہیت کے لحاظ سے بخور بطور قربانی مرقون ہونے کے لئے خوشبو یا ت اور بادشاہ بننے کے لحاظ سے سونا مقرر کیا تھا۔ یہ بات کہ یہ آتش پرست مجوسی یا کالدیہ کے نجومی ایک ستارہ کی رہنمائی میں اس قدر طویل سفر کر کے آئے اور بیت اللہ پہنچ کر ستارہ کو کھنڈ پیٹے یا یہ بات کہ بیت اللہ بے باشندے اور وہاں کا حاکم ہیرودیس نے تھے بادشاہ کی ولادت کی خبر کا کہ کانپ گئے۔ یہ بات کہ صرف مالکائی کی غیر متزلزل تقریر (۵: ۲) ہی سے اس مولود سے جاچرا کا پتہ لگ سکا۔ یہ بات کہ نجومیوں کو قہر نے غلاب میں یہ خبر دیدی تھی کہ دوبارہ ہیرودیس کے پاس دجانا ایسی حیرت انگیز ہے کہ صرف سچی ادہام پرستی ہی ان پر ایمان رکھنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔

اور ان شاہی مسازوں کا قافلہ بیت المقدس سے چند میل آگے ٹہرا۔ تودہ ستارہ جزعائب ہو گیا تھا، پھر تودہ رہو جاتا ہے۔ اور انھیں ٹھیک اس مقام پر لجا کر کھڑکھڑایا، جہاں تودہ اسیدہ لیٹا ہوا تھا۔ اس معجزہ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ اس قدر طویل سفر ایران سے لے کر بیت اللحم تک اس قدر جلد ختم ہو گیا کہ کچھ اس وقت تک صطبل بھی میں تھا۔ لوقا ۲: ۴ تا ۷) کھڑا معجزہ جو پیدا اثنی عشر سے متعلق ہے یہ ہے۔ کہ اگرچہ تودہ کے متعلق ہر دو میں کے دربار میں اس قدر گفت و شنید ہو چکی تھی۔ اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو اس بات کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ لیکن کسی کو یسوع کے گھر کا پتہ معلوم نہ ہوا۔ اور اس عجیب نادانانہ کیفیت کی بدولت ہزار ہا خیر خواہ بچوں کا قتل عام وقوع میں آ گیا۔ تیسرا معجزہ یرمیاہ نبی کی پیشگوئی (یرمیاہ ۳۱: ۱۵) کا پورا ہونا قرار دیا جاتا ہے۔ جیسے جہیل کو اپنے ازیمائٹ خاندان کے بچوں کے قتل عام پر روتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ لیکن یہ واقعہ آنا کا ہے۔ بیت اللحم کا نہیں ہے۔ جو ولادت یسوع سے سات سو برس پہلے وقوع پذیر ہوا تھا۔ جبکہ راحیل کے خاندان کو اسیر یا کی قید میں جانا پڑا تھا۔ اور جب یعقوب (راحیل کے والد) مصر میں گئے تودہ رہ چکی تھی۔ مٹی نے جسکے علاوہ اور کوئی شخص اس تاریخ سے واقف نہیں معلوم ہوتا، یہ نہیں بتایا۔ کہ شاہ کیسپر اور اس کے ہمراہیوں پر بیت اللحم کی زیارت اور بچے کے دیدار کا ذکر کیا پڑا۔ آیا وہ لوگ اس بات پر ایمان لے آئے تھے۔ کہ ابن مریم بادشاہ ہے؟ اگر جواب انبات میں ہے۔ تو پھر ایران نے مسیحیت کو اس قدر آنا رکھیں پہنچایا۔ جسے کہ اسلام نے ساتویں صدی میں اس ملک کو فتح کر لیا؟ اور بعد ازاں تمام ملک مسلمان ہو گیا۔ کیا پھر یہ نتیجہ صحیح تھا کہ ایران کے لوگوں کو ان مجوسیوں نے یسوع سے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی؟ اگر دی تو حضرت عیسیٰ فاروقی کی فاتح فوج نے؟

یسوع کے پاس کئی محکم کی آمد سے قطعی انکار کرنا اس وقت میرا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ اس بات کو دکھانا چاہتا ہوں کہ کلیسیا نے معمولی واقعات کو مبالغہ آیزیریا میں بیان کیا ہے اور ان سے باوقی العادت خواص منسوب کئے ہیں۔ اسی طرح لوقا نے اپنی پیمبری میں ایک عبرت آموز واقعہ بیان کیا ہے جس میں رات یسوع پیدا ہوا۔ بعض گذشتہ رات کے وقفہ صبح میں لکھا ہوا ہے۔

آسمانی قوت کے لئے ان لوگوں کو بھیجی کی پیدا کرنے کی خوشخبری سنائی۔ اور یہ آواز بلند گیت گایا۔
 ”آسمان پر خدا کی تعجب ہوا زمین پر اس دلمان اور لوگوں میں باہم صلح“ یہ مشہور فرشتوں کا
 گیت جو عموماً مذہبی رسومات کے موقع پر تمام گرجوں میں گایا جاتا ہے۔ یونانی انجیل کا بھونڈا سترجہ
 ہے۔ جو نہ مستبر ہے نہ مستنہ کہونکہ اس سے پہلو اس زبان کے الفاظ کا کچھ سہ نہیں لگ سکتا۔ یہ صیہ
 فرشتوں نے یہ گیت گایا ہوگا اور پھر یہودی گتہ باؤں نے سمجھا ہوگا۔ یہ یقینی بات ہے۔
 کہ آسمانی قوت نے اس گیت کو گتہ باؤں ہی کی زبان میں گایا ہوگا۔ اور ان کی مادری زبان یونانی
 یا اطلسی نہ تھی۔ بلکہ عبرانی کی ایک شکل تھی جسے آسامی کہتے ہیں +

خدا ملائکہ جنت انبیاء کے آسمانیں سامی زبانوں (عبرانی آرامی عربی) میں اللہ
 کے لئے گئے ہیں۔ پس یہ خیال کرنا کہ فرشتوں نے ان لوگوں کو یونانی زبان میں گیت سنائے ہوئے۔
 جس سے وہ لوگ قطعاً ناواقف تھے ایسا ہی ہے۔ جیسے یہ یقین کرنا کہ فرشتوں کی ایک قوت نے
 کردستان کے لوگوں کو جاپانی زبان میں گیت سنائے!

ایک فرشتہ کا بیت اللہ کے ادنیٰ گتہ باؤں کے سامنے ظاہر ہو کر ان کو ایک بڑے نبی کی
 پیدا کرنے کی خوشخبری دیتا اور آسمانی محبت کو صرف انہی لوگوں کا مستثنیٰ اور مزدور کا ہنوں کا اس اطلاع
 ہو قطعاً تعجب رہنا۔ تمام باتیں ران عیسیٰ العتول کا رتاوں میں سے ہیں جن سے نبی اسرائیل کی تاریخ بھری
 پڑی ہے۔ حالانکہ اس قصہ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جبکہ اس قدر متضاد سمجھا جائے کہ اگلی جہ سے
 اس واقعہ کا اعتبار نہ کیا جائے کسی نبی یا خدا کے راستہ باز بندے کو فرشتہ دکھائی دے سکتا ہے اور
 بنیاس بات کے کہ دوسروں کو علم ہو وہ اس شخص کو خدا کا مینا بھی پہنچا سکتا ہے۔ چونکہ وہ گتہ بان
 راستہ باز لوگ تھے۔ اس لئے وہ اس عطیہ الہی کے مستحق خیال سے جاسکتے ہیں۔ پس یہی نقطہ
 خیال سے اس واقعہ میں جس کا ذکر لوقا نے کیا ہے، کوئی بات خلاف عقل نہیں ہے۔ اس واقعہ کا
 لکھنے والا چھ مائے الفاظ استعمال کرنا والا ہے۔ اور اپنی تحریر اور بیانات میں بہت محتاط واقع ہوئے
 اور محفل انجیل میں نہایت مشتہر یونانی زبان استعمال کی گئی ہے۔ یہاں کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ انہی نے
 یہ انجیل تمام غواروں کی وفات کے بہت دنوں بعد لکھی تھی اور اس نے یسوع اور اسکی بشارت کے
 مطلق بہت سی تصانیف کا بغور مطالعہ بھی کیا تھا۔ یہ بات قرین قیاس ہے کہ اسے عجیبوں والے

تسلط کا بھی خود علم ہوگا۔ اور اس نے قصد اس کا تذکرہ اپنی انجیل میں نہیں کیا۔ اُن پہلے چاروں
میں جن سے اس انجیل کا آغاز ہوتا ہے صاف لکھا ہوا ہے۔ کہ حواریوں نے جن کو وہ (لوقا کلام)
کے معنی شاہد اور متبع کے لقب سے یاد کرتا ہے بذات خود یسوع کے سوانح عمری قلمبند تھیں کئے
بلکہ زبانی روایات لوگوں تک پہنچائی تھیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ لوقا کی انجیل کا ماحذ
وہ کہانیاں ہیں۔ جو اُس کے زمانہ میں اُن لوگوں نے نصیحت کی تھیں جنہوں نے حواریوں کی زبان سے
یسوع کے سوانح محسنہ تھی۔ یا اُن لوگوں نے جو اُن واقعات کے معنی شاہد تھے۔ نیز یہ کہ لوقا نے اُن
تمام روایات کا مطالعہ یا موان نظر کیا تھا۔ اور صرف ان باتوں کو درج کتاب کیا جو انکی نظر میں لائق
اعتماد تھیں۔ علاوہ بریں خود لوقا اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ اس نے انجیل الہام کے ماتحت
نہیں لکھی۔ اور نہ اس میں کوئی الہی رنگ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ دیا جاوے کے مطالعہ کر یہ بات بھی
عیاں ہے +

پس قیاس کرنا آسان بات ہے۔ کہ جب لوقا نے اپنی انجیل لکھی تو یا تو اس وقت تک
پہلی اور چوتھی انجیل لکھی نہیں گئی تھی۔ یا اُس نے اُن کو دیکھا نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اُسے
متی یا یوحنا کے بیانات کی تردید کرنے کی محرات نہ ہوتی +

ان مختصر شواہد سے جزا یہ بھی وارد ہو سکتے ہیں ناظرین کو یقین ہو گیا ہوگا۔ کہ یہ چاروں
انجیل اُن خصائص کی مالک نہیں ہیں جن کا پایا جانا کسی الہامی کتاب کے لئے اشد ضروری ہے
مسیحی کلیسا اس بات پر اعتقاد رکھتی چلی آئی ہے۔ کہ تیسری انجیل کا مصنف ایک طبیب لوقا نامی
تھا۔ جو پولوس کے ساتھ تبلیغی دوروں پر بھیجا تھا۔ اور روم میں اس کے ساتھ قید بھی ہوا تھا علامہ
ہو (کلیسوں ۴: ۴، ۲ مط ۴: ۱۱، ظہیر ۲۴ وغیرہ) بہر کیف اس جگہ انجیل کے مصنف
کی ذات پر بحث کرنے کا مقولہ نہیں ہے۔ اس پر اتفا کیا جاسکتا ہے کہ لوقا نے یسوع کی بعض عظیمات و تخیلات
کا بیان کیا ہے مثلاً نیک ساری کی تمثیل ۱۔ ۲۵ تا ۳۷۔ لاپچی دو لقمہ ۱۲۔ ۱۵ تا ۲۱
برخود غلط فریسی اور گنہ گار ۱۳: ۱ تا ۱۷ نماز کی دعا ۱۱: ۱ تا ۱۳ کھولی ہوئی سمیر
کھو یا ہوا حلقہ اور مسرت بیٹا (۱۵) العزیز ۱۶ غریب بچہ کا سنگ (۲۱) شریر کا شکار
۲۰: ۱ تا ۲۶ ظالم مصنف ۱۸: ۱ تا ۲۷ کس کی حبس ۱۹: ۱ تا ۲۰ وغیرہ لیکن ان کے

زیادہ اہم وہ قرشتوں کا گیت ہے جو ہمارے مضمون کا موضوع خاص ہے +
 یہ گیت (دعاۃ نظم) مثل دیگر تمام گیتوں کے جو عہد جدید میں پائے جاتے ہیں، اسی زبان
 میں ہم تک نہیں پہنچا، محض یونانی ترجمہ تک ہماری رسائی ہو سکتی ہے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے
 کہ ہمارے انجیل نویسوں نے اس نظم کو کس طرح حاصل کیا؟ کس زبان سے ترجمہ کیا یا نقل کیا
 یا صرف دوسروں سے سُن کر لکھ دیا؟ ان باتوں کے متعلق کوئی روشنی ہمیں مل سکتی +
 کیا یہ ممکن ہے کہ میثوع یا اُن کے حواریوں نے کوئی اصل اور صحیح انجیل اُس زبان
 میں نہیں چھوڑی جس میں وہ الہام کی گئی ہوگی؟ اگر چھوڑی تو وہ کیا ہوئی؟ کس نے اُسے
 ضائع کر دیا؟ کیا وہ گم ہو گئی؟ ایسا ہے تو کس نے اسے ضائع یا گم کیا؟ کب گم ہوئی؟ کیا
 اس کا ترجمہ کسی زبان میں ہوا تھا؟ کلیسیا نے اس اصل انجیل کو کیوں محفوظ نہیں رکھا؟
 یا اس کا ترجمہ ہی ہوتا؟ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ تو پھر ہم دوسرا اسی قدر اہم
 سلسلہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ ان یہودی شاگردوں اور مبلغین نے اپنی اپنی انجیلیں
 اپنی اپنی مادری زبان میں کیوں نہیں لکھیں؟ یونانی میں کیوں لکھیں؟ اور یونان اور
 بطرس اور یوحنا یعقوب اور متی وغیرہم نے یونانی زبان کس طرح اور کس جگہ رہ کر
 حاصل کی؟ اگر کہا جائے کہ رُوح القدس نے یہ زبان انھیں سکھا دی تو ایسا کہنے والا
 اپنی توضیح کا سامان خود ہی ممتیا کرتا ہے۔ کیونکہ مروج محدس زبان سکھانے والا اُسے
 نہیں ہے۔ اس سوال کے جواب کے لئے تو ایک آؤرا الہام درکار ہے کہ یوں مروج قدس نے
 اولاً ایک ناصری کو عبرانی زبان میں الہام دیا۔ اور بعد ازاں اس الہام کو تلف کر کے چند
 یہودیوں کو یونانی زبان سکھائی۔ اور ہر ایک کو مختلف النوع الہام دیا جس کی وجہ سے
 انھوں نے باہم مخالفت اناجیل سپرد قلم کیں +

اگر یہ کہا جائے کہ انجیل اور خطوط مختلفہ یہودی ساکنانِ بلاد غیر کیلئے لکھے
 گئے جو یونانی زبان سے واقف تھے تو ہم یہ سوال کر سکتے کہ ان یہودیوں نے پھر عہدِ جدید
 سے فائدہ کیا اٹھایا؟ اور فلسطین کے یہود کے لئے عبرانی میں اس کا نسخہ کیوں طیار نہیں
 کیا گیا؟ ظاہر ہے کہ یورشلیم تو نئے مذہب کا مرکزی مقام تھا، اور خداوند کا بھائی جیسا کہ

مقامی کا شیخ تھا۔ اور وہی رہتا بھی تھا (احمال ۵ اظلاطیل ۲ : ۱۱ تا ۱۵ وغیرہ) +
یسوع کے کسی اہامی پیمانہ تفشیل یا نصیحت کو خود اسکی زبان میں تلاش کرنا محض بے سود ہے
اور اصلی آرامی زبان میں نجیل مکتس کے ضائع کرنے کی تمام تر ذمہ داری ہمیشہ کے لئے مجلس
نیقتا پر عائد ہوتی ہے جس وجہ سے میں خدا کے اس پیغام کو اصلی زبان میں دیکھنے کا خواہشمند
ہوں۔ وہ تمام علماء پر روشن ہے یعنی وہی نسخہ معتبر ہو سکتا تھا۔ ترجمہ خواہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو
پھر بھی ترجمہ ہے۔ اور اصلی عبارت کی شان اور زور بیان اور لب و لہجہ کو برقرار قائم نہیں رکھنا
ہر ترجمہ محل جمع و تعدیل ہو سکتا ہے۔ اور یہ چاروں تجلیں تو ترجمہ بھی نہیں ہیں۔ یہ تو
مستقل تصانیف ہیں جو یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ
بیمد محضرت و مبتدل ہیں +

بہر حال ایک مقدس نظم ہمارے سامنے ہے جو یقیناً سامی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ یہی سب
یونانی زبان میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ قدرتی طور پر ہمیں ان الفاظ کے معلوم کرنے کا
اشتقاق ہوگا۔ جن میں اسے گایا گیا ہوگا۔ اب میں ناظرین کی توجہ نہایت سجدگی کے ساتھ
اس سامی لفظ کی طرف مبذول کرنی چاہتا ہوں۔ جس کا ترجمہ یونانی زبان میں "یوڈو کیا"
یعنی حُسن نیست یا ارادہ کیا گیا ہے۔ نظم میں تین فقرے ہیں، پہلے جملہ کا مبتدا "انشد"
ہے۔ جس کا یونانی ترجمہ تھیا س ہے۔ دوسرے کا مبتدا "سلام" ہے۔ جس کا ترجمہ
آیرینی ہے۔ تیسرے کا متبدل یونانی میں "یوڈو کیا" ہے۔ جس کا ترجمہ لاطینی میں "بونا و لنٹس"
اور پشینامین "سودا طابو کی کیا گیا ہے +

ان دو ترجموں اور بعد کے تراجم میں "یوڈو کیا" کا مفہوم ادا نہیں ہو سکا۔ اور یہی
دوسرے اور تیسرے جملوں کا مطلب غلط ہو گیا ہے۔ اگرچہ ہمیں اس نظم کے اصلی الفاظ
بے محروم ہو جانے کا بے ضرر ہے۔ لیکن ہم اس کا صحیح مطلب ضرور معلوم کر سکتے ہیں۔
پس ہم آیرینی اور "یوڈو کیا" کے لغوی معنی اور کلیسیا انگلستان کی اس حمد یا تسبیح
مطلب معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ جہلان کہتے دیتے ہیں۔ کہ ان الفاظ کا
جو مطلب مہیا نہیں ہے سمجھ رکھا ہے۔ وہ بالکل غلط ہے +

مختلف انجیال سچی کلیسیاؤں نے جو مطلب میں غم کا سمجھا ہے۔ وہ یہ کہ مسیح کی طبیعت میں اور اُس کی صلیبی موت سے انسانی حیات پر ایمان رکھنے سے تمام مومنوں سے رابط قائم کرنے سے تسلی حاصل ہوتی ہے۔ اور باہم عیشا شہد میں شہن ارادہ کنوکاری اور موالات پیدا ہوتی ہے۔ اس سبب سیکرٹریٹ میں اور ایجوکیٹل دونوں جماعتیں باہم متفق ہیں لیکن وہ اتنی خاص اسٹوڈنٹس پر قرار نہیں پکڑتیں۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ موالات موالات مدارات اتحاد یا مصالحت باہمی وغیرہ کا خواب ہنرمند محتاج تعبیر ہے۔ اسی لئے وہ جداگانہ طور پر اس مرحلہ میں صلیب اور باہمی رفاقت کو تلاش کرتی ہیں۔ سیکرٹریٹ طبقہ سات مقدس موسم مذہبی پر ایمان لانا شرط قرار دیتا ہے۔ اوزان کے علاوہ بہت سے ایسے عفت آید بھی ضرورت قرار دیتا ہے جو عقل سلیم و دار کہہ سکتی ہے نہ یسوع نے رکھے ہوئے کلیسیا جسے یسوع نے اپنے خون سے پاک کیا، اصطلاح کے مقدس پانی کے ذریعہ سے پُر اسرار طریق پر یسوع کی دامن قرار دی گئی یا ہوگی۔ اور اس کا مسم یعنی کلیسیا جو یسوع کا جسم ہے اُسکے مصلوب جسم سے پُر اسرار طریق پر غذا حاصل کرتا ہے۔ وہ غذا مقدس شراب اور روٹی ہے۔ جو پُر اسرار طریق پر یسوع کے جسم اور خون میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دامن یعنی کلیسیا یسوع مریم سینٹ جوزف کے مقدس قلوب کی پرستار ہے۔ صلیبی منازل چارہ کی پرستار ہے، ہزار ہا اولیاء اور شہداء کے محبوں اور تصاویر کی پرستار ہے۔ ہزار ہا آثار قدیمہ اتوار جگہ جلی اور تبرکات مصنوعی کی پرستار ہے۔ اور ان کے بڑے چاہکر عشاء ربانی کی مقدس روٹی کی مرتبہ الوہیت میں پرستار ہے لیکن بائیں فہم و عقل اور تسکین قلب نہیں مل سکتی۔ جب تک اس کلیسیا کے ارکان پادری کے سامنے اپنے کبر و اور صغیر معاصی کا اعتراف بصمیم قلب نہ کریں، اور حقیقی سکینتہ نے القلب اس معافی سے حاصل ہوتی ہے۔ جو روٹی باپ اپنی مہربانی سے عطا کرتا ہے۔ تب جا کر دل میں سکون و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے +

مگر ایجوکیٹل طبقہ اور اسکی مختلف انجیال جماعتوں کی طرف سے ڈالی جاتے تو وہاں ہی یہ کیفیت ہے۔ کہ وہ لوگ قلبی سکون اور طمانیت حاصل کرنے کیسے کبھی الوہیت کے اقامت تلاش سے فرداً فرداً خطاب کرتے ہیں۔ کبھی باپ سے دُعا مانگتے ہیں کبھی بیٹے سے دُعا

کبھی روح القدس سے آنکھیں اگر چہ بند ہوتی ہیں لیکن حرکات و کثبات خطابت نمایاں ہوتے ہیں کبھی بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں کبھی گرجہ میں یا گھر میں دوسری رسوم بجاتے ہیں اور ان کے بعد وہ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ میں سکون خاطر حاصل ہو گیا روح قدس سے منور ہو گئے اور اطمینان نصیب ہو گیا +

لیکن یہ ناظرین کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ پھر بھی یہ مرتاض ایسی لوگ جو اپنی اہلی یا صوفی عبادات سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انھیں تسلی نصیب ہو گئی۔ اور ان کے ارادے بھی نیک ہو گئے بجا ئے حلیم نیک اور صلح کن ہونے کے بعد متعصب اور درخت طبع ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ صحیح عقیدہ طبقہ کی ہوں یا دوسری جماعتوں (دینی خواہ کیتھولک ہوں یا پراٹسٹنٹ) جب وہ خداوند کی پاک شرکت کی رسم سے فارغ ہو کر گرجہ کے باہر نکلتے ہیں۔ تو ان میں اس قدر تعصب پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایک مسلمان یا یہودی پر حیوانات و بہائم کو قبیح جتے ہیں۔ کیونکہ اول الذکر لوگ تخلیق کے قائل نہیں ہیں۔ اور نہ عشاء ربانی میں شریک ہوتے ہیں۔ بذات خود اس بات کو جانتا ہوں۔ کیونکہ جب میں کیتھولک پادری تھا۔ تو اسی قسم کے خیالات خود مجھ میں بھی موجود تھے۔ اور حقدار میں اپنے آپ کو پاک اور مقدس اور معصوم سمجھتا تھا۔ اسی قدر تخلیق کے منکوں و نفوس اور عداوت کھتا تھا + جب سچی لوگ خصوصاً پادری اپنی عبادات میں زیادہ سرگرم ہوتے ہیں تو وہ بچہ غضبناک و خفت مزاج اور دوسرے فرقوں کے افراد سے زیادہ متنفر ہوتے ہیں۔ چنانچہ کونسل آف نیقا کے بعد آپ کسی ایسے کیتھولک غیر کیتھولک یا کسی عقیدہ کے سینٹ کا نام نہیں بتا سکتے جو ظلم و ستم کے عیسے پاک ہو۔ اور جس نے اپنی تحریر یا تقریریں جو مخالفوں کے جواب میں لکھی یا کی محبت یا شفقت کا اظہار کیا ہو خصوصاً ان لوگوں کے مقابلہ میں جن کو وہ "کافر" سمجھتا تھا۔ چنانچہ کیتھولک حکمران صائب اس آسمانی نظم زمین پر صلح اور لوگوں میں محبت کی پیشگوئی پر غیر فانی گواہ ہے +

ظاہر ہے کہ محض اوصاف ظاہری جو حقیقی صلح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے حاصل کرنے کے صرف تین طریقے ہیں۔ ایک تو حیدر باری تعالیٰ پر کمال ایمان دوسرے انکی مرضی اور ارادہ سے مطابقت رکھنے کی تیسرے انکی پاک ذات میں غور و فکر۔ اور جو شخص ان تینوں باتوں پر کاربند ہے۔ وہ حقیقی اور سچا مسلمان ہے۔ اور جو اطمینان قلب اسے حاصل ہوتا ہے۔ وہ حقیقی اور اصل ہے۔ وہ روادار

ایمان اور مصطفیٰ اور رحم و دل ہونا ہے۔ با انہیہ حب اللہ کی عزت یا اپنی حرمت کا سوال پیدا ہو تو وہ دل و جان سے دشمنوں کا معاذ کرتے کے لئے طیار ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اطمینان قلب کو باطنی ایمان کو حاصل کیا جاسکتا ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی غیر مشروط اطاعت بھی فرض ہے یہ دولت ظاہری ارکان اور خارجی رسوم سے حاصل نہیں ہو سکتی +

آخر الذکر باتیں اس وقتہ بیشک مفید ہوگی جبکہ ہمارا ایمان کامل اور مضبوط ہو جائے۔ اور اطاعت خداوندی کا جذبہ جو بخود ہمارے قلوب میں موجزن ہونے لگے +

لیکن ظاہر ہے کہ فرشتوں نے یہ نظم نجی یا انفرادی صلح کے لئے نہیں گائی تھی کیونکہ وہ بہر حال چند نیکو کاروں تک محدود ہو گئی۔ اور نہ انھوں نے اسے ایک فرضی اور خیالی صلح عالم گیر کیلئے گھایا، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تمام اقوام عالم سلاح جنگ سے دست بردار ہو جائیں اور جنگوں کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے منقطع ہو جائے۔ ان دونوں صلحوں سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ روحانی صلح تو ایک باطنی سکون اور ضمیر کی روشنی کا نام ہے۔ جو اللہ بطور نعمت اور برکت ان مخصوص مومنوں کو عطا کرتا ہے۔ جو روحانیت میں ترقی کرتے ہیں۔ اور اُسے عزیز رکھتے ہیں۔ اور اسکی محبت کی خاطر تمام دوسری محبتوں کو بخوشی قربان کرتے ہیں +

بنی اسرائیل کو تمدنی یا سیاسی صلح بھی نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ گزشتہ دو ہزار سال کی تاریخ اس کے برعکس شہادت دیتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ فرشتوں نے اس صلح کا اعلان ہرگز نہ کیا ہو گا کیونکہ قیامت تک عالم وجود میں نہ آ سکتی ہو۔ پس تاریخی حالات مابعد اور اعلان کی اہمیت اور اعلان کرنے والے کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہیں کہ یہ صلح علی الارض سوائے خدا کی حقیقی بادشاہت دُنیا میں قائم ہونے کے اور کچھ نہ تھی۔ اور وہ بادشاہت اسکاثر ہے۔ یونانی لفظ آیرتی "آرامی نقطہ سلام" کا ترجمہ ہے۔ اور سلام اور اسلام ایک ہی بات ہے۔ دگر

یہج !!!

فرشتوں کی آسمانی فوج کے الفاظ خود ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یہ نظم جنگی اور فاسخانہ انداز لئے بچئے ہے۔ اور آسمانی بادشاہت کی افواج کے لئے یہ مسرت انگیز موقوفہ اس بات کے

اظہار کیلئے ہے۔ کہ آئندہ ان کو زمین پر اس آسمانی بادشاہت کے قائم کرنے والے مردگار ملینگے جس کی بشارت عظمیٰ کیلئے بیت اللہ میں سب سے بڑا بشیر اور قلیب آج پیدا ہوا ہے +

ہم نے ان مضامین میں مختلف موقعوں پر یہ بات ظاہر کی ہے۔ کہ لفظ "خلیوم" اپنے لغوی اور مستعملہ مفہوم کے اعتبار سے اس مذہب کے لئے آتا ہے جو آچھا ہو صحیح ہو خوشگوار ہو اور امن و امان کا موجب ہو برطانت اس مذہب کے جو بڑا ہو غلط ہو نقصان دہ ہو اور ذلت و مصیبت کا باعث ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس پیغام میں جو اس نے اپنے بند یسعیہ کی معرفت (۴۵) سائرس کو دیا۔ اسی میں لفظ "خلیوم" استعمال کیا ہے۔ یعنی وہ خیر کا مرادف ہے۔ اور شر کی ضد ہے۔ اور اسلام کے بھی لفظی لغوی احسانی اور اعلیٰ معنی بھی ہیں۔ کہ وہ ایک سچا مذہب ہے۔ اللہ کی زمین پر مضبوط بادشاہت اس کے قوانین و دہمی اور صحیح ہیں جو قرآن مجید میں مرقوم ہیں +

اسلام کے علاوہ جسکے لفظی معنی صلح کرنے کے ہیں۔ کوئی دوسرا مفہوم یا خیالی صلح اس مفہوم کے خلاف ہے چسپ لفظ "آیرینی" استعمال ہوا ہے۔ اس کا تھانہ ملکیتی نظم میں سیدنا حضرت مسیح نے جب پہاڑ پر بیٹھ کر وعظ فرمایا تو "صلح کرنے والے" یہ الفاظ اسلامی لفظ لگا رہے استعمال کئے تھے۔ جبکہ انھوں نے فرمایا "مبارک ہیں مسلمان" لغوی صلح کریں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیے (متی ۵: ۱۴) اور جب انھوں نے نزدیک کی تو اس خیالی صلح کی جہاں وہ کہتے ہیں۔ مت خیال کرو کہ میں زمین پر صلح قائم کرنے کے واسطے آیا ہوں۔ میں صلح کرانے کیلئے نہیں آیا ہوں بلکہ آتا ہوں چلو انہیں کیلئے آیا ہوں (متی ۱۰: ۳۴) یا جیسا تو قانے لکھا ہے۔ مت خیال کرو کہ میں زمین پر امن قائم کرنے آیا ہوں، میں بلکہ اختلاف پیدا کرنے کے لئے آیا ہوں اور دنیا میں آگ لگانے کیلئے (لوقا ۱۲: ۴۹-۵۳)

جب تک لفظ "آیرینی" کو اسلامی مفہوم نہ پہنچایا جائے۔ اس وقت تک مسیح کی یہ دوا نازک اور متضاد باتیں ٹمٹہ ہی رہیں گی۔ کوئی عیسائی نہ ان میں مطابقت پیدا کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کو کبھی کو صلح کر سکتا ہے اگر اسے وہ غیر قابل تلاقی نقصان نہ کہا جائے۔ جو مسیحی کلیسیا نے ان انجیلوں کو خدا کی الہامی کتب تسلیم کر کے ہوا منت کیا ہے فقط

اسلام

ثلاثیت، تحمیل اور کفارہ سے کھوں انکار کرتا ہے

(الثلاثیت (الافتران)

”خدا اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تین“ مت کہو۔ کیونکہ خدا واحد
لاشریک ہے۔“

اگر اقامتِ ثلاثہ باہمِ گر متمیز ہو سکتے ہیں۔ اور ہر اقنوم بذاتِ خود ایک مستقل وجود
مُجاگانہ ہے۔ تو ان تینوں کو ایک کہنا منطقی نقطہ خیال کی لغویت اور حماقت ہے۔ اور اگر
تینوں کا وجود باہم ایک ہے۔ اور ان کی سہ گانہ مستقل مہستی نہیں ہے۔ تو پھر انھیں تین کہنا
عطلی اور جہالت ہے۔ +

ظاہر بات ہے کہ جب تک تینوں کی میاوی طریق پر متحد نہ ہو جائیں۔ اور پھر ان تینوں
کے اتحاد سے ایک وحقی مختلف شے نہ بن جائے۔ اس وقت تک تین کو ایک نہیں کہہ سکتے
”باب“ لازمی طور پر بیٹے سے مقدم ہے۔ اور لاشرک بھی ہے۔ اس لئے بیٹا نہ باپ کے
برابر ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہم رتبہ۔ بلکہ بیٹے کا وجود باپ کے وجود پر منحصر ہے +

الوہیت مسیح اور تحمیل (القرآن) کان یا کلان الطعام
”وہ دونوں (سیح اور مریم) کھانا کھایا کرتے تھے۔“

سیح روٹی کھاتے تھے۔ اور تمام دنیاوی ضروریات ان کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔
اور بشری کمزوریاں بھی تھیں۔ اس گروہِ خدا ہرگز نہیں بن سکتے + کیونکہ یہ ناممکن ہے۔
کہ خدا ایک ہی وقت میں محدود بھی ہو اور غیر محدود بھی مخلوق بھی ہو اور غیر مخلوق بھی
یہ ایک حقیقتِ مُسکّمہ ہے۔ کہ جس عبارت میں اجماعِ عہدین کے خواص موجود ہیں وہ قطعاً

عمل اور ناقابل یقین ہوتی ہے +

کفارہ۔ کلاتر و وزیر احقری و لیس لانس لکلاما سحی
کوئی شخص دوسرے کا بوجہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور انسان سے کچھ منسوب نہ ہو گا مگر اس کی
ذاتی کوشش یا محنت (القرآن)

کسی بگتہ کو کسی گندھار کے عین سزا دینا، انتہا درجہ کی نا انصافی ہے۔ کوئی انسان ہمیشہ
منصف ایسا نہیں کر سکتا۔ تو پھر خدا تعالیٰ کی کس طرح ایسی بات کا مرتکب ہو سکتا ہے؟
اگر صرف ایک گندھار کے عوض انسان کو ادبی عذاب دیا جائیگا تو اس انسان کی سزا
کیا ہوگی جو تمام بنی نوع آدم کے بیشمار گناہوں کا حامل ہوگا؟ اور یقیناً تمہارا خدا نیکی کا سرچشمہ
ہے۔ اور انسان پر سجدہ مہربان ہے۔ لیکن اکثر لوگ شک گزار ہی نہیں کرتے +
تو اب سوال یہ ہے کہ ان مذکورہ بالا نعمتوں کا اقرار کرنے کے بعد کوئی شخص ان کے عطا
کرنے والے کا کس طرح انکار کر سکتا ہے؟

گوشوارہ مدونہ مسلمانوں کی گناہ اسلام کے لوہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم نمبر		تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ	
		پانی	آند			پانی	آند
آمد مشن ہندوستان	۱	۰	۰	خرچ مسلمانوں کے لیے	۱	۰	۰
آمد اسلام کے لیے	۲	۰	۰	ہندوستان	۲	۰	۰
آمد مشن انگلستان	۳	۰	۰	خرچ مسلمانوں کے لیے	۳	۰	۰
آمد رپوٹ	۴	۰	۰	انگلستان	۴	۰	۰
آمد یورو منڈ	۵	۰	۰				
میزان آمد	۶	۰	۰	میزان خرچ	۶	۰	۰

دستخط۔ قنا نسل سکریٹری مسلمانوں کے لیے۔ درہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

نقشہ تفصیل آمد مشن درہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

نمبر	نمبر	معاوضے	معاوضے	نمبر	نمبر	معاوضے	معاوضے
نمبر	نمبر	معاوضے	معاوضے	نمبر	نمبر	معاوضے	معاوضے
۳۹۸	۱	۰	۰	۳۹۸	۱	۰	۰
۳۹۹	۲	۰	۰	۳۹۹	۲	۰	۰
۴۰۰	۳	۰	۰	۴۰۰	۳	۰	۰
۴۰۱	۴	۰	۰	۴۰۱	۴	۰	۰
۴۰۲	۵	۰	۰	۴۰۲	۵	۰	۰

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

نمبر	اسم علی صاحبان	پلا	آند	دیوبند	تاریخ	نمبر	اسم علی صاحبان	پلا	آند	دیوبند
۱۰	جناب محمد رفیع صاحب کراچی	۵	۱۰	۵	۲۴	۱۰	جناب ام۔ آئی خان صاحب	۲	۰	۰
۱۱	صاحب الدین صاحب رتھ	۵	۰	۵	۲۴	۱۱	بابا دی بسین بیدی	۰	۰	۰
۱۲	صاحبزادہ صاحب منٹول	۰	۰	۹۹	۲۴	۱۲	عالمیناب حضور نواز صاحب	۰	۰	۰
۱۳	صاحب دیوبند جی کراچی	۰	۰	۱۰	۲۴	۱۳	جناب شیخ احمدین صاحب	۰	۰	۰
۱۴	صاحب طلب و مدرس از انجمن تعلیم	۰	۰	۱۳	۲۴	۱۴	مکرم انبی صاحب گرات	۰	۰	۰
۱۵	جناب فضل الدین صاحب	۰	۰	۵	۲۴	۱۵	برقانی منہاج الدین صاحب	۰	۰	۰
۱۶	دعیمہ خان صاحب ناچور	۰	۰	۱۰	۲۴	۱۶	ڈاکٹر امین اکبر صاحب	۰	۰	۰
۱۷	ام۔ ایم کلندر صاحب	۰	۰	۱۰	۲۴	۱۷	امیر حسن صاحب کاکوری	۰	۰	۰
۱۸	محمد ادا صاحب پانچولی	۰	۰	۲۰	۲۴	۱۸	منہاج الدین صاحب	۰	۰	۰
۱۹	محبوب علیخان صاحب	۰	۰	۱۰	۲۴	۱۹	عبدلہ ملازمین دفتر لاہور	۰	۰	۰
۲۰	قاسمی صاحب	۰	۰	۱۰	۲۴	۲۰	کلی میزان	۰	۰	۰
۲۱	شاہ سپور	۰	۰	۱۰	۲۴	۲۱		۰	۰	۰

نقشہ تفصیل آمد اسلامک یو و ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

۱۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۲	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۲	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۳	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۳	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۴	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۴	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۵	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۵	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۶	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۶	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۷	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۷	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۸	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۸	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۹	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۹	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۲۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۲۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۲۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۲۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰

نقشہ تفصیل آمد ریزر و فنڈ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

۱۰	جناب خان رب علی خان صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۰	جناب خان رب علی خان صاحب	۰	۰	۰
۱۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۲	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۲	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۳	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۳	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۴	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۴	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۵	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۵	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۶	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۶	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۷	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۷	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۸	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۸	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۹	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۹	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۲۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۲۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۲۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۲۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰

نقشہ تفصیل خرچ مسلم مشن اسلامک یو و ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

۱۰	بل سار	۰	۰	۰	۲۴	۱۰	بل سار	۰	۰	۰
۱۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۲	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۲	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۳	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۳	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۴	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۴	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۵	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۵	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۶	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۶	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۷	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۷	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۸	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۸	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۹	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۹	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۲۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۲۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۲۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۲۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰

نقشہ تفصیل خرچ انگلستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

۱۰	بل سابق ملازم و دو لنگ انگلستان	۰	۰	۰	۲۴	۱۰	بل سابق ملازم و دو لنگ انگلستان	۰	۰	۰
۱۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۲	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۲	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۳	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۳	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۴	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۴	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۵	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۵	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۶	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۶	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۷	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۷	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۸	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۸	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۱۹	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۱۹	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۲۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۲۰	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰
۲۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰	۲۴	۲۱	صاحبزادہ صاحب	۰	۰	۰

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء
نقشہ تفصیل آمد اسلامک یو و ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء
نقشہ تفصیل آمد ریزر و فنڈ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء
نقشہ تفصیل خرچ مسلم مشن اسلامک یو و ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء
نقشہ تفصیل خرچ انگلستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

نبوت کا ظہورِ اتم

المعروف بہ

نبی کامل

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری امام مسجد روڈ گنگا انگلستان کی شہرہ آفاق تصنیف
ڈی آئیڈیل پرائنٹ کاسٹلین اور نفیس از دو ترجمہ مجیدہ مستدرہ و تمہید +

حضرت خواجہ صاحب کی خدماتِ اسلامیہ آپ نے محض اللہ کے فضل سے بلا و مغرب میں انجام دی ہیں
اب کسی تشبیہ یا تائید کی محتاج نہیں ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں اسلام کا اعتراف کر چکے ہیں
کہ آپ نے اسلام اور بتائے اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہترین پیرایہ میں دُنیا کے سامنے
پیش کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان غلط بیانیوں کا بھی حتمی طور پر ازالہ کر دیا ہے۔ جو
دشمنانِ اسلام نے حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے متعلق مغرب میں پھیلا رکھی تھیں
آپ کو نہ صرف تبلیغ و اشاعت کا شہرہ ہے۔ بلکہ اکابرِ مشاہیر انگلستان نے نبادلہ خیالات
اور ان کی لغتِ اربعہ صنفیہ کے مواقع بھی پیش از پیش ملے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو
تحریر بھی آپ کے قلم سے نکلتی ہے۔ وہ نہ صرف عالمانہ اور محققانہ ہوتی ہے بلکہ وسعت
پیشگی خیال کے ساتھ ساتھ اپنے اندر تشفی کا سامان بھی رکھتی ہے۔ جو لوگ آپ کی تصنیف
کا مطالعہ فرما چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خواجہ صاحب کو اظہارِ مطالب کے لئے
غیر معمولی لیاقت عطا فرمائی ہے۔ نیز آپ کا اسلوب بیان اس درجہ مدلل اور دلپیر ہوتا ہے کہ
کتاب ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا +

مندرجہ بالا کتاب میں ان تمام خوبیوں کے علاوہ خصوصیات اور جہی ہیں۔ اول تو یہ کہ
باہتمام و رعیتِ مضامین و تدبیرِ خیالات و جذبات اسلوب اس سے پہلے کوئی کتاب اس
رنگ میں نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کا اسلوب بیان جو انشا پر داری کی جان اور نظم کا دین و
ایمان ہے۔ بالکل اچھوتا اور نرالا ہے۔ اور اسی صفت نے اس نشر کی کتاب کو نظم کی طرح دلکش و
رنگین بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر سلو سے جو ممکن العقل ہو سکتا ہے۔ بنی نوعِ آدم کے لئے ہر وہ کمال
نابت کیا گیا ہے۔ اور لطف یہ کہ اول سے آخر تک کوئی لفظ محض جذبات پرستی کے ماتحت
نہیں لکھا جو کچھ لکھا ہے۔ وہ تاریخی اور تنقیدی دونوں پہلوؤں سے نہایت صحیح اور مستند ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ قدم قدم پر منہ بنی مصنفین اور دشمنان دین کی تدلیسات و قلبیسات کا دامن چاک کر دیا ہے۔ ان کی خوردہ گیریوں کا جواب شافی موجود ہے۔ اور جو نرم ہریلے خیالات پادریوں کی تحریرات سے آجکل کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اُن کی تریاق ہر سطر میں موجود ہے +

سوانح نگاری کے عام طریقہ کو چھوڑ کر آنحضرت مسلم کی خوبیوں کو زریب عنوان بنایا گیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے۔ کہ

زفر قیامت ہم ہر گجا کہ می نگریم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جاہل سنا
اب کتاب کے مطالعہ سے ہر وہی فہم پر روشن ہو جائیگا۔ کہ جو ارفع خصائص ایک آدمی کے لئے عین انسانی تجویز کر سکتی ہے۔ وہ سب کے سب بدرجہ اتم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں موجود تھے۔ گو یا یہ کتاب غیر مسلم کے لئے تحفہ بینظیر ہے۔ اور مسلم کیلئے شیع تنویر ۱۲

نبوت کا ظہور اتم

المعروف نبی کامل

(۱) کتاب کی خوبی ذیل کے گیارہ باب میں جو نہر مضافین روح پر کے مطالعہ سے بھی طبع واضح ہو جائیگی +
(۲) صفحہ ۲۶ x ۲۰ کے سائز کے تین صد صفحات پر لکھی جاتی ہیں جو اس کتاب کا شمار اس وقت کے تمام اہم ترین مصنفات میں آتی ہیں جن کی کتابت کا فائدہ طباعت انشاء اللہ تعالیٰ دیر در سب ہو گا۔ ظاہری باطنی خوبی کے باوجود قیمت تخمیناً ۱۰ روپے یا ۱۰ روپے کا پی بڑا جلد ہو گی +
(۳) رعایت ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء عید الفطر سے پیشتر واجب خریداری کیلئے نام ایک کر دینگے انھیں تھی قیمت پر ۱۰ روپے فیصدی رعایت دی جائیگی +

(۴) کتاب مذکورہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسطورہ دستخطات کی شہرہ آفاق و معقول علم کتب کا اردو ترجمہ ہے جسکو سینکڑوں غیر مسلم مطالعہ کے حلقہ بگوش ہلا سوچے ہیں جو کی ہزاروں کی تعداد میں پورے ایشیاء میں اور انڈیا میں مسلمانوں میں تقسیم کی گئی ہے جس کی مفت اشاعت خاندان خاندان کے پیدائشی ہندوستان کے انگریزوں اور ان مسلم ملک میں اس کو اس قدر قبولیت حاصل ہوئی کہ اس کی ایک اور کاپی یا بیس یوم کے اندر ختم ہو گئی اور پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا +

(۵) مفت اشاعت مسلم بھائیوں کے ذریعہ کہ ہندوستان کے تعلیمی افسر مسلم طبقہ میں کی متوجہ کاریں تھیں کہ اگر وہ خیر حنا ہوں۔ جو اہم اہم تعلیم کی توجہ کا ہیں کیلئے عید الفطر سے پیشتر آٹو روپے کر دینگے انھیں بھی مفت فیصدی کمیشن اس وقت کی قیمت شہرہ پر بند ہو گی +

(۶) اس کتاب کو مطالعہ کے ایک مسلمان بخوبی تبلیغ کا کام کر سکتا ہے +

دعوتِ شہادتِ خدیجی بنام مینجھو ملک سوامی عزیز منزل برائے ڈیڑھ لاکھ روپے

فہرست مضامین

- ۱۔ مفت مدد از عالمیناب لارڈ مہیڈے کے بالقابہ -
- ۲۔ ویساچہ کتاب از مصنف +
- ۳۔ مسیحی تحفیل کی بدولت مسلمانوں میں آنحضرت مسلم کے کیریکٹر اور شخصیت کا نیا خاکہ
- (۱) ایک مسیحی مبلغ کی دروغ بیانی (۲) ایک ہلو پور آنحضرت مسلم کی حیات مبارکہ کا نیا خاکہ جو اگرچہ قدیمی اسٹی رنگ میں دکھایا گیا ہے لیکن اہل مزب کو معلوم نہ تھا۔ اور جسے مخالفین کے حاشیہ پاک و صاف کیا گیا ہے (۳) آنحضرت مسلم کے متعلق اہل مزب کے نظریہ میں تبیلی (۴) طبقہ نسوان کے متعلق حضرت یسوع کی خاموشی پلوئس اور دیگر عائدین کلیسیا کا اس طبقہ کے ساتھ جابرانہ طرز عمل بہبودی نسوان کے متعلق مسیحیت کے غلط و عاویٰ فطری گناہ کے نظریہ کی بدولت معصومیت تو الیسڈ کاٹھون اور انسانیت کا تنزیل (۵) بعض مسیحی مصنفین کی غیر ذہب کے متعلق چہرہ دستیائ باطل فسانوں کی اشاعت اور عوام الناس کو خوش کرنے کا رنگ تحریر (۶) ایک تبلیغ (۸) پروفیسر مارگو لیٹھ اور اس کا درجہ اعتماد +
- (۹) حلیہ مبارک

باب اول

کنیا و تار پیروی انسانی کیلئے کوئی نمونہ بن سکتے ہیں؟

- (۱) اہل مزب کچھ مانعوں میں نہ مذہبی احساس کا ظہور (۲) خدا کے صلوباب لوگوں کا طبع نظر نہیں دے
- ۳۱ احمد مجتہم انسان کیلئے طبع نظر نہیں ہو سکتا انسان کا طبع نظر صرف ایک انسان ہی پر ہے جو مسیحی حیثیت انسان مجھے ایلے کیریکٹر کے مالک میں یقین بحیثیت خدا اسی صفات و شوکت کی تعریف کا باعث قرار پاتے ہیں (۴) انجیل مجسم کا دور ختم ہو گیا۔ اور یسوع مسیحیان عالم کے سلسلہ کی آخری کردی تھے (۵) مذہب موعظ و مذہب رسومات شرعیہ۔ کلیسیائی رسومات و دہل بہت پرستی کی دوسری شکل ہے۔ پلوئس اور رومن کلیسیائی سینٹ ٹرولین کا یسوع سے پہلے جیسے خدا کے بیٹوں کی طرف اشارہ جو سب بلا باپ کے پیدا ہوئے تھے۔
- رسومات شرعی اور دیگر توہمت کا دور قدیم زمانہ میں مشرق میں پایا جاتا تھا اور مزب نے اس معاملہ میں محض مشرق کی تقلید کو روانہ کی ہے +

باب دوم

انبیاء اللہ بشکل انسواء

و غلط و تقصیر رسوم شرعی پر غالب آئی جاتی ہے۔ اور مذاہب میں ہم آہستگی کا باعث ہو رہی ہے۔ تمام انسانوں کو خدا کی طرف سے ہدایت عطا ہوتی تھی لیکن دیگر انبیاء کے سوا نبی حیات اور ان کی ہدایت دونوں بمشکل دستیاب ہوتی ہیں۔ یسوع کی تعلیم ممکن ہے۔ کہ کسی مجرد شخص یا تارک الدنیا کے لئے مفید ہو لیکن قومی اور بین الاقوامی زندگی میں مطلق کارآمد نہیں۔ صرف آنحضرت صلیم ہی صحیح معنوں میں تاریخی شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ کو نبی الانبیاء اور اکمل الرسل تسلیم کرنے کے دلائل۔ عقل کی باتیں پرندوں سے بھی مل جاتی ہیں لیکن قول بعیر تاسید بار آور نہیں ہوتا۔ مسیحیت کی تاریخ ظلم و ستم کی دہستہ ہے۔ جن امتلاقی اصولوں کی دوسرے نبیاء نے تعلیم دی تھی یہ ضروری نہیں کہ انہوں نے ان پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہو۔ چند دعائوں یا چند بدعجزات یا چند بددعائیں جینے سے یا چند مواعظ بیان کرنے سے کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ نبی کی بشارت کی علت غائی یہ ہے۔ کہ انسانیت کو ارتقائی مدارج طے کرائے۔ آنحضرت صلیم کی نبوت کی مجملہ شرائط بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یسوع پر بغاوت کا الزام لگایا گیا تھا۔ ڈاکٹر زورمیر کی عدم واقفیت بیکس دنیا کی ابتدا اور انتہا ہے۔ اور نجی بھی ہے۔ آنحضرت صلیم خاتم الانبیاء ہیں۔
ختم نبوت کی تشریح +

باب سوم

آنحضرت صلیم سے پہلے دنیا کی حالت

ظہور اسلام سے قبل دنیا باخلاقی ذہنی اور روحانی لحاظ سے تاریخی چھائی ہوئی تھی۔ مسیحیت ناکارہ اور بیجان تھی۔ دوسرے مذاہب بھی تاخیر سے خالی ہو چکے تھے۔ کل دنیا میں جمہالت کا دورہ تھا۔ اور ایک اولوالعزم پیغمبر کی ضرورت تھی۔ مسیح اور موسیٰ دونوں ایام تہذیب میں مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن آنحضرتؐ اشد جہالت کے موعود پر صلاح کیلئے مبعوث ہوئے جبکہ دنیا کا اخلاقی ماحول تہذیب و تمدن کا تھا۔ مسیحیت بت پرستی کا شکار ہو چکی تھی۔ اور وحی الہی اوہام باطل میں دب کر رہی تھی۔ قرآن مجید اپنے نزول کی وجہ بیان فرماتا ہے۔ قرآن مجید

اور تجدید کلیسیا گو یا قرآن شریف کی ضرورت کا اعتراف تحریک جدید کے تقاضوں کی قرآن مجید میں پیش بندیاں - اصلاح سے کلیسیا میں اصلاح نہ ہو سکی - کیونکہ وہ ایک سیاسی تحریک تھی وحی آسمانی کیلئے ہمہ گیری شرط ہے - مسیحیت نقائص سے مملو ہے - جدید مصلحین کلیسیا کی کوششیں انسان نہ رہیں قائم نہیں کر سکتا - آنحضرتؐ کا توحید کا عقیدہ از سر نو دنیا میں قائم کر دینا گو یا تمام لوگوں پر اک احسان ہے - عقیدہ تثلیث دراصل مشرکانہ خیالات سے ماخوذ ہے - آنحضرتؐ سے پہلے مسیحیت مختلف مذاہبی مباحث کی جلا نگاہ بنی ہوئی تھی - شرک نے التوحید اب رو بہ تنزل ہے +

باب چہارم

بعثت عظمیٰ

مسیح اور موسیٰ کی رسالت مختص بالقوم تھی - لیکن آپؐ کی رسالت عالمگیر ہے - کیونکہ دنیا عالمگیر پیغام کی خواہشمند تھی بشپ آف لندن اور بعثت مسیحؑ ان کے خیالات کی تنگ نظری قرآن مجید اور مسئلہ ارتقاء قرآن مجید نے اس مسئلہ کو سب سے پہلے صحیح طور پر سمجھایا آنحضرتؐ نے دنیا کو علوم جدید کا پیغام دیا - آپؐ کے پیغام کی عالمگیریت آپؐ اسی نے سب سے پہلے انسان اس کی حقیقی قوتوں اور نقائص سے آگاہ کیا - نقائص کو دور کرنے کا اور خوبیوں کو ترقی دینے کا طریقہ سمجھایا +

باب پنجم

شخصیت کامل

آپؐ عظیم انسان شخصیت کے مالک تھے - آنحضرتؐ دنیا کے بزرگ ترین انسانوں میں سے ہیں - ذیلی اکسپریس آپؐ اپنے صادق ہونے پر نہایت مستحکم ایمان رکھتے تھے - دیرینہ عیوب اور باطل عقائد کا معتاد بلکہ کرنے میں نہایت جری اور بیخوف تھے - آپؐ نے کبھی دوسروں کو مدد کی خاطر دل خوش کن وعدے نہیں دیئے - ان کے دلوں میں غلط اُمیدیں پیدا نہیں کیں نہ بلند آہنگ و عادی کئے - بلکہ آپؐ کا دعوئے صحت ہی تھا - کہ میں تو ایک انبیا ہوں - آنحضرتؐ ہر سچے انسان کو اللہ کے لئے انسانیت کیلئے کامل نمونہ بن سکتے ہیں - آپؐ بادشاہوں کیلئے بھی ایک نمونہ بننا ظاہر تقاضا عرفان و معاشرت میں سادگی ملحوظ فرماتے تھے - اور دربار کے لئے کوئی حرکت نہیں چھوڑا +

باب ششم

مکمل سیرت اکبریکٹر

بہشتیہ پیشتر بھی آپ کا چاچا بن چکے تھے، انہوں کی شہادتِ نبوی اپنے قریب کو مومن نہ کر سکے آپ کی صدا کے متعلق آپ کے دشمنوں کی گواہی۔ اہل مکہ کی مخالفت ہر کی سختیوں کے مقابلہ میں آپ کا عظیم الشان استقلال آپ نے اپنی زندگی میں شیطان کو عملاً شکست دی نہ کہ محض کشفی طور پر۔ اہل مکہ کا چیلنج اور آپ کا استقلال۔ اہل مکہ کا آپ کے خاندان سے معتادہ نگلی آپ کا عزم اور استقلال۔ آپ کا طائف جاتا اہل طائف کی سرودھری۔ آپ کا خدا سے مطلق پر اعتماد کامل آپ کی اور نبیوں کی تکلیف کی وقت و عاؤں کا موازنہ۔ اہل مدینہ کا آپ کی خدمت میں آنا۔ اور یہاں دفا کرنا۔ اہل مکہ کا ایذا رسانی میں شدت کرنا۔ ان کا جوش و خروش اور آپ کو قتل کرنے کے منصوبے آپ کی ہجرت۔ سید امیر علی کے الفاظ میں آپ کی خوبیوں کے اظہار کے سلسلہ کی ایک ضروری کڑی ہے۔ کیونکہ اس ضمن میں آپ کی بعض اعلیٰ صفت برائے کا آئیں۔ آپ نے آسمانی بادشاہت دنیاوی ہی قائم کر دی۔ مدینہ میں سونے اور چاندی کی کثرت تھی لیکن آپ کا دوشلہ ان چیزوں کو خالی تھا آپ کے کپڑوں میں سپوند لگے ہوتے تھے۔ خود گڑسنہ بہتے تھے مگر دوسروں کو کھلاتے تھے۔ آپ دنیا میں بطور مسافر تھے۔ تاہم ضروری سامان کو زیادہ کوئی چیز نہ رکھتے تھے۔ آپ کا مشغول محض خلاق پر عمل کرنا۔ ان کی تلقین کرنا۔ اور ایثار کا سبق دینا تھا۔ عملاً ثابت کیا۔ کہ معاہدات بلکی رومی کا غد کے چنے نہیں جھڑتے۔ بلکہ مستند اور محترم دستاویز میں مجھے ہی العین احمد کا بعد خیال فرماتے تھے فتح مکہ اور آپ کی سلو بہت +

باب ہفتم

حصولِ منتہائے کامیابی

صرف آپ ہی ایسے نبی گذرے ہیں جو اپنے مقاصد میں کامل طور پر کامیاب ہوئے۔ موسیٰ اور یسوع دونوں اپنی زندگی ناکام رہے۔ نبی کریم کی اصلاحات کے متعلق ایک نتیجہ تامل شاہدینی کی شہادت۔ عیاشی عمران ملک حبش کے دربار میں۔ آپ کی کامیابی پر سروریم سپور کی شہادت۔ خلیفہ اعظم حضرت عمرؓ کی حالت اسلام کو قبل اور بعد کار لال کی شہادت۔ عربوں کی حالت عاصی سے پہلے اور آپ کے بعد۔ آپ کی بینظیر کامیابی آپ کی اعلیٰ روحانیت کی دلیل ہے۔ صحابہ کے ساتھ آپ کی مروت۔ حیرت انگیز صلاح۔ آپ کی زبان کو جلفظ نکلتا تھا۔ وہ لوگوں کیلئے ایک نیا قانون تھا۔ سال نمایندگی۔ آپ کا آخری خطبہ اور مقصد کی تکمیل +

کی زندگی کا خلاصہ اس کی مدینہ کی زندگی میں بھی آئی ہے

باب ہشتم

بہترین معلم دین

مقصود مذہب پوشیدہ طاقتوں کو ظاہر کرنا ہے۔ آپ نے قلب انسانی کا تجزیہ فرمایا۔ شہوت اور غضب یہ دو جذبات آپ کی نظر میں تمام جذبات کی اصل ہیں ان کی اعلیٰ اور ادنیٰ صورتوں کا بیان۔ بہشت کوئی مقامی شے نہیں بلکہ دین الٰہی اور سچی بہشت۔ بہشت کا اسلامی تخیل۔ بہشت اور دوزخ حیاتِ بدملوت کی دو مختلف حالتوں کا نام ہے۔ نور و قوت انسانی کیلئے بمنزلہ لباس ہے۔ بہشت بہشتِ قرآنی اصل بہشت ارتقائی منازل کا نام ہے۔ یسوع کا علم ناقص تھا۔ انسان ذلیل بترتی ہے۔ اور اس کے ارتقائی سفر کا بیان۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نمونہ ہے اور ہمیں اسی صفات پائے اندر پیدا کرنی ضروری ہیں۔ خدا کا سچی اور اسلامی تخیل۔ اخلاق یا نیکی دراصل الٰہی صفات کا پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر قرآن کا مرکز ہے۔ اسلامی نماز اس بات کے جانچنے کا موقع ہے۔ الٰہی صفت کیا ہیں۔ اور ان میں اور ہمارے اخلاق میں کس حد تک ہم آہنگی پیدا ہوئی ہے۔ اسلامی طریق حیات اسلامی طرز تہیت۔ انسان اور خدا کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ توحید کا حقیقی جلوہ صرف اسلام ہی میں نظر آتا ہے۔ توحید کا مقصد۔ خدا غیر مشخص نہیں۔ قوائے انسانی اور خصوصیتِ فطرت مسئلہ خیر و شر عالمگیر اخوتِ اسلامی۔ عالمگیریت سے بانی آنحضرت صلیم ہی ہیں۔ جملہ انبیاء و مصلحین اس معاملہ میں سچی مبلغین کی عجیب ذہنیت۔ اسلام میں کامل طور پر مذہبی رواداری موجود ہے سچی اور خیر مسلم۔ عایا کے ساتھ آپ کے اور آپ کے خلفاء کے معاہدات اور فرماں آزادی وغیرہ آپ نے سب سے پہلے دنیا کو تلوار کا صبح استعمال سکھایا۔ اسلام میں اس کے استعمال کا ممنوع مساوات انسانی اور احترامِ انسانی۔ مسیحیت کے عقاید و خصوصیات کی بنیاد پر عورت کو ذلیل مانا گیا ہے۔ پولوس اور ادائل مشائخ کلیسیا کے خیالات عورتوں کے متعلق ان خیالات کا اسلامی خیالات سے موازنہ۔ عورتوں کے متعلق نبی کریم کی تعلیم۔ عورت کی روح کے متعلق اسلام پر ایک نیا اور اعتراض آپ نے شادی کے عمل کو احترام بخشا۔ مسئلہ تعدد ازواج اور اسکی اشاعت ازواج رسولؐ۔ وحدت ازواج سچی خوبی نہیں موسیقی شمع میں اسکی اجازت ہے۔ یسوع اس مسئلہ میں غائب ہو کر تعدد ازواج پر دلائل عدم ضرورت کی حالت میں اسلام اس مسئلہ پر عمل کرنا ترک کر سکتا ہے۔ عیسائی دنیا تعدد ازواج پر اسلام کو زیادہ اور برتری صورت میں عامل ہے۔ نبی کریمؐ نے غلامی کا انسداد فرمادیا۔ آپ نے دنیا کی چوتھائی آبادی کو شراب اور جئے کی لعنت سے آزاد کر دیا۔ اسکی جگہ عقل اور علم کو درجہ احترام عطا کیا۔ آپ کی تعلیم عالمگیری شان رکھتی ہے اسلام پائندہ مذہب ہے +

باب نہم

عصاؑندہ نبی کا اعلیٰ ترین شارح

آپ سے پہلے مذہبی عقاید عقلی رنگ میں کہیں بیان نہیں کئے گئے۔ قرآن مجید عقل کو استعمال کرنے کی تاکید کرتا ہے، شیخ کی دلائل مغالطہ آمیز ہوتی تھیں۔ اسلام اور تہذیب بمعنا ہی۔ قرآن مجید فطرت سے اپنے حق میں شہادت پیش کرتا ہے۔ حشر اور قسمل حیات کا قرآنی ثبوت۔ قرآن مجید تعدد الہ کا کھانا اسی باریس پیش کرتا ہے جس میں اس نے پیش کیا ہے۔ اثبات واجب الوجود پر قرآنی دلائل، نظریہ نظام و مقصد نے تخلیق۔ دوسرے مذاہب نہ تو اپنے عقاید کا اثبات کرتے ہیں۔ اور نہ دیگر مذاہب کا عقلی طور پر ابطال کرتے ہیں۔ بیرونی مشنوں کی ناکامی کے اسباب +

باب دہم

احسوة حسنة

تمام احکام قرآنی معمولی بہا میں قوت کی فصل کے وجود پر دلائل نہیں کر سکتی جس شخص نے تجربات زندگی مختلف مشنوں میں نہ حاصل کئے ہوں۔ وہ کامل نمونہ نہیں بن سکتا، یسوعؑ زندگی کے بہت سے مشنوں میں انسانیت کیلئے نمونہ نہیں ہو سکتا۔ معافی دینے کے لئے میں صبر کرتی ہوں۔ آپ نے اپنے خونی دشمنوں کو معافی دی۔ آپ کا ایک بڑا دشمن پہلی اسلامی حکمران قبیلہ کا شورش اعلیٰ ہوا۔ آپ کی زندگی اخلاقیات قرآنی کا آئینہ ہے، غلاموں کو آزادی بخشنا اور ایفاء عہد کرتا۔ انصاف پسندی، ایثار۔ معدلت فی المعاملہ۔ بہترین لوگ اپنا قرضہ خلوص کے ساتھ ادا کر دیتے ہیں۔ ازالہ امتیاز، بیجا ترغیب و نفرت۔ آپ کی عصمت مآلیٰ، عدم ملی حیاء اور انکساری۔ خوبی اطوار +

باب یازدہم

اجتماع حسنات

مذہبی مصنفین کا طرز عمل۔ یہ لوگ فسادہ نویسیوں کو آپ کی سوانح حیات میں مستند قرار دیتے ہیں۔ آپ کے اصلا کے متعلق امام غزالیؒ اور دیگر مصنفین کے خیالات۔ آپ کی صفات احسان و کرم۔ آپ کی شجاعت۔ آپ کی صفت عفو۔ آپ کی انکساری طبع۔ آپ دوسروں کا کام کر دیتے تھے۔ مبادلہ تحائف۔ گد اگری۔ یہ آپ کو سخت نفرت تھی۔ آپ کی مہمان خوازی +

باب نہم

عرفت ائمہ نبی کا اعلیٰ ترین شراح

آپ سے پہلے مذہبی عقیدہ عقلی رنگ میں کہیں بیان نہیں کئے گئے۔ قرآن مجید عقل کو استعمال کرنے کی تاکید کرتا ہے، فطرت کی دلائل معالطہ آمیز ہوتی تھیں۔ اسلام اور تہذیب سمعان میں۔ قرآن مجید فطرت سے اپنے حق میں شہادت پیش کرتا ہے۔ حشر اور تنفس میات کا قرآنی ثبوت۔ قرآن مجید تعدد الہ کا کھکا اسی دلیل پیش کرتا ہے جس میں شمس نے پیش کیا ہے۔ اثبات واجب الوجود پر قرآنی دلائل، نظریہ نظام و مقصد نے تخلیقیت، دوسرے نہ اس پر نہ تو اپنے عقیدہ کا اثبات کرتے ہیں۔ اور نہ دوسرے مذہب کا عقلی طور پر ابطال دیتے ہیں۔ یہ جزوی مشنوں کی ناکامی کے اسباب +

باب دہم

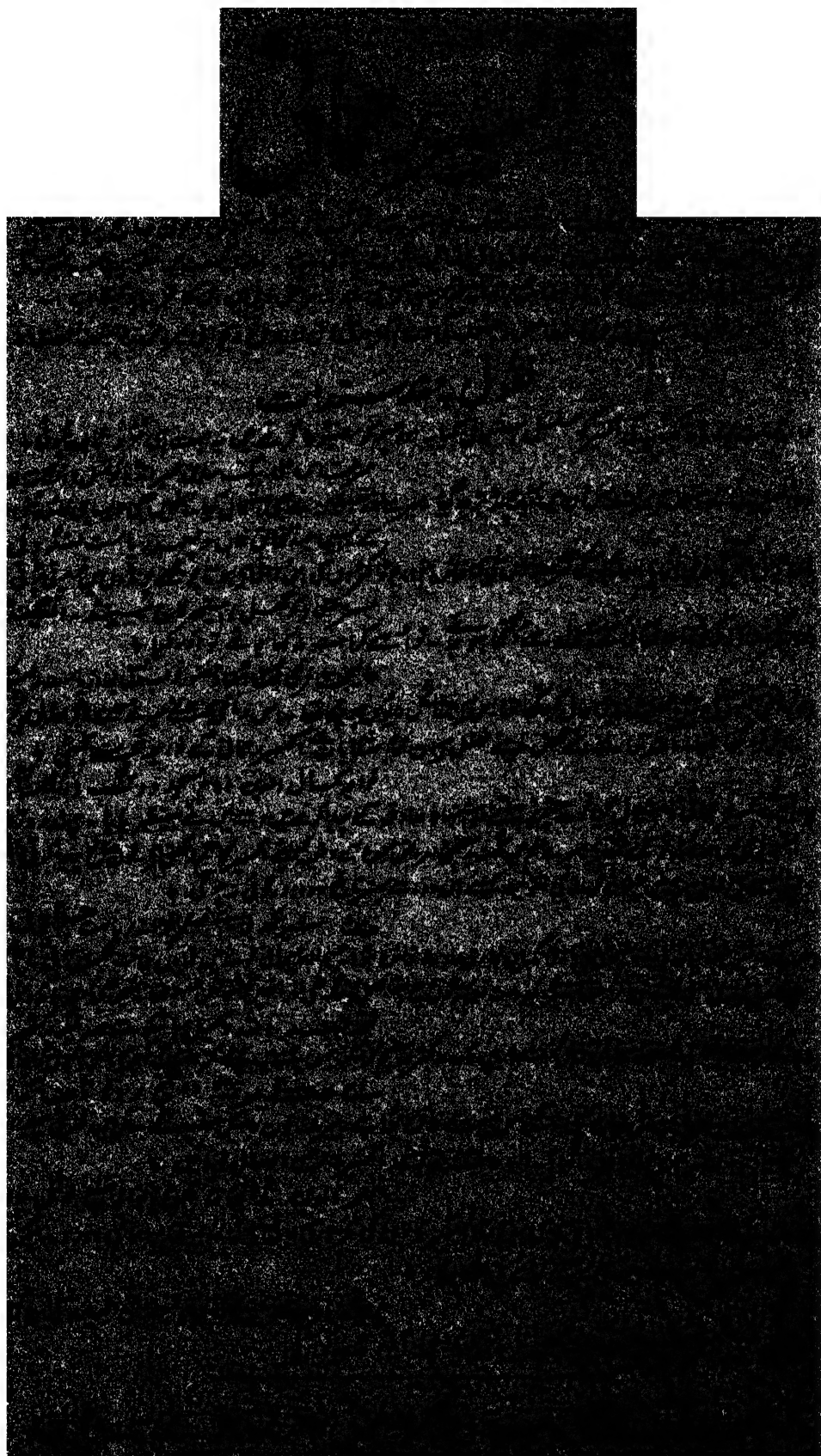
انموۃ حسنہ

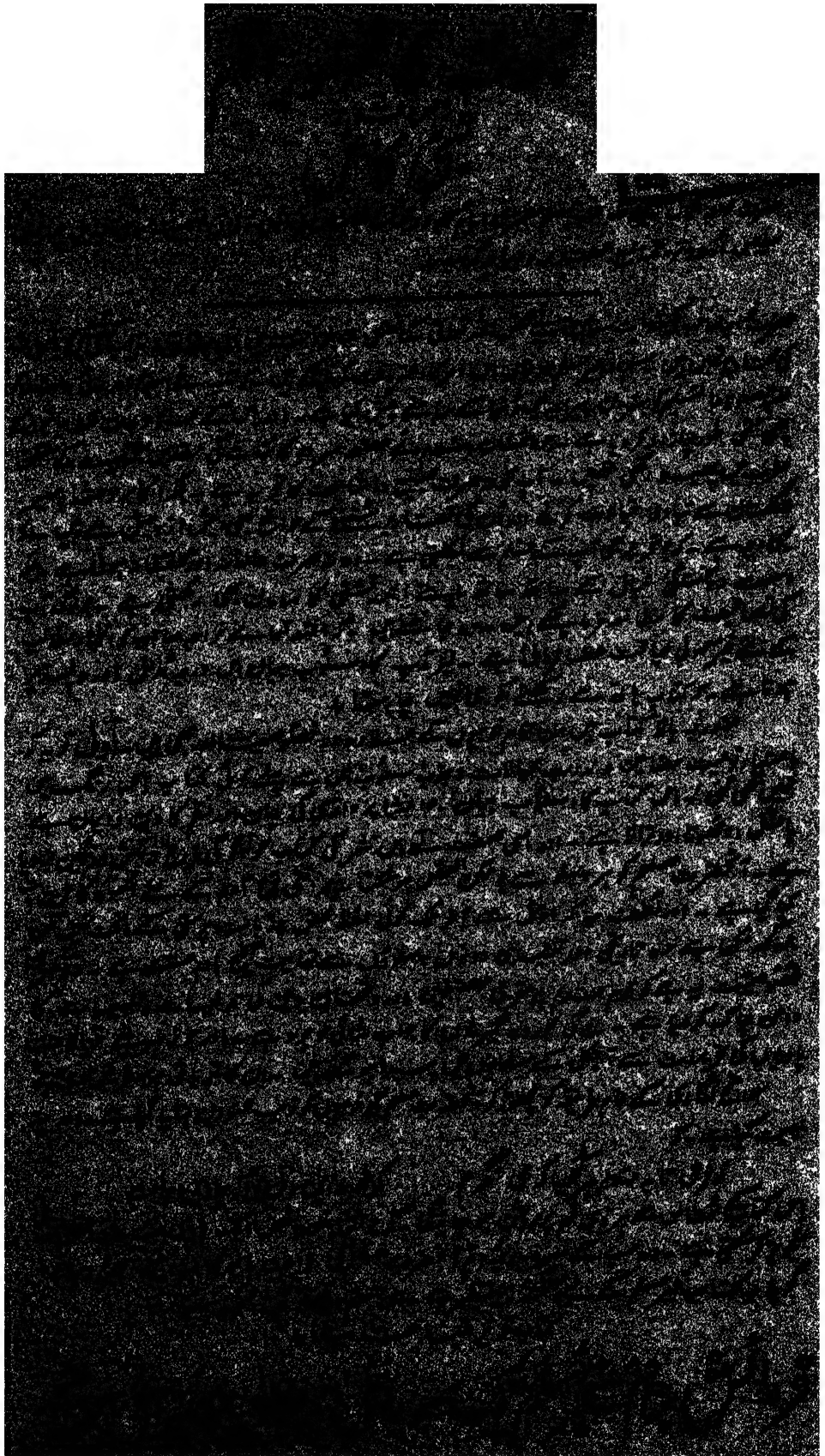
تمام احکام قرآنی معمولی برہان قیاسی سے نہیں رہنمائی دیتے جس شخص نے زندگی مختلف شعبوں میں نہ جان سیکے ہوں۔ وہ کامل نمونہ نہیں بن سکتے لیکن زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کیلئے نمونہ نہیں بن سکتے۔ معافی چاہئے کہ میں اس کتاب میں آپ سے اپنے خونی دشمنوں کو معافی دی۔ آپ کا ایک بڑا دشمن پہلی بار ملائی عمران فیملی کا سوسہ اسٹے ہوا۔ آپ کی زندگی احسان قیامت قرآنی کا آئینہ ہے، عبادتوں کو آزادی بخشنا، ایقانہ عمل کرنا۔ انصاف پسندی، بہت۔ مہولت نے معاملہ۔ ہنرمین لوگ اپنا فرضہ مخلص کے ساتھ ادا کر دیتے ہیں۔ ان کے امتیاز۔ یہجا سب سے بڑا ثبوت۔ آپ کی صحت مابلی ہم ملی حیات اور انسانی۔ خونی الموار +

باب یازدہم

اجتماع حسنات

مذہبی مصنفین کا طرز عمل۔ یہ لوگ فساد قریبوں کو آپ کی سوانح حیات میں مستند قرار دیتے ہیں۔ آپ کے اخلاق سے ملنے والی اور دیگر مصنفین کے خیالات۔ آپ کی صفات احسان و کرم۔ آپ کی شجاعت۔ آپ کی صفت عفو۔ آپ کی انکساری طبع۔ آپ دوسروں کا کام کر دیتے تھے۔ مبادلہ تحائف۔ گداگری۔ یہ آپ کی صحت فقر تھی۔ آپ کی ہمان وازی +





اشاعہ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلام کے رٹوٹوں، گھرنی، بحرِ مہی، ونگ (ہنگ)

نیر ادارت

خوابِ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رفیقِ عام پر میں لاہور میں باہتمام بابو منظور التمان

چھپ کر

خوجیسٹم انٹرنی پبلشر

نے

برائڈرنگ، روڈ لاہور سے شاہ کپا ۱۹۵۰ء

تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کمال ایل ایل بلوچ ہلال علم و ایمان

تعداد	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	تعداد
۱	ام الملائکہ بیرون نیرود کمال ربانی جلد ۱	۱۰	توحید فی الاسلام جلد ۱	۱۰
۱	براہین نیرہ - جلد ۱۰	۱۰	سکسہ فارید میرکتہ القادس شکر و کرم جلد ۱	۱۰
۸	پیام اسلام - جلد ۱۰	۱۰	ینابیح المسیحیت - جلد ۱	۱۰
۳	مقصد مذہب - جلد ۱۰	۱۰	ضررہ اسلام - جلد ۱۲	۱۰
۴	خطبہ غریبہ - جلد ۱۲	۱۰	راہیت یا تحصیل عمل - جلد ۱	۱۰
۱	سیلز کار یا رہنمائی حانیت فی الاسلام جلد ۱۲	۱۰	مکالمات اقلیہ - جلد ۱۲	۱۰
۶	ہستی و قیال - جلد ۱۰	۱۰	مطالعہ اسلام - جلد ۱۲	۱۰
۱۲	میں کی الوہیت نہ کسی کا دل نیت پر نظر	۱۰	اسلام میں کی فرقہ نہیں - جلد ۱۲	۱۰
۱۲	اسلام اور علوم جدید	۱۰	لمعت انوار محمدیہ - جلد ۶	۱۰
۳	صلوات حضرت پال بہت قیمہ - جلد ۱۰	۱۰	مذہب محبت - جلد ۱۰	۱۰
۱۲	حیات بعد الموت - جلد ۱۰	۱۰	ذراستہ عالم کا مذہب - جلد ۱۰	۱۰
۱۲	جہد للبقا - جلد ۱۰	۱۰	اسوہ حسنہ بیرون نیرود کمال نبی جلد ۱	۱۰

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یعنی وہ تصنیف جدید جس میں واقعیت حاضرہ پر بحث کے علاوہ موجودہ اقتصادی سیاسی معاشرتی اور اخلاقی مشکلات کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے زیر طبع ہے

درجہ اولیٰ نامینہ مسلمانوں کے سوسائٹی عزیز منزل والا اسوہ (بقائے) جانشین



فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ باب ۱۰ جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۲۵۸ تا ۳۰۲

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شہزادہ - - - - -	از قلم خواجہ عبدالغنی صاحب	۲۵۸
	تشریح تصویر - - - - -	"	"
	برطانیہ بھٹنہ کی مسلم سوانحی زندگی - - - - -	"	"
۲	تحد اور مذہب - - - - -	"	۲۵۹
	روسیہ - - - - -	"	۲۶۰
	کیا روس سیاست جلا وطن کرنے میں حق بجانب ہے؟ - - - - -	"	"
	روس اور مذہب داری اور مذہب کا اتحاد - - - - -	"	۲۶۱
	دور تبلیغ - - - - -	"	۲۶۲
	تحد اسلام پر تصدیق - - - - -	"	"
۳	اسلام اور توابع پرستی - - - - -	از قلم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب ایم اے جے ڈی	۲۶۳
۴	مسلم قربانی - - - - -	از قلم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب	۲۶۵
۵	تحد اسلام - - - - -	از قلم مولانا خواجہ جمال الدین صاحب	۲۶۹
	سورہ دھنوس - - - - -	"	"
۶	خطبہ حجتہ الوداع - - - - -	از قلم فیض احمد فیض صاحب	۲۸۹
۷	سنت نبی و اوقافیت - - - - -	از قلم مولانا عبدالحق صاحب ایم اے	۲۹۱
۸	میرا قبول اسلام - - - - -	خلاصہ لکچر شیخ ڈاکٹر لاغر میر صاحب	۲۹۳
۹	استدعا دعا - - - - -	از حضرت خواجہ جمال الدین صاحب	۲۹۶
	سینکھت - - - - -	"	"
۱۰	ایک ناقابل تلافی نقصان - - - - -	از قلم خواجہ عبدالغنی صاحب ایم اے	۲۹۸
۱۱	اسلام یعنی دنیا کا آئینہ منہب - - - - -	از قلم مولانا عبدالحق صاحب ایم اے	۲۹۹
	اسلام اور ترقی - - - - -	"	۳۰۱
	تہذیب و تمدن - - - - -	"	۳۰۲

اشاعت اسلام

بابت ماہ جولائی ۱۹۳۱ء

شذرات

نشر تحفہ تصور۔ اس ماہ کے رسالہ کو عید الاضحیٰ کے قریب کر مین کیا جاتا ہے جو مورخہ ۱۹۳۱ء بروز جمعہ ۱۱ جولائی ۱۹۳۱ء میں منائی گئی۔ اس سال جناب مولوی عبد المجید صاحب نے تمام مساجد و گنگ کی استعداد علیحدہ علیحدہ پر تجویز کیا اور ان کی تسنی نے نماز عید پڑھائی۔ عالیجناب سید صاحب موصوفی صاحب مفتی اعظم اور پیر مسلم کو نسل عالیہ کے مجلس میں۔ اس تصور میں مفتی صاحب موصوفی صاحب عید فرما رہے ہیں۔ مساجد و گنگ کی نماز عیدین بفضلہ تمام قسم کی فرقی اُبھرتوں کو آزاد ہیں۔ ان میں تمام انہوں نے مسلم بھائی بغیر کسی قبیحتی کے ایک ہی صفت میں رہتے ہیں۔ دشمن کھڑے ہو کر سب ایک فرقے کے امام کی اقتدا میں رضیہ نماز ادا کر کے وار کعدہ امع الزاکہ میں کی عملی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔

برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی لندن

کے زیر ہست تمام
لیکچروں کا سلسلہ

شاہجہان مسجد و گنگ کی تازہ دہائی میں یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ ذیل کے بزرگ علمائے شاہجہان مسجد گزشتہ ۱۹۳۱ء میں مسلم سوسائٹی لندن کے زیر اہتمام نہایت خیر و خوبی سے ہوئے۔ جس میں مسامعین کی کافی تعداد تھی۔ اور اہالیان لندن نے ان لکچروں کے سنیے میں بہت پسندی کی۔ پہلا لکچر ۱۹۳۱ء کو بروز اتوار ۱۷ بجے شام ہوا۔ جس میں خاصہ دلچسپی دہریہ جناب پروفیسر ہارون مصطفیٰ صاحب یون نے کثرت دہائی کے دیان کثرتی "یہ توقف کرو گے" کے موضوع پر دیا۔

دوسرا لکچر ۱۹۳۱ء کو بروز اتوار ۱۷ بجے شام ہوا جس میں عالیجناب سید عبدالقادر خان صاحب نے جنہوں نے نظامیہ اور جہادیت میں غور کیا۔ یہ لکچر دس بجے منعقد ہوا جس کے موضوع پر لکچر دیا۔ تیسرا لکچر جناب مولوی عبد المجید صاحب نے مورخہ ۱۹۳۱ء کو اتوار ۱۷ بجے شام ۱۷ بجے دیا۔ لکچروں کا یہ سلسلہ لوگوں میں اسلام کے معلق دلچسپی پیدا کرنے کا موجب ہو رہا ہے۔

مناہد۔ خواجہ عبدالغنی
مورخہ۔ دکن اسلام مشن، لٹریٹری ٹرسٹ

مذہب اور تمدن

از اسلامک ریویو بابت ۱۹۷۹ء

جس بات پر ہم نے بار بار لکھا۔ اس ہفتے پھر ہمارے سامنے ہے آنریبل ٹرینٹیل جو آجکل کے قلمی مشاہیر میں سے ہیں۔ مغرب کے ایک مشہور رسالے ریشنسٹ اینول میں لکھتے ہیں کہ کیا مذہب نے انسانی تمدن کی کہیں مدد کی۔ ان کا جواب تو ان کے مہلومات کے ماتحت لازماً نفی میں ہے۔ نسبت انہوں نے وہی غلطی کی ہے جس کے مرتکب مغربی قلم کے دیگر بزرگ ہیں۔ انہوں نے اس سوال کے جواب میں عیسائیت کی چھان بین کی۔ اور جب عیسائیت کے صفحات اس سوال کے جواب دینے میں قاصر رہے تو آنریبل ٹرینٹیل نے عیسائیت کو مذہب کا ایک بہترین نمائندہ سمجھ کر ہر ایک مذہب پر جس میں انہوں نے اسلام بھی شامل کیا یہی فتوے صادر فرمایا :-

اب ان کی اس غلطی کا اور اسلام پر اس تازے حملے کا کون جواب دے گا۔ دو کنگ مشن نے ان گزشتہ چند سالوں میں اس الزام کے دفعیہ میں بیشک کوشش کی۔ اور اس معاملے میں مزید کچھ تاریک مطالعے کو صاف بھی کر دیا۔ لیکن دو کنگ مشن کی یہ کوشش دریا میں قطرہ یا آٹے میں نمک سے بھی کم ہے۔ اور طائفہ یہ ہے کہ عیسائیت میں جن باتوں کے نہ ہونے نے حکیمان مغرب کو مذہب سے ہی منتفر کر دیا۔ وہ تو وہی باتیں ہیں۔ جن کو اسلام لایا۔ وہ تو وہی امور ہیں جن کا مذاق اسلام نے ہی پیدا کیا۔ اور وہ تو وہی ضروریات انسانی ہیں۔ جن کا طرف قرآن کریم نے نہ صرف انسان کو متوجہ کیا۔ بلکہ اُن کے حصول کی راہیں بھی تجویز کر دیں۔ اور اس معاملے کو نہ صرف **قال** پر رکھا۔ بلکہ دین صدیوں کے اندر حال کر دکھایا۔

اس وقت کو تمام موجودہ تمدن میں مایہ امتیاز ہے۔ جو اسلام سے نہیں لیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہماری یہ باتیں صحیح ہیں یا خوش کن طفل قسلیاں ہیں۔ اس بیان میں ہم راستی پر ہیں۔ تو یورپ اگر غلط راستے رکھتا۔ تو اس کا الزام ہمارے ذمہ ہے۔ یا یورپ کے سرپرست ہمارے فرض ہے۔ یا دوسروں کا یہ ہماری غفلت کا نتیجہ ہے۔ جو آج مذہبِ رُوس سے جلا وطن کر دیا گیا۔ جاؤ لیٹن اور سلاطین موجودہ

قائدوں سے اس جلاوطنی کے اسباب پوچھو وہ عیسائیت کے متعلق وہی رونا روناٹے ہیں جس کا علاج اسلام نے کیا۔ جو وہ چاہتے ہیں۔ وہی اسلام نے ایک بہترین شکل میں تعلیم کی ہے۔ جن مقاصد عالمی کو وہ خون کی ندیاں بہانے اور ناجائز طریقوں کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تو وہی باتیں تھیں۔ جو قرآن نے تعلیم کیں۔ ہاں ان کے حصول کی راہیں بست لائیں۔ جو بذاتِ خود انسان کے لئے رحمت ہو گئیں +

روس مسلمان ہو چکا ہے۔ کیا ہم میں سے کئی کافر نہیں کہ اس معاملے میں دس کے سامنے اسلام کو اسی نکتہ خیال سے پیش کریں۔ جو یقیناً ٹروٹسکی یا سلاطین یا دیگر بوشوئیک قائدین کے سامنے ہے۔ ان نمائندگان جدید تحریک روس میں ٹروٹسکی کو اسلام کے مطالبہ کا کچھ موقع ملا۔ اور اس کا باعث وجہ سلوک اسلامی تھا جو ترکوں نے اس کے ساتھ کیا۔ وہ آخر مسلمان ہو گیا۔ اس نے اسلام میں اُنہی امور کے نفوذ کی تعلیم و ترویج ایک ریماء انداز میں پائی۔ جن کے لئے آج خون کی ندیاں روس میں چلیں۔ ہم اپنی سیاسی مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ کیا اس کا بہترین حل یہ نہیں۔ کہ ہم موجودہ خداوندانِ سیاست کے خیالات کو اسلام کے متعلق بدلیں +

روس آج اسلام کی ڈیوڑھی میں آچکا ہے۔ وہ اپنے دل سے عیسائی شرک کو نکال چکا وہ اسلامی باتیں اپنے میں لینا چاہتا ہے۔ پھر غفلت ہماری نہیں تو اور کس کی ہے حضرت غزالی صاحب کا خیال ہے۔ کہ وہ اس معاملے میں مسٹر ٹروٹسکی کے سلسلہ جذباتی کریں۔ خدا تعالیٰ انھیں صحت بخشنے اور وہ اپنے ارادوں کو اپنی زندگی میں سرسبز ہوتا دیکھیں۔ لیکن وہ کیا کیا کریں +

کیا روس عیسائیت کے جلاوطن کرنے میں حق بجانب تھا؟

آج روس میں اگرچہ بند ہو گئے یا درہی جلاوطن کر دیئے گئے تبلیغ و تعلیم عیسائیت جم ہو گئی۔ اور تو اور اتوار کی تعطیل تک اڑا دی گئی۔ کیونکہ ہمیں بھی ایسا ہیاب مل چکا تھا۔ کلیسیا خزانے ٹوٹ گئے۔ اور لاکھوں نہیں کروڑ مارو پے ہو گئے۔ وہ خودی کرنے میں داخل ہو گئے۔ عیسائیت چھوڑ کر روس میں

نہ اچکے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہتا ہے۔ اور کر کے رہیگا۔ اگر اس کا بس چلا پھر کس اسلام اور کس کی اشاعت۔ لیکن ہمیں ٹھنڈے دل سے اس سوال کو سوچنا چاہئے واقعتاً یہی کہتے ہیں۔ کہ روس جدید ان مظالم میں حق بجانب ہے ۛ

زار کی سلطنت مطلق العنانی و استبداد اور اتلاف حقوق عامہ کا مجسمہ تھی۔ شاہی قائدان اور چند امراء عامۃ الناس کی قسمت ان کے پرے۔ پیسے ان کی راحت و کمائش پر قابض تھے۔ اس ظلم کی جوازیت کی آواز اگر وہاں آئی تو منبر کلیسیا سے آئی۔ یہ ایک بے لفتاب راز ہے۔ کہ یورپ کی سلطنتوں کی منشاء اور ان کی پولیسی کا لفظ زیادہ حد تک مذہب کے ذریعے ہوتا ہے۔ یوں تو مغرب میں کوئی امر سلطنت کی طرف سے رواج نہیں پاتا۔ جب تک کہ اہل ملک اسے تسلیم نہ کر لیں۔ لیکن اس منشاء عامہ کو حاصل کرنے کے دو ذریعہ ہیں۔ ایک پریس دوسرا منبر مذہب۔ پریس کو کہیں زیادہ مذہب کا اثر عام طبائع پر ہوتا ہے ۛ

جس بات پر مغربی کا بیتہلے وزارت اتفاق کر لیتے ہیں۔ اور اس کا لفظ ضروری سمجھا جاتا ہے۔ تو سب سے پہلے اس امر کو مذہب کے مختلف اسقفوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ چنے والے پے پائینڈ اور کو ہرگز سے میں تجویز کردہ پولیسی کی ضرورت پر وعظ و سمن شروع ہو جاتے ہیں گویا اس پولیسی کے جوازیں خدا کی آواز کام کرتی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کاہنہ مذہب کی مصلحت مصلحت عامہ ہو جاتی ہے۔ اب یہ تو ظاہر ہے۔ کہ روس ایک ملک استبداد و ظلم تھا۔ زاریت اور وہاں کی امارت گویا مظالم کا مجسمہ تھی۔ لیکن ان مظالم کو وہاں خدا کے گھرنے ہی جائز ٹھہرایا جہو تھا۔ اب اگر مظلوم جماعت طاقت میں آئی۔ تو کیوں وہ خدا ہی کو اپنے ملک سے نکال دیتے جو خدا اسی زاریت امارت کا بذریعہ کلیسیہ حامی تھا۔ کیونکہ ایسے خدا کے خدام بھی تختہ مشق ظلم نہ ہوتے ۛ

روس سے سرمایہ داری اور مذہب کا اخراج

مذہب اشتراکیت نے اگر زاریت و امارت کو روس سے نکالا۔ تو اس کے ساتھ سرمایہ داری کا بھی خاتمہ کیا۔ اس کو کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ کہ سرمایہ داری اگر سوسائٹی کی رفاہ کے لئے ضروری ہے۔ تو اس کا ایک مذہب سے مذہب پہلو بھی ہو جو مذہب کا انشا نہیں کا

خون چس کر اُسے چند سرمایہ داروں کے تعیشات کا باعث بننا دیتا ہے۔ مزدور گروہ کام کرتے کرتے مر جاتا ہے۔ اور اُس کی گاڑی محنت کا ثمرہ سرمایہ دار کے گھر چلا جاتا ہے۔ زیر داری اس وقت اپنے خطرناک رنگ میں خوب برقصد کئے ہوئے ہے۔ اور اشتراکیت اس کو مٹانا چاہتی ہے۔ اگر ذریت اور امارت کی جستش رومیں مذہب نے کرائی۔ تو اس مذہب سرمایہ داری کی سچائی بھی خدا کے گھر میں ہی ہوئی۔ اگر کلیسوی منابر نے ایک وقت ملوکیت کا وعظ کیا۔ تو دوسرے وقت سرمایہ داری کے گیت گائے مظلوم گروہ ایک مدت دراز سے ان باتوں کو خدا کے گھر میں سنتا رہا۔ اب اگر اس سرمایہ داری کی ترویج میں وہاں خدا ہی نے حصہ لیا۔ تو کیوں اشتراکیت اسلئے بھی خدا کو جواب نہ دے۔ الغرض مذہب کو اگر ذلیل کرایا۔ تو کلیسیا کے اس طرز عمل نے کرایا۔ مدعیان اشتراکیت اگر مذہب کے دشمن نہیں تو وہ سچے ہیں +

ضرورت تبلیغ اسلام

لیکن ہم بار بار کہتے ہیں۔ کہ اس سارے ملک وہ طاقت کا ذمہ دار کون ہے۔ کیا فضا عالم کے اس مکہ کرنے والے امور کا دغیہ اسلام میں موجود نہیں۔ خدا کو رب العالمین پکارا جس نے امارت و ملوکیت کا خاتمہ کر کے سلطنت کو خادوم پیک قرار دیا۔ جس نے اگر موجودہ سرمایہ داری کی ملامت کی۔ تو دوسری طرف اشتراکیت کی انتہائی باتوں کو بھی پسند نہ کیا۔ قوم اور انسانانی سرمایہ کے سوائے زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر اشتراکیت انفرادی مکسوبات کو سب میں یکساں تقسیم کرنا چاہتی ہے۔ خواہ ایسے مکسوبات میں حصہ پانے والے خود کوئی ماتھے ہلائیں یا نہ ہلائیں۔ تو سرمایہ پسیدائیں ہو سکتا۔ یہ سچ ہے۔ کہ دنیا ان کم نصیبوں سے خالی نہیں جو اپنا ایجنڈا نہیں کما سکتے۔ ناگزیر حالات کے ماتحت زندگی کی گھڑ دوڑ میں یہ بدنصیب دوسروں کے ہمدرد نہیں چل سکتا۔ ہاں اُن کی پرورش کا بہترین انتظام اشتراکیت ہی نہیں۔ کیونکہ یہ ضروری سرمایہ کو تباہ کرتی ہے۔ بلکہ اس کا علاج خیراتِ حسانات اور لوطہ ہے۔ اچھے اور بیسیوں باتیں ہیں۔ جو دوس کی اگل دنیا مزب چاہتی ہے۔ اور وہ سب

اسلام پر تصنیف

یہ ہیں آمدہ غرض اس طرح تو حاصل نہ ہوئی۔ کہ ہم گھر میں بیٹھے بیٹھے بائیں کوئی

خوش ہو جائیں تبلیغ چھوڑ ہمارا تو ان پر خود عمل نہیں۔ بہر حال غفلت کو ہم چھوڑ دیں۔ ان باتوں کو مغرب اور خصوصاً روس میں پہنچائیں۔ پھر دیکھ لیں کہ دنیا کا مذہب مستقبل اسلام ہوتا ہے نہیں یہ کسی مذہبی عصبیت کے جوش میں نہیں لکھا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جو روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکی ہے۔ جب مغرب اور اس کی اتباع میں بعض مشرقی قومیں مذہب کو ان چند باتوں کیلئے خیر باد کہہ چکی ہیں۔ جنہیں وہ اپنے اپنے مذاہب میں نہیں پاتے۔ وہ ان کا نصب العین ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کے حصول میں وہ ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اب اگر یہ وہی باتیں ہیں۔ جو سب سے اول دنیا میں نہ صرف برنگ تعلیم اسلام نے پیش کیں۔ بلکہ اُن کے حصول کا راستہ بھی دکھلایا۔ اور نسل انسانی کے ایک بڑے حصہ نے اسلام کی گود میں پرورش پا کر انہیں حاصل کر لیا۔ دنیا کا مذہب مستقبل کیوں اسلام نہ ہو۔ حضرت خواجہ صاحب اس لمبی بیماری میں رہیں بستر تو رہے۔ لیکن اُن کی بیماری کی خاموش اور بظاہر بیکار گھڑیاں اسی مسئلے پر سوچنے میں گزریں۔ آخر اس لمبے غور و خوض کا نتیجہ ان کی یہ تصنیف ہوئی جس کا صحیح طور پر انھوں نے تمدن اسلام نام رکھا۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ یہ مضامین مغرب کی زبانوں کا لباس پہن کر اہل مغرب کے سامنے آجائیں۔ وما تبقنا الا باللہ + خواجہ شب الغنی

اسلام اور توہم پرستی

از ایڈیٹر اسلامک ریویو ماہ مئی ۱۹۳۰ء

ایک تاجر نے اپنی تجارت کو ترقی دینے کیلئے کچھ دن سوئے ایک کتاب شائع کی جس کا نام اُس نے اسلام پر روح پرستی کے اثرات رکھا۔ ہم نے اس پادری کا نام تاجر نہ ہونے کی وجہ سے خالی نہیں کیا۔ اس کی غلط تجارت مصنف کتاب نے یہ کھلانے کی کوشش کی ہے۔ کہ اسلام بھی توہم پرستی سے خالی نہیں۔ اسلام تو مسلمانوں کو حید پرستی ہے۔ اس نے ہر میدان شرک کو ہلاک کیا۔ کیسے ممکن تھا۔ کہ اسلام کی پاک تعلیم میں توہم پرستی کا شائبہ بھی ہوتا۔ قرآن کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ تو متواہم امور کی یخ کنی کرتا ہے۔ خود نبی مکرم اُن کی ذاتی مثال اور آپ کے اقوال ہر قسم کی توہم پرستی کا خاتمہ کرتے ہیں۔ انہوں نے دنیا چھوڑنے سے پہلے عرب کو ان باتوں کو پاک کر دیا

آپ فرماتے ہیں کہ وہی لوگ بہشتی ہونگے۔ جو خیر منتر اور ٹونے پر عمل نہیں کرتے۔ جو ایام جہالت کی طرح کوئی مشن نہیں لیتے اور کل امور میں خدا کا بھروسہ کرتے ہیں۔ ان ارشادات کے سونے ہوئے حجر شجر نجم یا مروج پرستی کہاں رہ جاتی ہے۔ آپ کے فرزند جناب ابراہیم دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کے فرزند کی وفات کے دن ہی سورج گھن میں آگیا۔ مشرکین مکہ کی تو اہم پرستی نے ان دو واقعات کو ایک رنگ میں دیکھتا چاہا۔ انہوں نے یقین کر لیا۔ کہ اس وفات پر سورج بھی سیاہ پڑن ہو گیا۔ اس امر کو ان مشرکوں کو نہ حضرت محمدؐ نے پر یقین آگیا۔ وہ آپ کی خدمت میں ایک سچے نائب کے رنگ میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی گزشتہ معاندانہ کارروائی کیلئے معافی مانگی اور اسلام کو قبول کرنا چاہا لیکن خدا کے نبی نے جو نبی یہ بات سنی۔ آپ نے انکے قبول اسلام کو انکار کر دیا۔ اور یہ فرما کر رخصت کیا تم لوگوں کو خستہ پر تو اہم نہ بنو۔ کیسی انسان کی موت پر واقع نہیں ہوا کرتے۔ ان انقلابات کے ایک مسلم کو خدا کی مملکت میں کھڑا ہو جانا چاہئے۔ اسی توصیہ کو منٹا ہے۔ اور خدا کے درالہام کا طالب ہو۔

کیا یہ باتیں کسی مفسر کی مٹے ہوئی کلمہ کی ہیں۔ خطرناک و خطرناک دشمنان اسلام اپنے حلقہ غلامی میں لانے کا ایک بہترین موقع پیدا ہوا ہے لیکن آپ اس کو فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ہاں یہ پادری مصنف کتاب پر بحث کتابوں سے باز آسکتا ہے جن کے ذریعہ قدیم زمانے میں ہزار در ہزار اہل امریکہ اسی قسم کے واقعہ پر خستہ پر عیسائی کر دیئے گئے۔ ان ایام میں کثرت سے امریکہ کے لوگ مسیح پرست تھے جب ہاں کا ایک پادری ان پر اپنے مذہب کی صداقت میں شک کرکا تو اسے ایک چال مسیحی بھیج کر کہن ہو نہ الا اس نے جوئے حساب ہندسہ سورج گرہن کے وقت کا اندازہ کر لیا اور ان پرستان آفتاب کو کہا۔ کہ تمہارا خداوند (آفتاب) میرے خداوند کے سامنے فلاں دن اور فلاں وقت گردن تسلیم کھٹکا دیگا۔ اور غائب ہو جائیگا۔ یہ مفتی پیشگوئی پوری ہوئی تھی سورج گھن میں آگیا۔ اور خداوند سورج کے جلال کے گیت گائے گئے۔ مسیحی فاضلین نے بھی ایک مثال نہیں۔ اور جگہ بھی اس قسم کی چالیں چلی گئیں خود جٹلینڈ علاقہ ڈنمارک۔ یہ اسی ایک قسم کی چال پر سمجھتے قبول کی۔ اہل جٹلینڈ اس بات کے قائل تھے کہ ہر چیز میں ایک روح ہوتی ہے جو پرستش کے قابل ہے۔ اور یہ روح ان کی نیک و بد کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اُس کے گھر کے سامنے ایک پتھر بڑا کرتا تھا۔ جس کی روح اس گھر کی معافی سمجھی جاتی تھی۔ ایک پادری ایک دن جٹلینڈ کے ایک امیر کے پاس آیا اور اسے کہا۔ کہ میں تھوڑا سا پانی تمہارے پاس لائے گا۔ پانی پر کہ سورج کا نام پڑھا جائیگا۔ تو تمہارا خدا ایک منٹ میں یہاں پہنچ جائیگا۔ اور یہ پتھر شش ہو جائیگا۔ یہ امر کو نہ مشکل تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جٹلینڈ کا علاقہ عیسائی ہو گیا۔ جہالت تو اہم کو سپرد کرتی ہے۔ اور جو بہرہ پرستی اس فطرت کو ابھارتی ہے۔ انسانی لال خواہ کسی سچے مذہب کے تحت ہو اپنی تاثریت یافتہ حالت میں اس قسم کے توہم کا شکار ہو سکتا ہے میں اس کو انکار نہیں کہ بعض مسلم صحابہ ان باتوں کے

نیکارہ ہو چکے ہیں۔ لیکن اسلام کو اس کو کیا حلق اسلام بیشک ایک مخالفانہ تنقید کے ماتحت آسکتا ہے۔ اگر اس میں کوئی تعلیم تو ہم پرستی کی ہو۔ عیسائی دنیا تو آج بھیوں میں ہر دوسروں پر غور رہا ہے۔ ان کے معتقدات میں ایک بھی بات نہیں جس کی بنا تو ہم پرستی نہ ہو گئی ہوں کر پائے کا ہون کنواری کا خدا کو جتنا مقدس خون کی برنگ۔ لغزہ برکات عثمانہ بانی اور دیو مقدس عتہ ہر قسم کفر مبین مسیح کے ساتھ ہر عیسائی کا اذعان ہونا وغیرہ جو معتقدات عیسائیت میں ہیں۔ یہ تو سب کے سب تو ہم پرستی کا تو وہ طومار ہیں۔ جو عیسائی مجلس نے تجویز کی ہے۔ خود جناب مسیح کو تو ان باتوں کا علم بھی نہ تھا۔ ہاں یہ ساری باتیں مسیح کے پہلے مذاہب اصنام پرستی میں موجود تھیں۔ ان مذاہب کو دنیا سے مٹانے کیلئے اور اپنے مذہب کو ہر دوسرے پر کرنے کیلئے دو مرتبہ کی حکمت پادری کو یہی سوجھا۔ اہل حق نے نہ کبھی بات کا قائلہ کیا۔ لیکن اس کا ہر ایک خط و حال عیسائیت زریب ذریت کا موجب ہوا ۛ

مسلم تر بانی

جناب ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کو ایک ظالمانہ ہرمت کے ذریعہ قربانی بہائم نجات دی۔ نسل انسانی کے افراد عقیدہ ماطل کے باعث مذبح پر لائے جاتے تھے۔ ان کا دل چیر کر تو کا بڑا خادم مذہب آسمان کی طرف پیش کر کے اُسے خدا کی تذکرہ کرتا تھا۔ جس کو سمجھا جاتا تھا۔ کہ نسل انسانی نے سزا کے گناہ سے نجات پائی۔ یہ جو میسائیوں نے صلیب مسیح کے متعلق ایک عقیدہ بنا رکھا ہے اور کتنا کفر و یوہا۔ تھیرا یہ کہ کیا یہ کوئی نئی بات ہے۔ ایام جاہلیت میں کفر و باطل سے ہزاروں نہیں لاکھوں نو نالوں بنی آدم کو اپنے گناہ کے کفارہ میں ہلاکت کا منہ دکھلایا۔ مسیح کے پہلے بھی ایک نبی ہنمی داستانوں میں نظر آتے ہیں۔ جن کی داستان ہو ہو دی ہے جو ہم کلیسیا کی مسیحی کہانی میں سنتے ہیں۔ اس کے اعادہ کرنے کی یہاں ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ امور بہ تکرار ان صفحات میں زیر قلم آچکے ہیں۔

الغرض جناب ابراہیم تک انسان کی اولاد قربان لگا۔ پر لائی جاتی تھی۔ اس کے ذریعہ نجات
ذبح اللہ علیہ السلام کی جگہ میندھے کو خدا کے نام پر ذبح کیا۔ اور اس طرح نسل انسانی کے ایک
بھاری حصہ کو اس ظالمانہ ہرمت سے نجات دی ۛ

تصنیفات جدید تنقیدی نوٹ

میں پہلے مسلمان یا ہندوستانی

طبیعت اور مذہب کی پیش آمد، لیکن کا اگر معقول اور مدلل شبھاؤ دیکھت ہو تو اس کتاب کو پڑھا جائے۔ یہ اوراق دراصل تو حضرت خواجہ صاحب کی ضخیم کتاب **تمدن اسلام** کا ایک حصہ تھی لیکن بعض اہل المراسے کے کہنے پر انھیں الگ کتاب کی صورت میں چھاپا گیا۔ اس کتاب میں بھی مذہبی مصیبت سے کام نہیں لیا گیا۔ اس امر کو تسلیم کر کے کہ عام طور پر ہندو طبیعت کو تباہ کر رکھا ہے، مصنف نے ان اوراق میں دکھایا ہے کہ زندگی سے چلائے سیکھنے بعض اچھے اصولوں کی تلاش اور ضمنی مسائل اصولوں کی جو ہندوستان جیسے مختلف مذاہب و قوم اور مختلف اہل باطن کے لئے مناسب خواجہ صاحب ان اصولوں کو بھی دیا ہے۔ اور پچھلے کتے میں یہ کہ ان اصولوں پر جو ایمان لانا ہو، اسی کا دوسرا نام مسلمان ہو۔ کتاب ۲۶۶ کی قطعاً میں تھا جس کا تعداد برقی طباعت ۲ کتابیں ہیں۔ صفحہ بریلیک کے سامنے آئی کہ قیمت بھی کوئی زیادہ نہیں صرف ۸ روپے ۲۵ پونے مینجور مسلم بلک سوسائٹی، عزیز منزل، براڈ روڈ، لاہور کو مل سکتی ہے

ایمانیات اسلامی

تمدن اسلام جلد حصہ دوم

اس جلد کا عنوان ہے امتیاز اس کا وہ باب ہے جس کو ایمانیات اسلامی اور عقلی تصنیفات قرار دیا گیا ہے۔ یہ کتاب جو تین حصوں میں تقسیم ہے۔ مصنف کی ہر گیرنگاہ نے خود اس مضمون کو اتنی ہی اور حیرت دیکھا ان کے نزدیک پیغمبر عرب کی صداقت پر آپ کی تعلیم پر ایمانیات اسلام ایک روشن دلیل ہے۔ فاضل مصنف نے دکھایا ہے کہ ایمانیات اسلامی کتنے تر یا زیادہ اجزا میں جو ایک ہی جڑ والی جہیں جس کے قبول کرنے میں کسی کو خواہ تمدن کو الٹا ہو سکے۔ اگر ان ایمانیات پر عمل کرنے نے ایک انسان کو مسلمان کر دینا ہے۔ تو یہ سب دنیا خود ان کا کوئی مقصد ہو۔ عملاً اسلام کے قبول کرنے پر مجبور ہے۔ اگر ایک اچھے منع احوال متفقہ اور یوں کہ پاکستان کی ہی ایک انسان کا نصب العین ہونی چاہئے تو پھر یہی زندگی کے اجزائے ضروریہ ہیں جسے حضرت محمد نے ایمانیات میں جمع کر دیا۔ یہ محض ان کے علاوہ اس کتاب میں دو اور مضمون بھی ہیں جو بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں سے ایک تو انسانی قدر و اہمیت کے متعلق ہے اور دوسرا ضرورت انہماں جس میں یہ عملاً لایا گیا کہ انسان نے شجرہ زندگی میں جو جہت بہت ہی پرزہاں کی حاصل کرنا چاہی وہی ایمانیات ہیں۔ تمدن اسلام کی دوسری جلد ایک چالیس سو ۲۶۶ کی قطعاً میں نظم ہوئی کہ غلطی نہایت سبب قیمت ۸ روپے ۲۵ پونے مینجور مسلم بلک سوسائٹی، عزیز منزل، براڈ روڈ، لاہور سے مل سکتی ہے

سُورَةُ الشَّمْسِ

اس سورہ شریفہ کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ انسان میں کل نیچر کے قوا جمع ہیں۔

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَّهَا ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّهَا ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا لَغِيَّهَا ۝

سورج اور اس کی روشنی کو اہ ۱۔ اور چاند جب اُس کے نیچے آتا ہے اور دن جب اُسے فتن کرتا ہے اور رات جب اُسے چاند لپیتی ہے

وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا ۝ وَالْأَرْضِ وَمَا طَرَّهَا ۝ وَالنَّفْسِ وَمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا

اور آسمان اور اُس کا بنانا اور زمین اور اُس کا پھسنانا اور نفس اور اس کی پہل پھر اسے اس کی گدائی اور

وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۝

اسے تقویٰ کرتے ہوئے آیا ہے کہ کائنات پر جو جس نے پاک کیا اور وہ مراد را جس نے اُسے فتن کی غمرو میں کچھ کوشی اور حق کو بھٹلایا جب

اَسْتَجَبَتْ اَسْتَجَبَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةُ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۝ فَكَذَّبُوا فَصَعَوْهَا ۝

اُن کا ایک پر بخت اٹھا تو اللہ کے رسول نے انھیں کہا اللہ کی ناقہ اور اس کے پانی (نخن کو بھٹلایا جس نے اُسے بھٹلایا اور اُن کو

قَدْ مُدَّمَ عَلَيْهِمْ رَبِّهِمْ دَبَّ نُهُمْ فَسَوَّاهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۝ (الشَّمْسِ)

تو اللہ نے اُن کے گناہ کی وجہ سے ان پر عذاب بھیجا پھر اسے بڑا کر دیا اور وہ اُن کی پیروی نہیں کرتا (محمد علی)

اس سورہ شریفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس انسانی ایک عالم صنیر ہے جس میں کائنات

کی کل چیزیں بالقوت موجود ہیں۔ اور انسانی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اس کا نفس اس طرح

تکمیل پائے کہ اس سے مظاہر قدرت کے سے کمالات ظاہر ہونے لگیں۔ چنانچہ یہاں

مظاہر قدرت میں سورۃ ان کریم نے اُن چند مظاہر کو بیان کر دیا ہے جو کائنات میں

نمایاں حیثیت رکھتے ہیں مثلاً سورج چاند دن رات زمین اور آسمان +

باقی جو کچھ بھی کائنات میں ہے۔ وہ انہی چھ چیزوں کا نتیجہ ہے جب یہ چھ کو
 چھ چیزیں نفس انسانی میں موجود ہیں۔ تو اس کی تکمیل اسی وقت سرانجام پاتی ہے جبکہ
 ان کے فیوض اس کی ذات سے منترشح ہونے لگیں لیکن انسان میں ایک چیز ایسی بھی ہے
 جو ان مظاہر قدرت میں نہیں پائی جاتی۔ اس چیز کا وجود انسان کیلئے جس قدر مفید ہو سکتا
 اسی قدر مضر بھی۔ اگر وہ ایک طرف اُسے مزہ کمال پر پہنچا سکتی ہے۔ تو دوسری طرف
 زوال کی طرف بھی لے جاسکتی ہے۔ یہ جو ہر انسان کی قوت اختیار یا آزاد مری ہے۔
 جس کے صحیح استعمال کیلئے وہ صحیح قوت تمیز کا محتاج نظر آتا ہے۔ مگر مگر وہ بالا
 آیات میں جہاں تکمیل نفس کا ذکر کیا۔ وہاں یہ اطلاع بھی دے گا کہ ہم نے انسان کو بھی او
 بی دونوں میں تمیز کرنے کا علم دے دیا ہے (فالھمما فجودھا و تقوہما) اس کے
 ساتھ ہی یہ بات بھی بتا دی کہ اگر وہ ربانی ہدایات پر چلیگا۔ تو اُس کا نفس تکمیل پا کر اُن
 عظیم الشان مظاہر قدرت یعنی شوبخ چاند وغیرہ کے کمالات ظاہر کرنے کے قابل ہو جائیگا
 (قد افلح من رزقھا) لیکن اگر اُس نے اُن کو نظر انداز کر دیا تو اُس کی قوت زنیوانی طاقتیں
 مردہ ہو کر رہ جائیں گی۔ اور وہ ناکام و نامراد رہیگا (قد خاب من دھما) ۴
 پھر اس سورہ شریفہ کے باقی حصہ میں انسان کو ایک اور مخلوق اُونٹ کی طرف توجہ
 دلا کر سبق دیا ہے۔ کہ اگر ایک انسان دُنیا میں شوبخ اور چاند نہ بن سکے تو اُس کا وجود
 کم از کم ان فیوض کا مظہر ہو جو ایک اُونٹ میں پائے جاتے ہیں ساتھ ہی یہ تہدید بھی
 فرمادی کہ اگر اس کا وجود کسی رنگ میں بھی نافع للناس نہیں تو وہ دُنیا میں رہنے کے قابل

نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ ہلاک ہو جائیگا۔ اور اس کا نام صغیر ہستی سے مٹ جائے گا۔
 خلاصہ اس سُورۃ کا یہ ہے کہ قبض انسانی میں ان تمام کمالات کے اظہار کی استعداد
 موجود ہے۔ جو مظاہرِ قدرت اپنے اپنے دائرہ میں کر رہے ہیں۔ تو پھر اُس سے بھی ہی
 باتیں ظاہر ہونی ضروری ہیں۔ ورنہ وہ محض لاشے ہے۔ اور وہ ہی قوانین ربوبیت
 جنہوں نے اس کی یہاں تک پرورش کی ہے اس کی اُس زندگی کا خاتمہ کر دیں گے۔
 جس میں وہ اپنی غلط کاریوں کی وجہ سے اپنی اعلیٰ استعدادوں اور قوتوں کو ضائع کر رہا
 ہے (فدیم علیہم زلھم بدئہم فسوہا) یعنی اُن کے گناہوں کے
 سبب اُن کے رہنے والے انھیں تباہ کر دیا۔

اب میں کسی قدر اجمال کے ساتھ اس سُورۃ شریفہ کے شمار کردہ مظاہرِ قدرت
 کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں +

یہ ظاہر ہے کہ تیرِ عظیم یعنی شمس و کُل مخلوقات ارضی بلکہ مادہ حیات ہی کا باعث
 قیام ہے۔ اسی کے ذریعہ سے دُنیا و مافیہا کی تمام چیزیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور اپنے ذہن
 کو ظاہر کر رہی ہیں۔ جب سورج زمین کے کسی حصہ پر چمکتا ہے۔ تو اُس کی روشنی حرارت
 اور قوت نہایت تیزی کے ساتھ فضا کے آسمانی کو چیرتی ہوئی زمین کے اندر
 داخل ہو کر انواع و اقسام کی اجسام کی پیدائش کا باعث ہو جاتی ہے یہی حالت
 اجرامِ فلکی کی ہے۔ اسی حقیقت کو قرآنِ کریم نے سُورۃ الطارق میں ظاہر کیا ہے +

الغرض جو کچھ دینی پر نظر آ رہا ہے۔ یہ سب آفتاب ہی کا فیض ہے یا بمقابلہ چونکہ

بقیہ صفحہ ۱۱۱۔ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ إِنَّ كُلَّ

آسمان گواہ ہے اور رات کے پہلے اور آخر کی گزرتی رات کے آنے والا کون چمکتا ہوا ستارہ ہر کوئی جان

نفس لَمَّا عَلِمَهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرْ كَلَّا تَسْأَلُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَمُجُّ

نہیں مگر اس پر حفاظت کرنے والا پس انسان دیکھے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا کہ وہ گرائے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے وہ پیٹھ

مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝

اور پسوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔ یقیناً وہ اس کے واپس آنے پر بھی قادر ہے جس دن چھپی باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔

فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝

تو اس کیلئے نہ کوئی قوت ہے نہ مددگار آسمان گواہ ہے جو امیہ کو لوٹاتا ہے اور زمین جو رچو دوں سے اچھٹ پڑتی ہے

إِنَّهُ لَقَوْلٌ قَصَلٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا هُوَ ۝ اِنَّهُمْ يُكَيِّدُونَ كَيْدًا ۝ وَكَيْدُ كَيْدٍ صُلْبٌ ۝

یہ یقیناً فیصلہ کی بات ہے۔ اور یہ یہودی نہیں۔ یہ بھی ایک تدبیر میں لگے ہوئے ہیں اور میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں۔

فَمَهْلِكُ الْكَافِرِينَ أَهْمَلُهُمْ رَوَيْدًا (الطارق)

پس تو کافروں کو ہلکتے دیکھیں تو غرضی ہلکتے دیکھیں (مجدد علی)

طارق کے معنی غلطی ایک تو مات کے وقت آنے والے کے ہیں۔ دوسرے دروازہ کو سختی کے ساتھ کھٹکھٹانے والے

کے۔ نجم اس جگہ کی کُل اجرام فلکی کا قائم مقام ہے اور ثاقب کے معنی عربی زبان میں ایک تو بڑی

تیزی کے ساتھ چہرے والے کے ہیں۔ دوسرے حل قائم کرنے والے کے معنی کُل کے کُل جبرام فلکی (بقیہ صفحہ ۲۷۳)

کائنات کی اجزائیں اس کی تیز روشنی یعنی غلات کی شکل میں ہوتی ہیں۔ اس لئے اسی سے فیض یافتہ ایک اور جرم فلکی یعنی چاند رات کو نمودار ہوتا ہے (اس لئے چاند کے ساتھ لفظ تلہا آیا ہے یعنی سورج کے بعد، اس کے نقش قدم پر آنے والا) جس طرح آفتاب کی وجہ سے درختوں پر پھل پیدا ہوتے اور کہتے ہیں اسی طرح چاند کی وجہ سے ان میں ثمری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲۔ کی روشنی اور ایسا ہی کل ہادی اشیا کے تاثرات غلہ کو چرتے ہوئے بین زمین میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہاں طبعِ طبع کی اشیا کی پیدائش کے لئے باعثِ حل ہو جاتی ہیں۔ یہ سونہ اس اصول کو بھی قائم کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہر شے کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی تشریح میں سب سے پہلے یہاں اجرامِ فلکی کو کیا ہے کہ جن کی روشنی کے نتائج میں غلہ ہو جاتے ہیں ان کا علیٰ غرور رات کے وقت ہر اجزاء جبکہ ان کی روشنی ضلئے عالم کو چرتی ہوئی زمین پر آتی ہے (اسی لئے ان میں تلاقی بھی کہا ہے) اور اس کے اندر ہر نقطہ کی طبع قائم ہو جاتی ہے جہاں موادِ منور یہ سے مل کر طبع کی چریں پیدا کرتی ہے جو محفوظ رہتے ہیں اس مثال کے بعد انسان کی پیدائش کا ذکر کیا جس کی ترقی غلہ سے مل کر اس غنی و غنی کے غلہ سے وابستہ ہو جاتا ہے وہ بارہ زندہ ہونے پر ظاہر ہونے کے بعد غلہ سے زمین پر کہا و غلہ ذات الرحمہ والا رحم ذات الصلح۔ جو کچھ زمین سے غلہ ہے وہ بطور غلہ آسمان سے ہی آتا ہے اور بدلتا ہے اس کی حفاظت ہوتی رہتی ہے۔ آخیں آنحضرت کو غنی و غنی ہے کہ آپ کے غلہ میں جو چاہیں کہ زمین پر آپ کی حفاظت کریں گے اور آپ کے غلہ میں کسی چیز کو پیدا نہیں کریں گے۔

۱۔ اس اصول کی تشریح میں اہل اہلِ اسلام نے کہا کہ اس میں ہے کہ چاند کی روشنی سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۱۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۱۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۳۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۱۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۱۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۵۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۱۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۶۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۱۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۱۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۸۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۱۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۲۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۳۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۴۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۵۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۶۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۷۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۸۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۹۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۰۰۔ غلہ سے زمین پر غلہ پیدا ہوتا ہے۔

لطافت اور ذائقہ پیدا ہوتا ہے۔ سورج اور چاند کے بعد ”دن“ پر غور کیا جائے، تو معلوم ہو گا کہ اس کے نمودار ہوتے ہی زمین پر زندگی کے آثار ظاہر ہو جانے ہیں۔ چادر غفلت میں لیٹے ہوئے انسان بیدار ہو کر کام کاج میں لگ جاتے ہیں۔ حصّہ طاقیتیں حرکت میں آ جاتی ہیں۔ مایوسیاں، امیدوں سے مبدل ہو جاتی ہیں غرض دن کی طفیل انسانی مہارتوں میں ایک قسم کی تجدید حرکت اور زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن کاروبار سے ماندہ ہو کر انسان لازمی طور پر استراحت کا جو یا موتا ہے، یہ کام رات کے سپرد ہے۔ دن بھر کے تھکے ماندے لوگ اس کے سایہ عاطفت میں اگر راحت حاصل کرتے ہیں۔ علاوہ بریں، رات تہرہ پوش عیوب بھی ہے ہر قسم کے بدناما اور ناخوشگوار مناظر تباہی کی کا پردہ ڈال دیتی ہے۔ علاوہ ازیں شگن زور اور ظلمت، موسموں کی تبدیلی، ان کے ماتحت ہواؤں کا ہل کر بادلوں کا جمع کرنا اور دیگر نظام عالم میں مفید آثار پیدا کرنا، یہ سب چیزیں انسان کے لئے از حد مفید ہیں تو یہ کرشمہ اختلاف یل و نار کا ہے ۔

ان چار چیزوں کے فوائد بیان کرنے کے بعد، خلاصہ کے طور پر یہ سورہ شریفہ، آسان اور زمین کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتی ہے اور اس امر میں دین کے ایک خاص فیض رسانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مثلاً انسان کا جذبہ سخاوت اس خیال کی بنا پر اگر افسردہ ہو جاتا ہے کہ کہیں اس کے سرمایہ میں کمی نہ آجائے۔ لیکن اس سخاوت کی جیسی زمین مثال زمین نے قائم کی ہے وہ اپنی نوعیت میں عدیل النہر ہے۔ آئے لو اس میں سے طبع طرح کی چیزیں نکلتی رہتی ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فصل

میں اس کا خزانہ خالی ہو جائے گا، لیکن جب نئی فضل آتی ہے تو اس کی سخاوت پھر اسی شان سے شروع ہو جاتی ہے، گو یار دین۔ ہر آن اپنی فیض رسانی کے لحاظ سے میل رہی ہے جس کی طرف نظر ڈھالنا اشارہ کرتا ہے لیکن زمین کا یہ اجائے فیض، جس میں مدد و دست کار رنگ پایا جاتا ہے ان چیزوں کے غفیل ہے جو آنکھوں پر آسماں سے نین پر نادلی ہوتی۔ ہمتی ہیں۔ ان مظاہر قدرت کے فیوضات میں ان اخلاق النبیہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو ان مظاہر سہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان پر آنکھوں پر ہو رہا ہیں۔ انسان نے نہ صرف مادی ترقی کر کے ان مظاہر کے کمالات اپنے اندر پیدا کر لی ہے بلکہ فیض رسانی میں انہی کی طرح وسیع اختیار کو بھی برتنا ہے۔

جیسا میں نے بیان کیا ہے، یہ چھ مظاہر قدرت باقی ماندہ کل مظاہر کے لئے بمنزلہ روح ہیں، گو یا ساری کائنات کے قائم مقام ہیں۔ نفس انسانی عالم صغیر ہونے کے ماتحت انہی کے باہمی امتزاج کی ایک شکل ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ نفس انسانی میں بھی سبوح چاند، دن رات، اور آسمان اور زمین کے خواص بالقوت موجود ہیں۔ اگر نفس انسانی تہذیب و تعدیل سے مزین ہو کر درجہ کمال کو پہنچ جائے (و نفس و ماسواہ) تو کوئی وجہ نہیں کہ نسل انسانی کے مکمل اور مذہب افراد سے سبوح اور چاند، دن رات، آسمان زمین کے سے فیوضات سرزد نہ ہوں۔ یعنی سبوح کی طرح وہ دنیا میں ایک نئی روح نہ بھونکیں اپنی تدبیر و تعلیم سے دوسروں کی خفہ طاقتوں کو بیدار نہ کریں۔ اسی لئے انبیاء کو قرآن کریم نے ”سبوح سے تشبیہ دی۔“ (مہرجا متیورا)۔

یہ صحیح ہے کہ کل نسل انسانی آفتاب کے سے خواں اپنے اندر پیدا نہیں کی جاسکتی لیکن اُس کے آفتاب صفت افراد کے فیض محبت سے اکثر انسان "چاند بن جاتے" ہیں۔ جب یہ آفتاب صفت انسان دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں تو دن کی طرح افراد عالم میں ایک بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی مفید کام میں لگ جاتا ہے، مردہ طاقتیں زندہ ہو جاتی ہیں۔ فاسق فاجر لوگ متقی اور ہادئ لوگ علمبردار علم و فضل بن جاتے ہیں انہی لوگوں کے فیوضات سے تدن میں نئی نئی راہیں نکل آتی ہیں، اور ان کے ظہور کے وقت نسل انسانی جس مایوسی میں مبتلا ہوتی ہے اُس سے غل کر امید کی شاہرہ پر گامزن ہو جاتی ہے۔ قریب قریب یہی نقشہام ہرنی کی بعثت پر کھینچے ہیں چنانچہ سوئی ہوئی اور اخلاقی طور پر مردہ، اور ظلمت و توہم زدہ دنیا پر جو تہذیب و تمدن کا ایک دست دن چڑھا تو وہ روحی فدا، معجزہ بی صلح کی بعثت کے وقت تھا۔ آپ سے پہلے ساری کائنات مردہ ہو چکی تھی، آپ کی بعثت کی بدولت اُس میں نئے سرے سے جان پیدا ہو گئی۔ اسی لئے قرآن نے یہ فرمایا:

اعلموا ان اللہ ہی لا دین بعد موتہا (حدید ۲۵)

جان لو کہ خدا لا دین کو زندہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے (مکمل)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنا نام قیامت رکھا ہے۔ اس سبھی پہنچتی ہیں کہ جس طرح حشر کے روز مردے زندہ ہوں گے اسی طرح میری بعثت سے لو جاعلیٰ مردے زندہ ہوں گے۔

یہ باتیں ہیں جن سے کسی اعتقادی رنگ میں نہیں نکلی ہیں۔ ناظرین تاریخ تمدن عالم کا مطالعہ کریں اس کا ہر ورق بآواز بلند کہتا سنا دے گا کہ کچھ سے چودہ سو برس پہلے، یہ زمین مقننہادی، اخلاقی علمی اور روحانی غرض ہر پہلو سے مردہ ہو چکی تھی لیکن بعثت نبویؐ کے بعد ہی انسانی ترقی کے ہر شعبہ میں ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

فی الواقع محمدؐ عربی صلعم نے اپنے وجود باجود سے ایک کمال انسان مثال اس دنیا میں قائم کر دی آپؐ زمانہ کے لئے سوچ چاند دن رات، اور زمین و آسمان بن کر شریف لائے۔

فی الجملہ اگر نفس انسانی میں کل مظاہر فطرت جمع ہو گئے ہیں تو تکمیل پانے کے بعد اس سے زمین و آسمان کی طرح فیض رسانی کے خواص کیوں نہ ظاہر ہوں گے؟

اس سورۃ شریفہ میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ وہ دنیا میں جیومونی کی نیچی زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔ ضروری ہے کہ اس سے مظاہر قدرت کے سے افعال سرزد ہوں۔ رہی یہ بات کہ وہ لاعلمی کی بنا پر اپنی قوت اختیار کو غلط طریق استعمال کر بیٹھا ہے لاعلمی کو دو کرنے کے لئے اسے آسانی ہدایت ملے گی اسی لئے ان آیات کے بعد یہ فرما دیا۔ فاطمہ بالجودھا وتقونہا یعنی اسی وجہ سے ہم نے انسان کو نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کی قوت عطا کر دی۔ ان آیات کے اخیر میں بطور تنبیہ یہ فرما دیا کہ اگر انسانی تربیت ربانی سے فائدہ اٹھائے تو اس کی تکمیل نفس ہر جاہلی قد افلم من ذلکھا اور اگر فائدہ نہ اٹھائے تو غائب و غاسر ہو گا یعنی اگر ان میں

پکا بندہ ہو جو تکمیل نفس کے لئے مقرریں تو ناکام اور نامراد رہے گا (قد خاب من سہا)
 اس سورہ شریفہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ مظاہر قدرت پابندی قوانین
 ہی کی بنا پر اپنی اپنی استعدادوں کو ظاہر کر کے کائنات کی فیض رسانی کا موجب ہوتے
 ہیں، جن کی اگر وہ پابندی نہ کریں تو نہ صرف فیض رسانی سے محروم ہو جائیں بلکہ ایک
 دوسرے کی ہلاکت اور تباہی کا موجب بن جائیں۔ اسی طرح انسان بھی شریعہ اور
 حدود و انہیہ کی پابندی ہی سے منفعہ فیض بن سکتا ہے۔ گویا انسان ہدایت۔ بانی کا مخلوق
 ہے الہام و وحی کی ہمت غائی بھی یہی ہے جس کا ذکر سورہ بقرہ کے شروع میں کیا گیا
 (لعلکم علی ہدٰی من ربکم) •

ان حقائق عالیہ کو اس سورہ شریفہ میں بیان کرنے کے بعد، قرآن کریم نے حب
 کی ایک مشہور قوم کی تاریخ کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے ناقۃ اللہ یعنی نفس
 انسانی کی کوئی کٹھن کاٹ دیں اور اُسے بیکار کر دیا۔ اور یہی امر ان کی ہلاکت کا موجب
 ہوا۔ یہ قوم ثمود تھی جس کے افراد، ہدایت بنی سے اس قدر دور جا پڑے تھے کہ
 اُن سے سبوح اور چاند کے خواص تو کیا ظاہر ہوتے، وہ تو مخلوق کی اتنی خدمت بھی
 نہ کر سکے جتنی ایک اونٹنی کر سکتی ہے۔ ناقۃ اللہ والی آیات نقلی معنوں میں بھی صحیح ہیں۔
 یوں تو اللہ پاک کی بنائی ہوئی ساری چیزیں اپنے اندر بے شمار منافع رکھتی
 ہیں لیکن عربوں کے سمجھنے کے لئے اونٹ سے بہتر کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ یہی جانور
 ان کو قی و دوق ریگستان میں جہاں تمام سواریاں بیکار ہو جاتی ہیں ایک جگہ سے

دوسری جگہ آسانی کے ساتھ لے جاتا ہے پھر اپنے گوشت سے انہیں اُس جگہ قذہا کر دیتا ہے جہاں اور کوئی چیز میسر نہیں آسکتی۔ اس کی شہم لباس کے لئے، چڑا اسباب خانگی اور خیمہ کے لئے، اہر ٹانگوں کی ہڈی اُس خیمہ میں ستون کے کام آتی ہے۔

ان ریگستانی بیابانوں کے طے کرنے والوں پر کبھی کبھی ایسا وقت بھی آ جاتا ہے جبکہ پانی کی چار بوندیں کبریت احمر کا حکم رکھتی ہیں، میلوں تک، پانی تو درکنار، نمی کا نام نہیں ہوتا، انسانی افراد موت کے کنارہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ اُس وقت ہلاکت سے بچنے کا آخری مرحلہ بھی اسی اونٹ کی بدحوشتی طے ہوتا ہے اس کے کوٹان میں پانی کی جو خاصی مقدار جمع رہتی ہے وہ اس نازک وقت میں انسان کے کام آتی ہے۔

الغرض اونٹ جو مظاہر قدرت میں سے ایک معمولی مظهر ہے، ایک خاص نمونہ کے لوگوں کو کل شرب خوراک دیو شاک، اور دیگر ساری ضروریات زندگی پہنچا کر دیتا ہے جو لازمہ حیات کسی جا سکتی ہیں۔ پس قرآن کریم انسان سے خطاب کرتا ہے کہ ”اے انسان! تیرے نفس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہدایت بدنی کے ماتحت تکمیل پا کر، آفتاب و مناب وغیرہ کے خواص ظاہر کرے، لیکن اگر بعض مجبوریوں کی بنا پر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم تیرا وجود وہ سروں کے لئے اونٹ کی طرح فسخ رساں تو ہو اور اگر تو یہ بھی نہیں کر سکتا تو تیرا وجود وہ دم بابر ہے تو دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔“

خدا کے فرشتے اپنے کسی خاص بندے پر نازل ہوتے ہیں اور اس امر کے حصول کے لئے ان تین باتوں کی تلقین کرتے ہیں کہ تم اپنے معاملات میں یا اس مقصد عالیہ کے حصول میں اپنا خدا کسی اور کو نہ بھنا۔ دوم یہ کہ زمین و آسمان کی چیزیں باطل نہیں ہیں بلکہ ہر ایک چیز تمہارے فائدہ کے لئے بنی ہے جس کو تمہیں حاصل کرنا ضروری ہے۔ تیسری بات یہ کہ انسان بجاۃ طبیعت جگر اور دماغ ہوا ہے اور اس خصوصاً طبیعت کو دور کرنے میں ہی تکمیل قمر ہو سکتی ہے +

ان آیات نے ایک تو اس امر کی تشریح کر دی کہ زمین پر آسمانی بادشاہت مارا ^{اللہ} اُس وقت قائم ہو گی جب انسان تمام قدرت کی چیزوں کو اپنے مفید مطلب بنائے گا اور پھر اپنی خصوصاً طبیعت کو ترک کر کے خضائل ستودہ حاصل کرے گا۔ اور یہ دونوں باتیں اُسی وقت حاصل ہوں گی جب الہام الہی اُس کی رہنمائی کرے گا۔ چنانچہ اول تو اس ابتدائی تسکین میں اُن چیزوں کی طرف اشارہ کر دیا جن کو انسان اپنے دائرہ وحدت میں لا چکا ہے پھر اس رکوع کے خاتمہ پر یہ بیان کیا کہ کسی چیز کے حاصل کرنے میں صبر اور غلط راستے ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا فرض ہے کہ وہ ان مقاصد عالیہ کے حصول میں نہیں صبر کا ساتھ دے گا، پھر دوسرے رکوع میں اُن تمام مقاصد وحدت

وَعَلَىٰ أَطْرَقَ صَدَقَاتُ الْيَتَامَىٰ وَرَبُّهَا جَارٌ (سورہ نحلہ)

اور اللہ ہی سید عالم کا پالنا ہے اور سب سے بڑا دوست ہے (عقل)

کا ذکر کر دیا جس سے انسان نے بہشت نبوی تک کما حقہ فائز نہیں تھا یا تھا اور جس
اس لئے کہ وہ مظاہر اس کے مذاہبے ہوئے تھے +

توحید و تمدن

الہام الہی نے اس رکوع میں یہ بتایا کہ یہ سب چیزیں انسان کے فائدے کے لئے
اس کے ماتحت کر دی گئی ہیں، اہل یہ بات سمجھی جاوے گی، جب وہ کامل توحید پر
قائم ہو جائے گا اور اسی توحید پر قائم ہوئے سے شخصیت میں درجہ بالا انسان متصف
باملاق اللہ ہو جائے گا +

چنانچہ اس کے بعد کے دور کو عوں میں توحید اور نمکوں توحید کا ذکر فرما کر اس بات
پر زور دیا ہے کہ یہ انبیاء اسی توحید کا سبق لے کر آئے ہیں اور اس حضرت معلم ہی انہی
میں سے ایک ہیں +

یوں تو قرآن کریم نے مختلف طریقوں سے اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ توحید ہی انسان
ترقی کا موجب ہے لیکن یہاں میں ایک بات کا ذکر کرنا سوں جس کی طرف قرآن کریم
اسی سورۃ کے الفاظ ذیل میں اشارہ کیا اور جو تمدن عالم کی تاریخ میں ایک باب
منزل ثابت ہوئی +

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّبِعُوا آلَ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا الْحَبِيبَ الْأَخِيَّ (وَإِذَا قَالُوا فَارْجِعْ إِلَيْنَا إِنَّا رَاجِعُونَ) وَلَقَدْ رَا
موسىٰ علىٰ صراط مستقیم اور وہ صرف ایک ہی صراط ہے سب سے زیادہ صراط اور اسی کا ہی

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الْكَوْنُ وَالْحَيَاةُ وَالْمَوْتُ ۚ أَتَذْكُرُ الْمُسْتَفْضِينَ ۝ (سورہ نحل ۲)

آسمانوں اور زمین میں سب کا خدا پیدا کر رہا ہے اور وہی اسی کی لادہ ہے۔ کیا ان کے سرکاری دیکھنے والے کو یاد ہے کہ ان کے
تدن و تہذیب کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے ابتدائی مراحل میں سے جنہوں نے
جدید فلسفہ دہوں کی توجہ اپنی طرف منسلک کر کے انہیں اس علمی تحقیق پر قائم کر دیا۔ جس پر پہلے
مسلمان پہنچے تھے پہلی بات یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز پر کوئی نہ کوئی قانون مادی
یہ قوانین جس پر کائنات چل رہی ہے گو ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور جن کی اس تاثیر
سے اشیائے مختلفہ میں مختلف خواص پیدا ہو جاتے ہیں لیکن یہی قوانین مختلف نئی چیزوں
کے پیدا کرنے میں متضاد ہونے کے باوجود وہ ہم آہنگی سے کام کرتے ہیں تو اس وحدت
میں ظاہر ہے کہ یہ متضاد قوانین مختلف ضائقہ کے بنائے ہوئے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ
سب کے سب ایک ہی دست و مدت سے بنائے ہوئے نظر آتے ہیں +

مشرک دنیا نے مظاہر قدرت میں اختلاف و تضاد دیکھ کر ان کو مختلف دیوتاؤں
کے دائرہ اقتدار میں رکھ دیا یہ دیوتا آپس میں ان کے نزدیک برسر پیکار تھے۔ اور ان
میں موافقت اور یکجہانگت نہ تھی اسی لئے ان کی نگاہ میں ایک خدا کی پیدا کردہ چیز دوسرے
خدا کی پیدا کردہ اشیاء کی مالک تھی۔ لہذا ان چیزوں کا لڑائی جھگڑائی جیسے پیدا کرنا انسان پیدا
کر دینا ناممکن خاموشی صورت میں علوم کمپیوٹی کا پیدا ہونا دیکھنا ہمیں کا وہم تک پہنچ نہیں
ہو سکتا تھا۔ اسی بنا پر آیت بالا میں اسی کی طرف اشارہ ہوا ہے یعنی تم اشیاء کائنات
کا خالق مختلف خداؤں کو نہ کہو اور نہ ان سے ذر و سب اشیاء کا خالق میں ہی ہوں

جو چیزیں زمین و آسمان میں نظر آتی ہیں وہ بڑی متضاد ہوں سب کی سب میری ہی اُکھت کرتی ہوئی ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو سکتی ہیں۔ نزول قرآن کے وقت جیسے کہ میں نے لکھا یہ باتیں انسان کے علم میں مطلق نہ تھیں۔ ایک طرف تو وہ انہیں اپنا خدا بناتے ہوئے تھا۔ دوسری طرف ان خداؤں کو متضاد الحالات دیکھ کر ان میں اُسے کوئی اتفاق کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ چنانچہ ذاتی لوگوں نے غیر و شر کی حقیقت سے نوا اُفتیت کی بنا پر ان کے دو خدا مان لئے ایک کو یزدان اور دوسرے کو اہرن کہا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو علم جدید کی ذیب و زینت دو علوم ہی نظر آتے ہیں ایک علم طبیعیات و دوسرا علم کیمیا اگر طبیعیات کا موضوع اشیائے کائنات یعنی مظاہر قدرت و اوزان کے خواص کو دریافت کرنا ہے تو کیمیا دی علوم ان تراکیب کیمیاوی کو دریافت کرتے ہیں جن کی بنا پر متضاد الخواص چیزیں باہم مل کر ایک تیسری مفید چیز بن جاتی ہیں تبلیغ مذہب کے واسطے کیا جانتے ہیں کہ انسان علوم طبیعیات میں تب تک کوئی ترقی نہ کر سکا جب تک مظاہر قدرت اُس کے معبود بنے رہے۔ اسی طرح متضاد الخواص اشیاء کا اگر

وہ متضاد الحالات دیوتاؤں کے قبضہ میں تھیں ہم آہنگ ہونا بھی دشوار تھا حالانکہ اس ہم آہنگی کے سوا علم کیمیا دی میں کسی ترقی کا ہونا ناممکن تھا ہاں یہ امر دوسرے قلوب میں ایک میں ہو سکتا تھا یعنی یا مختلف دیوتا آپس میں کوئی مصالحت کر لیں۔ لیکن یہ صورت تو نظر نہیں آتی۔ کیونکہ رومی و یونانی اور ہندو دیوتا برداشت علم الا صنایع ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان سب مختلف الخواص

چیزوں کو ایک خدا کے ماتحت مانا جائے اور پھر اس کے کسی اور قانون کے ماتحت ان کا ہم آہنگ ہونا تسلیم کر لیا جائے جس پر علومِ کیمیاء کی بنیاد رکھی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قرآن شریف سے جو نازل ہو کر ان کی متضاد الحالات اشیاء کو، جو اصنافِ نباتیہ میں خدا تعالیٰ، نہ صرف خدا کی مخلوقات بلکہ انسان کا خدام قرار دے دیا۔ دوسری طرف جیسے کہ آیات مندرجہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے، یہی بتا دیا کہ یہ سب متضاد الخواص چیزیں اپنے خالق کی حکومت اور قانون کے ماتحت قطعاً ہیں لہذا نئی چیزیں پیدا کرتی تھیں انہیں تعلیم قرآنی کی وجہ سے اگر علومِ طبیعیات نے اپنا کمال پایا، تو مسلمانوں کے ہاتھ سے پایا جبکہ یہ جو وہان انسان یعنی مظاہر کائنات انسان کے خدام قرار دئے گئے اور اس پر خدا کی آخری کتاب نے ظاہر کیا کہ وہ اس کے سرِ مکر دئے گئے ہیں۔ باہم کھینچا، وہ تو مسلمان ہی دیتا میں ملائے لیکن اس وقت جب قرآن نے ان پر ظاہر کر دیا کہ خلیا، کائنات مختلف الخواص ہوتے پر بھی ایک دوسرے کے ساتھ امتزاج پاہم ملتی ہیں یوں تو تیل کا خاصہ ہے کہ وہ کیڑے کو چکٹ کر دے، اور پوٹاش کا راجھٹ آف سوڈا اور کھار وغیرہ اس چکناہٹ کو دوسرے دے، لیکن آخر انہی چیزیں کیڑے کو جلا بھی دے دیتی ہیں گویا یہ دونوں چیزیں اپنے خاص ہیں کیڑے کے لئے ایک دوسرے کی برخلاف دفع ہوئی ہیں لیکن کیمیاء کی ترکیب کے ماتحت یہ دونوں متضاد چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ جسی مقید چیزیں جاتی ہیں۔ حسابوں کا یہاں مثال کے طور پر ذکر کیا۔ جو راسل میٹھا چیزیں جو کائنات میں ہر روز پیدا ہوتی ہیں اور ناسی رنگ پس اب انہیں انسان بھی

یہاں پر بتا رہا ہے کہ وہ سب متضاد الخواص اجزائے سے ترکیب پائی ہیں اور اسی کا
 ام ترکیب کی پیروی ہے جو ہر وقت بچر میں کام کر رہی ہے۔ سو غور کیجئے کہ لب اگر
 ماری مادی تہذیب کو ان دو علوم سے گہرا تعلق ہے تو یہ دونوں اس وقت تک
 درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک غذا کی وحدانیت کا کمالی تصور قہنہ النانی میں نہ
 چلے یعنی اُن کے متعلقہ قوانین کو کسی ایسی ذات سے وابستہ کرنا چاہئے جو اُن پر
 نگرہاں ہے۔ اسی لئے اُس سورہ شریفہ کی ابتدا اگر اس بشارت سے ہوئی کہ سلطنت
 بانی اب دنیا میں قائم ہوئے والی ہے تو اُس کا وجود اس ایمان سے وابستہ کر دیا۔
 خدا کے واحد لا شریک لہ پر مبنی ہونا چاہئے (مبہمانہ قطعاً عاجز ہوں) (سورہ نمل آیت ۱۶)
 یہاں سے بظاہر اشارہ کر دیا ہے کہ تہذیب قدرت "زمین پر مبنی پیدا ہو سکتی ہے
 نب اشیلئے کائنات انسان کی خدمت کرنے لگیں اور اس کے لئے ایمان بالتوحید
 کی ضرورت ہے اس آسمانی بادشاہت کی تکمیل کے لئے جیسا کہ بار بار اوپر بیان ہوا
 دوسری ضروری بات یہ ہے (تخلقوا یا خلق اللہ (الحمدیث) کہ انسان حقیقتاً باظلاً
 لہیہ ہو اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ خدا کو ایک مانا جائے اور اُس کے
 صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

جس بات سے موجودہ تہذیب و تمدن مغربی کو اخلاقاً تباہ کر رکھا ہے اور اسباب

اساس پیدا ہو جانے کے باوجود لوگ بھی راحت سے محروم ہیں، اس کی وجہ
 خود ایمان عزت کے تسلیم کر لی ہے وہ دولت اور اسباب آسائش کی غلط تقسیم

جو خدا نے رب العالمین پر ایمان لانے سے پیدا ہوئی۔ اس غلط تقسیم کے باعث اگر ایک طرف آسائش کا امن برس رہا ہے تو دوسری طرف انہی علاقوں میں فقر و فاقہ حکومت کر رہا ہے۔ اشتراکیت یا سوشلزم اور اس کے بالمقابل سرمایہ داری کی صورتی یا استبداد کا اصلی باعث جس کی مخالفت کا جذبہ اس وقت مغربی دنیا میں زور و شور سے پیدا ہو چکا ہے وہی غلط تقسیم دولت ہے جو ہریت یا مادیت پرستی نے پیدا کر رکھی ہے۔

اشتراکیت کے حامی اس مذہب کو بھیلا نا چاہتے ہیں کہ کل مردہ الحال لوگوں کے مکسوبات و عایدات سلطنت بن جائیں۔ پھر وہ سلطنت حسب احتیاج ان کو تقسیم کرے۔ یہ امر اگر ظاہر و بصورت معلوم ہوتا ہے لیکن بہت جلد تمدن اور ترقی کی رفتار کو روک دے گا۔ کیونکہ بروئے اصول اسلام ذاتی ملکیت یا بالفاظ دیگر کسی کا اپنی محنت کے نتائج اور مکسوبات کے مالک ہو جانے کا خیال ہی اس کے قوائے علیہ کو حرکت دیتا ہے اگر اشتراکی حکومت میں ایک شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کے مایحتاج کا انتظام تو سلطنت کرے گی اور مایحتاج کے علاوہ جو کچھ وہ کمائے گا وہ سلطنت کے قبضہ میں چلا جائے گا تو لازماً ہر ایک انسان اسی قدر کام کرے گا جو سلطنت نے اس کے مایحتاج کے لئے کافی قرار دیا ہے۔ چنانچہ امر کوئی نظریہ نہیں ہے اس کا رنگ عملی طور پر بدس میں موجود ہو چکا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اسی سونہ میں انسانوں میں سے ایسے بن گرد ہوں کا بھی ذکر کر دیا ہے جو وہ حالات میں طاقت

دہلاکت کا منہ دیکھیں گے۔ ایک تودہ جو ہڈوں عمر کو پہنچ کر صرف کسی کام ہی کے قابل نہیں رہتے۔ بلکہ مائل کردہ علم کو بھول کر ان ماہوں ہی سے ناواقف ہو جاتے ہیں جو کبھی ان کا ذریعہ معاش نہیں اس کے بعد رکوع ۱۰ میں ددا اور جاعتوں کا ذکر کیا ایک وہ جو قوائے مزدوریہ سے محروم پیدا ہوئے ہیں مثلاً گائے اور بھیرے۔ دوسرے وہ جو کسی انقلاب زمانہ کی وجہ سے با کسی معاہدہ کے ماتحت، جیسا کہ آج کل اقتصاد و باؤسے ایک نئے رنگ میں ہو رہا ہے دوسروں کی غلامی میں چلے جائے ہیں اگر اول الذکر و گروہ اپنے مایحتاج کے لئے دوسروں کے مملک ہوئے ہیں تو تیسرے گروہ کے رے کوئی ایسا امر نہیں ہوتا جو اس کے قرائی علی کو کال طور سے حرکت میں لائے۔

موجودہ تہذیب مغرب نے اس قسم کی غلو کا حکم کیا ہی کے سپرد رکھا ہے

لے وینکھر من برزالی اذ دلی الغریبکے لا یخلم بعد جلم شیناء (الصلح ۸)

۱۰۔ ہم میں سے کوئی وہ ہے جو نہایت غلبہ مرکب پر پیدا یا جاتا ہے تاکہ جانے کے بسکے ذیلے دوسری

۱۱۔ صرأب اللہ مثلاً رجلیا احدا انکرا حبیبی علی شئ مدوہ کل علی مولیٰ ابنا وینہ فیان فی انکرا
اور نہ دنا میں مثال بیان کرتا ہو ایک میں سے کوئی شخص ہم میں کرکنا اور دنا چاہے ملک پر ہو جو صرأب حبیبی کو چاہے کام

۱۲۔ صرأب اللہ مثلاً حبیباً مثلاً لا یبقی دلی شئ (الصلح ۸)

۱۳۔ ایک نہ کہ مثال بلکہ کہ جسے وہ دوسرے کے بغیر میں سے کسی چیز کی منت نہیں کر سکتا (۱۱)

خطبہ حجتہ الوداع

ابن ربیعہ

(ماقرز از اسلامک ریویو ماہ مئی سنہ ۱۹۶۷ء)

جنگ مکہ کے دن قریب تھے۔ ادنیٰ منگرم صحابہ اور احباب کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ جب آپ عرفات کے قریب پہنچے۔ تو جزیرہ نما کے ہر گوشہ سے یہودیں اسلام بوقت بوقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے۔ اور آپ نے اس بھاری جماعت کو خطاب کیا جو وہاں جمع ہو گئی تھی۔ آپ کے قدموں میں آٹھ کے جاں نثار رہا جو اور انصار تھے اور پھر ہزار در ہزار وہ لوگ تھے جنہوں نے ہر طرح کی تکالیف کے مقابل اسلام کو قبول کیا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی جمع تھے جو ایک وقت آپ کو روپیہ عورت اور حکومت کی لالچ دیتے تھے۔ اگر آپ ان کے خدوئوں کے خلاف وعظ کرتا پھر وہیں۔ لیکن آج اُن کا اور رنگ تھا۔ آغاز اسلام میں آپ خانہ کعبہ میں نماز کیلئے جاتے تو آپ کی راہ میں کانتے پھٹے جاتے۔ آپ کے کپڑوں پر نجس چیزیں پھینکی جاتیں۔ اور آپ کو ہنسی میں اڑایا جاتا۔ لیکن آج وہی مصلح کا طائفہ والے خاموش اور مودب خادمان اسلام کی حیثیت میں حاضر ہیں۔ آپ طائف میں تبلیغ اسلام کیلئے آگئے جہاں آپ کی تواضع گالی گلوچ اور ہتھوروں کی بارش سے کی گئی۔ آج وہی اہل طائف خوشی و شوق سے اسلام پہنچے ہیں۔ سرگردان دشمن جنہوں نے نبی اکرم کو جلاوطن کیا پھر ہجرت میں آپ کا محاصرہ کیا۔ وہ جو شیلے و جوان جو تلواریں سونٹ کر آپ کے قتل کیلئے آپ کے گھر کا محاصرہ کرتے تھے۔ وہی جنہوں نے آپ کا تعاقب کیا۔ وہی آج میدان عرفات میں علامانہ منیت سے موجود ہیں۔ آپ کی مقدس قبر کے وسط زمین سے مٹانے والے آپ کے سر کی قیمت کتنے دے گھر کی ہر شے آپ پر پھیر ساتے والے آپ کے گھر کو لگائے کی خوشی کر میوے کی بھر دینے کی تجویز کو نہ خود لے کر حاضر ہائے ہی دُور ہاں تھے۔ لیکن سب اپنے اعمال پر نادم ہیں۔ گروہیں نیچے جھکائے ہوئے ہیں۔ یلودیں نیام میں کئے ہوئے ہیں۔ اور سب خوش برآوازی ہیں۔ کہ ان کے پاک ہونٹوں سے کیا لکھتا ہے ؟

اس نظارہ کو دیکھ کر آپ کے پاؤں میں کئی دلوں نے اُٹھے ہونگے۔ ایک مغضوب و معذور راندہ از وطن خویش آماجگا۔ ملائمت اسی میدان میں جو اس کی تکالیف کا منظر تھا۔ آج اُس کے سامنے ایک اور خوش کن منظر پیش کر رہا ہے۔ خوشی کے آنسو آپ کی آنکھ میں آئے۔ ساتھ ہی کے

محبت مجھے سینے سے در و منہ آہ بھی لگی۔ کیونکہ عظیم الشان مجمع میں وہ لوگ نہ تھے جنہوں نے اسلام کے مقتدر غزیرہ پر جان دی تھی۔ آپ اُٹھے اور ایک ایسے لہجہ میں آپ نے ذیل کے الفاظ فرمائے جو اپنی نوعیت میں مجید اگلا نہ تھے۔

”اے لوگو میرے الفاظ کو مستحکم کیونکہ میں نہیں جانتا کہ میں اگلے سال تک اس مقام پر تم میں ہوں گا۔ تمہاری زندگیاں اور تمہاری جائیدادیں ایسی ہی مقتدر اور حرمت والی ہیں جیسے یہ دلت اور ہینہ جب تک کہ تم رب العالمین کے آگے حاضر نہ ہو تم نے ضرور ایک دن ہاں حاضر ہو تاکہ اور تمہیں خدا تعالیٰ کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔“

اے لوگو تمہارے حقوق تمہاری بیسیوں پر ہیں ایسے ہی ان کے حقوق تم پر ہیں اپنی بیسیوں کے ساتھ مہر و مروت سے سلوک کرو۔ بیشک تم خدا کے آگے ان کے متعلق ذمہ دار ہو سکو۔ تم پر حرام ہو گیا قرضدار اصل روپیہ پس کر لیا۔ اور اس رسم کا آغاز میرے چچا عباس بن عبد المطلب کے گھر سے شروع ہو گا۔

”پہلے قسم کی امارت آج میرے پاؤں تلے جا رہی ہے کسی عرب کو کسی عرب پر کوئی فضیلت نہیں ایسا ہی جو عربی نہیں اُسے کسی عرب پر کوئی خاص فضیلت نہیں تمام آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم خاک سے بنا ہے۔“

”اے لوگو! میری باتیں سنو اور سمجھو جان لو کہ کل مسلمان بھائی تم نسب ایک انوکھی منسلک ہو۔ جو کسی کی ملکیت ہو۔ اُسے کوئی نہیں لے سکتا۔ وہ اسی کے قبضے میں رہی۔ جسے کوہ نوشی سے دیے۔ غیر انصافی کی راہوں سے بچو۔“

جو امیران جنگ ہیں۔ یاد رکھو انھیں وہی خوراک دو جو تم کھاتے ہو۔ انھیں بھی کپڑے دو جو تم پہنتے ہو۔ اور اگر تمہارے نزدیک ان کو کوئی ناقابل مضافی غلطی ہو جائے۔ تو تم ان کو اپنے سے جدا کرو۔ وہ خدا کے بندے ہیں۔ ان کو سختی نہ کرنی چاہئے۔ یہ تمہارے پاس دو باتیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک وہ باتیں تمہارے شامل حال رہیں گی۔ تم گمراہی کی طرف نہیں جاسکتے ایک خدا کی کتاب اور دوسرا اس کے رسول کے مشن۔“

جو پہلا موجود ہے یہ میری باتیں اس تک پہنچا دے جو یہاں نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ میرے الفاظ کو جہاں نہیں کر۔ اس کے مقابل جہاں ہر زیادہ یاد رکھے۔ اے لوگو جہاں جتنے ہو کیا میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا۔ اور اپنے الفاظ پورے کر دیئے۔“

تمام حاضرین وقت نے یہ نیک بان کہا۔ کہاں آپ نے پہنچا دیا۔ ایک خاص قسم کی رونق آپ کے چہرے پر آگئی۔ آپ کی آنکھیں امتنانِ فکر کے آنسوؤں سے چم رہی تھیں۔ اور آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ اور میں دفعتاً آپ نے فرمایا۔ اے رب العالمین میں تیرے آگے عرض کرتا ہوں تو ہی اس کا شاہد ہو +

تمام مومنین نے یہ نیک بان تسلیم کیا ہے۔ کہ نبی عرب کے مقابل کسی مذہبی یا سیاسی پیشرو کو قسم کی اطاعت اور انقیاد نصیب نہ ہوا۔ جو آپ کے متبعین میں آپ کے متعلق تھا۔ آپ کو اس قوت و شوکت کا علم تھا۔ جو عربوں میں آپ نے پیدا کر دی تھی۔ آپ نے صاف الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں تمہارے ہاتھوں میں ہوں گی۔ لیکن نہ آپ کو فوجی قوت یا دنیوی جاہت کا وہم تک بھی تھا۔ عرب کا مسلم بادشاہ اپنے خطبے میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہتا جس میں اس کی ذاتی سخاوت و شوکت نظر آئے۔ دنیا سے جانے والا بہادر اپنے ملک اپنی قوم اپنے سپاہیوں یا اپنی مستورات تک کا ذکر نہیں کرتا۔ حالانکہ ان سب باتوں کو اس کا تعلق تھا۔ سپاہیے صد اقساط آخری وقت بھی ہی کہا۔ جو حق و راست تھا۔ وہ ایک لفظ بھی اپنے متعلق نہیں کہتا۔ جس میں اس کی ذاتی فخر و نصرت کی طرف اشارہ ہو۔ اگر کچھ کہا تو مظلوموں عورتوں مسلمانوں غریبوں اور تکلیف زدگان کی سہجہ میں کہا۔

میں سب سے گزر چکے لیکن جو وطن عمل اس اُمّی لقب پیغمبر اسلام نے اس خطبے میں تجویز کیا۔ وہ آج بھی نکل دنیائیں پیروی کا محتاج ہے +

نتائج ناواقفیت

اجنبائے اکثر مائٹ ڈی سی۔ ایل۔ ایم۔ اے

از اسلامک ریویو ماہ اپریل ۱۹۶۲ء

ایک لڑکے کا مسلمان اور عاصی اسلام ڈاکٹر مائٹس کی شخصیت میں دنیا کو رخصت ہو گیا۔ آپ کو قرآن کریم غرضِ قلین تھا۔ آپ کی قلم خصوصاً دعوے کے ان آخری ایام میں حمایتِ اسلام کیلئے وقف ہو چکی تھی۔ نظم اور نثر دونوں میں آپ نے دنِ تعلیم اسلام کی خوبیاں ظاہر کیں۔ آپ کی تحریریں ہمسوں کیلئے باہر بابت ہو گئیں۔ نہایت نچلے سطح پر اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ شاید آپ کی قلم کا نکلا ہوا یہ آخری مضمون ہو گا جس میں آپ نے پھر اسلام کو عیسائیت پر توحیف دیا ہے +

ہم قرآن کریم میں کئی جگہ دیکھتے ہیں کہ حضور مسلمان بلا ہوی مہدی مہابی کے باشندہ جو اللہ تعالیٰ کے نور و زلفوت پر ایمان لے آیا ہے
لعل الذین امنوا والذین دخلوا فی الاسلام من قبلہ و الذین ہاجروا الیہ و الذین ہاجروا الیہ و الذین ہاجروا الیہ +

اور جس نے نیک اعمال کئے۔ اس کے لئے دو ٹوئی خوشی ہے اور نہ غم کی اس بلند تعلیم نے صرف متبعین آنحضرتؐ کیلئے دروازہ جنت کھولا۔ بلکہ تعلیم کو ہی بھی بخشش کا باعث ہو گئی جنہوں نے آپؐ کا یا آپؐ کی تعلیم کا نام تک بھی دھنا۔ سبھی تعلیم میں یہ سمت قلب ہمیں نظر نہیں آتا۔ وہاں تو جناب مسیحؑ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں +
تم دنیا میں جاؤ۔ اور نخبیل کی بشارت ہر ایک کو دو۔ جو ہم پر ایمان لائے۔ اور جسے پیغمبر ملائحت

پایگا لیکن وہ ایمان دلانے والے وہابی جہنم میں جا بیگا (قرس بائبا)
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مسلمین عیسائیت کے نزدیک وہ لوگ سب جہنمی ہو گئے جو سبھی بشارت پر ایمان نہ لائے۔ غلام انہوں نے عمر بھر اُسے سنا تک نہ ہو۔ فریڈ بوڈ جو ساتویں صدی عیسوی میں بالیسٹنڈ کا بادشاہ تھا۔ اس کے متعلق ایک واقعہ چلا آیا ہے۔ جس کو مذکورہ بالا عقیدے کی حقیقت نظر آجاتی ہے۔ کوئی عیسائی پادری اس کے پاس گیا۔ جس کے دعوے مذکورہ عیسائی ہوئے پڑ پڑا ہو گیا لیکن ہم پیغمبر کے ادراک کرنے کے لئے جب وہ پانی میں پاؤں ڈالتے لگتا تو اس نے پادری صاحب سے دریافت کیا۔ کہ اس کے وہ وقت جو ہمیشہ جنگ میں اس کے ساتھ ہے۔ موت کے بعد کہاں گئے۔ عقیدہ مذکورہ بالا کے ماتحت پادری صاحب کا جواب تھا۔ کہ وہ جہنم وصل ہوئے۔ اس پر ریڈ بورڈ نے فوراً پانی کو تو اپنا پاؤں نکال لیا۔ اور فوراً کہا کہ ہنتر ہے۔ کہ میں ان کے ہمراہ دوزخ میں رہوں۔ بجائے اس کے کہ تم جیسے انبیوں کے ساتھ بہشت میں جاؤں۔ شاہ بالیسٹنڈ نے یہ کہا اور عیسائیت نے انکار کر دیا اگرچہ ایمانیات مجوزہ کلیسیا کے انگلستان میں یہ بات کھلے طور سے تو بیان نہیں کی گئی۔ مگر نتیجہ یہی ہے مسئلہ ایمانیات کی دفعہ میں لکھا ہے۔ کہ تین باتوں پر ایمان لانا ہو گا (یعنی الوہیت مسیح کے بارے۔ اور اس کی انبیت) انہی دو فوکی دوسرے وہی مذاہبے کچھ گئے۔ جو (یسع پر) ایمان لایا۔ اور جس نے اس کے نام پر پیغمبر پایا۔ تیرہویں دفعہ کی مشابہت ہے۔ کہ جن لوگوں نے مسیح کے فضل کو نہ پایا۔ اُن کے کل اعمال گناہ ہے۔ اٹھارہویں دفعہ میں گویا ایک مسلمان کو خیر و برکت سے محروم کیا گیا +

اس کے الفاظ کے ماتحت وہ لوگ لعنتی ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ خیریت یا اپنے مذہب کی پیروی کو نجات پاسکتے ہیں۔ خواہ وہ اس خیریت کے ماتحت کتنا ہی اپنی زندگی کو صالح کریں یہ (مذاہبے) نجات نہیں دے سکتے کیونکہ مقدس نوشتہ جات ہی تعلیم کرتے ہیں۔ کہ صرف یسوع مسیحؑ کا ہی ایک نام ہے جس کو انسان نجات پاسکتا ہے۔ گویا وہ سب کے سب انسان جنہوں نے عمر بھر میں یسوعؑ کا نام نہ دھنا ہو یا وہ کروڑ کروڑ مخلوق جو یکا کی پسائش سے پہلے دنیا میں آئی اور چلی گئی۔ وہ سب جہنمی ہو گئے +
کثرت سے عیسائی ہیں جو اس معاملے میں سلامی عقیدے کو عیسائی اصول پر ترجیح دینگے

مگر بچپن کو تعلیم پائی ہو۔ وہ ملنے ہو جاتی ہے لیکن اُن میں بعض ایسے بھی ہیں۔ جو ان باتوں پر نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ انہی میں سے ایک نامی شخص ڈور پڑھا۔ جس نے سترہ سال میں ایک نظم صد اُقت پر بھی صبح میں بھی اس قصیدے کو نفرت ظاہر کی ہے +

میرا قبولِ اسلام

نفسیات کے پہلو سے

علم النفس والقویٰ

ذیل کی سطور اس لکچر کا حصہ ہیں۔ جو ہمارے ایک ذہنمندانہ شیخ ڈی لا رنکیرت صاحب نے برٹش مسلم سوسائٹی لندن میں گذشتہ بار وائٹ کو دیا۔ یہ لکچر اس سال کے اسلامک ریویو ماہ پرچس شائع ہوا۔ علم النفس القویٰ تعلیم دینا ہے۔ گو کہ ہم وقت پر بھی ہیں یا نہ بھی ہیں لیکن جو فعل ہم کریں یا جو لفظ ہم کہیں نہ نکلے۔ یا جو خیال ہمارے دل میں گزرے۔ ان سب کی تہ میں کوئی گنج ہو جاتی ہے۔ یہ ہماری طبیعت ہر وقت ہماری زندگی میں کارزائیاں کرتی ہے خصوصاً کسی شخص کی زندگی میں اس قسم کی تبدیلی واقع ہو جائے۔ جو اس کے مستقبل کو قطعاً بدل دے۔ تو بالضرور اس کی تہ میں کوئی بھلائی ہو جو پیدا ہو گئے ہوں گے۔ ایک معقول انسان کا فرض ہے۔ کہ انھیں دریافت کرے میرے آج کے لکچر کا عنوان بھی یہی ہے۔ میں نے اسلام کو قبول کر لیا۔ میری زندگی میں یہ ایک بھاری زاویہ تبدیلی ہے۔ میرا فرض ہے۔ کہ میں اس کی ذبحہ بیان کروں۔ کہ میں کیوں مسلمان ہوا۔ اس امر کے لئے میں نے نفسانیات کے اصول پر اپنے خیالات کا تجزیہ کیا +

کئی سال تک میں اس امر کو محسوس کرتا رہا۔ کہ مجھ میں کسی بات کی کمی ہے۔ گو میں اُسے نہ سمجھ سکا۔ لیکن اندر ہی اندر میں اس تلاش میں لگا رہا تھا۔ ایک طرف تو اس امر کا احساس کہ مجھ میں کسی چیز کی کمی ہے۔ اور دوسری طرف اس کے سبب کو نہ سمجھنا یہ بات خود ایک مضطرب تھا۔ مجھ میں غیر اطمینان کی ایک حالت پیدا ہو گئی۔ میرا اپنا مذہب میرے لئے باعث تسلی نہ تھا۔ میں اندھیرے میں ٹھیک ٹھیاں مار رہا تھا۔ لیکن درویشی نظر آتی تھی۔ اندھیرے میں ٹھیک ٹھیاں مار رہا تھا۔ بہر حال میں اس غور و فکر میں لگ گیا +

انسان پر ایسے اوقات گذرتے ہیں۔ جب وہ اپنے آپکے لگ بھگ کسی اور کثرتِ نگاہ کی اور زندگی بدعنوان کرتا ہے۔ یہ راویہ رُوح ہوتا ہے رُوح جسمانی قید سے باہر نکلنا چاہتی ہے۔ وہ جہانِ نباتات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک وقت ایسے مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ جہاں ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ غلط کیا ہے۔ اور وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ یہ بات نہ ہمیں کوئی حاصل انبیاء سکھلا سکتا ہے۔ نہ کوئی حکیم یا فلسفی ملن ہی حلالیت میں نہیں اس نتیجہ پر آگیا۔ کہ میں رُوحانی خوراک کا محتاج ہوں +

میں نے اس خوراک کی ضرورت پر بھی غور کیا۔ اور یہی سوچ رہا تھا کہ اس کے حصول کا آغاز کیا ہوگا۔ یہ سوال بھی میسرے سامنے آیا۔ کہ میں یہ خواہش آج تک میسرے نہ مہیے مجھے میں پیدا نہ کی۔ آخر مجھے یہ سمجھ آگئی۔ کہ میرے مذہب میں بعض امور شکوک سے خالی نہیں۔ جو اندر ہی اندر میرے عقائد کو کھانپ رہے ہیں۔ دراصل مجھے اس وقت یہ سمجھ آگئی۔ کہ عیسائی مذہب چند بریت اور محکمہ از عقائد کا مجموعہ نہیں عقل قبول نہیں کر سکتی۔ میرے سامنے یہ سوال آگیا۔ کہ کیا امانت دیا نیک کے ساتھ میں ان باتوں کو قبول کر سکتا ہوں۔ جو کلیسیہ مجھے تعلیم کرتا ہے۔ کیا یہ باتیں خدا کی طرف سے آئی ہیں آہستہ آہستہ مجھے نظر آنے لگا۔ کہ عیسوی کلیسیا نے ذہن سے باتیں تجویز کر رکھی ہیں۔ جن کو میری خدا داد عقل منطقی قبول نہیں کر سکتی۔ خواہ ان کے کوئی سنے میں کر لوں یا تو عقل کا گلا گھونٹ کر میں انہیں تسلیم کر لوں یا میرا اس مذہب میں رہنا ایک منافقت نہ زندگی ہے +

یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ میں رو من کیسے خود کو مذہب میں پیدا ہوا جس کے احکامات خدا کی احکامات کے برابر سمجھے جاتے ہیں۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین کے سامنے کسی کو باں یا نہ کے سوا بے کوئی چارہ نہیں۔ گویا مذہب کیا ہے۔ پادروں کی پوری استبداد نہ حکومت ہے لیکن میں ان باتوں کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ اور میں اس فیصلے پر آگیا۔ کہ اگر میں اس کلیسیا کو نہ چھوڑوں تو پھر میں ایک منافق ہوں۔ ان حالات میں میرے لئے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ میں اس جوئے کو اپنی گردن کو اتار دوں۔ یہ تو آسان کام تھا۔ لیکن میرے سامنے یہ سوال آگیا۔ کہ میرے عقائد کی آئینہ صورت کیا ہوگی۔ لہذا میں نے خود ہی اپنے آپ سے سوال کیا۔ کہ اس وقت میرے کیا عقائد یا القہر ہیں۔ اور میں کیا مانگتا ہوں +

توحید۔ میں لاشریک خدا کا ماننا تھا۔ اسکے ساتھ کسی کو شریک کرنا میرے لئے ایک گمراہی کا پہلو تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک انکی مخلقت جہل و شرک کے پستانی ہے +
خدا سے براہ راست دعا پر ایمان تھا۔ ایک قادر مطلق خدا کو کسی واسطہ یا وسیلہ کی کیا

ضرورت ہے۔ وہ ایک ثابت اور منبذ دل کو پہچانتا ہے۔ اور ہمارے مایحتاج کو پورا کر سکتا ہے۔ پھر کسی کے درمیان آنے کی کیا ضرورت میری پہنچا سبی عمل نے ہی مجھے نجات دینی ہے۔ اور ایک دن اپنے ہی اپنے اعمال کی جواب دہی اس کے سامنے کرنی ہے۔ پھر کس کا واسطہ اور کس کا وسیلہ ؟

حیات بعد الموت پر بھی میرا ایمان تھا۔ بسا اوقات یہ سوال میرے سامنے آیا کہ کوئی آئینہ زندگی نہیں۔ تو ہم یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔ اور اس زندگی کا مقصد کیا ہے۔ میں تو اس نتیجہ پر آیا۔ کہ جسے ہم موت سمجھتے ہیں۔ وہ دراصل عالم مہانیات کی فتم کسے ہمارے سامنے اس روحانی عالم کو کھولتی ہے جو اس وقت ہماری آنکھوں سے مخفی ہے ۔

اخوت انسانی میں عالمگیر اخوت انسانی پر بھی ایمان رکھتا ہوں۔ ہم سب اس خدا کے بچے ہیں۔ اور بلا تفریق و قوم ہم سب اس کی نگاہ میں یکساں ہیں۔ مصلحت بنانی کے ماتحت ہم اس زندگی کو پورا کرنے آئے ہیں۔ اب اگر ہم ایمان رکھ لیں۔ کہ خدا تعالیٰ ہر ایک انسان کو یکساں محبت رکھتا ہے۔ اور ہم نے اس کے احسان کی پیروی کرنی ہے۔ تو لازماً ہم سب محبت کریں گے ۔

ایمان بر تہیاء میرا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر قوم میں وقتاً فوقتاً اپنے سرل بھیجتا رہا ہے۔ جو انسان کو اسکی منشاء سے واقف کرتے ہے ۔

یہ میرے عقائد کا خلاصہ ہے یا میرے ایمان کی تہیاء ہے۔ یہ تو آپ مجھ سکتے ہیں۔ کہ ان حالات میں کسی ایسے مذہب کی تلاش میں تھا۔ جو ایک طرف معقول اور عملی ہو۔ اور دوسری طرف قیود سے پاک ہو۔ اور دوسری طرف ہمت یا کلیسیائی تحکیماتہ قیود سے ارفع ہو۔ یہ مدد ملے مجھے مل گیا اور یہ اسلام ہے ۔

اُسُوْحَہ

معروف بس

زندہ و کامل نبی

مصنفہ حضرت خواتین کاملہ امین صاحبہ بیخ اسلام

انہیں حضرت مسلم کا کامل نمونہ بحقیقت کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب معتبر ترین عالم حاصل کو چکی ہے اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ کار نہیں رہتا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو وہ آپ کی ذات پاک ہے ۔

درخواستیں بنام منیر مسلم بک ساسی عزیز منزل پٹنہ لاہور آئی جائیں

استدعاء دُعا

کوئی درد مند اہل دل سب سے دعا کرتا

میری امراض - میرے لئے تو بوجہ بھی ہیں۔ گزشتہ جنوری میں الشپاک نے صحت کے سامان کر دیئے۔ ایام بیماری میں بعض ایسے مضامین سر میں آئے۔ جو بیماری سے پہلے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ آخر ان مضامین میں تصنیف یعنی تمدن اسلام کی شکل اختیار کی۔ لکھنے کو تو کوئی۔ ۷۷ صفحہ تک لکھ گیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہفت روزہ اول۔ جو کچھ اس نکتہ بہت میں۔ میں نے لکھا وہاں وہ خود میرے از یاد ایمان کا موجب ہوا۔ ایام موجودہ کی ضروریات کے مطابق قرآن کریم پر میرے نزدیک یہ نیا علم کلام ہے +

مئی کے شروع میں یکسوخت طبیعت اُردو میں لکھنے سے رک گئی۔ اور یہی خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ باتیں انگریزی زبان میں لکھی جانی چاہئیں۔ یہ ارادہ تو شروع سے ہی تھا۔ لیکن موجودہ نکتہ بہت کے باعث یہی دل نے فیصلہ کیا کہ ان نئی باتوں کو سر دست زبان اُردو میں جمع کر دیا جاوے۔ میں تو اپنی طرف سے نوٹ لکھنے لگا تھا۔ لیکن وہ تو مستقل کتاب بن گئی +

بہر حال چھ سات مئی کو انگریزی کتابت شروع کر دی گئی۔ سترہ صفحہ تک لکھے گئے۔ مئی کو میں پہاڑ (ہزارہ) کی طرف جانے کو تھا۔ کہ روانگی سے تین گھنٹے پہلے یہ سخت دائیں شش سے خون آنا شروع ہو گیا۔ اور بڑی مقدار میں خون آیا۔ یوں تو ۱۴ جون ۱۹۷۲ء کو مرض سِل کے جراثیم سینہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور یہ تین سال اس مرض کا مقابلہ رہا۔ لیکن اس لیے عرصہ میں مرض نے یہ صورت سمجھی اختیار نہ کی تھی۔ یونہی اٹھنے اس دنیا سے رخصت ہونے میں

ایک لمحہ بھر کے لئے تامل نہیں۔ میں اپنے کچھ کچھ خوش نصیبے نوح نصیب انسان جانتا ہوں۔ یہاں اڑہ کہیں۔ نہ کیا لیٹتا ہے۔ البتہ یہی ایک خیال باق ہے۔ کہ مقتضیات زمانہ کے مطابق یہ جو نیا علم کلام میرے سر میں آیا ہے۔ وہ تو بالخصوص یورپ کے لئے ہے اگر ان باتوں کو میں دل میں ہی لے گیا۔ تو معلم حقیقی تھے یہ باتیں کیوں نہ مجھے القا کیں۔ اب بھی ایک اسی قسم کا واقعہ ہوا ہے۔ مکن ہے۔ کہ اسی کے لئے میں کچھ دن اور رہ جاؤں۔ بٹوں تو خون سینہ سے برابر دس دن کم و بیش جاری رہا ہے۔ لیکن جس رات خون کی سفدت تھی۔ اسی وقت مشل تمدن کے متعلق ایسا ہر ذہن نشین ہوا۔ جو نہ صرف نیا ہی تھا۔ بلکہ قرآن کریم کی ایک عظیم الشان صفت تھی۔ سب سے عجیب بات یہ ہے۔ کہ مغربی حکماء اسلامی تمدن کے متعلق ایک خاص اعتراض جو کم از کم ۲۵ سال سے میرے سامنے رہا ہے۔ اس کا جواب مجھے اس رات سے پہلے کبھی سمجھ میں نہیں آیا۔ نہ میں نے کسی اور مسلم متکلم کی تحریر میں دیکھا +

مقام حیرت ہے کہ خدا کی طرف سے علم آتا شاید تنکا بیف کو چاہتا ہے۔ اس صداقت کے ذہن نشین ہونے پر پھر مجھے حیرت ہوئی۔ کہ ایک طرف تو میں حاصل موت کو طے کر رہا ہوں۔ اور دوسری طرف قرآنی انکشاف کا یہ حال ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اصل مصلحت کیا ہے اس خیال نے ہی اس صوبہ تناک شکل کو میرے لئے راحت و اطمینان کا موجب کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے۔ جو میں نے سمجھا ہے کیا عجب کہ میں ہمیشہ آمدہ حصہ کی تکمیل کے لئے جہالت پالوں + پرسوں رات اسی خیال میں تھا۔ کہ ذیل کی چند باتوں نے نظم کی شکل اختیار کر لی ہیں۔ نے شاعری کا کبھی شوق نہیں کیا۔ ہاں طبیعت کا رجحان اگر ہو تو صورت و دوسری ہے۔ بہر حال یہ شاعری نہیں۔ ایک کیفیت کا اظہار اخیر میں میں نہایت درد کے ساتھ دُعا کا ملٹی ہوں۔ آگے بھی دوستوں کی دُعا سے ہی اللہ پاک نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا +

کیفیات

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین ص ۱)

مرض افزود علم قرآنے	واہ! چہ رحمان کرد سامانے
میرضم - مرچبا! چہ خوش قدمی	یا فتم از تو رنج عرفانے
شیخ محمود کہ اینک از مرضیت	آرے آرے برو فدا جانے
مشتش شدہ پارہ پارہ ہر نفسے	نفع روح شد بہ ایں شانے
اے عجب تر بخوان مرض الموت	یا فتم نعمتے ز رحمانے
راست گفتہ - بہ خنجر تسلیم	گشتہ شد ہر کہ - یافتہ جانے
طعم او از کلام ربانی	طاثر شدیں را عجب شانے
جسم و جانم شدہ نحیف و نزار	لیک تازہ از دست ایمانے

آہ! تو یقین دہ - کہ بنوسیم
آنکہ القا شدہ درں شانے

ایک ناقابل تلافی نقصان

بہون ۱۹۳۳ء کی شب کو سرکار عالی نواب صاحب بہادر رام پور سٹیٹ ایگٹمنٹ تک بیمار رہنے کے بعد اس
جہان فانی سے طلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +
آپ کا نام حامی ہز بانس علیجا ب سید محمد حامد علی صاحب آف کو فارسی عربی اور انگریزی میں کافی دسترس حاصل تھی
آپ اکثر اسلامی کاموں میں حصہ لیتے رہے مثلاً گنگ بھی ایگٹمنٹ تیر سے کے الطاف کریمانہ کی بہرہ یاب ہو رہا
ہیں ہز بانس کی وفات حسرت نیا ت پر ان کے ولیعہد علیجا ب اب سید رضا علی خان صاحب بہادر
دیگر اعزہ کے ساتھ دلی ہمدردی ہو مسلمانان ہند کو ان کے انتقال کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا
اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے +

خادم - مولانا عبدالحق

سکریٹری و گنگ مسلم مشن اینڈ لٹریچر سوسائٹی

مرتبہ ۲۳ جن سن ۱۳۵۶
عزیز منزل بہ اندر تھوڑا لمبے

اسلام یعنی دنیا کا آئندہ مذہب

ترجمہ مضمون جناب مولوی مسیح احمد صاحب ایم۔ بی۔ ٹی قائم مقام امام مسجد دلگ (انگلستان)
مشرق اور مغرب میں زندگی کی بہت سی صورتوں میں اختلافات موجود ہیں۔ اور
جو رسوم تیرہ سو برس پہلے دنیا میں رائج تھیں۔ وہ نہ آج مشرق میں پائی جاتی ہیں
نہ مغرب میں۔ لیکن جو اصول صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت وضع فرمائے
تھے۔ وہ آج بھی صحیح اور لائق عمل ہیں +

نورِ ظلمت یا غیر دشر ہزاروں سال سے موجود ہیں۔ اور غالباً رہتی دنیا تک
یونہی قائم رہیں گے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جب کوئی شخص ہمیں
بتائے کہ نجات کے لئے صرف ایمان باللہ اور اعمالِ حسنہ درکار ہیں۔ تو ہمیں
اس اصول کو اسکا مر کا حلا صہ سمجھ لیتے ہیں کوئی وقت محسوس نہیں ہوتی۔
بلکہ ہم فوراً اُپکار اُٹھتے ہیں۔ کہ یہ تو اسلامی تعلیم ہے۔ کیونکہ اسلام ہم کو تحکمانہ
عقائد رکھنے پر مجبور نہیں کرتا اور اس کی تعلیمات میں کوئی بات ایسی نہیں جس پر
ایک مغربی انسان اعتراض کر سکے +

مغربی ارباب فضل کی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے سب سے بڑی دلیل جو
جوہم اسلام کی صداقت یا اپنے دعوے کی تائید کے لئے پیش کر سکتے ہیں۔
یہ ہے کہ سچے مسلمان کے دل میں شرک یا بت پرستی کا خیال کبھی پیدا ہی
نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس میں دھرم پرستی اور ریت یا تشکیک کے جراثیم کبھی نہیں
پائے جاتے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے۔ جو اسلام کی آئندہ عظمت کا ایک
زبردست نشان ہے۔ مسیحیت میں علی الاعلان اتحاد اور ارتباط کا فقدان
نظر آتا ہے۔ لیکن اسلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ جو ایک انسان کو خدا سے
وصل کر سکتی ہیں۔ جو عالم الغیب کا درمطلق اور کائنات کا نگہبان ہے۔
ہم اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اکثر مذاہب نے
ایسے عقائد پیش کر کے جو پادروں یا روتھوں کے وضع کردہ ہیں۔ خدا تعالیٰ

کے حاضر و ناظر ہونے کو ہم اور تاریک کر دیا ہے۔ لیکن اسلام کہتا ہے۔ انسان چمک جگمگا چاہے خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق خاطر پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے لئے نہ کسی خاص عمارت کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی خاص واسطہ یا پادری کی بہشت کی گنجی صورت طبقہ پر اور سے محض نہیں۔ بلکہ ہر شخص کے ہاتھ میں ہے۔ اور ہر شخص ایک اعمالی سببی لاکر بہشت کا دروازہ کھول سکتا ہے۔ گویا بہشت بھی خدا کی عام نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ مثلاً ہوا، پانی، روشنی جو کسی خاص انسان، نبی، پیر، پادری یا بادشاہ کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ اور جو لوگ اس کے خلاف تعلیم دیتے ہیں یقیناً ان کی ذاتی اغراض اس معاملہ سے وابستہ ہیں۔ دشمنان اسلام کی ایک تعلیم کو عموماً مغربی عورتوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اسکا ہر سے متنفر ہو جائیں اور مسئلہ تعدد ازدواج پر حالانکہ تمام مشرقی ممالک میں شاذ و نادر ہی کوئی مسلمان ایک سے زیادہ نکاح کرتا ہے۔ اور نہ اسباب سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت ہے کہ اگر غرب میں اسلام کی اشاعت ہوگئی تو یہاں کے مرد و عورتوں میں تبدیلی پیدا ہو جائیگی یا کرنی پڑیگی۔ میں اس کی جگہ تعدد ازدواج کے حسن و قبح سے تعرض کرنا نہیں چاہتا، اگرچہ یہ بات بہ آسانی ثابت ہوگئی ہے۔ کہ انگلستان میں اس کے قیام سے بہت سی مشکلات کا دروازہ کھل جائیگا۔

تعدد ازدواج پر مشرق میں ہزار ہا سال سے عملدرآمد ہو رہا ہے۔ لیکن دشمنان اسلام اس اصول کو محض تعلیم بتاتے ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں اور پادری لوگ بھی جانتے ہیں۔ کہ محض دروغ بھاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت پرستی کا قلع قمع فرمایا۔ اطفال کشی بند فرمائی۔ اور بیمار اصلاحات نافذ فرمائیں۔ اس ملک میں جو سرتاپا جاہالت اور توہم پرستی میں غرق تھا اور تجلہ و دیوار اصلاحات آگے نہیں بڑھ سکتی۔ تعدد ازدواج پر بطور اصلاح قیود عاید کر دیں۔ یہ واضح ہو کہ آپ نے اس زمانہ کی رسوم کی اصلاح نہ کی کہ آئندہ ہنلائی عرق کی شاہراہ قائم فرمادی۔ کیونکہ کوئی شخص یہ توقع نہیں کر سکتا کہ ایک رسم جو ابتداء میں مام و جلی آ رہی ہو۔ وہ ان دوسریں دو بہت بڑی برکیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ترمیم و اصلاح فرمادی۔ اور اس معاملہ میں قرآن مجید نے توجہ دلائی اور انجیل دونوں پر تفوق آمیز اصرار کیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کتابوں میں تعدد ازدواج پر قیود عارض نہیں کی گئیں صرف اس قدر رجحان کر دیا گیا ہے۔ کہ بہشت کے لئے عورت ایک عورت سے شادی کرنے کی اجازت ہے لیکن اس میں بھی ہر کی وضاحت نہیں کرنا، اگر حالات مجبور کریں۔ تو کیا کیا جائے گا۔

اسلام اور ترقی

ترقی کے لحاظ سے اسلام بہت پیچیدہ ہے۔ اور جملہ انبیاء میں آنحضرت صلیم ہی ایک ایسے نبی گزرے ہیں جنہوں نے اپنے مشن کو جیتے جی کامیاب ہوتے دیکھ لیا۔ یعنی آپ کا تلقین کردہ مذہب آپ کی زندگی ہی میں قائم ہو گیا۔ تاریخ کے ماہرین جانتے ہیں کہ کسی اور نبی نے نہ عیسے نہ موسیٰ نے اپنی زندگی میں اپنے مذہب کو مضبوطی کے ساتھ قائم نہیں کیا۔ ان کے مذاہب کی نشر و اشاعت یا بقاء و استحکام کا شہرہ ان لوگوں کے اسے جو ان کے بعد پیدا ہوئے انھوں نے تالیف قلوب کے لئے ان کی تعلیمات میں مشرک نہ عفت اید بھی داخل کر دیئے۔

ہمارے مخالفین جانتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی سادگی خوبی اور عقولیت کی وجہ سے اسلام کی ترقی حیرت انگیز رہیم المثال طور پر ہوئی ہے۔ تاہم ان کو اس بات کے کہنے میں باک نہیں ہوتا۔ کہ اسلام کو بزرگوں و مشیر پھیلا دیا گیا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلیم کو مجبوراً حفاظت خود اختیار کرنی پڑی۔ اصول پر عمل کرتے ہوئے جنگوں میں شریک ہونا پڑا۔ اس لئے وہ شخص آپ کے شریک جنگ ہونے کو اپنے جھوٹے الزامات کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ قبل اس اعتراض کے دفعہ کئے میں غیر مسلم دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ قرآن کریم نے نہایت صاف لفظوں میں مذہبی آزادی کا اعلان کیا ہے۔ اور مسلمانوں نے اپنے مذہب کی اشاعت میں اس اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھا ہے۔ وہ یہ ہے ”لا اِکْرَاهَ فِی الدِّینِ“۔ یعنی مذہب کے بارہ میں کوئی جبر نہیں ہے۔ آنحضرت صلیم سے مراد اصول پر عمل فرمایا۔ اور تاریخ اسلام میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس پر کوئی مخالف اعتراض کر سکے۔ یعنی یہ کہ سکے کہ فلاں موقع پر فلاں شخص کو تلوار سے زور سے مسلمان بنایا گیا۔

جب آنحضرت صلیم کو کافی شوکت و قوت حاصل تھی اس وقت نجران کے عیسائیوں کا وفد اُسوقت نجران کی قیادت میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضور نے ان کو چند مراعات بھی عطا فرمائیں لیکن کسی نے کسی رنگ میں ان عیسائیوں کو مسلمان ہو جانے کیلئے مجبور نہیں کیا۔ عطا کردہ مراعات میں سے چند یہ ہیں :-
 ”ان کے (عیسائیوں کے) مذہب یا رسوم شرعی سے کوئی تعرض نہ کیا جائیگا۔
 ان کے مراعات خصوصی میں تبدیلی نہ کی جائیگی۔ کسی اُسوقت کو عہدہ سے معزول نہ کیا جائیگا۔ کسی راہب کو خانقاہ سے نکالا جائیگا۔ نہ کسی پادری کو پادریت سے خارج کیا جائیگا۔ وہ لوگ بدستور سابق اپنی اپنی

جگہوں پر قائم رہیں گے۔ ان کے مہتمم یا صلیبیں نہ توڑی جائیں گی۔ ان سے عشر وصول نہ کیا جائیگا۔ نہ ان سے فوجوں کے لئے سپاہان رب نہ مہتمم کرنے کو کہہ جائیگا۔ وغیرہ وغیرہ +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسیول کو بھی یہی مراعات عطا فرمائی تھیں۔ اور آپ کی تقلید اتباع آپ کے سامنے خلفاء مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت فاروقؓ اعظم حضرت عثمان غنیؓ حضرت جمیلؓ اور تمام مسلمان بادشاہوں نے کی۔ اور اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا +

شاہجہان مسجد و گنگا عید الاضحیٰ

عید الاضحیٰ کی سعبہ تقرب پورہ ۹ مئی ۱۹۳۷ء بروز جمعہ مسجد و گنگا میں منائی گئی۔ عید قربان کا یوم سعبہ مسلمانوں کے لئے خوشی و مسرت کا دن ہے۔ اس روز مسلمانانِ عالم کے قلوب۔ ان مسلم بھائیوں کے لئے جو مکہ معظمہ کے متبرک شہر میں جمع ہوتے ہیں محبت و ہمدردی کے جذبہ سے معمور ہو جاتے ہیں! سلام چاہتا ہے۔ کہ ہر مسلم اگر اسے توفیق ہو تو سال بھر میں ایک دفعہ فریضہ حج ادا کرے +

یہ اجتماع عظیم مختلف اقوام و نسل کے اصحاب پر مشتمل تھا۔ جو گونا گوں زبانیں بولتے تھے۔ اور کہ جو مسکن کے دور و دراز ممالک سے صوبت سفر برداشت کر کے اس مبارک مجمع میں شامل ہوئے تاکہ اس مقدس مقام پر پہنچ کر سچی عقیدت و ارادتمندی کے پھول چڑھائیں۔ اور اپنی آرزو بھی زمین یا کو اس طرف خم کریں۔ جس کی طرف کہ وہ ہر روز اپنے وطنوں میں نماز کے وقت ہم کیا کرتے تھے +

یہ شرفِ تہذیب کیا جا چکا ہے۔ کہ دنیا کے مذاہب میں سے کسی بھی مذہب کی بلند سے بلند تعلیم بھی اپنے متبعین کے دلوں میں اس قسم کی اشتراکی زندگی اور مذہب کے وسیع و

جامعہ رشتہ میں منسلک ہونے کے احساس کو پیدا کرنے میں کئی بہترین تدبیریں پیش کی گئیں جن کا مظاہرہ جامعہ کے روزنامہ مغل میں دکھائی دیتا ہے ۔

اشترک عبادت کا یہ روح پرور منظر دیکھ کر ہر ایک ہی مقام پر نظر آتا اور جہاں کہیں چھوٹے بڑے میں اسود و احمر میں کوئی بھی تمیز نہیں کی جاتی خواہ کوئی از قبیلے مغربی ساحل سیاہ فام جتنی ہی زیادتی کا شکار ہو جائے تمام اقوام کے مذہب و فرائض کے مسلم اپنے دور و دراز کے جتنی پھانسیوں میں کوئی امتیازی تمیز روا نہیں رکھتے ۔

سر کے درمیان منور ہونے والے مسجد و گنگ میں ۹ بجے تمام اطراف اکنان انگلستان کو مسرت و احباب نے فرماتے ہوئے وقت نماز تک اس مجمع کی تعداد تین صد ہزار ہو گئی جس کا رنگ و بو ریلوں کے سامنے کے وسیع میدان کو بیش قیمت ایرانی قالینوں کو مزین کیا گیا ۔ جو کہ جناب محمد امین النوری سے ماریتا تقریب مذکورہ کی خاطر لئے گئے ۔ عین اب سید امین الحسینی کی اقتداء میں نماز عید ادا ہوئی ۔ جو کہ فلسطین کے مفتی اعظم اور بیروں کی مسلم کونسل عالیہ کے میر مجلس ہیں ۔

جناب مفتی صاحب موصوف ۱۱۱ کمپن ہل روڈ لندن مسلم نماز گاہ کو اکثر اپنے قدم و مہمت لگاتے ہوئے سختی سے رہتے ہیں آپ کے حلاق فاضلہ و وسیع القلبی نے جو کہ ہر ایک مسلم کا طفس کے امتیاز ہے تمام اہلیان لندن کو گردیدہ کر لیا ہوا ہے ۔

نماز عید کے بعد حضرت اقدم موصوف نے عربی زبان میں ایک مختصر سا خطبہ پڑھا جس کا جناب ابوبکر عبد الجبار علیہ السلام کا عقلمند امام سیدہ گنگ نے ان احباب کی طرح عربی و محض نابلدہ تھے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ۔ اس نصیحت آمیز و سبق آموز خطبہ میں آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی مصائب و فتنہ کا علاج قرآن کریم میں سمجھو ہے ہر ایک مسلم کو قرآن کریم کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے آپ نے فرمایا کہ عید کی سیدہ تقریب محض روح قرآنی کو زندہ و قائم رکھنے کی غرض سے منائی جاتی ہے جس کا بہترین نمونہ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام ہیں ۔ ان اقدس میں جلوہ گر ہو کر جنہوں احکام اللہ کی انقیاد میں اپنا جہاں بن گئے ہیں پوری پوری توحید و کھائی ۔ اختلاف و قرآنی کے تفسیر میں سچے سچے رہنے والے ہیں جنہوں نے ہم کو غیر انبیاء و اولیاء کے نام و فتنہ میں نہ لے کر

مجلس کے اختتام پر کل نو دستوں نے ایک سکر کو عید مبارک کی اور خوشی سلسلے میں سمانقہ کیا +

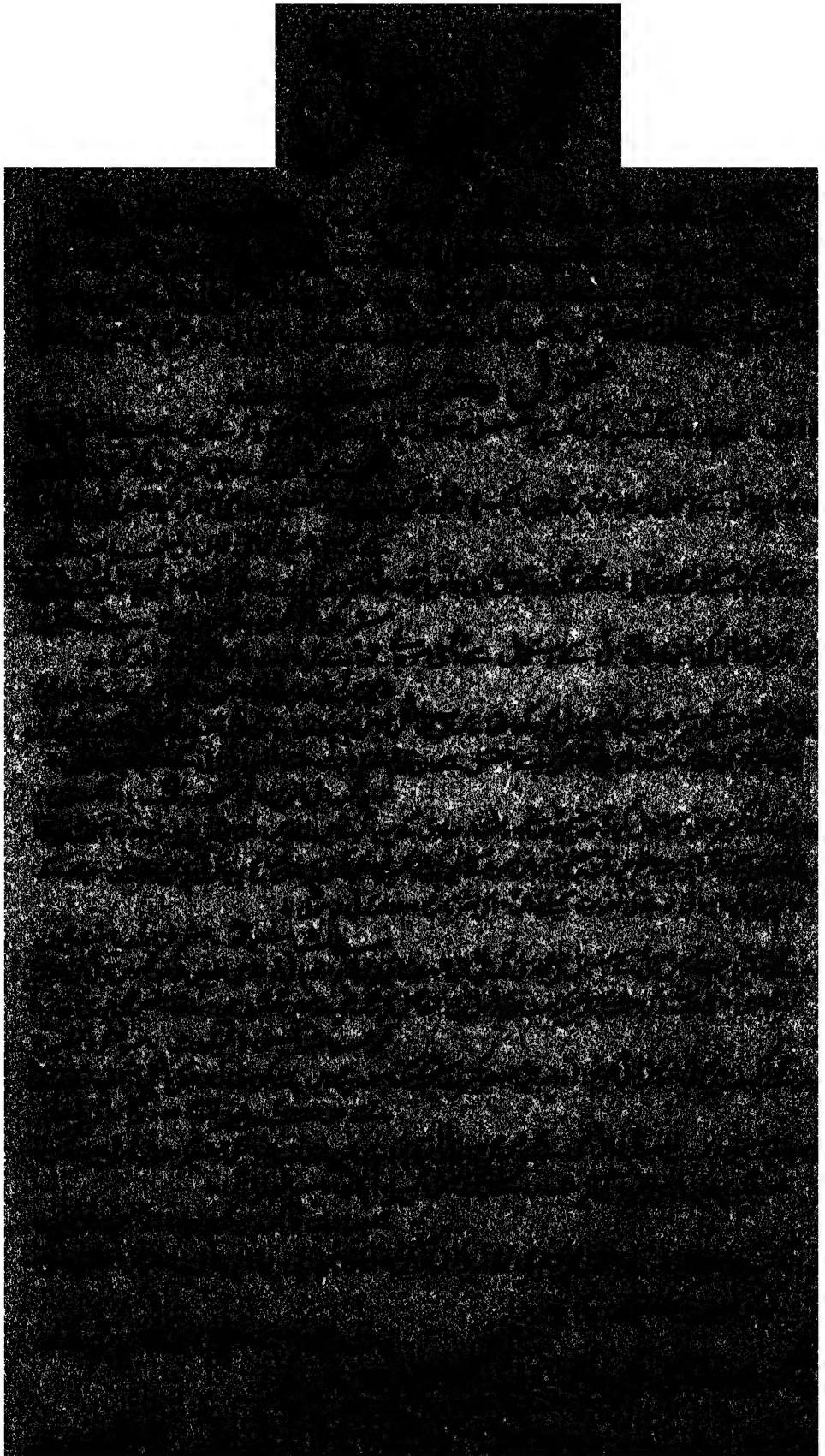
مسجد کنگ اس قدر گستاہیں کہ عید کے جمعہ کی سچائش ہو۔ جب راسرد سے سردیوں میں عید کے اجتماع کا باہر میدان ہی بندوبست کیا جاتا ہے۔ ان واقعہ پر یوم کا ہمیشہ ہی خطرہ رہتا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس تقریب پر چھوٹے بنگلی گونہ تمام خطبہ پر کچھ ترغیب بھی ہوئی +

نماز و خطبہ وغیرہ سے فارغ ہو کر تمام مہمانوں کو دین فیموں کے نیچے ہندوستانی طرز کی دعوت دی گئی۔ ہم ان تمام احباب کے ممنون ہیں جنہوں نے معزز مہمانوں کی خاطر مدارت کرنے میں اپنی خلعت سنا خدمات پیش کیں۔ اور زراعت مہمان نوازی کو بہ حسن و نحوہ انجام دیا +

جمعہ کی نماز ۱۲ بجے دوپہر کے جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے قائم مقام امام مسجد و کنگ کی اقتدا میں ادا ہوئی +

ذیل میں چند ایک سزین کے اسماء گرامی جمع کئے جاتے ہیں جو اس سنیہ تقریب میں شامل ہوئے۔
ہزارئیں سردار شاہ ولی خان صاحب افغان منسٹر لندن۔ خان ذوالفقار خاں۔
عالیجناب لارڈ وائٹ لیڈی ہیڈ لے البتائب۔ پروفیسر ایچ۔ ایم۔ لیون اور ان کی
اہلیہ محترمہ۔ مسٹر حبیب اللہ لوگر۔ سکریٹری برٹش مسلم سوسائٹی برطانیہ
سر عمر حیات خاں صاحب۔ اہلیہ صاحبہ بوکینن ہلٹن۔ مسٹر عبد اللہ
یوسف علی۔ اور ایرانی سفارت کے چند نمبر +

ہزار اکیسینسی موسیٰ کاظم پاشا جو عرب فلسطین سفارت کے پیشوا ہیں۔
اور ہزار اکیسینسی مصری منسٹر۔ یہ ہر دو بزرگ اس موقع پر شامل ہونے
سے معذور رہے +



نبوت کا ظہور اتم

المعروف بہ

نبی کامل

حضرت اچہ کمال الدین صاحب مسلم شری نام مجذوب گنگا ننگستان کی شہر آفاق تصنیف نبی ٹیڈل پافٹ کا سلیس اردو ترجمہ
بمع مقدمہ و دیباچہ منتخب

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے نبی نامی ہی ہے۔ ایک تشریح یا تعارف کی کتاب نہیں
ہے۔ یہ اسلام اور غیر مسلم دونوں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں۔ کہ آپ نے اسلام اور ہائے اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہترین پیر میں
دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس کے علاوہ ان غلط بیانیوں کا بھی حتمی طور پر ازالہ کر دیا۔ جو دشمنان اسلام نے حضور پرور کا حق
کی مقدار میں غصہ کے معلق مزہب میں پھیلا رکھی تھیں۔ آپ کو نہ صرف تبلیغ و اشاعت کا تجربہ ہے۔ بلکہ کاروبار و مشاغل پاکستان کے
تبادلہ خیالات کرنے اور ان کی تعمیر و ترقی کے مواقع بھی پیش از پیش ملے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو غور بھی آپ کے قلم سے
نکلے گا وہ نہ صرف عالمانہ اور محققانہ ہو بلکہ وسعت و گہرائی خیال کے ساتھ ساتھ اپنے اندر تشفی کا سامان بھی رکھتی ہوگی۔
آپ کی تصانیف کا مطالعہ فرما چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو احباب کو اہلارسطا لب کے لئے غیر معمولی
لیاقت عطا فرمائی ہے آپ کا اسلوب بیان اس درجہ مدلل اور دلنہیز ہوتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے رکھنے کو ہی نہیں چاہتا +

مندرجہ بالا کتاب میں ان تمام چیزوں کے علاوہ دو خصوصیات اور بھی ہیں۔ اول تو یہ کہ باعث بار و نوعیت مضامین و ذہن
خیالات جذبہ ہر اس سے پہلے کوئی کتاب اس رنگ میں نہیں دکھی گئی۔ اس کتاب کا اسلوب بیان جو
انشار و ازی کی جان اور نظم کا دین و ایمان ہے بالکل اچھوتا اور زلال ہے۔ اور اس صفحے میں شرکی کتاب کی نظم کی
طریقہ دشمن رنگین بنادیا ہے۔ حضرت مسلم کو ہر ہوسر جو ممکن الحقل ہو سکنا جو فی نفعی آدم کیلئے اسوۂ کامل ہے
کیا گیا اور لطف کے کمال کو آخر تک کوئی لفظ محض جذبات پرستی کے ماتحت نہیں لکھا۔ جو لکھا اور وہ ناچکی اور تشبیہی
دونوں پہلوؤں کی نہایت صحیح اور مستند ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ قدم قدم پر مغربی مصنفین اور مؤلفان کی
تالیفات تبلیغیات کا دہن چاک کر دیا ہے۔ ان غرورہ گیر یوں کا جواب فانی موجود ہے۔ اور ہر سبیلے خیالات یا دریوں
کی تہرات سے آجکل کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کا تریاق ہر طریق میں موجود ہے +

سوانح نگاری کے عام طریقہ کو چھوڑ کر، مختصر مسلم کی خوبیوں کو زیر عنوان بنایا گیا ہے اور ثبات کیا،
نزدق تا بعثتہم ہر کسی کو کافی ہوگا
گہرے دہن میں لے سکتا ہے اور اس کتاب
اس کتاب کے مطالعہ کو ہر مذہب و فریق ہو جائیگا۔ کہ جو ارجح خاص ایک ہادی کیلئے عقل انسانی کو تیز کر سکتی ہے۔
وہ کے سب بدرجہ اتم حضرت مسلم کی ذات بابرکات موجود ہے۔ گویا یہ کتاب غیر مسلم کیلئے تحفہ بینظیر ہے۔ اور مسلم
کیلئے شمع تنویر ہے +

فرمانش نام مجرم کتب سائٹی عزیز منزل لاہور آتی چائے
بر اندازتہ روو







DECLARATION FORM

I Muhy Nigbi I hereby declare solemnly and
solemnly before you with all that I accept Islam as
my religion that I believe On and only Allah C
d n that I believe Muhammad I His m n and
servant that I accept fully all prophet Muhammad
M c J u c t that I will live a Muslim life to the
help of Allah

U A H b a l l a h
Muhammadu r r k u l u l l a h

وکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

میں اُن برادران اسلام کا تہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے میری اس اپیل پر توجہ فرمائی۔ حق الامریہ ہے کہ جب تک اس مستقبل فنڈ کے مفاد مشن کے ازا اجادات کے مستند برحقہ کے کفیل نہ ہو جائیں۔ تب تک مشن مالی مشکلات سے سزا نہیں ہو سنا۔ امر یہ مشکل امر نہیں میری اپیل پر حضرت ذاب صاحب دالو منگار دل نے ہنس پٹا، یہ کامیابی کا وعدہ کیا ہے۔ اس حقہ کے شامل کرنے پر یہ فنڈ پینسٹ ہزار سے اوپر ہو گیا ہے۔

یہ رقم لائڈ بینک میں بصورت فکسڈ ڈیباز ہے، ماسیڈنگ بینک میں جمع ہونی ہے اور آج اس وقت اس کی آمد قریباً تین صد روپیہ مشن کو دی گئی تھی۔ شمولیت عطیہ ذاب صاحب محدود

ایک اور گرانقدر مستقل امداد

سب سے ادلی تو میں اُن اپنے عزیزوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے آڑے وقت میرا ہاتھ بٹایا۔ اُن میں سے خالص صاحب شیخ محمد اسماعیل جنرل مریچنٹ راولپنڈی، خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مشن اور خواجہ عبدالمجید صاحب مدرسہ مش خاص کر قابل شکریہ ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر وہ میرے قدیمی دوست قابل شکریہ ہیں جنہوں نے اس معاملہ میں خاص طور پر حقہ لیا ہے۔ اور جن کے نام نامی کو اُن کی منشا کے خلاف میں یہاں نہ دکھا رہا ہوں کہ سکتا چنانچہ اسی وجہ سے میں اس محسن کا بھی ابھی تک نام لینا پسند نہیں کرتا۔ جنہوں نے اس آڑے وقت دریا دلی سے امداد فرمائی۔ آپ نے ایک صد پونڈ تو مسجد وکنگ کے بیرونی دروازہ کے بننے کے لئے عنایت فرمایا اور ایک صد پونڈ کا موجودہ ذمہ داریوں کے ہدا کرنے کے متعلق وعدہ دیا۔ اور ایک ہزار روپیہ کی منتقل طور سے سالانہ امداد کا وعدہ بھی دیا۔

..... اس مشن کو آئندہ میری ذات سے وہ تعلق نہ ہوگا۔ جواب تک رہا ہے یہ باضابطہ ٹرسٹ کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ ذیل میں تین اُن غیر احمدی اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مشن کا ٹرسٹی یا مینجنگ کمیٹی کا ممبر ہونا قبول فرمایا ہے۔ ان میں سے صرف دو اصحاب

کی طرف سے منظوری کی اطلاع نہیں ہوئی۔ اور یہی اصل وجہ ہے کہ ٹرسٹ ڈیڈ کے
ریسٹر ہونے میں دیر ہوئی ہے۔ اُن اصحاب کے نام نامی یہ ہیں۔ لارڈ ہیڈے۔ بالقابہ
سر عباس علی بیگ منسٹر ریاست بڑودہ۔ سر محمد شفیع صاحب بیرسٹر لاہور خان صاحب
بدر الدین صاحب خلف الصدق نواب صاحب منگول۔ خان بہادر غلام محمد انی صاحب
افسر مال ضلع پشاور۔ حکیم جمیل خان صاحب خلف الصدق مسیح الملک جناب حکیم احمد خاں
صاحب مرحوم۔ میاں احسان الحق صاحب سسٹن جج کیمبل پور۔ میجر شمس الدین صاحب
سیکرٹری ریاست بہاولپور خان صاحب شیخ محمد اسماعیل صاحب جنرل مرحنٹ
پنڈی۔ آرمیبل سر عبدالکریم صاحب عزیزی۔ کلکتہ۔ نواب واجد علی خان صاحب نہیں
کراچیہ۔ مشرقی بنگال۔

ضروری اطلاع

اس رسالہ میں بھی ۴ صفحے زیادہ دئے گئے ہیں۔ تاکہ رسالہ فردی مارچ کی

کمی پوری ہو۔

ان ادراک میں ۴۴ صفحہ کتاب تمدن اسلام کے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ مضمون
بہت سی لائبریریوں میں مفت جاوے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہمارے
احباب اس رسالہ کی خریداری کے بڑھنے میں کوشش فرمائیں اس کتاب کے مضامین
سے واقف ہونا اور اس کی اشاعت کرنا ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے۔

مینجر رسالہ

بابت اپریل ۱۹۳۳ء

فہرست مضامین سالہ اشاعت اسلام

۱۰۰ فیصد سہ ماہی

نمبر	مضمون	صفحہ
۱	دوسرے نمبر سے مندرجہ نظام سے غرض ہر کوئی جانے	۱۱۱
۲	اس کے	۱۱۱
۳	ایک اشاعتیوں کا قبول اسلام	۱۱۱
۴	سولہ کانس، جی کی اسدائی، مزاراں	۱۱۲
۵	طاعت اور ناشیل	۵
۶	عبارتیں مسجد	۵
۷	وہ عبادت کی بلصنعت سے ہے جس سے	۱۰
۸	اور عبادت کے مصلحت سے ہے جس سے	۱۰
۹	کون سا عبادت کے مصلحت سے ہے جس سے	۱۰
۱۰	دوسرا عبادت کے مصلحت سے ہے جس سے	۱۰
۱۱	مطلوبہ کے مصلحت سے ہے جس سے	۱۰
۱۲	اس کے مصلحت سے ہے جس سے	۱۰
۱۳	نہج میں سلسلہ سے ہے جس سے	۱۰
۱۴	اور اس کے مصلحت سے ہے جس سے	۱۰
۱۵	مصلحت سے ہے جس سے	۱۰

دو کنگ مسلم مشن کے آئینہ انتظام کے متعلق ضروری اصلاح

میں نے اس سے پہلے اعلان کیا تھا کہ میں نے مسلم مشن دو کنگ آئینہ کے لئے ایک غرضی فرسٹ کے لئے کرنا تجویز کیا ہے۔
حق نے مسلم مشن کو اپنا کنگ لگا۔ اس کے لئے میں نے انتظامی ڈیپارٹمنٹ اور جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے لئے ہدف میں
اب تجویز بالائے مطالبہ نمبر ۱۰۰ فیصد سہ ماہی کے لئے میں نے انتظامی ڈیپارٹمنٹ اور جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے لئے ہدف میں
کے مصلحت سے ہے۔ کنگ جوڑا اور دو کنگ مشن کے لئے ہدف میں ہے۔ اکیس اشاعت اسلام کے لئے ہدف میں ہے۔
جناب ڈاکٹر محمد صاحب فنانشل سکریٹری مسلم مشن دو کنگ ٹرسٹ برائے روتھروڈ لاہور نے نام بھیج دیا
اکہی نے نام بھیج دیا۔ یہ نام قبول کر دیا۔ دوسرے سال اشاعت اسلام میں شامل ہو گا۔ اور ایک دفعہ کی دس سالہ نام بھیج دیا۔
کی خدمت میں ہے۔ نہ ٹرسٹ کا دس سالہ نام اشاعت اسلام کے لئے ہدف میں ہے۔ اکیس اشاعت اسلام کے لئے ہدف میں ہے۔
میں نے بھیج دیا۔ لیکن میں نے اس فیصلہ کے لئے جو بھیج دیا۔ مجھے ٹرسٹ میں ہے۔ اکیس اشاعت اسلام کے لئے ہدف میں ہے۔
میں نے بھیج دیا۔ لیکن میں نے اس فیصلہ کے لئے جو بھیج دیا۔ مجھے ٹرسٹ میں ہے۔ اکیس اشاعت اسلام کے لئے ہدف میں ہے۔
میں نے بھیج دیا۔ لیکن میں نے اس فیصلہ کے لئے جو بھیج دیا۔ مجھے ٹرسٹ میں ہے۔ اکیس اشاعت اسلام کے لئے ہدف میں ہے۔

حامد خواجہ کمال الدین

عزیز منزل - برائے روتھروڈ لاہور

۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء

دو کنگ مشن کے آئینہ انتظام کے متعلق ضروری اصلاح

سے اولیٰ قلم نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقص و کمالات کا مجموعہ

اشاعت اسلام

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

نمبر ۴

جلد ۱۹

شذرات

تشریح تصویر { اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ میری منجدہ بریری کا نوٹ شدہ کیا جاتا ہے جس کا اعلان اسلام ذیل میں ہے :-

ایک انگریز خاتون کا قبول اسلام

میں میری منجدہ بریری ایمان اور غلوں کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتی ہوں۔ کہ میں بلیٹنیل، برضا و غیب، خود بلا جبر و اکراہ غیبی اسلام قبول کیا ہے۔ اور اس کی رُو سے آئندہ صرف ایک خدا کی پرستش کروں گی۔ اور حضرت خیمت تاب سورہ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سچا رسول اللہ تعالیٰ کو بھی۔ اور مجاہد جسیاد شلا ابراہیم موسیٰ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یکساں عزت کروں گی اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک سچے مسلمان کی سی زندگی بسر کروں گی +

صَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ وَاللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ

ہو لٹاک آتش زدگی کی ابتداء لی چیز گاریاں | کسی گزشتہ نمبر کی اشاعت میں ہم نے مسئلہ پر کہ بائبل (روح القدس) تعالیٰ کا الہم ہے یا نہیں کسی قدر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی تھی۔ اس سلسلہ میں یہی معلوم کرنا

انہیں کو حال و ہر گاہ کو خیالی ہی اور وہ فوٹو سٹیشنوں میں ایک مصنون نگار نے اپنے مصنون بعنوان بائبل پر اعتراضات میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ بہت حد تک ہمارے افکار و نتائج سے مطابقت رکھتے ہیں اور ان سے ہمارے مذاہن تک تاثیر ہوتی ہے۔ اور وہ ہماری اس پیش بندی کے بھی مصدق ہیں۔ کہ بائبل مسیحی نے بائبل کے بابت اس کی نوعیت اور مردم جمع کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے، وہ حقیقت اس عظیم الشان آفرودگ کی ابتدائی ہنگاریاں ہیں۔ جو کلیسیا سمیت کے قہر میں واقع ہونے والی ہے۔ یا اس خوفناک سیلاب کی چند ابتدائی موجیں ہیں۔ جو اس عرصہ کو نوح و دنیا پر آگھیر کر اپنے ساتھ بہا لیا گیا۔ مصنون نگار نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اس لحاظ سے کہ ہم باوجود طول ان کو نقل کرنے پر مجبور ہیں۔ کلیسیاء میں تحریک جدید کی تعلیمات اور کمالات کا ذکر کرتے ہوئے۔ یہ صاحب قلم از ہر گرج کے ایک بارہ سے پیدا ہونے تیسرے دن اسی جسم کے ساتھ جی اٹھتے ہیں۔ مسیحی آسمان پر پڑھ جانے کے عقاید وہ تہیٰ رخصت ہو چکے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ عہد قدیم کے کل نبوتات ہیں۔ لیکن انہی نبوتی نبوتات میں ہر تین نہیں کہ اٹھ ڈاکٹر بارز اور دین انجی دو دو بزرگ ہیں ہی تین کر رہے ہیں۔ کہ ان پر ایمان لانا ایک مسیحی کے لئے ضروری نہیں ہے۔

علم الحیث | باطل عقیدہ اگرچہ ہمیشہ کسی نہ کسی کتاب یا پتھر میں ہو

اگر تعلیمات مختلفہ اور معامع مستقرہ کی وجہ سے ان میں شانِ تقدس پیدا ہو جاتی تو غرضِ تعلیمات کا کیا ثابوت ہو جاتا ہے ہم جانتے ہیں کہ تعلیم یافتہ طبقہ تو اب اس کی پروا نہیں کرتا کہ فلاں سائنٹیفک مسئلہ پر فلاں مذہبی کتاب کا فتویٰ کیا ہے، لیکن اگر کسی شخص کو یہ بات معلوم کرے تو اسے عقل و حکمت کے معاملہ میں کلیسیائی مسیحیت کس حد تک تنگدلی اور تعصب کا مظاہرہ کر سکتی ہے؟ تو اسے اس صورتِ حال کا مؤثر کرنا چاہئے جو حال ہی میں بنگلہ دیش کے ریاست کے معتمد امریکا پیدا ہوئی، جس کے دو دو گانے (جو کہ میٹھ فرقہ کا قائم کردہ ہے) اس کے ایک پروفیسر علم الحیث کو جن کا نام نامی ڈاکٹر اچھہ کسی ڈیس کے بٹیکوٹا کلیسیا کی طرف سے اس مضمون کی پٹھی موصول ہوئی کہ آپ براہ کرم کانچ سے اتھو دیر بیٹھے۔ کیونکہ ان عقائد کی تسلیم دیتے ہیں جو کبھی مذہب کے خلاف ہیں یعنی آپ اپنے طلباء کو یقین کرتے ہیں کہ نوح کی کشتی اور چھین کا وہ جس طرح بائبل میں مذکور ہے لائقِ اعتماد نہیں ہے +

اس واقعہ کو بڑھ کر پٹن منسکی ٹرائیل یاد آگیا یعنی جبکہ پروفیسر اسکوپ پر سرمدالت لازم لگایا لیا تھا کہ یہ استاد اپنے شاگردوں کو تعلیم دینا ہو کہ بندہ راوردیگر حیوانات انسان کے موصوفات پر لیا پروفیسر کے کا قصور صرف اتنا ہو کہ انہوں نے طلباء کو حقائقِ مطلقہ میں یہ بات کہ دی کہ وہی کا حق اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ وہ انسان کو نکل ہی نہیں سکتی۔ اور نوح کی کشتی اس قدر بڑا جہاز بنا لیتا اس زمانہ میں قطعاً ناممکن تھا۔ کہ وہ دنیا جہاں کے حیوانات اس میں رکھ سکیں کیونکہ اس زمانہ میں تو لوگوں کو کچھ ٹکی کشتی بھی نہ ملتی تھی +

اصل بات یہ ہے کہ بائبل نے اس سچے بھی (کیونکہ وہ انسانی محدود و محدود رہنا قصداً کی نہیں ہے) غلطی کی ہے کہ طوفانِ نوح کو عالمگیر قرار دیا ہے، چنانچہ کھانچا ہوا اور دیکھیں میں پر پانی کا طوفان لاتا ہے کہ ہر ایک جسم کو زمینِ زندہ کی کاد مہر ہے انسان کے نیچے سے مٹا ڈالوں اور سب جو زمین پر ہیں مہربا نہیں گئے (دیکھیں بات دوسری) +

بہر حال قرآن کریم نے مہربول بائبل کی اس غلطی کی بھی اصلاح کی ہے۔ اور بتا دیتا ہے کہ طوفانِ نوح

تو فریخ تک غمنا تھا۔ اور اسی قوم کی اصلاح کے لئے فریخ مبعوث ہوئے تھے۔ فریخ فریخ قرآن کریم کے الفاظ میں :-

فَلْيَرْجُوا فَوَاقِعَهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفَلَاقِ وَاعْرِقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
ترجمہ پس لوگوں نے ان فریخ کو دران لوگوں کو بخشی میں ان کے ساتھ (سوار) تھے جھٹلایا انہوں نے
نجات دی۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا (ان کو) ہم نے عرق کر دیا۔

اسی طرح قرآن کریم قرین کے معاملہ میں بائبل کے بیان کی تردید اور اصلاح کرتا ہے چنانچہ فرماتا
کہ مچل نے یس کو سام نہیں نکلا تھا۔ جیسا کہ آیت میں لکھا ہے :- فَلَتَقْتُلْهُ اَمْحُوت
وہو ملیلہ۔ پس مچل نے اپنے منہ سے پکڑ کر اُسے کھینچا جبکہ اس نے وہ کیا جسکے لئے
اس پر لازم نکایا گیا تھا (۱۴۲:۳۷)۔

نئے الجھ بچاے پر و فیسر پر ایک اور جوان مسٹر گیل مین نے بھی جو دروازہ الہیات کے ایک ہونٹا
طالب علم معلوم کرتے ہیں اعتراضات کی بوجھاڑ کی ہے۔ اور آخر میں بائبل کا واسطہ دے کر خدا کو دھمکی ہے
ہے کہ وہ و فیسر نہ کر دے کہ وہ واسطہ کھائے۔

جسٹس جیمز بائبل الامان کہتے دیتے ہیں کہ جب تک لوگ اس حقیقت پر ایمان نہیں لائیں گے کہ
اصل بائبل ضائع ہو چکی ہے اس وقت تک مسیحی ایم اور جدید خیالات کے جسوعین میں آنے دن اسی قسم کے تنازعات
برپا ہوتے رہیں گے جو تہذیبی نسوں میں باہر کر اس قدر خود بخود اختلافات پیدا جاتے ہیں کہ ہم بسا اوقات مسیحیوں
ہی نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی اسوۂ اربعۃ الصواب ہے یا اندری حلائے میٹسٹ فنڈ امینٹلسٹ یا دوسرے فرقوں
کا بائبل کے الہامی کتاب ہونے کے متعلق کسی کے ساتھ مباحثہ کرنا بائبل بے سود ہٹا دے جو لوگ یہ کہہ کر اپنا
بیچہ بچہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ میں مفت لفظی عرض نہیں بہلا مقصود تو تعلیم ہے جو ہم اس کتاب کے
اگرچہ میں مذہبی آمیزش ہو چکی ہے۔ انہر کر سکتے ہیں۔ حقیقت اپنے معتقدات اور مذہب دونوں کی جڑوں
پر گھمادی مارے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جسٹس بائبل کا پیشہ (قرآن) موجود ہے تو گھر سے پانی (بائبل) پیچھے
لگ گئی کیونکہ حاضر ہے؟

جاپان میں مسجد | جبکہ تعلیم پر بہت توجہ دے گا تو ہر ایک مروجہ پر غیر فحش ہوگا اللہ نے
 جن کی یاد اب بھی ہمارے دل کو بچھین کر لی ہے۔ اور جن انتقال شمالی کئے جاتے جلا وطنی ہوا ایک بکودہ ہندوستان
 اور اسلام کی خدمت میں مصروف تھے، مسلمانوں کی توجہ اس طرف سے دل کی تھی کہ سرزمین جاپان اس کے ملک
 تبلیغ و اشاعت کے لئے نمایاں موزوں ملک ہے۔ پس اس سلسلہ میں یہ غیر مذاہب تہمت اور افتراء نہیں
 کہ جاپان کے مسلمانوں نے اس خیال کو عمل جامد بنانے کیلئے پہلا اور اہم قدم اٹھالیا کہ یعنی ہم بڑی خوشی کے
 ساتھ اپنے سالانہ کے ملازمین کو یہ وغیرہ سنائی جاتے ہیں۔ اس کی مسلم مسجد کئی سے سکڑی مسز امین احمد
 ٹکایا مائی ڈوری اکوئی کو بی نے جو رونا دو ہمارے پاس بھیجی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی مسلمانوں نے
 ایک مسجد بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور یہ قدم جیسا کہ اسلام کی تاریخ بتاتی ہے، ہمیشہ اسلامی تعلیمات کی اشاعت
 میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اور آگے چلو مسجد ہی تبلیغ دین کا مرکز بن جاتی ہے۔ مشرقی مصری
 قونصل اس کمیٹی کے صدر منتخب کئے گئے ہیں +

یہ معلوم کرنا مسرت بخش بھی ہے۔ اور کئی مذکورہ کے ارکان کی مستعدی پر ایک دلیل بھی کہ ان طلبوں میں
 جو ۲۰ ماہ اکتوبر اور ۲۱ ماہ نومبر ۱۹۷۱ء کو منعقد ہوئے، پانچ ہزار تین (۳۰۰۰) جمع ہو گیا۔ اور افسوس ہے۔
 کہ مصر اور ہندوستان کے مسلمان بھی فراخ چوٹی کے ساتھ اس کاغیر میں حصہ لیتے +
 جس وقت پچھتر ہزار تین جمع ہو جائیں گے اس وقت تیسرا کام ختم کر دیا جائیگا +

ہم اس تجویز کا تہ دل کو غیر مستعد کرتے ہیں۔ اور اس کی کامیابی کے لئے مصمم قلب سے دعا کرتے ہیں

وہ عقائد جن کی تلقین جناب مسیح نے نہیں فرمائی | مسیحیت میں پادریوں کی بنیاد
 اس عقیدے کے اعتراف پر مبنی ہے کہ جناب مسیح نے اپنی تعلیم ناقص حالت میں چھوڑی تھی، جیسا کہ یوحنا کی انجیل
 ۱۶: ۱۱ میں ان کا قول ان الفاظ میں مذکور ہے۔ ”مجھے ابھی بہت سی باتیں تم کو کہنی ہیں۔ لیکن جب وہ میری قیامت
 کی آئیں گی تو وہ تمہیں صداقت کی طرف متوجہ کر دیں گی۔“ اوس کی انجیل (۱۳: ۱۱) میں لکھا ہے کہ جناب مسیح
 نے فرمایا کہ انا قلیل (جس کے معنی وہ اصل محمود ہیں) جو انھیں علم کا تقسیم (یعنی صداقت کا) میں کامیاب رہا

کہ نیکو ان باتوں کے جن کا یہ شروع ہوئی ہو۔ یاد رہے کہ وہ کل نہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مسیح نے
 پھر بھی پہلے کا وہ جو نہیں کیا لیکن اس تواریخ سے تیرہ کیا نکلتا؟ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ یہ بات
 جس کا یہیں نے ذکر نہیں کیا غلط یا ٹھوس ہے؟ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر بھی ماننا چاہیے کہ یہ
 کی جملہ تعلیمات و روایات ایمانیات مسیح کی تعلیمات کے وہ ہیں اور ان سب کا ماخذ اس کے اقوال و توحید ہے۔
 لیکن یہ بات ہے۔ یہ ہے کہ کوئی یہی تسلیم نہیں کر سکتا مثلاً مسیح کے خون کی بدولت گنہگاروں سے نجات
 کی تعلیم خود مسیح کے الفاظ میں دستیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ عقیدہ تو آپ اس نے کلیسیا کو سکھایا ہے کہ یہ کہ
 خداوند نے یہ بات دوسروں پر پھوڑ دی۔ کہ وہ اس کے کاموں پر گواہی ہے۔ اور دنیا کو بتائیں کہ وہ کون
 تھا کیا تھا؟ اور کس لئے اس دنیا میں آیا تھا؟ اور وہی نئے آدم کے قریب اس کا وجود کس حد تک عقیدہ
 ہے؟ اسی طرح ہمارے خداوند نے انہوں کا پیغمبر سے حکام سرکاری تبلیث کا عقیدہ چمکاتے جیسا کہ نابینا کو
 عقیدہ مریض مجلس مذہبی عقیدہ بمقام نائس در ۱۷۳۷ء میں تلقین کیا گیا ہے یا خداوند کا دان مستانا
 وغیرہ وغیرہ ان میں کو کسی بات کی تلقین نہیں کی ہو یعنی اس نے کبھی یا کہیں یہ نہیں کہا کہ تبلیث پوچھنا لاؤ
 بچوں کو پیغمبر دوا خداوند کا دان متاؤ لیکن تمام سچی دنیا ان تمام باتوں اعتقاد کو راست اور صحیح تسلیم کرتی
 پہلی آئی ہو۔ اور ان رسوم کو بمنزلہ مومن تلقین کرتی ہو۔ اہل بات یہ ہے کہ ہمارا خداوند اپنے خون کو نہایت کاغذ
 سکھانے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اپنی قربانی یا خون کو جس گناہوں و نجات دینے کیلئے آیا تھا۔ اگر اس نے اپنے آپ کو
 یاد دہانی نہیں کیا تو پیغمبر بھی تو نہیں کہنا۔

ہیں تو اس بابہ پر کوئی تبصرہ نہیں ہوتا۔ کاغذ ہمارے جناب مسیح کے نام پر مسیح کے عقاید ان کے ہیں اعلیٰ کہیں
 کہ نہ اس زمانہ میں ایسا کرنا آسان تھا۔ تبصرے تو سب بات پر کرنا اگر وہ ان کے عقائد کے متعلق پیغمبر اور مسیحی نہیں کہہ سکتے
 کہ وہ جناب مسیح کے عقیدین کہہ نہیں ہیں لیکن ان کو اس طرح ماننا ہی کہ یا وہ خود انہوں ہی نے تلقین کئے تھے۔ اس جگہ
 رہنا یا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اپنی خود ساختہ عقاید کے خلاف نہ بدست محتاج کیا ہے بلکہ قبول و اکثر
 براؤٹ مسیحیت و غیرت انگلیستان میں مطلق تسلیم ہو گیا۔ اگر آئندہ ۱۰ سال کے بعد کلیسیا اس دنیا کے پڑ
 ہے عقائد کی طرح تاہم یہاں تک کہ اکثر رسم و رواج کے خلاف ہو جائے گی۔ لیکن خود عربیہ ۱۷۰۰ ہجری ۱۹۰۲ء میں یہاں سے کہ
 کلیسیا کے فرماؤ کی تہ کو گنہگاروں کے لئے آئندہ ۱۰۰۰ نفوس کم ہوئی۔ اور شیعہ اسکودہ کی حاضری میں یاد برداری
 کی تہ کو گنہگاروں کے لئے آئندہ ۱۰۰۰ نفوس کم ہوئی۔ لیکن وہ جیسا کہ ڈاکٹر موریس نے لکھا ہے

نہیں کہ اب کلیسیا میں بہت ہی زیادہ محترم نگاہیں ہیں۔ بلکہ اس روز افزوں گناہ مٹا رہے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کو مروج ہیں۔ وہ الٰہی نہیں ہیں۔ ان کے لائق کردہ عقاید صرف اسلام ہی ہیں پانچے جاسکتے ہیں۔ ان کی قضیت اس دور بے عقل میں۔ کہ اگرچہ ان کی نشر و اشاعت میں مادی ذرائع کو زیادہ جتن نہیں تھا۔ مگر لوگوں کے دلوں میں گہر کرتی جاتی ہیں۔ احوال کا ماضی یعنی قرآن مجید و خدا کی آخری ہی کتاب بھی صحیح اور ہر قسم سے خلک کی پاک صاف ہے۔ ان کے پانچہ مت جس نے انہیں تھمیل کے فرائض کو دور کرنے اور ان کی کوپور کرنے کا اجارہ دیا ہو اٹھا۔ اب روز بروز دال پذیر ہو رہی ہے۔ اور انجام کار اس کی جگہ وہ الہام ربانی راجع ہو جائیگا۔ جس کا ماضی اور منشا قرآن مجید ہے۔ جو خدا کا سچا اور کامل الہام ہے۔

امریکہ کا غیر موثر محکم استماعی اور امتیاز میں لٹو | دو مشیڈ ایکٹ کی حمایت اور غفلت

میر جس کا منشا یہ ہے کہ یا استماعی محکمہ امریکہ میں شراب کا استعمال ناجائز قرار دیا جائے۔ بہت کچھ لکھا جا چکا۔ اگرچہ ایسٹل ڈسٹریکٹ اس کے حامی تعلیمات کا نظرائے امتیاز ہے۔ اور اس کی رو سے نہ صرف مسلمانوں کی ذہنی اور تمدنی خوشحالی میں ماضی ہوا ہے بلکہ برصغیر خاندان تباہ ہونے کو محفوظ ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اگر ان دونوں کے دلائل کا مطالعہ کیا جائے جو ان دنوں کے فساد کے خلاف ہے۔ کہ حکم استماعی اگرچہ گزشتہ دو سال کے ماضی میں امریکہ کی زندگی میں کسی طرح بھی موثر ثابت نہیں ہوا۔ اور اگرچہ ہم نے ہمیشہ اسلامی تعلیمات کے حقوق پر جو بھی ممالک کے مقابلہ میں اسے حاصل ہو نہ ہو اسے ساتھ اظہارِ غرور و مباہات کیا ہے لیکن ہمارے خیال کو وہ تمام اصول و اصول کی بنیاد و حیات بعد الموت کے عقیدہ پر نہیں ہے۔ بلکہ محض دنیاوی خیالات پر مبنی ہے۔ انسانی زندگی میں ایسی چیزیں نہیں کر سکتے، ان کو محسوس ہوتا جا چکا ہے لیکن یہ خیال کی تصدیق اور عمل کی غفلت میں ان کی زندگی کی جو امریکہ میں آجکل بھی برآمدات ہیں۔ جو لوگ تمدنی امور میں بھی مداخلت کو منظرِ حقارت دیکھتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ اس تبدیلی پر غور کریں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنی قوم میں بلکہ کروڑوں انسانوں میں قرآن کی تاکید کی ہے۔ پیر اور ان میں شراب پینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ خواہ وہ کئی تہوں میں کیوں نہ ہو اور اس کے بعد وہ دو مشیڈ ایکٹ کی ہر ذیل پر نظر ڈالیں۔ کہ باوجود ان کے پورے صرف کرنے کے ابھی نہ صرف حکومت کو کامیابی نہیں گئی۔ یہ بات ہمیں دیکھنے کے قابل ہے کہ صرف عربی ہی نہیں بلکہ ان کے لیے بھی اس پر اہتمام رکھتے ہیں۔ اپنی اپنی خواہشات اور ان کو پورا کرنے کے خیال پر مبنی ہو چکے ہیں۔ جن قوانین میں حیات بعد الموت کا لحاظ نہیں ہوتا۔ وہ ہمہ سے نوجوانوں کو متوجہ کرتے ہیں۔ ان کے لیے یہ ہے کہ زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہو سکتی۔ اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔

کی سب سے بڑی قوم علامہ نیکون کی ہنگامی پر فتح میں پاکستان جو اس حکم استثنائی کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں
 احوال کی جدوجہد میں اس معاملہ پر یہ ہے کہ کسی کو دوسرے کی شخصی آزادی میں مداخلت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے
 جو انقلاب حضرت مسلم نے پیدا کیا وہ فتح پولیس یا روپیہ کے زور پر نہیں کیا بلکہ قرآن کی مدد سے
 ہے۔ کہ شراب میں نقصان زیادہ ہو فتح کم ہے۔ اور ایک نیکو خیال ریفارمر امدنی مصلح اکیلے یہ بات ہمیشہ ایک لمحہ
 رہی کہ ان الفاظ نے کس طرح شراب کا استعمال بند کر دیا۔ واضح ہو کہ شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی
 تھی۔ اور شراب بخوری قبل از اسلام کوئی عادت نہ ہو نہ تھی۔ جس طرح آج بھی اس بات کو برا نہیں سمجھتے
 جاتا۔ اور ان میں کئی ٹمپرس ماسٹری (اعتدال قائم کرنیوالی مجلس) اپنی باتی تھی۔ یہودی اور عیسائی بھی اس
 علت میں گرفتار تھے۔ انسانی تجربہ بتاتا ہے کہ تمام بڑی عادتوں میں شراب بخوری کا ترک کر دینا سب سے زیادہ مشکل
 ہے۔ لیکن قرآن کی ایک آیت نے اس اُمّ الغناٹ کا نام صفحہ عرب اور آگے چل کر عام اسلام کو مٹا دیا۔ تاریخ عالم
 میں کسی ایسے حیرت انگیز انقلاب کی دوسری نظیر نہیں مل سکتی۔ جو اس قدر آسانی کے ساتھ عمل میں آیا بڑا
ایوننگ نیوز مورخہ ۷ جنوری ۱۹۳۷ء میں اس قانون کے نتائج پر اہل تصوف
 بیان کئے گئے ہیں۔ شراب اب تک امریکہ کی ساری ریاستوں میں فروخت ہوتی ہے۔ اور صرف میو یا راک
 میں ۲۵۰۰۰ سے زائد مقامات ایسے ہیں جہاں خفیہ فروشی جاری ہے۔ مخالفت نے پہلے
 صرف ۴۰۰۰ مقامات ایسے تھے۔ گویا خفیہ فروشی اب ایک مستقل پیشہ اور تجارت بن گئی ہے
 اور یہی اس قدر نفع ہے کہ وہاں کے محکمہ خزانہ سوچتے ہیں کہ یہ حکم ہٹا لیا جائے۔ اور اس سلسلہ میں ہر دو ٹھکانہ
 بچتے ہیں۔ اور رشوت ستانی کا بازار گرم ہے۔ اگرچہ شیعہ کاغذ میں قتل و غارت کا سلسلہ قائم ہے لیکن سرکاری
 آدمیوں نے بجائے مجرموں کو گرفتار کرنے کے سینکڑوں بیگناہوں کو قتل کر دیا۔ اور چلچلتے ہوئے۔ اور
 خفیہ نوٹی کے اس قدر مقدمات عدالتوں میں دائر ہیں کہ کام کرنا دشوار ہو گیا ہے۔ آج کل امریکیوں نے شخص کی زبان
 پر شراب پی کا کہہ کر۔ اور ہزاروں ٹرکی لڑکے جو اس سو پہلے شراب کے متعلق کچھ گفت گو نہ کرتے تھے۔ اب
 اس معاملہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اور اب تک ستر اسی کروڑ روپیہ اس سلسلہ میں صرف
 ہو چکا ہے۔

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ جب تک امریکیں کلیسیائی مذہب کی طور پر برسرِ اقتدار رہیں گے۔ اس حکم کو
 نہیں لگا سکتے۔ اور یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مذہب ہی اس سلسلہ میں برسرِ اقتدار رہے گا۔ اس حکم کو

۱۔ حضرت علیؓ کی مہربانی سے یہ سب ہو گیا۔

فصل فی شرح بیان اسلامک نویی، از نویی نهایت اخیر نویی ۱۹۴۲

[illegible]

ردیف	شرح	مبلغ	تاریخ
۱۳	طعام و شراب و غیره	۱۰۰	۱۳۰۵
۱۴	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۱۵	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۱۶	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۱۷	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۱۸	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۱۹	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۰	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۱	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۲	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۳	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۴	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۵	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۶	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۷	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۸	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۲۹	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۰	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۱	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۲	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۳	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۴	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۵	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۶	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۷	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۸	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۳۹	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۰	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۱	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۲	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۳	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۴	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۵	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۶	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۷	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۸	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۴۹	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵
۵۰	بازار و غیره	۵۰	۱۳۰۵

تفصیل آمد				تفصیل خرچ			
رقم				رقم			
لکھ	ہزار	پونہ	پایہ	لکھ	ہزار	پونہ	پایہ
۱۵۲	۱۰	۰	۰	۱۵۲	۱۰	۰	۰
۱۵۲	۱۰	۰	۰	۱۵۲	۱۰	۰	۰

نقشه انفصیل آید بر زیر و فند مسلم مش؟ و کنک ثرست از ۹ و کمر ۱۲ نه خایه فروی ۱۶۳

[illegible]

نقشه ۲ تفصیل خرج از ۹ دسمبر لغایت ۲۸ فروری سنه ۱۹۳۷ء

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰

منظور ہے گذارش احوال واقعی پناہیاں حسن طبعیت نہیں مجھے

جسٹس منیر حسین صاحب مدظلہ العالی

موجودہ زمانہ میں تمام ارباب حل و عقد کا اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے، کہ جب تک اس ملک کی دو بڑی قومیں یعنی ہندو اور مسلمان، ایک دوسرے کے قومی اور مذہبی جذبات کا پاس اور ایک دوسرے کی اجتماعی اور انفرادی ضروریات کا لحاظ نہ کر چکے۔ اُس وقت تک نہ ہندوستان کے مصلح رو بکار ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ملک مفاد میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے۔ کہ عرصہ سے، ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کچھ ایسی نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ کہ جو مراعات وہ اچھوتوں اور چاروں یعنی ہندوستان کے ادنیٰ ترین طبقوں کے ساتھ روا رکھنے کو تیار ہیں، مسلمانوں کو اُن سے بھی محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور بعض کو تباہ انگلیش اور نا عاقبت میں حضرات تو اُس دن کے منتظر ہیں، جب مسلمان بقول الیٹا، اپنا بوریا بنا سمیٹ کر، اُسی طرح ہندوستان کو خیر باد کہہ دیں گے جس طرح موروں نے اپنی بکاونہ دیا تھا منصب مزاج لوگ جانتے ہیں کہ اس قسم کی باتوں سے باہمی کشمکش دن بدن بڑھتی جاتی ہے جو نہ صرف ہندوستان کو شاہراہ آزادی پر گامزن ہونے سے روکتی ہے۔ بلکہ خود یہاں کے باشندوں کے سیاسی اضمحلال کا موجب بنتی ہے۔ اور بن رہی ہے۔ اس خیال کو ہندو مسلمان دونوں اپنے دلوں سے نکال دیں کہ وہ ایک دوسرے کو تباہ کر سکتے ہیں یا کوئی قوم دوسرے سے تنگ آکر اس ملک کو چھوڑ دے گی، دونوں کو یہیں رہنا ہے اور یہیں مرنا ہے۔

بے شک مسلمان غفلت کی چادر تانے، سو رہے تھے۔ لیکن اب بیدار ہو گئے ہیں، خود زمانہ نے اُن کی آنکھیں کھول دی ہیں اور وہ اُس اشار کو جس کے ساتھ قومی ترقی وابستہ ہے۔

مذہباً دوسروں سے زیادہ، اپنا پختہ زندگی بنانا چاہتے ہیں۔ حالات گزشتہ شاہد ہیں کہ مسٹر
مکاندھی کی تحریک ترک ممالیات و عدم تعاون جس سرفرشی اور جانبازی کی متقاضی تھی، جس کے
اہل زیادہ تر مسلمان ہی ثابت ہوئے۔

ہندوستان کی ان دو بڑی قوموں میں سے، اگر ایک علم و دولت، اور تجارت میں
بڑی ہوئی ہے تو دوسری میں وہ اولوالعزمی، جالفروشی اور قوت ایثار موجود ہے کہ جس دن
یہ قوت ظہور پذیر ہوئی، تو پھر چاروں طرف مسلمان ہی مسلمان ہوں گے۔ اور سیاسی امور کی باگ
انہی کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیکن میں اس امر کو بھی ہندوستان کے حق میں مضرت رساں اور اس
کی مجموعی فلاح میں حائل سمجھتا ہوں، ہماری بہبود تو اسی میں ہے۔ اور یہی ہماری کوشش
ہونی چاہیے کہ ہم لوگ باہم شیر و شکر موکر رہیں

آج کچھ سال پہلے جن مہاتماؤں نے ہندو مسلم اتحاد قائم کرنا چاہا، اور اس کوشش میں
ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے، انہوں نے یہ کوشش ہندوستانیوں کے فائدہ کے لئے نہیں کی بلکہ اپنی
قوم کے لئے سیاسی قوت حاصل کرنے کے لئے۔ اور جب ان کے زعم میں یہ بات انہیں
حاصل ہو گئی تو مسلمانوں سے سلسلہ اتحاد و رابطہ تعلقات منقطع کر دیا۔ اگر وہ بزرگ اپنے
اس طریق عمل پر اصرار نہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ مخالفت جو دن بدن ہندو
مسلمانوں میں ترقی پر ہے۔ ان کی ساری اغراض کو خاک میں ملا رہی ہے۔

ظہور مطلب امر یہ ہے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی بنا پر ایک قوم دوسری قوم کو نفرت
کرتی ہے؟ جہاد، قصور، جہانگیر، ہم نے فور کیا، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ ہم غیر عرب
(اردو حاکم) کی اتباع و اطاعت کو موجب سعادت یقین کرتے ہیں اور کسی ٹلال ٹیگٹ
کی پیروی نہیں کرتے۔ یہ ذہنیت بھی قابلِ فادہ ہے کہ ہمارے دوستوں کی نگاہ میں ایک چار
تو ان کے قابلِ عزت ہے کہ اس کے نام پر لفظ ہندو کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

لیکن ایک مسلمان محض اس لیے قابل نفرت ہے کہ اس کے دھرم سے اُن کی تعدادیں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ مگر دافع ہو کہ بالمقابل ایسی کوششیں بھی ظہور پذیر ہو رہی ہیں جو اچھوتوں اور برائے نام ہندو اور غیر اچھوتوں میں وہ زبردست خلیج پیدا کر دیں گی جس کی وسعت، ابھی ہندوؤں کی نظر سے پنہاں ہے جن حالات و واقعات اور جس کوشش خاصہ نیاچھوتوں میں سے نمایندگان قوم پیدا کر کے اُن میں قوت مدافعت پیدا کر دی ہے، وہی کوشش ایک دن مردم شماری میں اُن کو، ہندو قوم سے الگ تھلگ، ایک مستقل قوم بنا کر دکھا دے گی۔ ایسی صورت میں ہمارے ہاتھوں، کو اچھی طرح غور کر لینا چاہیے کہ مسلمانوں سے قطع تعلق کیسے وہ کس قوت کے حصول کی فکر میں ہیں؟ یا تو آئندہ مردم شماری میں، ورنہ دس بیس سال کے بعد، ہندوؤں کی تعداد مردم شماری کے رجسٹر میں تیرہ چوڑا کر وڑ سے زیادہ نظر نہ آئے گی۔

غور طلب بات یہ نہیں کہ کس کس فرد کے نام پر لفظ "ہندو" کا اطلاق ہو سکتا ہے؛ بلکہ یہ کہ کس قوم کے معتقدات یا اخلاقی زوایاں خیال یا مطامح نظر، ایسی قابلیت اور استعداد رکھتے ہیں کہ اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں کے صحیح جذبات قلبی کی آئینہ داری کر سکیں۔ میں جانتا ہوں کہ ہندوؤں کے مختلف فرقوں میں اس قدر افتراق اور اختلاف ہے کہ ہندو مسلم میں اس کا عشر عشر بھی نہیں پایا جاتا، آری سماجی بھائیوں کی طرح ہم بھی بُت شکن مشہور ہیں۔ لیکن جس عورت اور عظیم کی نگاہ سے ہر مذہب کے بزرگ کو ہم دیکھتے ہیں، ایک آریہ ہندو بزرگوں کو اس طرح نہیں دیکھتا لہذا آریوں کے مقابلہ میں، مسلمان سنانن دھرمیوں سے اقرب اور نزدیک تر ہیں۔

ان اوراق میں ہم اس پر گزیدہ، مٹی کو ہندو بھائیوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، جن نے ہندوستان کے مذہب سے ہماری توجہ کو منوط کر کے عرب کا علاقہ بگوش کر دیا۔ اس میں فہم یحرم بالذہ نہیں ہے کہ جس میں تعلیم یافتہ، صحیح المدارغ، خالی الذہن ہندو نے اس محبوب مٹی کے حالات کا مطالعہ کیا، بہر کیف اس کا گردیدہ ہو گیا پس میں غلوں بھرے دل سے ہندو بزرگوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ شائع عرب کے سوانح حیات ہندو اور اوراق مذکورہ کو

ہر قوم کے لیے دنیا ایسے تھیں جنہیں اور محبوب انسان کی پیروی کرنے میں ہم نے کوئی غلطی کی ہے۔ ہم نے جو کچھ تو پہلے تک یقین ہے کہ جب وہ اس بلاترستی کے حالات کا مطالعہ کریں گے۔ تو ان کے دلوں میں اس کمال انسان سے ایسی محبت پیدا ہو جائے گی جو اس نفرت کو یک نخت دودھ کر دے گی۔ جو اس وقت بدقسمتی سے ہندو مسلمانوں میں پائی جاتی

ہے اور اراق کا مطالعہ ایک اور وجہ سے بھی ہندو مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ ہر انسان کا نصیب الہیہ افراد یا اجتماعاً کامیابی ہی ہوا کرتا ہے، لیکن کامیابی چند مخصوص اخلاق حسنہ سے متصف ہونے پر منحصر ہے، جس شخص یا رہنمائی وہ اخلاق موجود ہوتے ہیں وہ کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ بلکہ حیرت انگیز طریق پر اور قلیل عرصہ میں وہ کچھ کر دکھاتا ہے جو عام حالات میں ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ آپ شوق سے تمام دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کریں۔ ہر ایک مذہبی بزرگ یا پیشوا کے سوانح حیات دیکھ لیں، لیکن صرف شارع عرب ہی ایسی ہستی آپ کو مل سکے گی جو اس مقصد عالیہ کی تکمیل کے بعد دنیا سے رخصت ہوئی جس کے لئے مبعوث ہوئی تھی۔ حضرات موسیٰ، عیسیٰ، زرتشت، رام چند، کرشن اور عارف بلالہ گوتم بدھ، سب کے سب مسلم عقیدہ کے مطابق منجانب اللہ تھے۔ اور ہماری نگاہوں میں لائق صد احترام ہیں۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ بلیں نے اپنی بعثت کے فرائض ادا کرنے میں انتہائی کوشش سے کام لیا، لیکن زمانہ نے انہیں ان کی زندگی میں کامیابی تک نہیں پہنچایا۔ بلکہ بعض تو اس کی حسرت ہی لئے پوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ دوسری طرف مسرور کائنات کی زندگی پر غور کیجئے۔ آپ کی راہ میں مشکلات حائل تھیں۔ جن کا عشر مشیر بھی دوسروں کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ لیکن ان مشکلات کی وجہ سے آپ نے گھر بار اور بیوی بچے، چھوڑ چھار، جنگل کی انہیں لی۔ بلکہ جرات، ہمت، استقامت اور حوصلہ کے ساتھ ان مشکلات کا مقابلہ کیا اور فوق العادہ کامیابی حاصل کی۔ آج ہمارے سامنے بھی، مصالح ملکی و قومی و مذہبی کے میدان میں چند اہم مشکلات موجود ہیں۔ جن پر غالب آنے کے لئے ایک خاص قسم کے کیریکٹر اور سیرت کی ضرورت ہے۔ ہر قوم نے

ایسے عظیم الشان انسان پیدا کر دیئے ہیں۔ جن کی زندگیوں ہمارے لئے خود ہم کسی چیز سے
تعلق رکھتے ہوں، قابل اتباع ہیں۔ اور ہم مسلمان تو مذہباً ایسے لوگوں کو اپنے لئے پسند
بنانے پر مجبور ہیں اور تعلیمات قرآن کی رو سے ہم لوگ اپنے انبیاء اور دوسرے مادیوں میں کسی
قسم کا فرق بھی نہیں کر سکتے۔

کاش یہ وسعت قلب دیکھنا ہب کے لوگوں میں بھی ہوتی اور وہ اسی نگاہ سے دوسری
اقوام کے بزرگوں کو دیکھ سکتے تو فی الحقیقت نصف سے زیادہ اختلاف و منافرت باہمی
دور ہو گئی ہوتی۔ میں اپنے مہندو دوستوں کی خدمت میں یہ وراق ہدینا بھیجتا ہوں تاکہ
وہ ایک کامیاب ترین شخص کے حالات کا مطالعہ کریں اور اس میرت اور کیریکٹر کو دیکھیں
جس کی بدولت اُسے ایسی عظیم النظیر کامیابی حاصل ہوئی، اور اگر اُن کا ضمیر اجازت دے
تو اُس کی پیروی کریں، نہ اس خیال سے کہ مسلمان ہو جائیں یا اسلام کے جھنڈے تلے آجائیں
بلکہ اس لئے کہ ان میں بھی وہ اخلاق حسنہ پیدا ہو جائیں جو کامیابی عطا کرنے کا موجب ہو سکتے
ہیں۔ سب سے پہلے وہ اس امر کو دیکھیں کہ آپ کے سامنے کون کون سی مشکلات موجود تھیں۔
اور وہ انہیں اُس فصل "میں نظر آئیں گی۔ بس کا عنوان "ذینا قبل بعثت محمدؐ ہے۔ اس کے مطالعہ
سے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ خود اُن کی وہ کامیابی میں محمدؐ عربی کی مشکلات کا ہر اداں حصہ بھی
نہیں ہے۔ پھر وہ اس امر کو بھی دیکھیں کہ آپ کی ہمدردی یا آپ کا خیال اصلاح کسی خاص
قوم سے وابستہ نہیں تھا۔ بلکہ آپ کی فوق العاد کامیابی کا راز زیادہ تو اسی بات میں مضمر
تھا کہ آپ کل مخلوق الہی کی اصلاح کو فی چاہتے تھے، اور اُسے صرف اپنی قوم یا ہمدردین
تک محدود رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ نیز ہمارے دوست، آپ کے اس دل اوار بس کی
وسعت کو دیکھیں جس نے آپ کو نہ نیت "کی رفعت کی طرف مائل کیا، اور جس نے آپ کے
مشرق کو کسی خاص قوم یا خطہ سے وابستہ کرنے کے بجائے، کل دنیا کی ہیود اور فلاح کی
جانب راغب کیا۔ عربوں کی اصلاح کر کے آپ نے دنیا کے سامنے اصلاح کا نمونہ پیش کیا۔

کندھا، کیونکہ آپؐ کے زمانہ میں، ملک عرب اخلاقی زادیہ نگاہ سے زبون ترین حالت میں تھا۔ یہ باتیں ہمارے دوستوں کو اس ”فصل“ میں ملیں گی، جن کا عنوان ”بعثتِ عظمیٰ“ ہے۔ ان سب باتوں سے برہم کر، اصول کامیابی کے لئے، جیسا کہ لکھ چکا ہوں ایک خاص شخصیت اور خاص عزائم و اخلاق فاضلہ کی ضرورت ہے۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ وہ آپؐ کے حالات زندگی میں اُن خصائص کو تلاش کریں۔ یہ امور صراحت کے ساتھ اُن کو اُن فصلوں میں ملیں گے جن کے عنوانات ”عظیم النظم شخصیت“، ”فقیہ المثال سیرت“ اور ”مجموعہ اوصاف حمیدہ“ ہیں۔

سب سے زیادہ دفریب بات جو اس عظیم الشان انسان میں مجھے نظر آتی ہے، ایسی وہ مقناطیسی قوت کشش ہے جس کی بنا پر آپؐ نے بار بار اپنے اشد مخالفین کے قلوب کو سُخر کر لیا جس دن آپؐ نے پیغامِ توحید سنایا، جو نہ صرف آپؐ کے ملک کی تعلیمات کے خلاف تھا بلکہ اس کے قبول کرنے سے اہل مکہ اور خصوصاً قریش کی اخلاقی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی عظمت ووجاہت خاک میں مل جاتی۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ آپؐ کے پیغام کا قبول کرنا عربوں کے لئے کس قدر دشوار تھا۔ کیونکہ مذہب سے قطع نظر کر کے، کہ اُس کا ترک کرنا چنداں دشوار نہیں ہے، اُن باتوں کا ایک لخت ترک کرنا نہایت دشوار ہے جن سے مذکورہ بالا عظمت ووجاہت سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھونا پڑے۔

لیکن با این ہمہ جب آپؐ نے پیغامِ توحید سنایا، تو بالقابل ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس نے اسی پیغام کو عزت، مرغوبیت اور غور کے ساتھ نہ سنا جو۔ اور جس بات نے آتشِ مخالفت کو سرد کر دیا، وہ آپؐ کا سابقہ طرزِ زندگی اور پاکیزہ چال چلن تھا۔

فریشتہ کے سر پر آوردہ لوگوں نے بار بار اس معاملہ پر غور کیا۔ لیکن ہر دفعہ اسی نتیجہ پر پہنچے کہ یہ شخص ”الامین“ اور استباز، اور دیانت دار ہے۔ اس کی ذاتِ اِفترا اور کذب و دروغ سے بہت دور ہے، ناممکن ہے کہ اُس نے جھوٹ مَوْت ایسا دعویٰ کیا ہو۔ کیسے باور

کیا جائے کہ جس شخص نے گزشتہ چالیس سال کے عرصہ میں کبھی بھوٹ نہ بولا ہو۔ وہ آج
 ایک دروغ گوئی پر کمر بستہ ہو جائے۔ اور جس نے اپنی ساری زندگی عامۃ الخلق کی بہبود
 میں بسر کی ہو وہ آج ایک لخت اُن کو مصرت پہنچانے کے درپے ہو جائے جب وہ لوگ
 عاجز ہو جاتے تھے۔ تو یہ کہنے لگتے کہ شاید آپ کو جنون ہو گیا ہے۔ یا کسی آسیب کا غل ہے۔
 لیکن اس بات سے بھی اُن کے دل مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ کی گفتگو سر پرستی و معنویت
 اور عبادت پر مبنی ہوتی تھی۔

الغرض ہم میں سے ہر مدعی رہنمائی کو یہ سوچنا چاہیے۔ آیا اس کی سابقہ زندگی میں وہ
 باتیں موجود تھیں جو عرب کے اُس کامیاب انسان میں پائی جاتی تھیں؟ اس بات کو دیکھنے کے
 لئے میں نے حضرت قبلہ ام، مولانا محمد علی صاحب مدنی، کی ایک مختصر مگر لطیف تصنیف بعنوان
 حضرت محمد مصطفیٰ سے ایک فصل کا اقتباس درج کر دیا ہے۔

نہایت قابل غور امر

مجھے ان باتوں کے کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن میرے حلقہ واقفیت میں ایسے ہندو بزرگ
 موجود ہیں جن کے غور و فکر کے لئے میں یہ باتیں لکھنی چاہتا ہوں خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے
 ہوں۔ لیکن کسی نہ کسی رہنما کو خدا کی طرف سے، توجہ ضروری یقین کرتے ہوئے۔ وہ اس امر پر غور کریں
 کہ کن کن حالات کی موجودگی پر اور کسی قسم کی تاریکیوں کے دور کرنے کے لئے ربانی نور کسی انسان کی شکل
 میں جلوہ گر ہوا کرتا ہے۔ وہ ان حالات کا تعقیب کریں جن کی بنا پر مختلف زمانوں میں اور مختلف قوموں
 میں مذہبی رہنما پیدا ہوتے رہے ہیں۔ انہیں مطالب کے لئے، میں ہندو بھائیوں کے سامنے،
 اوتار کا فلسفہ پیش کرتا ہوں۔ اُن کے ساتھ بزرگوں کی رائے یہ ہے کہ جب دنیا میں ہدی کا دور دورہ
 ہوتا ہے۔ تو خدا کی طرف سے کوئی "اوتار" ظاہر ہوتا ہے جس کی تعلیم و تلقین اور اعمال زندگی سے ظہور
 کا نور ہو جاتی ہے، روشن بھگوان کے چہرہ کو تار و دنیا میں ظاہر ہوئے اُن کے ظہور کے اوقات بھی اسی

حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور شری کر فہم جی نے تو اس حقیقت کو گیتا کے جیو اشوک کیس میں بیان فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ علامہ فیضی نے یوں کیا ہے:-

جو دنیا و دنیا پرست گرو دے نسایم خود را بشکل کے

جناب ہوئی یا جناب عیسیٰ کے حالات بعثت بھی اسی فلسفہ کی تائید میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ فلسفہ صحیح ہے تو خدا کے لئے اُن تاریک اور مذموم ترین حالات پر غور کرو جو بعثت محمدی کے وقت نہ صرف عرب میں رونما تھے۔ بلکہ کل دنیا پر مُسلط تھے اور ان حالات کا اُن حالات کے ساتھ موازنہ کرو جو دو ہزار ہا دیاں سال کے وقت میں موجود تھے۔ ایسا کرنے کے بعد یقیناً آپ اس فیصلہ پر مجبور ہونگے کہ بعثت محمدی کے وقت، کل دنیا جس تاریکی میں مبتلا تھی۔ وہ تاریکی تاریخ عالم میں اپنا نظیر نہیں دیکھتی ہیں اگرچہ کوشی جہاں راج نے مذکورہ بالا اشوک کی ایک حقیقتِ مشتبہ کا اظہار کیا ہے۔ تو پھر ایسے تاریک وقت میں خدا کی طرف سے کوئی مادی کیوں مبعوث نہیں ہوتا؟ یہ بات کہ آنحضرت صلیم کا ظہور ملک عرب ہی میں کیوں ہوا؟ اس کی وجہ بھی ظاہر ہے اُس وقت بے شک دنیا کا کوئی حصہ بری سے خالی نہ تھا۔ لیکن تمام بدیوں کا مجموعہ عرب میں موجود تھا۔ دیگر ممالک میں خاص خاص اقسام کے غلط عقائد مروج تھے، لیکن عرب کے مختلف قبائل میں وہ سب کے سب موجود تھے یہی ناظرین خود فیصلہ کریں کہ اندریں حالات، عرب سے موزوں تر ملک رہائی نو کی بعثت کے لئے اور کون سا ہو سکتا تھا یہ بھی غور کریں کہ جب اس وقت ساری دنیا پر تاریکی کا عالم طاری تھا تو مصلح وقت، بجائے کسی خاص قوم یا قبیلہ کے، ساری دنیا کو کیوں نہ اپنا مخاطب بناتا؟ دیگر ہا دیاں دین اپنے اپنے وقت میں جن بدیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے، وہ بدیاں اُن کے ظہور کے وقت دوسری جگہ نہ تھیں۔ اسی لئے اُن کا ہیغام مختص بالمقوم اور مختص بالمکان ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دوسروں کا خیال نہ کیا۔ لیکن آنحضرت صلیم کے زمانہ میں کل نسلِ انسانی قابلِ اصلاح تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کا مشن کل نسلِ انسانی کے لئے تھا۔ اس بات کی تحقیق کے لئے دنیا قبل بعثت محمدی کا مطالعہ کیا جائے۔ اور جب یہ امر ثابت ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ آنحضرت صلیم کو مصلحِ عالم اور کل انسانوں کا نبی مقرر کیا گیا۔

ختم کیا جائے۔

قصیدہ پر سی لائق غور ہے کہ آپ کا ہندوئی میں آپ کی بحث کے نتائج میں تمہارے ہندو پرچہ کا
قلمبر ہے کہ علم، منطق، اخلاق، اقتصادیات، سیاست وغیرہ یہ سب باتیں انسانی تمدن
کے لئے از بس ضروری ہیں اور انہی چیزوں کے حصول کے اصول صحیحہ تعلیم و تعلیم کرنے کے لئے
آپ معوث ہوئے تھے مادرجو بات آپ کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔ وہی تو ہے کہ
آپ نے اپنی زندگی ہی میں قوم کو یہ سب زرین اصول تعلیم فرمائے، اور انہیں ان اصولوں پر
کار بند فرما کر تعمیرِ ملت سے مکمل اور عروجِ کامرانی تک پہنچا دیا۔ ناظرین! ان امور کو مذہبی نقطہ
خیال سے نہ دیکھیں بلکہ اس پہلو سے، کہ جو شخص مذکورہ بالا امور میں انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا
سکتا ہے وہ قابلِ احترام اور لائقِ اتباع ہستی ہے یا نہیں؟

اب میرے ہندو بھائی ان باتوں پر غور کرنے کے بعد خود ہی فیصلہ کریں کہ اگر ہم مسلمان
اس محبوب ہستی کو اپنا مینوالد ہادی تسلیم کرتے ہیں۔ تو کون سی برائی کے مرتکب ہوتے ہیں؟ اور امور منہج
ادماق کو سامنے رکھ کر، اگر سرورِ عالم سے بہتر اور برتر کوئی شخصیت ان کے ذہن میں ہو تو اس
کے نام و نشان سے اطلاع دیں۔ وہ اس بات پر غور کریں۔ کہ اگر ہم مسلمانوں میں آنحضرتِ مسلم کی
تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی اہلیت پیدا ہو جائے، جو بد قسمتی سے دو ڈیرہ صدیوں سے ہم میں باقی
نہیں رہی ہے۔ لیکن ہمارا قدم اب پھر اسی تعلیم پر گامزن ہو رہا ہے۔ تو ایسی صفات کھنے والے
مسلمان کیا اس لائق نہیں کہ ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے، اور انہیں نفرت و حقارت
کی نظر سے نہ دیکھا جائے؟

آخر میں ایک بات اور گوش گزارہ کرنی چاہتا ہوں۔ گزشتہ پچاس میں جو مذہب و مذہب و نفرت
انگریز لٹریچر ہندو پر اس سے نکلا، اس نے ہندو مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو بہت زیادہ شدید
اور وسیع کر دیا، برادرانِ ہندو ان اوراق کو پڑھ کر، خلوصِ نیت کے ساتھ، اپنے دلوں میں یہ
سوال کریں کیا شرافت انسانی اس امر کی اجازت دیتی ہے۔ کہ ایسی پاکیزہ سیرت اور پسندیدہ
خصلت والے انسان کی شان میں، ان ناپاک اور قابلِ نفرت خیالات کا اظہار کیا جائے
جو ہندو پس کے ایک خاص حصے نے کتابوں اور رسالوں کی شکل میں ہندوستان کے

دعویٰ میں شائع کئے، ان لوگوں نے ایسی تصانیف شائع کر کے نہ صرف اپنے اندر انقلابی حاشیوں کے فقدان کا ثبوت دیا۔ بلکہ مادر وطن کے ساتھ بھی دشمنی کی۔ اصل بات یہ ہے کہ مغربی سے شاید ان لوگوں کو اس قدر عداوت تھی نہ ہو۔ لیکن تاجرانہ اطوار کی بنا پر ان ناپاک حرکت کے مرتکب ہوئے، نیز اس خیال سے بھی ایسے گندے لٹریچر کو شائع کرتے تھے کہ ہندو مسلمانوں میں دشمنی کی آگ بھڑکتی رہے۔ تاکہ ان کی رونق بازار اور لٹریچر کی خریداری قائم رہے۔

اگر ہندو مسلم اتحاد، ہمارے اور ملکی مفاد کے لئے ضروری ہے۔ تو سب سے پہلے اس گندے لٹریچر کو روکنے کا انتظام کرنا چاہیے۔ اور اگر اس کے خلاف شرافت انسانی جو شہرہ نہ ہو تو کم از کم سیاسی مصلحتوں ہی کو سامنے رکھنا چاہیے۔ ایسے لٹریچر کی موجودگی اور اس کی دوزخ افروز پیداوار میں، ہندو مسلم اتحاد کی کوشش، محض نقش بر آب ہوگی

من انچہ شرط بلاغ است با تو میگویم

تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال۔

الداعی الی الخیر خواجہ کمال الدین

کیا بائبل فی الواقع خدا کا کلام ہے

پادری کینن ہے۔ اس عیسائی نے واقعی بہت عطا کی جرأت دکھائی جو ورسیرٹر کی کافر ٹرس منعقدہ ورسیرٹر تاریخ ۸ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں پادری کینن ریون آف بیور چول کی تقریر بعنوان مسیحی زندگی میں بائبل کا مرتبہ کے بعد اس طرح اظہار خیالات کیا۔

”حاضرین مجلس! مجھے افسوس ہے کہ میں فاضل مقرر سے اختلاف رائے ظاہر کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے لئے یہ کہنا ناممکن ہے کہ بائبل کوئی مستقل کتاب ہے یا جو واقعات اس میں مندرج ہیں۔ وہ صحیح ہیں۔ پس میری رائے میں اسے ”خدا کا کلام“ نہیں کہہ سکتے۔ پرانے اور نئے دونوں عہد ناموں میں کوئی بات ایسی نہیں جس کی بنا پر اس مجموعہ کو ”کلام الہی“ قرار دیا جائے بلکہ ان کو ادب کا نفیم مجموعہ کہا جاسکتا ہے۔ اور میں انہیں ادبی نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ بائبل میں ان لوگوں کا فیملی رول مذکورہ درج ہے۔ جو تاریکی میں حق کی جستجو کرتے رہے، اس کے علاوہ اور کوئی بات مجھے اس کتاب میں نہیں ملی۔۔۔۔۔“

ہیں یقین ہے کہ جو لوگ موجودہ بائبل کی منازل ترتیب اور ان اختلافات لفظی سے جو ان نعوں میں پائے جاتے ہیں جن سے تراجم کئے گئے ہیں عواقف ہیں، پادری مذکور کے خیالات کو یہ کہہ کر رد کرنے سے پہلے اچھی طرح غور و فکر کر لینے کہ یہ کو محض سلی عامیانہ اور توہم پرستی پر مبنی ہیں۔

ہماری رائے میں تو دنیا کو پادری مذکور کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ کہ انہوں نے لوگوں کی توجہ ایک ایسی ناقابل تردید حقیقت کی طرف مبذول کر دی ہے جسے لوگوں کو اب سے بہت پہلے تسلیم کر لینا چاہیے تھا۔ اور جب ہم مذہبی تعصب رکھنے والوں کی طرف سے اس قسم کے اختلافات طیف و غضب کا طوفان بے تمیزی مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کی اہمیت ہماری نگاہوں میں اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ واضح ہو کہ یہ حلال اس شخص کی طرف سے ہے جس کے ہاتھوں میں بائبل کو یہ کہہ کر سونپا گیا تھا کہ اب تمہیں خدا کے اس کلام کی

تبلیغ و اشاعت کے مرتبہ پر فائز کیا جاتا ہے۔ اور جس سے کارکنان کلیسا کو پادری کا مرتبہ دیتے وقت یہ توقع تھی کہ وہ نئے اور پرانے عہد نامہ کی ساری مستند کتابوں کے اہل بیان رکھتا ہے۔ اور جس نے یہ کہہ کر اُن کی توقعات پر ہر توفیق نسبت کی تھی کہ تین دن کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں پادری مذکور کی عمر اس وقت ۷۶ سال کی ہے، انہیں حالات ہم اس بات کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ انہوں نے اب تک اپنے مذہبی فرائض کو کس طرح انجام دیا یا وہ اس مرتبہ پر کس طرح فائز رہ سکے، پس ہم پادری مہسی صاحب سے بعد ادب التماس کرتے ہیں کہ وہ اس شخص کو سچا دیں۔ اخبار ڈیلی میل مجریہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں ایک خاتون نے پادری مذکور کے خیالات پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔ ہم اسے اس لئے درج کرتے ہیں کہ ناظرین پر پادری مذکور کی نازک پوزیشن واضح ہو جائے اگر پادری مہسی اس عقیدہ سے منکر ہیں کہ بائبل خدا کا کلام ہے تو پھر وہ درسمیٹر کے گرجے سے قطع تعلق کیوں نہیں کر لیتے، جس کے عوض انہیں بارہ ہزار روپے سالانہ تنخواہ ملتی ہے۔ بلکہ انہیں مذہبی عہدے ہی سے مستعفی ہو جانا چاہیئے اور کلیسائے انگلستان کو خیر باد کہہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کلیسا کا تو بنیادی عقیدہ یہی ہے کہ بائبل خدا کا کلام ہے پس اگر وہ اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتے تو نہ انہیں پادری کے عہدہ پر قائم رہنا زبردستی ہے۔ اور نہ کسی کلیسا بلکہ مسیحیت ہی میں اُن کے لئے کوئی جگہ نکل سکتی ہے۔

لیکن، قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے، پادری مذکور کا قول چہ ان تعجب خیز نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کتاب مقدس نے تو ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ہی اس بات کا اعلان کر دیا تھا۔ کہ بائبل خدا کا کلام نہیں ہے۔ ہم پادری مہسی کے اس قول سے بالکل متفق ہیں۔ کہ ”میں نے اس امر کو بوضاحت تمام بیان کر دیا ہے کہ بائبل ایک دلچسپ اور حیرت انگیز تاریخی مجموعہ ہے۔ لیکن ہم اس مجموعہ کو خدا کا کلام، کسی طرح قرار نہیں دے سکتے۔ دس کے بعض اجوابے شک الہامی ہیں۔ لیکن وہ اُن لوگوں کے اقوال ہیں۔ جو خدا اور اُس کی راجحی کی تلاش میں سرگرم تھے۔ اور روحانی طور پر اُس کے دیدار کے آرزو مند تھے۔ بائبل کی نوعیت کے متعلق جو غلط فہمی پھیل چکی ہے۔ اُن کی وجہ سے ہر شہاد کو گمراہی سے

متنظر نظر آتے ہیں۔ بہت سے لوگ پوچھ رہے ہیں جاتے، بجا طور پر یہ غلط فہمی کس سے ہے کہ بائبل میں اور خصوصاً عہد قدیم میں بڑی سنگدلانہ تعلیم پائی جاتی ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ عہد قدیم کے بڑے حصہ پر کلام الہی کا اطلاق درست نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد پادری موصوف لکھتے ہیں۔ مجھے پورے طور پر اس بات کا یقین ہے کہ بائبل کو خدا کا کلام تسلیم کرنے کے علاوہ عقیدہ کی بدولت دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچ رہا ہے ہم پادری صاحب کے خیالات کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے ان کا اقتباس محض تحقیر کے لئے نہیں کیا بلکہ اپنے ناظرین اور بالخصوص مسیحی دوستوں کی توجہ اس طرف مبذول کروانے کے لئے ہے کہ پادری موصوف کے خیالات جو ان کے پیشروں کی مثلاً اسٹراس اور باور کے خیالات سے مطابقت رکھتے ہیں، دراصل قرآن مجید کے فیصلہ کی صدائے بازگشت ہیں۔

اہل مغرب کو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نوعیت کو بدرجہ احسن سمجھنے کے لئے، ابھی کچھ وقت اور لگایا کیونکہ یہ لوگ تو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آپ نے اپنا پیغام مخالفانہ رنگ میں ہمیشہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات حقیقت سے بعد المشرقین رکھتی ہے۔ آپ کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ مسیحی دنیا کو پادریوں کے حلقہ غلامی سے نجات عطا کر دیں۔ کیونکہ یہی وہ دوقیانوسی طبقہ ہے۔ جو دو ہزار سال سے برابر اس بات کی رٹ لگاتے جاتا ہے کہ موجودہ مجموعہ بائبل درحقیقت "کلام اللہ" ہے۔ بہر حال جاتے شکر ہے۔ کہ جس عظیم الشان قصر کی تشکیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ اس کی بنیادیں اب نمایاں ہو گئی ہیں اللہ تعالیٰ قریب پوری عمارت کی تکمیل ہو جائے گی۔

ایک گھنٹہ میں بائبل کے تیرہ سو قطع برید نسخہ کی فروخت

اس زمانہ میں جب کہ بائبل کے صحیفہ آسمانی ہونے کے خلاف ایسے زبردست اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔ اور حلقہ متحرکین میں نہ صرف حالت اللہاس بلکہ بائبل کے ناہنوں کی بھی

پادری ہی شامی ہیں، برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے مقرر ہوئے۔
 شائع ہوئی ہے کہ آج کل جماعت مذکورہ نے نیٹو کے حساب سے فروخت کر دی ہے
 عامۃ الناس جو بائبل کی ساخت اور ترتیب سے واقف نہیں، مگر وہ لوگوں کو
 عہدہ شمار سے چیرائی ہوگی جو بائبل کے عازد یعنی سے واقف ہیں۔

چنانچہ تعداد فروخت کا سوال ہے ہم بھی دیگر ناظرین کی طرح رسوائی کی کوششیں
 کا اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے۔ آیا کسی شے کی فروخت کی کثرت، اسکی
 حمد کی اور خوبی کی دلیل قرار دی جاسکتی ہے؟

ہم نے چند جماعت مذکورہ کی مسمیٰ جملہ کو نظر استحضار دیکھا ہے۔ لیکن ہمیں
 یادت کے سمجھنے سے، انہی ناظرین کہ گلی اکسپریس، "میری لندن" ۹ اکتوبر ۱۹۰۷ء نے مذکور
 ذیل تعریفی الفاظ کس بنا پر لکھ دیے؟ اخبار مذکور لکھتا ہے :-

بائبل دنیا کی تمام کتابوں میں بہترین ہے۔ اسی لئے اس کی اشاعت سب سے زیادہ
 ہے۔ اس کتاب کے گزشتہ سال میں ۱۲۰۰ مختلف زبانوں کے ایک کروڑ دس لاکھ نسخوں
 کا فروخت ہو جانا اس کی خوبی کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اگر بائبل واقعی دنیا کی بہترین کتاب
 ہے، جیسا کہ لوگ کہتے ہیں، تو اس کی کیا وجہ ہے؟ کیشنل منڈے اسکول یونیورسٹی کی
 طرف سے جو بائبل شائع ہوئی ہے۔ اس میں مروجہ بائبل کے اکثر بیشتر عبارتیں حذف کر
 دی گئی ہیں؟ سوائے اس کے اور کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ مروجہ بائبل میں ایسی
 عبارتیں ہی موجود ہیں جو فحش و کفرانہ لڑکیوں کے مطالعہ کے لائق نہیں ہیں۔ پس ڈی ایچ کپرسٹ
 کا دعویٰ کہ "بائبل، ہر مزاج، ہر افتاد طبع، ہر جذبہ، اور ہر کیفیت دماغی کو غیر معمولی حد
 وائی طور پر اپیل کرتی ہے" سراسر غلط ہے۔ خاص خاص عبارتوں کو حذف کر دینے سے
 یہ بات بالکل طور پر ثابت ہے کہ کم از کم فحش و کفرانہ لڑکیوں کے حق میں، ان عبارتوں
 کا اثر مضر و مسمیٰ ہے۔

ہم محرمات سے انکار نہیں کرتے کہ بائبل میں بعض مقامات اللہ تعالیٰ کی حمد ہیں، لیکن ہمارا
 مقصد یہ ہے کہ ہماری جائزہ الہامی نہیں ہے، بلکہ انسانی تالیف ہے اور اس میں ہر قسم کا

تقریباً قبل، تیسرا توہم شیخ باطنی و متافیزیکی ہے۔
 آخراً ہر مہر مطلب، یونین مذکور نے جو بائبل شائع کی ہے، اس میں یہ تمام حقائق صحت
 کی دی گئی ہیں۔ جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ مرد اور عورت کے باہمی تعلقات سے ہے۔
 بخود وہ اندوہی ہوں یا غیر از دہاجی۔ اس اصول کے ماتحت عزیز مصر کی بی بی اساتہ زلیخا
 اور حضرت یوسف کے قصہ میں بہت قطع برید کر دی گئی ہے۔ مرد و عورت بائبل کی عبارت میں
 طرح ہے "یوسف کے آقا (عزیز مصر) کی چور زلیخا نے یوسف کی طرف میلان و طبع ظاہر
 کیا اور کہا "میرے ساتھ زنا کر" لیکن یونین مذکور کی بائبل میں دیوں لکھا ہے "زلیخا نے یوسف
 کو تاکلا و بکاری کی ترغیب دی" اسی ضمن میں، وہ تمام طویل عیدتیں جن میں زلیخا کی دوستی
 عشق و الفت مرقوم ہے۔ خصوصاً زلیخا کا یوسف سے الحاح ناری کرنا سے غلبت پر مطلب
 کرنا، درخواست وصل پر یوسف کا انکار، زلیخا کا اصرار، آپس میں نزاع لفظی، بانا پائی وکت
 فوبتہ پہنچنا، یوسف کا دامن چھڑا کر بھاگنا، زلیخا کا دامن پکڑنا، دامن کا ہٹنے کے لمحہ میں وہ
 جانا یوسف کا نکل جانا وغیرہ وغیرہ، یہ سب باتیں حذف کر دی گئی ہیں۔ پھر زلیخا کا جذبہ زانی
 سے مغلوب ہو کر یوسف سے برسر کس ہونا، اور اپنی خفت مٹانے کے لئے خدام سے
 فرضی داستان بیان کرنا، تاکہ خود محفوظ رہے اور یوسف گرفتار بلا ہو جائے، یہ واقعات
 بھی ہذا رو میں اور اس بائبل میں جو قصہ بیان کیا گیا ہے، اس سے ناظرین پر یوسف و زلیخا کے
 باہمی تعلقات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔

اسی طرح سمون کے قصہ میں اس عورت کا ذکر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جن کے ساتھ اس
 کے تعلقات وابستہ تھے۔ روہتہ اور پواز کے تعلق باہمی کی داستان بھی حذف کر دی گئی
 ہے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے نوجوانوں کے جذبات برا نکلتے ہو سکتے ہیں۔ دہا و ہنے مسماۃ
 ابجیل کو جن طریقوں سے اپنی زوجیت میں لیا وہ بھی یکسر نکال دئے گئے ہیں، لیکن یہ عورت جس
 گستاخی کے ساتھ اپنے ہر مزاج خاوند کے ساتھ پیش آئی اس کا بیان مفصل طور پر موجود ہے۔
 کتاب کے شائع ہر وائیل کی نظموں کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔ اور یونین قابل وید زلیخا کے گمبہ
 مثلاً آسمان خدا کا جلال ظاہر کرتا ہے، شامل ہیں، لیکن یہ بیان اور نظموں کو نکال دی گئی ہے۔

ان امور کے چہتے ہوئے ہم یقین رکھیں کہ کوئی شخص جیسے میں دعوت کو پہنچا رہا ہے وہ نہیں ملے گا۔
 اور یہ ممکن ہے کہ بائبل میں اس قسم کے فقرات لفظی و معنوی بکثرت کئے گئے ہیں جو مختلف لوگوں
 کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ اور چونکہ بائبل خدا کا کلام نہیں، یا مستثنائے ان مقامات کے جو
 کمزریں، اس لئے پرنس اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کا فروخت کے اعداد و شمار کو غور مباحثات سے
 پیش کرنا محض لالچ ہے۔

کیا قرآن مجید، خدا کا کلام ہے

پادری مسی کے بیان پر جو تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے
 متعلق یہ سوال اٹھائیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ جو لوگ پادریوں کی اسلام کے متعلق تصانیف
 پڑھ چکے ہیں اور دواوتوں سے متاثر ہو چکے ہیں، وہ لوگ شاید ہمارے دلائل سننے کے لئے
 بھی آمادہ نہ ہونگے۔

اگرچہ قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی جاسکتی ہے لیکن
 سروسٹ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس کا دامن مندرجہ بالا عیوب سے پاک ہے یا نہیں۔
 اگر ناظرین اس تنقید سے کما حقہ واقف ہو جائیں، جس کی بنا پر ہم بائبل اور قرآن مجید
 کی خوبیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں تو پھر بائبل کی نوعیت کے متعلق ہمارا نقطہ نظر باسانی، ان کی
 سمجھ میں آسکتا ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ موجودہ بائبل میں صرف چند فقرات ایسے خال ہیں۔
 جو اس الہامی بائبل کا جزو ہیں۔ جواب ناپید ہے۔ اور موجودہ بائبل تو ان کی تصنیف ہے جو
 مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کے ہاتھوں میں آئی۔

قرآن مجید، کلام اللہ ہونے کا دعویٰ ہے اور ایک ایسا عمدہ اصول بیان کرتا ہے جس کی
 مدد سے ہر شخص، نہ صرف قرآن مجید بلکہ ہر الہامی کتاب کے دعوے کو جانچ سکتا ہے۔
 وہ بھول اس آیت میں بیان کیا گیا ہے "پس لوگ قرآن میں خود کو فکر کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ
 کتاب خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو اس میں لوگوں کو بہت سے اختلافات ہوتے۔" (سورہ ابراہیم: ۱۰)
 یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآنی واقعات میں کہیں تخالف یا تضاد نہیں ہے۔ یہ بات بائبل

میں بکثرت موجود ہے۔ علاوہ بریں قرآنی پیشگوئیاں بھی احاطہ کردہ ہیں وقت کی گئی تھیں جبکہ آنحضرت مسلم دنیا کی لحاظ سے نہایت کمزور اور بے یار و مددگار تھے کسی قسم کا مخالف نظر نہیں آتا۔ اگر یہ پیشگوئیاں، عالم الغیب خدا کی طرف سے نہ ہوتیں جو ماضی اور مستقبل دونوں کا یکساں علم رکھتا ہے، تو اس میں ضرور تخالف پایا جاتا۔

اب اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے، اگر بائبل کی اوراق گردانی کی جائے تو بعد اختلافات مل سکتے ہیں۔ مثلاً ”خروج“، ”اسلاطین“ اور ”یہوذا“ میں، ”آرک اف شیٹم وڈ“ کا جو بیان موجود ہیں، اُن کا آپس میں مقابلہ کرنے سے ہمارے دعوے کی تابید ہو سکتی ہے ”خروج ۲۵ و ۲۶ اور اسلاطین ۶“ میں لکھا ہے کہ موسیٰ نے تراب میں صرف دو پتھر کی تختیاں رکھیں۔ لیکن یہود ۹ میں لکھا ہے کہ اُس میں ایک سونے کا پیالہ تھا جس میں مٹی اور مادون کا عصا اور عہد نامہ کی تختیاں تھیں۔ اب ان بیانیوں میں کون سا صحیح ہے اور کون سا غلط، اس کا فیصلہ ہم عیسائی پادریوں ہی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ بہر کیف یہ بات ثابت ہو گئی کہ بائبل کے اُن دونوں بیانات میں زبردست تخالف موجود ہے۔ اور الہامی کتاب درکنارہ کسی معمولی انسانی تصنیف میں بھی اس قسم کا اختلاف نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرا اعتراض جو ہم ہم بائبل کے کلام الہی ہونے کے خلاف کیا تھا یہ ہے کہ اس میں بعض معلولات کے متعلق ایسی عربی زبان استعمال کی گئی ہے کہ کوئی تشریف نفس انسان بغیر خجالت محسوس کئے ہوئے اُسے نہ خود پڑھ سکتا ہے نہ دوسروں کو سُنا سکتا ہے۔ اس بات کا ثبوت اُس بائبل سے مل سکتا ہے جو سنڈے اسکول یونین کی طرف سے حال میں شائع ہوئی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں یہ بات نہیں ہے نہ نازک ترین احساسات کا انسان شروع سے آخر تک بغیر شرمائے پڑھ سکتا ہے، علاوہ بریں نازک مضامین بھی بلحاظ زبان و طرز بیان نہایت خوبصورتی کے ساتھ مرقوم ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود فرماتا ہے ”یقیناً ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے محافظ ہیں“ (۱۵ : ۹) دنیا میں اور کوئی کتاب ایسی نہیں جس کی حفاظت اس کے متبعین نے اس شہدائے رب کے ساتھ کی ہو۔ لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں قرآن مجید ازادل تا آخر محفوظ ہے جو نسخہ آنحضرت مسلم کے زمانہ میں مروج تھا۔ اُس میں اور موجودہ نسخوں میں سب

تمدن اسلام

زمین پر خلافت الینہ

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اقْرَأْ وَرَبُّكَ
الْكَرِيمُ ۚ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۚ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۚ كَذَلِكَ ابْنُ الْإِنْسَانِ
لِيُطْفَأَ (سورۃ علق آیت ۴-۵)

یہ زبردست آواز فادحرا (عرب) کے گوشہ میں بیٹھے ہوئے ایک عظیم الشان انسان

۱۵ اپنے بچے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا انسان کو ایک دھڑ سے پیدا کیا ہے جس سے دنیا کی
ہر چیز میں نے غم کے زریعے تم سکھا یا انسان کو سکھا باوجود ہمیں جانتا تھا کہ انسان سرشتی دنیا کی چیز ہے

لے سنی۔ جو زمانہ کے پُر آشوب حالات کو دیکھ کر ان کے دماغ کی فکروں میں گھل جاتا تھا۔ اس آوازیں نہ صرف اُس کی موجودہ پریشانیوں کا مداوا تھا، بلکہ اس میں ایک عظیم الشان خوش خبری بھی مضمر تھی جس کی رو سے انسان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر پہنچنا مقلد ہو چکا تھا۔ دنیا کی تاریخ میں انسانی مکرمیت و عظمت کے متعلق یہ انکشاف اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا +

اس آوازیں بے شمار کیا گیا تھا کہ انسان کا پیدا کرنے والا وہ خدا ہے جس کا ایک نام ”رب“ ہے، جو تقاضائے ربوبیت، اشیائے کائنات میں مخفی استعدادیں رکھ کر انہیں رفتہ رفتہ بلوغت تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی رب نے نشوونما کی جو استعدادیں ذراتِ عالم میں پوشیدہ رکھی ہوئی ہیں، ان میں سے کل کا یا اکثر کا خلاصہ انسان ہے جس کے ظہور کا اب وقت آپکا ہے انسان کی پہلی شکل بلحاظ جسمانیّت رحم ماد میں خون کی ایک پٹھک ہوئی ہے لیکن مقررہ قوانینِ فطرت کے ماتحت یہی ناجز خون کی پٹھک رحمِ ماد میں جسمانی طور پر بہترین مخلوق خداوندی بن جاتی ہے +

داخل ہو کر بروئے تحقیقِ جدید، عالمِ جسمانیات میں وہ کے اندر جس قدر بھی استعداد نشوونما ہے، اس کا کامل اور بہترین ظہور شکلِ انسانی میں ہو چکا ہے یعنی جسمانی طور پر مادہ کی ترقی بہت انسانی سے آگے نہیں جاسکتی لیکن مادہ کی میسل انسانی ترقی کی ترقی متزلزل نہیں بلکہ جسمِ انسانی میں مقفل ہونے کے بعد، مادہ کے ذرات، ایک خاص، تنزاجی کیفیت کے ماتحت، ایک نئی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں، جس کا نام نطفہ

یقوت مددک سے اسی کو انگریزی میں Consciousness کہتے ہیں اسی کو قرآن حکیم نے "خلق احسن" کہا ہے۔ یہی وہ لطیفہ ربانی ہے جو انسان کو دیگر مخلوقات سے متمیز کرتا ہے گو یا آئندہ نسل انسانی کی ترقی کی یہ پہلی منزل ہے +

آیت مذکورہ بالا کا مطلب یہ ہے کہ جس رب العالمین نے پُتک کو انسان جیسی خوبصورت و عظیم الاستعداد شکل میں منتقل کر دیا۔ اب وہی رب اُسے آگے لے جانا چاہتا ہے یعنی عالم جسمانیات کے انسان کو عالم دراک کی بہترین مخلوق بنانی چاہتا ہے۔ جس میں اقتصادیات - تمدن - سیاسیات - مذہب اخلاق روحانیات وغیرہ وغیرہ امور دراک کیہ شامل ہوتے ہیں +

اس الہام اولین میں "رب" کے ساتھ لفظ "اکرم" بھی استعمال ہوا ہے۔ اس میں صریح اشارہ ہے کہ جس طرح "رب" خود مکرم ہے اُسی طرح اُس کی یہ بہترین مخلوق یعنی انسان

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلَسَةٍ مِنْ طِينِهِ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَعَسٍ

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلوص سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے ایک مضبوط شے کی جگہ نطفہ

میں رکھا۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ حَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا

بلکہ کھانسی پھر ہم نے نطفہ کو دھڑا بنایا اور دھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں

فَكَسَبْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَخَبَرْنَاكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ

اور ہڈیوں پر گوشت ڈھایا پھر ہم نے اسے ایک اور پیش دیکھا تاکہ کیا پر انسانیت پر جو سب بندگان سے بہتر ہے

بھی مکرمت کے اعلیٰ مقام پہنچے گا۔ اس میں وہ صفات عظیم پیدا ہوں گے جن کا رنگ رب السعوات والارض کی شان میں نظر آ رہا ہے +

اس آیت نے ساتھ ہی ساتھ ان راہوں کا پتہ بھی دے دیا جن پر گامزن ہونے سے انسان کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **الذی علیہ القلم** **علو الانسان** **مالہ العلم** یعنی منشاء کے ایزدی ہو چکا ہے کہ آج کے بعد مادیات و مایات اور روحانیت میں بنے علوم پیدا ہوں گے، جن کی اشاعت لکھنے پڑھنے یعنی قلم سے ہوگی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ان علوم کو حاصل کر کے اس دنیا میں بطور نائب وہ ارفع اور اعلیٰ مقام حاصل کر لے گا جو اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کو اس کائنات میں حاصل ہے +

اس آیت کی تفسیر قرآن کریم نے، حسب مہول، خود ہی دوسری جگہ کر دی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **واذ قال ربك للملائكة اني جاعل في الارض خليفه** یعنی خدا

۱۰۰ مہذّب کا علی ۱۰۰

نے جس وقت قرآن کریم نازل ہوا، اس زمانہ میں وہ بھی تمام کتابوں کی خدوائی تھی نہ غزن طباعت و کتابت کا چھٹا تھا۔ لیکن موجودہ زمانہ میں کثرت اخبارات و رسائل، خدوائی سامان طباعت اور ان کی کتب سے کتب و اشاعت علوم و روئے زمین کے مشاہدات ہیں، اور یہ باعین بحیثیت جمعی قرآن پاک کی اس عظیم شان و عظمت کی مصداق ہیں اور یہ سب چیزیں اس مذہب و ملت کے بعد و بعد میں آئیں ۱۱

جثیت، پہنچنا، غلیظ، زمین پر بہنے کا ارادہ کر کے فرشتوں کو اس امر سے مطلع کیا۔
 کائنات میں جو سلسلہ تخلیق جاری ہے، جس کے ماتحت، مادہ نے لکھو، کھا لیں
 جو اعتبار نوعیت باہد، مختلف ہیں، اختیار کی ہوئی ہیں، اور ہر ایک نوع میں جو مینا
 استعدادیں بالقوہ موجود ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ مختلف قوانین کے بموجب
 اپنے اپنے خواص کو دن بدن ظاہر کرتی رہتی ہیں، یہ سب کچھ بروئے تعلیم قرآن ہی ہو
 ہی کے کرشمے ہیں۔

لیکن اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ اس کی جملہ صفات ربوبیت جو زمین پر
 انتظام ربانی کے متعلق کام کر رہی ہیں ان کا ایک بھاری حصہ انسانی میں پیدا ہو جائے۔
 یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ مختلف ذوات اور اشیاء مفردہ کو جمع کر کے ان سے آئے دن نئی
 چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے اسی طرح انسان بھی اس قابل ہو جائے کہ مادہ کو مختلف شکلیں
 دے کر ان سے مختلف چیزیں ایجاد کرے۔ چنانچہ اس اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے لئے جن
 جن باتوں کی ضرورت تھی ان کا ذکر بھی قرآن نے کر دیا۔ ایک طرف تو یہ بتایا کہ جو کچھ
 کائنات میں نظر آتا ہے وہ انسان کے فائدہ کے لئے بنایا گیا ہے، دوسری طرف
 اس بات کی اطلاع دے دی کہ کائنات کی چھوٹی بڑی ساری چیزیں اس کی خدمت

۱۔ ہوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً۔ ہتر ۳
 وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔

کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ جب وہ انہیں اپنا خادم بنانے کی راہوں سے واقف ہو جائے گا تو وہ اس کی غلامی میں آجائیں گی۔ اس کے علاوہ ایک اور حقیقت بھی ظاہر کر دی قرآنی تعلیم کی رو سے اشیائے کائنات کے خاص کا مخلوق وہ عالم مادیات کے متعلق ہوں یا اخلاقی و روحانیات کے، ایک خاص مخلوق سے وابستہ ہے جو قرآنی اصطلاح میں ملائکہ کہتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت ”رب“ نے انسان کو اپنی طرف سے زمین پر حاکم بنایا تو مائیکہ سے مندرجہ بالا کہ انسان متاثر ہو گا، یعنی تم سب اس کی اطاعت کرو گے۔ کیونکہ اس کی حکومت اسی وقت مکمل ہو سکتی تھی جب عالم مادیات و فیوض میں کے چلانے والے یعنی ملائکہ بھی اس کے ماتحت ہوں۔ اس موقع پر انبیاء کو ملائکہ پر حکومت کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا یعنی اُسے کائنات کی ہر چیز متعلق علم حاصل کرنے کا حکم دیا، اور ان علوم کے حاصل کرنے کی استعداد پہلے سے اس میں

لَهُ الْقُرْآنَ اللَّهُ مَخْصَرًا لَكُمْ مَابِ السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاسْتَبْرَأَ عَلَيْكُمْ أَنْتُمْ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ وَابْتَغُوا
 کیا تم نہیں کہنے لگے ہو کہ تمہیں اس پر کیا حکم ہے؟ اور یہ کہ تمہیں اس پر کیا حکم ہے؟ اور یہ کہ تمہیں اس پر کیا حکم ہے؟
 لَهُ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ (بقرہ ۲۹)

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو ۱۲

لَهُ وَيَعْلَمُ الْغُيُوبَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذُو الْعَرْشِ الْمُبَارَكُ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (بقرہ ۲۹)

اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں شریک کرنے والے ہیں ۱۲ اور آدم کو سب کا مالک بنایا۔ (صحیح)

رکھ دی یہی تعلیم آدم الامعاء پہلے کی حقیقی تفسیر ہے۔ اور قصہ آدم جس کا ذکر قرآن میں
 بھی ہے وہ اسی خلافت النبیہ کا نقشہ ہے یعنی انسان کے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ
 وہ رب العالمین کا نائب بن کر ان تمام مادی، اخلاقی و روحانی قوتوں کو حاصل کرے
 جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف اجلی طور سے "فارحاً"
 والے الامام میں اشارہ ہوا ہے کہ رب اکرم کا مخلوق بھی اب دہانی درجہ مکرمت پہنچے گا
 اور زمین پر بطور رب "حکومت کرے گا اور پھوائے گا یہ شریفہ علم الانسان ما لم یعلم"
 انسان علوم جدیدہ کو حاصل کر کے یہ مرتبہ پاسے گا۔ علوم جدیدہ سے مراد نہ صرف وہ علوم
 ہیں جن کی تعبیر لفظ باملس سے ہوتی ہے بلکہ ان کے وہ شعبے بھی جن کے ذریعہ سے
 کائنات کی اخلاقی اور روحانی قوتیں بھی انسان کے زیر نگین ہو جائیں گی گویا جس
 شبابت غلطی کی طرف الامام ولس نے اشارہ کیا تھا اس کی تفسیر قصہ آدم سے بیان
 کر دی گئی یوں تو نشاۃ کائنات کے علاوہ قصہ پیدائش آدم یا اس کی داستان بمبوط مختلف
 مذاہب کی کتابوں میں پہلے سے موجود تھی لیکن قرآن کریم نے اس سارے واقعہ
 کو ایک نئے رنگ میں بیان کیا ہے یعنی وہ کوئی راز کمانی نہیں بلکہ اس کے اندر
 ایک حقیقت غلطی پوشیدہ جو الغرض بروئے تعلیم قرآن دنیا میں الامام صرف اس لئے آیا
 تسخیر سے تیرہ سو سال پہلے کے ایک حقیر مخلوق یعنی انسان کو اس بلند مکرمت پہنچا دے
 اب دیکھنا یہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد جو واقعات عالم میں رونما ہوئے
 انہوں نے کون سی الہامی کتاب کے بیان کی تصدیق کی ہے۔

جہاں تک ہادیات کا تعلق ہے آج انسان مکرمت کے ایک درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ اور اس مکرمت کے حصول کا ذریعہ خالصتاً علوم جدیدہ ہی ہیں جن کے حاصل کرنے پچھلے قوائے عالم (ملائکہ) اُس کے مطیع ہو چکے ہیں اور باقی بھی ہوتے جاتے ہیں۔ انسان، ہوا پانی اور دوسرے عناصر کے قوانین متعلقہ کا علم پا کر ان پر حکومت کر رہا ہے اور ان علوم کی نشر و اشاعت، ترویج فنِ تحریر کی شرمندہ احسان ہے۔ یہ تمام واقعات براہِ راست اُس حقیقت کبرئے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی خوشخبری قرآن کریم نے الہامِ اول یا قصہ آدم میں دی تھی +

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ جس تہذیب کی طرف انسان کا قدم اٹھ رہا ہے وہ انہی باتوں کا ایک مختصر سا خاکہ ہے جو کائنات میں کام کرتی نظر آتی ہیں اور اس کا نام ہم نے لن اور اق میں تہذیب قدرت تجویز کیا ہے انسان کی موجودہ ترقی بہت سے وزائع ہیں جن میں سے دو امور کو باقی سب پر فوقیت ہے ایک سکن ازم (Machinism) یعنی صنعت آلات مختلفہ دوسری استعمال قوت برقی صنعت آلات تمام تر اس بات کی تقاضی تھی کہ کائنات کی ہر چیز میں ترتیب و تنظیم و ترکیب پانے کی استعداد پہلے سے موجود ہوتا کہ ایسے دوسری شیا و ترکیب پا کر ایک مفید

لَقَوْلِهَا وَرَمَاهَا وَرَمَهُ الْبِزْزَانُ ۝ أَلَا لَطَفُوا فِي الْبِزْزَانِ (المعجن ٤)

پر اہل قرآن نے اور پھر تجربہ اور مشاہدہ نے شہادت دی۔ قرآن نے اس صداقت، خطے کو بیان کر کے انسان کو یقین دلانا چاہا کہ اس کی ضروریات کے لئے جس مواد کی ضرورت ہے وہ آٹھوں پہر پیدا ہو رہا ہے۔ لہذا اُسے بھی چاہئے کہ ان اشیاء کو استعمال میں لانے کے لئے ان تھک کوشش کرے۔

الغرض انسانی صنعت و حرفت اُن استعدادوں کی ایک مختصر سی علی تصویر ہے جو زمین و آسمان میں پہلے ہی سے موجود تھیں۔ اور جن پر کائنات کا ایک بڑا حصہ چل رہا ہے۔

برقی قوتوں کو قبضہ میں لانے کے متعلق بھی یہی نظر آتا ہے۔ انسان قوت برقی کو اسی طریق سے پیدا کرتا ہے جس طریق سے وہ کائنات میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جو جو کاروائے نمایاں وہ کائنات میں کر رہی ہے وہ سب کے سب انسان کے دست قدرت میں آتے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان اسباب کی تشبیح بھی ہو سکتی ہے جنہیں صنعت آلات اور حکومت علی البرق کے علاوہ انسان نے اپنے تمدن کی ارتقائی منادل میں بہم پہنچایا ہے۔ الغرض مادی تہذیب انسانی کا کمال اسی میں، مضمر ہے کہ وہ زمین پر اُن چیزوں کو پیدا کر لے جن کی وساطت سے تہذیب قدرت کا فرمائی کر رہی ہے یعنی ضروری ہے کہ انسانی تہذیب ارضی، تہذیب قبضہ کا عکس ہو۔ کوئی شخص خدا کو ماننے یا نہ ماننے وہ دہریہ ہو لا اور یہ جو یا تیشک ہو لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا، کہ تہذیب انسانی ہے۔

کمال تہذیب قدرت کا ایک ادنیٰ اور کھولی سا چرہ ہے۔ اب اگر اس تہذیب قدرت کا خالق کسی ہستی کو قرار دے دیا جائے اور خدائی مہر طبع میں اسی کا نام رب العالمین ہے تو گویا انسان زمین پر وہی کرنا چاہتا ہے جو رب کائنات آسمان پر کر رہا ہے۔ اور جس دن انسان میں یہ ربانی شیون پیدا ہوگا اس دن مادی تہذیب انسانی اپنے انتہائی عروج کو پہنچ جائے گی۔ یہی وہ حقیقت ہے۔

اس تہذیب غنت معنوں میں ہستیاں ہورہی ہے بعض کے نزدیک تو اس لفظ کا اطلاق صرف اخلاقیات پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت بہت وسیع ہے۔ اس لفظ کا قائم مقام جو قرآن کریم نے تجویز کیا ہے۔ وہ اس سے زیادہ واضح ہے اشیاء کائنات میں جن میں انسان بھی شامل ہے خالق کائنات سے ہے اندازہ استعدادیں رکھ چھوڑی ہیں۔ کمال تہذیب انسانی اس دن کا مقصد ہے۔ جب یہ تہذیب کمال پر پہنچے گی تو اس پر غور پذیر رہیں۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے لفظ ظہر سے تعبیر کیا ہے۔ اس لفظ سے مراد سنی بی بی ہیں۔ یعنی غنی قوی کا ظہر ہو جانا میٹھکانات میں مل کی گل چیزیں اپنی اپنی استعدادوں کے کام میں لگ رہی ہیں۔ گویا جہاں تک قدرت نے باقدی استعدادوں کو بافضل کر کے کا جوہر اپنے کو دیا ہے۔ وہ قوی وہ اکمال ہوا ہے اسی خالق کو سامنے رکھ کر اس نے ان ربانی استعدادوں کو تہذیب قدرت رکھا ہے۔ دوسری طرف انسان کی موجودہ تہذیب اسی تہذیب قدرت کا نقل کپی ہے۔ ہر اپنے کمال کو اس وقت پہنچ جائے گی جب یہ کائنات استعداد انسان کی حرکتوں کے مطابق اس کی جیسے کو دست قدرت کو کمال ہے۔

جس کی طرف قرآن نے کئی جگہ تفصیل کے ساتھ اشارہ کیا اور قصہ آدم میں خصوصاً
 ذکر کیا اسی لئے انسان کو خلیفۃ اللہ علی الارض قرار دیا۔ وہ اس مقام پر اس وقت
 پہنچے گا جب اس میں ان افعال ربانی کے علاوہ اخلاق ربانی بھی پیدا ہو جائیں
 اس میں شک نہیں کہ گزشتہ دو صدیوں سے مغرب میں مذہب کو نفرت کی نگاہ
 سے دیکھا جا رہا ہے اور یہ ترجمان طبع گزشتہ پچاس سال سے مشرق میں بھی ہو چکا ہے
 اس کی بھاری وجہ یہ ہے کہ دنیا کے سامنے ملی العموم مذہب کا صحیح نقشہ موجود نہیں تھا
 اور مذہب کا جو مفہوم عام طور پر اہل مذاہب نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ عند الصلاحتہ
 کے قابل نہیں ہے۔ بڑھ کر مذہب سے وحشت کا باعث وہ قتل و قتل و قتل و قتل و قتل
 کے بغیر نسل انسانی میں پیدا ہو گیا جس نے اس اخوت و اتحاد کا خاتمہ کر دیا جو ہر ملک
 میں انسانی تمدن و ترقی کے لئے ضروری ہے مثلاً نزول الہام یا مذہب کا مقصد
 ہمسانی کلی ہے یہ قرار دیا ہے کہ وہ انسان کو کسی ایسی حیثیت یا ہلاکت سے نجات
 دے یا جس میں خود نسل انسان کا بحیثیت مجموعی ذوق بھر قصور نظر نہیں آتا اس قصور
 کی تشریح، بآل میں، قصہ ہبوط آدم سے کی گئی ہے یہ اگر تسلیم ہی کر لیا جائے گا بلاشبہ
 سے کوئی غلطی ہو گئی تو کل کی کل نسل انسانی ایک شخص کی غلطی کی پاداش میں کیوں ہلاکت
 کے گناہ متادی جائے جس طرح نسل انسانی کی یہ ذمہ داری عقل و فطانت کے ساتھ
 ہے یہی اصل ہلاکت کا جو علاج بتایا جاتا ہے وہ بھی ایک ذاتی خلق اپنے افعال
 و کتابہ یعنی کل کی کل نسل کا عین ایک مجموعہ انسان سے ہے اور مذہب کا کلیہ

اسی طرح اگر عبادت کی طرف سے جو جیسی کہ علی العموم ہر مذہب میں پائی جاتی ہے کہ حمد و ثنا کے چند مقررہ کلمات، خدا کی شان میں کہہ دیئے جائیں جن کو سن کر خود خوش ہو جائے تو خدا سے بزرگ و برتر کی ہستی کے متعلق یہ خیال بجا ہے خود ایک ایمانیت مضحکہ انگیز امر ہے، اس نوعیت کا خدا تو اس خود پسند اور خود مین انسان ہی نہیں گنا گنرا پوگا جس کے کان حج و ستائش کے دل خوش کن کلمات سننے کے خود گرجے ہیں خدا سے قدوس تو ان احتیاجات سے برتر و بالا ہونا چاہئے چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا کہ خدا تو انسانی عبادت و تسبیحات سے مستغنی ہے یہ تو انسان کے اپنے خاندہ کے لئے ہیں اسی طرح اگر خدا نذر و نیاز اور قربانیوں سے خوش ہو سکتا ہے تو وہ ہمارے

لَهُ وَمَنْ جَاهِدْ فَإِنَّا يُجَاهِدُ لِنُفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ غَنِيٌّ (عنکبوت ۲۹)

جو کون جو کون اپنے آپ کو جہاد میں لگے گا تو ہم اس کی جہاد کے لئے جہاد کریں گے (تو کون)

بقیہ صفحہ ۶۱) کی توجیز اس کے علم میں آئی جس خدا کی خواست اور وعدہ مبنی کا یہ عالم ہو اور جس کی طرف ہے اس قسم کے عداوت کا اسلام کمال پروردگار اس طرح ختمندوں کے نزدیک کی عزت اور احترام متعلق ہو سکتا ہے یہی صفت، عوام مذہب کی معاشی کے جنسیات ہونے کے بعد عداوت کے رنگ اگر مذہب ہی ہے و بارہوی میں وہ غیر متوقع بات ہے جن کو کلام و خیال کا جانتا ہے وہ لوگ کسی مذہب کی موجود ہے البتہ کہ ان میں سے وہ اس کا ثبوت موجود وہ مائیں نے خود ہم پہاڑوں میں اس لوگوں کا گناہ عورتوں کی تم سے کہیں کہیں متفرق کیجئے ان کے گناہیں خدا کے بارہوی میں ہیں ان کی ہیں

دلوں میں اپنی عزت کس طرح پیدا کر سکتا ہے ایک طرف تو اُسے ارحم الراحمین کہنا جاتا ہے دوسری طرف اُسے اس قدر سنگ دل دکھایا جاتا ہے کہ وہ کسی مجرم کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں کر سکتا جب تک کسی بے گناہ انسان یا حیوان کو خاک و خون میں ترپتا ہوا نہ دیکھے یا یہی جب تک وہ غضبناک خدا اپنے اکلوتے بیٹے کو پہلی لنگتا ہوا نہیں دیکھ لیتا اُسے چین نہیں پڑتا۔ واضح ہو کہ یہ الفاظ میر غیس بلکہ میں نے تو یہاں کلیسیائی معتقدات اور مصطلحات کا خلاصہ دیا ہے یہ باتیں ہرگز ہر گز نہیں نے قریناً نہیں لکھیں یہ تو مذاہب عیسوی کی الہیات میں داخل ہیں انہیں حالات، وہ لوگ جن کی عقلیں، علوم جدیدہ کی روشنی سے منور ہو چکی ہیں کب اور کس طرح ان مذاہب کو عزت کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں؟ ضروری تھا کہ اہل بتیش ان باتوں کو آہستہ آہستہ مزرخرفست میں شامل کر کے مذہب ہی سے دستبردار ہو جائیں، اور یہی ہوا، اس بات کا مرقداختسوس ہی کہ مذہب کا یہ افسوسناک حشر، ان سچی معتقدات اور کلیسائی الہیات کی بدولت ہوا جن کو بعض نام نداد علمبرداران تہذیب و تمدن، علوم سماوی کے نام سے پیش کیا کرتے ہیں۔ اہل یورپ نے دیگر مذاہب عالم کو بھی اسی سحیت پر قیاس کیا اور سب کو فتر پے مضمی سمجھ کر انہیں طاق نیاں پر دکھ دیا یعنی مجرد مذہب ہی کو ناقابل انتفاع قرار دیا۔ یہاں وہ اندیشہ ایک ہی قوم و ملک کے باشندے اختلاف مذہب کے باعث آپس میں ایک دوسرے کے کچھ ایسے دشمن ہوئے جس سے قومی ترقی و تہذیب منقود ہو گئی ان حالات میں کیوں قومیت و وطنیت کو مذہب پر ترجیح نہ دی جائے لیکن مذہب ان

وہاں کوئی شخص حق چورے دیگر است کی صداقت پر شہادت دینا چاہتا ہے تو
 آج سے پہلے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کائنات کے اس آسمانی حاکم ہر ایک کو
 اور اس کی حکومت میں کیا نہ ضرورتاً ان پر مبنی ہے اس لئے
 اس کی اصلاح اور نیکو رہت اسی رہتی ہے اس کی مثال دنیا کی ہر
 شے سے بڑھ کر ہے اس لیے اور مبنی پر حقیقت کو کس طرح ایک جہ میں ظاہر کیا
 کہ وہاں تشاؤن الاما لہ و رب العالمین (سورہ کورت، یعنی تمہاری خواہش اللہ کی خواہش
 کے موافق ہونی چاہئے کہ وہ رب العالمین ہے یعنی تمہاری ربوبیت کے جو قوانین اس نے
 بنائے ہیں ان قوانین کے مطابق اگر تمہارا طریق عمل ہوتا تو تم ظالم ہو سکتے ہو مگر اس
 حقیقت سے کہ انکار کر سکتا ہے ۔

سورہ است اس بات سے بچے کوئی سرور کا نہیں اس میں ہی کلام کیا ہے ۔

الحمد لله رب العالمین

الحمد لله رب العالمین

الحمد لله رب العالمین

الحمد لله رب العالمین

الحمد لله رب العالمین

الحمد لله رب العالمین

رب العالمین نہ کہتی پیچیدگیوں یا باعث اول۔ مَلَّةُ الْعِلْلِ کہیں یا تو جو مطلق ہے سب
نزعِ فطری ہے۔ اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ اس ہستی کی منشا کے بموجب زندگی بسر کرنے
ہی سے فلاح و دامِ حائل ہو سکتی ہے۔ اب اگر قوانینِ فطریہ کو اس کی مرضی کا آئینہ قرار
دے دیا جائے اور اس لئے قرآن نے صحیفہ فطرت کا نام کتابِ مبین تجویز کیا ہو
تو ان قوانین کے علم و اطاعت سے ہی ہمارا مقصود حاصل ہو سکتا ہے اس صورت
میں انسان اس بات کا طبقاً متعلق ہے کہ وہ ان قوانین سے آگاہ ہو اس علم اور اس
عمل کے سوا تو وہ ایک لمحہ بھر کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب اسی سلسلہ میں اگر یہی تسلیم
کر لیا جائے اور یہ ایک امر ناگزیر ہے کہ اس ہستی کی مشیت یا بالفاظِ دیگر اس کے سامعہ
پرواختہ قوانین سے بندیدہ دریافت یا تحقیقِ اطلاع پانا، ایک مشکل اور نہایت ہی بعیدِ الحصول
بات ہے جیسے کہ تاریخِ علوم ظاہر کرتی ہے اس نے خود، انسان کو اپنی مرضی سے متوافقاً

لَهُ وَلَا حِجَّةَ فِي ظُلُمَاتٍ الْأَرْضِ وَلَا دَرَكٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كَيْفٍ مُّبِينٍ (مخام)

مہر کی حد میں کی تا کیوں ہیں اور نہ تراویہ تک گمراہی کتابِ مبین۔

وَلَا يَخْشَوْنَ لِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (بقراء)

اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر محاذ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے۔

صَلَّوْا عَلَى الْمُرْتَضَى السَّيِّدِ (المنزل)

اور اللہ پر ہی سیدِ مہر ہے۔

آگہی دینے کا انتظام کر دیا تو انسان کی طرف خدا کی طرف سے الہام کا آنا ایک ضرورت تھ نظر آتی ہے دوسری طرف اس نظریہ کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ انسان انہی مشیت ایزدی یعنی قوانین فطریہ کے دریافت کی طرف خود بخود متوجہ نہیں ہوا بلکہ الہام الہی (قرآن) ہی اسے اس طرف متوجہ کیا یہ امر بذات خود اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان وحی الہی کے مدد کے بغیر خود کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہر اس شخص کے سامنے آ سکتی ہیں جو کائنات پر غور کرنے کی تکلیف گوارا کرے۔

اب فرض کرو کہ دنیا میں ایک ایسا مذہب بھی ہے جس نے انسان کو اطلاع دی کہ اس کا تمدن و تہذیب اس کی راحت و آرام، قوانین بالا کے دریافت کرنے اور ان کے مطابق چلنے پر منحصر ہے، اس مذہب نے یہ بھی بتلایا کہ انسان میں ان باتوں کے حصول کی استعداد بھی موجود ہے اور اس استعداد کو استعمال کرنے اور اس سے فائدہ خواہ فائدہ اٹھانے کا راستہ بھی وہ مذہب بتا دے اور یہ اطلاع بھی دے کہ جو کچھ آسمان پر چور ہے وہ انسان کے ذریعہ سے زمین پر بھی ہو سکتا ہے۔ گویا انسان اس کاورا اور غیب الغیب ہستی کا نائب بن سکتا ہے، وہی مذہب، ایسے وقت میں جب کل دنیا عناصر اور اصنام پرستی میں گرفتار تھی یہ اطلاع دے کہ یہ جملہ مظاہر کائنات انسان کے نفع کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اور علوم مخلوق کے حامل کرنے کے بعد انسان ان پر حکومت کر سکتا ہے، ایسا ہی وہ مذہب یہ اطلاع بھی دے کہ جو قوانین فطریہ یعنی ملکوت السموات کائنات میں کام کر رہے ہیں، وہ سب کے سب علوم ضروریہ کے

حاصل ہوئے پر، اس کے اشارہ پر چلیں گے، پھر ان سب کے بڑھ کر وہ مذہب تہذیب
 اخلاق کے لئے انسان کے سامنے خود خالق کائنات کے اخلاق بطور نمونہ دکھلائے
 مثلاً اس مذہب کے پیرو رب العالمین کے اخلاق کی اتباع میں ہر ایک نبی نبی نفع کے خادم
 ہو جائیں اور قومی مخالف کے باعث کسی وہ سری قوم والے سبھی کاوش نہ رکھیں،
 فی الجملہ اس مذہب کی تعلیم ہو کہ انسان اپنی مادی تہذیب میں تو وہ اسباب پیدا کرے۔
 کہ جس سے وہ کائنات کی طرح عناصر کائنات پر حکومت کرے اور اس کی اخلاقی تہذیب
 رب کائنات کے اخلاق کے مطابق ہو مثلاً جس کے فضلوں کی بادشہر قومی لونی
 لسانی یا ملی امتیاز سے بالا ہو کہ سب نسل انسانی پر ایک طرح ہوتی ہے تو پھر میں نہیں سمجھتا
 کہ ایسا مذہب کیوں انسان کے لئے ایک ضرورت حقہ نہ سمجھا جائے۔ اسی طرح اس مذہب
 کی تائید یہ بھی بتائے کہ اس کے متبعین نے اس کی تعلیمات پر عمل کرنا نسل مفصود کو حاصل
 بھی کر لیا اور اس طرح انسانی ترقی کو معراج پہنچا دیا مثلاً اور امور کو چھوڑ دیا جائے اس
 مذہب نے انسان کو اخوت کا وہ سبق دیا کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں اور یہ تمام قوم
 جو آج کل بڑھتا جاتا ہے اس کا علاج وہی اخوت ہے جو بانی اسلام نے متبعین کی تعلیم یہ
 دوسری بات ہے کہ جب علم کھلانے والے مذہب کی اطاعت میں قسمت ہو گئے تو ان کے
 حامل کردہ ترقی بھی ملے گی۔ اور اس کے مادی حصہ کو ان لوگوں کے حوالہ کر دیا
 گیا، جو انہی کے نقوش قدم پر چلنے والے تھے۔ اور آج جس بات کا نام تمدن و تہذیب
 ہے وہ عالم مادیات میں اسی طریق کی صدائے بازگشت ہے، فی الجملہ اگر کوئی مذہب

ایسا سمجھتا ہے کہ کئی سلیم الطبع انسان خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو ہو، بلکہ مذہب سے منکر ہی کیوں نہ ہو، کس طرح مذہب کے اس ٹپیل کردہ نظریہ کو قبول کرنے میں تامل کر سکتا ہے؟ یا اس کے خلاف کوئی دستوِ زندگی اختیار کر کے فلاح کے معراج پہنچ سکتا ہے؟ میں اس بات کو بھی تسلیم کرتے لیتا ہوں کہ فارحہؓ کی آواز بقول بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہی غور و فکر کی ایک مشہور تصور تھی۔ اور جو کچھ آپ نے دنیا کو اطلاع دی، وہ آپ کے اپنے ہی ذہن رسا کی پرواز تھی اور جس کو آپ نے (مصلحت) حق والہام سے تعبیر کر دیا۔ لیکن فیصلہ طلب امر تو یہ ہے کہ یہ باتیں بتلا کر آپ نے دنیا پر احسان کیا یا نہیں؟ آپ کے ذریعہ عالمگیر موت پیدا ہوئی یا نہیں؟ اور آپ نے انسان کو حقیقی ترقی کی شاہراہ پر چلایا یا نہیں؟ اور اب بھی انسان کی آئندہ ترقی انہی خطوط پر چلنے سے وابستہ رہے یا نہیں جس کی راہیں آپ نے تعلیم فرمائیں؟

آج علوم جدیدہ کی روشنی میں پہلے لئے یہ ثابت کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ عرب کے اس عظیم الشان فرزند نے جو کچھ پیغامِ دنیا کو دیا وہ خدا سے برتر کی طرف سے تھا۔ کہ آئندہ ثابت کیا جائے گا۔ لیکن اگر مذہب کے معنی یہی سمجھے جائیں کہ وہ اُس گوش اور تجویز کا نام ہوتا ہے جو حقیقی اہمردان طبقہ انسان یعنی انبیاء کی طرف سے بنی نوعِ آدم کی بہبود کے لئے عمل میں آئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا، اور اس طرح غرضِ مذہبِ فلاحِ انسانی کو قرار دیا جائے تو پھر جس مذہب نے فلاح کے وہ اصول مرتب کر دیئے، جو دوسرے مذہب کو صحیح طریق زندگی سمجھ کر کیوں نہ قبول کیا جاسکتا ہے؟

اسی طرح اگر انسانی تہذیب و تمدن کا کمال پس پردہ برہمچاری کے طریق کار اُس کی سنتِ مستمرہ اور اُس کے شیوَن مختلفہ کے اختیار کرنے پر منحصر ہے، جیسا کہ طور میں آ رہا ہے اور اگر کوئی مذہب اپنی الہیات میں، انہی شیوَن و سنن کو بطور صفاتِ اسمائے الہیہ بیان کر دے اور وہ راہیں بھی بتا دے جنہیں عرف عام میں تو شریعت کہتے ہیں لیکن جن کی غرض خالصتاً یہ ہو کہ اُن پر چل کر انسان میں بھی وہی صفات پیدا ہو جائیں تو اس علم الہیات کو کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے ؟

آج کل دہریت مزاج لوگ نہ صرف عبادات کو ایک لازوری چیز قرار دیتے ہیں بلکہ مختلف مذاہب کی تجویز کردہ شکل عبادت پر استہزا بھی کرتے ہیں لیکن اگر اُن مقدس الفاظ کی غرض جو کسی مذہب کی عبادت میں مستعمل ہیں، شیوَن مذکورہ بالا کو ایک عبادت کرنے والے کی نگاہ کے سامنے لانا ہو اور اُن کے طریق حصول کی طرف بھی اُن میں اشارات موجود ہوں، تو پھر ایسی عبادت نہ صرف مفید مطلب ہوگی بلکہ انسانی زندگی کا جزو لاینفک قرار دئے جانے کے قابل ہے۔ اس عبادت کا تو مقصد یہ ہو گا کہ ہم اپنی زندگی کو اس طریق پر چلائیں جس پر فطرت کی دوسری چیزیں چل رہی ہیں ۔

رہا عبادات میں خاص جسمانی اور ضلع کی پابندی کرنا یہ تو محض اظہارِ اطاعت کی مناسب شکلیں اور اعترافِ عبودیت کے سوزوں طریقے ہیں۔ ہماری عبادت کا اصلی میلان تو صفاتِ الہیہ کو حقیقی المقدور اپنے اندر جذب کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ مثلاً ”سجدہ و رکوع کے معنی اطاعت بھی آتے ہیں۔ سجدہ سے مقصود یہ ہے کہ ہم نہایت

عاجزی اور غلوں کے ساتھ اپنی خودی سے ملحدہ ہو کر ہمہ تن اس کی اطاعت میں حاضر ہو جاتے ہیں اسی طرح اگر یہ جہانی حرکات و سکنات، ہمارے جذبات قلبی اور احساسات درونی کو طبعاً مضبوط کر دیتے ہیں اور یہ وہی ہیں جو شانِ مجازی کے سامنے اظہارِ اعانت و انقیاد کے لئے رعبہ کے جاتے ہیں، تو کوئی شخص تا وقتیکہ وہ مضبوط الحواس اور فاعلِ عقل نہ ہو، اس طرزِ عبادت پر ہمت نہ کر سکتا۔

قربانی کے متعلق اسلام نے صاف طور سے کہہ دیا ہے کہ مذبحہ جائزوں کا گوشہ یا خونِ خدا کی جناسٹیں نہیں پہنچتا بلکہ جو چیز اس کی نظر میں مقبول ہو سکتی ہے وہ قربانی کرنے والوں کی نیت اور ان کا تقویٰ ہی ہے۔ اور نہ فعل بذاتِ خود خدا کی خوشنودی کا نتیجہ ہو سکتا ہے، قرآن کا ایک مقصد یہ ہے کہ مساکین اور غرباء جنہیں سید الطعام یعنی گوشہ سے بہرہ اندوز ہونے کی استطاعت نہیں ہے، وہ بھی اس تقرب کی بدولت گاہے گاہے اس لذت سے آشنا ہو سکیں۔ یہی غرض خیرات اور صدقات اور زکوٰۃ سے وابستہ ہے تو اب میں ایک منکر مذہب سے پوچھتا ہوں کہ وہ کن وجوہ کی بنا پر ان باتوں کو

لَا لَنْ يَمْلِكَ اللَّهُ لَخُومِهَا وَلَا دِمَاقُهَا وَلَئِنْ يَمْلِكُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ (المعراج)

دن کے گوشت اللہ کو پہنچے ہیں اور نہ ان کے خون میں اسے نہاری طرف تقویٰ پہنچتا ہے۔

لَا تَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَائِمَ وَالْمُعِيزَ (المعراج)

تو ان سے کھاؤ اور اس کو اطاعت کرو اور اس سے مدد کرو اور اس کو کھلاؤ (معراج)

نمود و اعتراض قرار دے سکتا ہے ؟

اس مجوزہ بالا مذہب کے سارے ظواہل جیسے کہ میں بیان کر چکا ہوں گا اسلام میں
پائے جاتے ہیں، اور جس الہام ربانی یعنی قرآن سے یہ مذہب وابستہ ہے اسی نے
انسان کو خدا کا خلیفہ قرار دیا ہے۔ اور اس پر وہ تمام دروازے کھول دیئے ہیں جن
میں ہو کر وہ اس عالی مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ اسلام کی تلقین کردہ صفات الہیہ پر اگر

ملے اگر کوئی آزاد خیال ان مذہبی اطلاعات کو پسند نہ کرے تو مضائقہ نہیں وہ ان کے مفہوم کو سامنے

رہ کر دیکھے کہ موجودہ تہذیب و تمدن اسے کج کس طرف لے جا رہا ہے اور آیا یہ وہی کام نہیں جوئی

وجہ کمال کائنات میں کوئی پس پردہ ہستی کر رہی ہے اور اگر انسانی تہذیب ان سادی باتوں کی ایک اونٹ

نی شکل ہو اور ان سادی باتوں کے بنائے والے کا نام خدا رکھا جا سکتا ہے۔ تو پھر انسان تو زمین پر مسمیٰ کی

خیانت کر رہا ہے جو تو فقط تہذیب کا مفہوم ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق تجویز کرے لیکن تہذیب مروجہ دنیا

کائنات کی وہ صورت بالذات ہے۔ جب یہ اشیاء اپنے اپنے وحدت کردہ قوی کو بافضل کر رہیں۔ یعنی جب ہر شے کی

خلوق اپنی اپنی قوتوں کو ظہور میں لے آئے گی، اور ان میں انسان کی مادی، اخلاقی، اور روحانی قوتیں شامل

ہیں۔ تو اس وقت دنیاوی اور زمینی تہذیب اپنے کمال کو پہنچ جائے گی۔ کائنات کی کل چیزیں حضرت انسان کے

قوی اور ایک کے سوا اپنی اپنی استعدادوں کو اپنے اپنے مناسب محل و موقع پر ظاہر کر رہی ہیں۔ انہی باتوں کو انسان

کمال تہذیب کیلئے بچھنے میں لانا چاہتا ہے اور پھر وہ ربانی قوت نہیں جتنا چاہتا وہ دیکھ لیتا ہے۔ مگر وہ نہیں

تھن و تہذیب کی وہ کوئی شکل ہے جو تہذیب انسان کے لئے مذکورہ بالا اصولوں میں خلیفہ اللہ بننے سے حاصل نہیں

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کائنات مشہودہ، اُن تمام کی واقعیت اور حقیقت پر زبان حال سے گواہی دے رہی ہے۔ اور جس چیز کا نام قانونِ فطرت ہے اور جس کے علم اور اتباع پر موجودہ تہذیب کا وار و مدار ہے وہ درحقیقت بعض صفاتِ الہیہؑ کو قرآن کی علی تصویر ہے۔

گویا ان صفاتِ الہیہ کو پیش نظر رکھنے، اور اُن کے اقتضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خواہش، ہم کو قوانینِ فطرت کی جستجو، تحقیق کی طرف مائل کرتا ہے۔ چنانچہ قرونِ اولیٰ سے مسلمان اگر علومِ سیدہ کے بانی اور ان کو چاہنے والے ثابت ہوئے تو اس کا باعث انہی صفات کی جستجو اور پیروی تھی۔ قرآن کریم نے ایک طرف تو بتا دیا کہ دنیا میں کوئی شے بیکار نہیں اور فلاحِ دہی شخص پانے کا جو ان کو استعمال کرنے کے طریقوں سے واقفیت حاصل کرے، دوسری طرف سورہ فاتحہ میں جو مسلمانوں کی ناز کا مغز ہے، خدا کی اُن چار صفات کا ذکر ہے جو ہر دم مذکورہ بالا تہذیبِ قدرت کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ یہ سورہ شریفہ ہمیں ترغیب دیتی ہے کہ ہم بھی اُن چاروں صفات کو اپنے اندر پیدا کریں۔ باقی آئندہ۔

لَهُ قُدْرَتُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَغَفُورٌ ذَلِيلٌ ۝۱۰۱

سورہ آسمان اور زمین کا۔ یہ سورہ۔ یہ دو یقیناً سچ ہے۔ یہ ایک سیل ہے۔ یہ ایک سورہ ہے۔

لَهُ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ فَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ)

وہی جو جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا (محل)

1. Introduction
 The purpose of this study is to investigate the effects of the proposed system on the performance of the system. The study is divided into two main parts: a theoretical analysis and an experimental evaluation. The theoretical analysis is based on the principles of the system and the experimental evaluation is based on the results of the experiments.

2. Theoretical Analysis
 The theoretical analysis is based on the principles of the system. It is divided into two main parts: a theoretical analysis of the system and a theoretical analysis of the results. The theoretical analysis of the system is based on the principles of the system and the theoretical analysis of the results is based on the results of the experiments.

3. Experimental Evaluation
 The experimental evaluation is based on the results of the experiments. It is divided into two main parts: an experimental evaluation of the system and an experimental evaluation of the results. The experimental evaluation of the system is based on the principles of the system and the experimental evaluation of the results is based on the results of the experiments.

4. Conclusion
 The results of the study show that the proposed system has a significant effect on the performance of the system. The study is divided into two main parts: a theoretical analysis and an experimental evaluation. The theoretical analysis is based on the principles of the system and the experimental evaluation is based on the results of the experiments.

اشاعتِ اسلام

اُردو ترجمہ
اسلامک یونیورسٹی مجریہ مسجد و کنگ (انگلستان)
نیرادارت

خواجہ کمال الدین
قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام بابو منظور الزمان
چھپکر
خواجہ عبدالغنی میمن

نے
برائڈر تھ روڈ لاہور سے شائع کیا

تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صابى اے ایل ایل بی متنب اسلام آباد چھاپسہ گنگوٹ

تقسیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
جلد ۱	تفسیر اسلام جلد ۱	۱۰۰	تفسیر اسلام جلد ۲	۱۰۰
جلد ۲	سک مریہ حرکت الارادس لکچر و کلام جلد ۱	۱۰۰	سک مریہ حرکت الارادس لکچر و کلام جلد ۲	۱۰۰
جلد ۳	نیایع المسحیت جلد ۱	۱۰۰	نیایع المسحیت جلد ۲	۱۰۰
جلد ۴	ضرورت اسلام جلد ۱	۱۰۰	ضرورت اسلام جلد ۲	۱۰۰
جلد ۵	راہ حیات یا تخیل عمل جلد ۱	۱۰۰	راہ حیات یا تخیل عمل جلد ۲	۱۰۰
جلد ۶	مکالمات بقیہ جلد ۱	۱۰۰	مکالمات بقیہ جلد ۲	۱۰۰
جلد ۷	مطالعہ اسلام جلد ۱	۱۰۰	مطالعہ اسلام جلد ۲	۱۰۰
جلد ۸	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں جلد ۱	۱۰۰	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں جلد ۲	۱۰۰
جلد ۹	لسعات انوار محمدیہ جلد ۱	۱۰۰	لسعات انوار محمدیہ جلد ۲	۱۰۰
جلد ۱۰	مذہب محبت	۱۰۰	مذہب محبت	۱۰۰
جلد ۱۱	فدائ عالم کا مذہب فی جلد	۱۰۰	فدائ عالم کا مذہب فی جلد	۱۰۰
جلد ۱۲	اُسوہ حسنہ معروف ہندو و کال نبی جلد ۱	۱۰۰	اُسوہ حسنہ معروف ہندو و کال نبی جلد ۲	۱۰۰

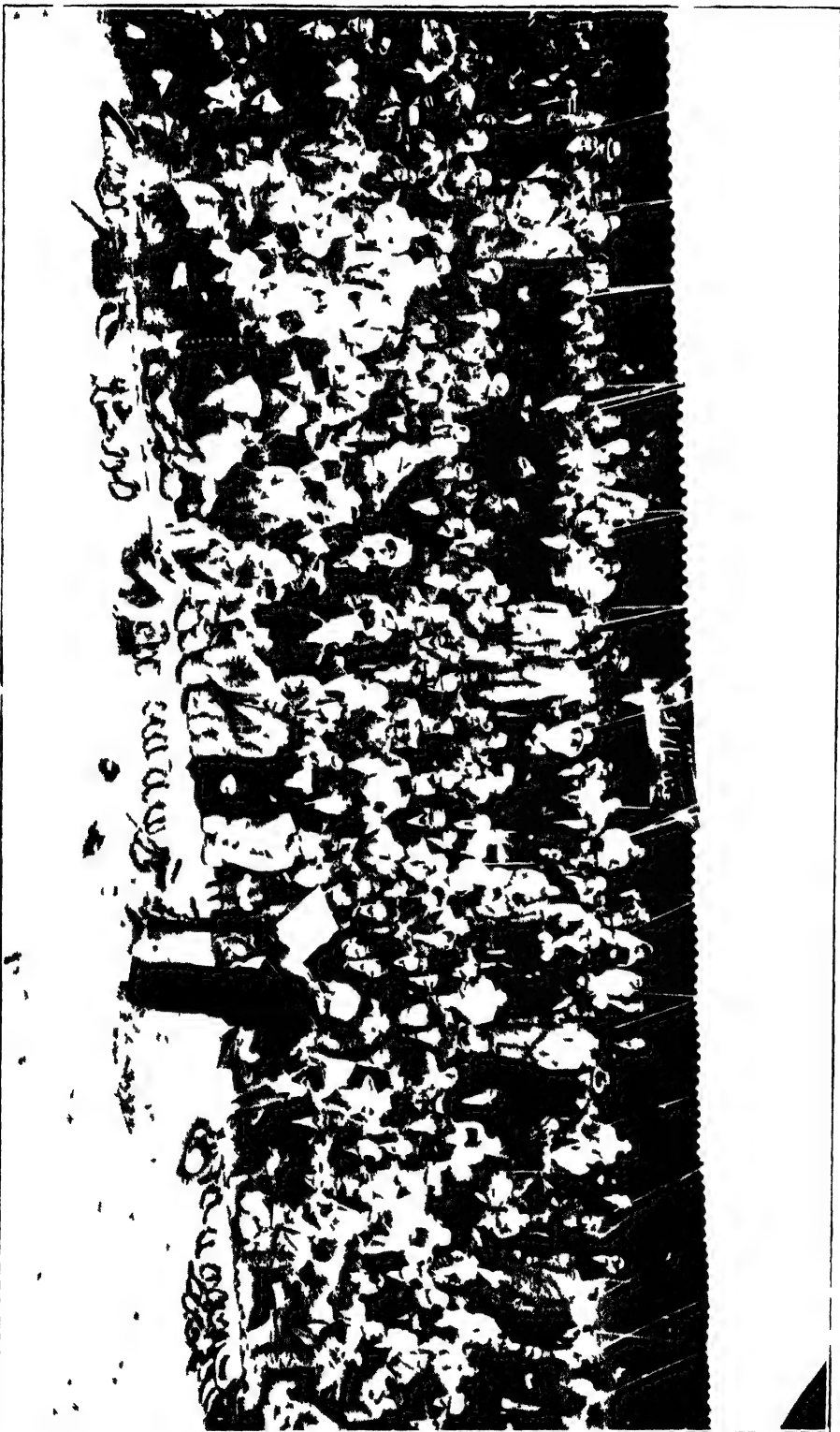
محمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یعنی وہ تصنیف جدید جس میں واقعات حاضرہ پر بحث کے علاوہ موجودہ اقتصادى سیاسى معاشرتی اور اخلاقی مشکلات کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے۔
زیر طبع ہے۔

درخواستیں نام:-

مینجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل براہ رقعہ روڈ لاہور (پنجاب) آئی چائیں۔



بابت ماہی ۱۹۳۰ قمریت مضامین سالہ اشاعت اسلام ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

نمبر صفحہ	مضمون نگار	مضمون	نمبر شمار
۱۶۱	از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	دوکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے آئینہ انتظام کے متعلق	۱
"	"	فروری اطلاع	"
۱۶۲	عبدباقیر صاحب	شذرات	۲
۱۶۴	اجاب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	برٹش مسلم سوسائٹی اور دوکنگ مشن	۳
۱۶۶	از جناب سیکرٹری صاحب	گوشاہ اور توجہ مسلم مشن دوکنگ	۴
۱۶۸	از جناب مس جون فاطمہ وینکس صاحب	میں نے اسلام کیوں اختیار کیا	۵
۱۶۹	از جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	نہل اسلام	۶
۱۹۰	"	کلیسائی عقائد کے تحت پرپ کی حالت	۷
۱۹۲	"	عبدجبار و انجیل آنحضرت مسلم کی شہادت	۸
۲۰۳	"	قرآن کریم کی عادت انداز	۹

دوکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے آئینہ انتظام کے متعلق ضروری اطلاع

میں نے اعلان کیا تھا کہ میں نے مسلم مشن دوکنگ کو آئینہ کیلئے ایک غیر فرقی ٹرسٹ کے حوالے کرنا تجویز کیا ہے جو مشن اور مشن کے متعلق کل امور کا مالک ہے۔ اس پیشکش کا انتظام مالی امور اور اہل کمالیہ احمدیہ اشاعت اسلام اور کے ہاتھ میں ہے۔ اب تجویز بالکے مطابق انھیں دیکھنے مشن اور متعلقہ کاشن کے انتظام کو دیا ہے۔ لہذا معاویہ مشن اور اشاعت اسلام میں دلچسپی لینے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ آئینہ جو زر اعداد دوکنگ مشن کے لئے یا مشن ہذا کی معرفت اشاعت اسلام کیلئے بھیجا جائیں وہ احباب اکثر غلام محمد فاضل سیکرٹری مسلم مشن دوکنگ ٹرسٹ برائڈ ریٹھ روڈ لاہور کے نام بھیجیں اور کسی نام نہ بھیجیں۔ حسب معمول قیدیہ روپیہ سالہ اشاعت اسلام میں مشن جوگا اور ہر ایک نام کی رسید بھانڈا مصلیٰ صاحبان کی خدمت میں پہنچے گی۔ نئے ٹرسٹ کا ڈیپٹو حسب اعلان بعد سال کے اخیر جبر جوگانا اور اس سال کل کاروبار نئے ٹرسٹ کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ لیکن انجن نے اس فیصلے کو، جو اخیر میں ہوا۔ مجوزہ ہوئیوں میں تغیر و تبدل کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔ بنا بریں بعد نئے ٹرسٹ کی تجویز جو کران کے نام لغزین منظور دیگر مجوزہ ٹرسٹوں کی خدمت میں بھیج دئے گئے۔ جن کی منظوری نے پڑ ٹرسٹ ڈیڈ رجسٹر ہو گیا۔ اب نئے انتظام پر چند ہفتے اور ملتائیں۔ اخیر میں پھر دوبارہ عرض ہے کہ آج کے بعد دوکنگ مشن کی امدادیں یا بذریعہ مشن ہذا اشاعت اسلام کی خاطر جو بھیجے۔ وہ سب فاضل سیکرٹری مشن دوکنگ اور کسی اور صاحب کی معرفت بھیجیں۔

دوکنگ مشن کا احمدیہ انجیل اشاعت اسلام ہر کوئی نہیں

عزیز منزل برائڈ ریٹھ روڈ لاہور ماہ اپریل ۱۹۳۰

خادم خواجہ کمال الدین

نحمدہ و نصلی علیٰ ہمدانکرم

اشاعت اسلام تشریحات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عید الفطر ۱۴۳۸ھ کے موقع پر دوکنگ میں اجتماع جس کا فوٹو تصویر میں ہے۔

اگرچہ انگلستان میں موسم سرما حد درجہ ناخوشگوار ہوتا ہے اور اس وجہ سے عیدیں کے موقع پر یہ خرابی موسم، اجتماع مسلمین و غیر مسلمین کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے لیکن اس مرتبہ، احباب ائیتھنہ و امیٹرک تقریب ہوئے۔ اُس کو دیکھ کر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے موسم کی خرابی کا مطلق لحاظ نہیں کیا۔ چنانچہ اس سال چار صد احباب زیادہ عید کے موقع پر دوکنگ میں مجتمع ہوئے اور اعلیٰ موجوگی، ایک سطحی نظر والے کیلئے بھی بنیاد دیکھنے پر تھی اور جو لوگ ہر معاملہ کو غور و خجینہ کے عادی ہیں، اُن کیلئے بھی اس اجتماع میں نہایت قابل قدر اہمیت مضمر تھی، کیونکہ اس کی بدولت، اُن لوگوں کو اس بات کے اندازہ کا موقع ملا کہ سلام میں اخوت اور یگانگت کی روح فوق العقل طریق پر کارفرما کی گئی ہے جس کی بدولت، موجودہ ننانکس نسلی و قومی مسائل کا قرار واقعی طور پر حل دستیاب ہو سکتا ہے۔

ایکدہ جن سو زیادہ اقوام کے نمائندہ مسلمان احباب اس تقریب عید پر دوکنگ مسجد کے دلکش سبزہ راہ میں جمع ہوئے جو نہ صرف جزائر برطانیہ بکلاں سے بلکہ دنیا کے مختلف ممالک سے آئے تھے تاکہ دوکنگ میں جمع ہو کر عید منائیں۔ تقریب سہ ماہیہ ۱۴ رمضان کے ساتھ پر عمل میں آتی ہے۔ عید کی نماز ۲ مارچ ۱۹۳۸ء کو اتوار کے دن سائے کی راہ بچے والی گلی اور نماز بنائی گئی مصلیوں کے علاوہ ہنسی مہری، عربی، ایرانی، شامی، ملائی، عراقی اور روسی مسلمان بھی شامل تھے۔

نماز کے بعد مولوی عبد الحمید ملعب ایم، اے، امام مسجد دوکنگ نے ایک مختصر گزلیع خطبہ عید ارشاد فرمایا احباب نے نا اعلان تھا کہ ایسی سخت سردی میں زیادہ دیر تک مجلس پر بیٹھے ہیں۔ اس لئے فاضل خطیب نے مصلحتاً اختصار سے کام لیا۔ خطبہ کے دوران میں، موصوف نے اسامیات کے متعلق، مسیحی احباب کی سرودھری اور اور فاضل شجاری پڑھا اور اس کو کیا، علی الخصوص اُن لوگوں کے طرز عمل پر جو سلطنت برطانیہ میں رہتے ہیں۔

موصوف نے کہا میں سمجھ نہیں سکتا کہ انگریزی اصحاب، اس مذہب کی تعلیمات کو اس درجہ تجربہ یوں میں جو دنیا کی بادی

کے پانچویں حصہ کو دل و جان سے زیادہ عزیز ہے، خصوصاً جبکہ یہ ظاہر بات ہے کہ "ہندوستان" برصغیر کا مفاد، ان دس کروڑ مسلمانوں کا واسطہ ہے جو برطانوی جمہوریت میں مساویہ حقوق رکھنے والے افراد ہیں۔ یہ تقدیر کا مقام ہے ذمہ دار اہمیت، مدیرین ملک، اور بابِ معافیت نے، جو اسے عامہ پرائیڈاں رکھتے ہیں، ابھی تک اس بات کا احساس نہیں کیا، کہ انکی تحریر و تقریر کہا تک مؤثر ہو سکتی ہے، ہمنما، انہوں نے، اس ناپاؤ اور دل آزار لٹیچنگ کا ذکر بھی کیا جو برصغیر میں اینڈالو مجنوری غیر میں شائع ہوا ہے۔

بعد ازاں انہوں نے مسیحی لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہاں اسلام آپ لوگوں کو صرف اس بات کے متمنی ہے کہ آپ غیر عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی عظمت کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں، ہمارے یہ دوست، اپنے اقوال و افعال سے آنحضرت کی دیسی ہی عزت کرنی سیکھ جائیں جیسی وہ اور مسلمان و نونِ حبیب مسیح کی کرتے ہیں مسلمان تو خود ان کے پیشوا کی تکریم کرتے ہیں پھر بھلا انکو کیوں سے کی نفرت ہے۔ مسلمانوں کو خطاب کر کے کہا آپ کو محسوس کرنا چاہیے کہ آپ کے خلاف اس قدر عزت اور شوکت کی زندگی بسر کر چکے ہیں پس یہ کدہ رشتہ عظمت آپ کی آئندہ شوکت و شان کیلئے بمنزلہ مداح ابتدائی ہونی چاہیے اور آپ کو وہ عظمت و شان حاصل کرنے چاہیے، جس کا نقشہ ڈاکٹر سراقاں ملاحظہ فرمائیں شہرِ رافق تصنیف "اسرارِ بخود" میں کھینچا ہے اور یہ بات اسی وقت حاصل ہوگی، جب آپ اپنے خلاف کے کارناموں اور ان کی عظمت کو سامنے رکھیں۔

شرکائے نمازیں ہر ایک بینسی سفیر افغانستان، سفیر مصر، سفیر عراق، ڈاکٹر اور مسز لیون، مسز البیہ لوگرہ، لارڈ اور لیڈی میڈلے، کے اسماء خصوصیت کے قابل ذکر ہیں۔ ایسا ہی غیر البانیہ بھی تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ بہت سے ہندو اور مسیحی احباب نے بھی فراخ دل کے ساتھ اس تقریب میں حصہ لیا۔

خطبہ کے بعد احباب نے باجمہر معاہدہ و معاہدہ کیا، مبارکبادی اور کچھ وقت باجمہر گفتگو اور تبادلہ خیالات میں صرف کیا۔ ایک سینکے کے قریب، چار اور نو کھات، جو جہانوں کی تاسع کی گئی، جس کے لئے مسجد کے لئے بندہ زاریں ایک خوبصورت، شامیانہ ایستادہ کیا گیا تھا۔ ہر اینس سرآغا خاں اور انکی بیگم محترمہ جنہوں نے، دو کنگشن کی آمد میں ہمیشہ فراخ و صلیگی کے ساتھ حصہ لیا ہے اور اس کے مقاصد سے ہمیشہ ہمدردی ظاہر فرمائی ہے چونکہ اس موقع پر انگلستان سے باہر تشریف فرما ہیں۔ اس لئے شریکِ تقریب نہ ہو سکے۔

یہ امر بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ اس تقریب میں اور اس کی مختلف دلچسپیوں کی گویا اور متحرک انصاف بھی لی گئیں، اور اس وجہ سے امام موصوف کا وہ خطبہ جو انہوں نے نماز کے بعد سنا یا اور جس

میں اسلام کے متعلق بہت سی پاور ہوا لیکن مروج غلط بیانیوں کا قرار واقعی ازالہ کیا گیا ہے، بہت سے سنجیدہ اصحاب اور ارباب غور و فکر کے لئے فائدہ اور دلچسپی کا موجب ہو جائیگا، اور اس کی بنا پر ان غلط فہمیوں کا قلع قمع ہو جائیگا جو اسلام کے متعلق عام طور سے پھیلی ہوئی ہیں ۱۲

۲۷ اپریل ۱۹۳۰ء

عزیز منزل - برائڈر تھ روڈ - خواجہ عبدالغنی سیکرٹری مسلم وکنگ مشن لاہور

برٹش مسلم سوسائٹی اور وکنگ مشن

مغربی ممالک میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ”روزہ“ کسی قوم کے اقتصادي مفاد کے تحت ہی معرفت رساں ہوتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عمل کرنے کی استعداد میں کمزوری واقع ہوجاتی ہے۔ لیکن چنانچہ برٹش مسلم سوسائٹی زیر صدارت عالیجناب الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی سرگرمیوں کا تعلق ہے، یہ خیال محض غلط ثابت ہوتا ہے۔

عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ، جو کچھ عرصہ ہوا، ہلٹی مشورہ کے ماتحت بھرگئے تھے حال میں انگلستان واپس تشریف لائے ہیں، حسب معمول اپنے محبوب مذہب اسلام کی بہبودی اور ترقی کی، تجاویز سوچنے میں مشغول ہیں۔ ۲۵ فروری کو موصوف نے، انگلو ملطینی مکتب قلع فرسٹ ایونیو ہٹل، ہائی پولیورس لندن میں انگلستان یحیئیت ایک اسلامی طاقت، عنوان پر نہایت دلکش تقریریں فرمائی، مکتب کا مال کچا کچھ بھرا ہوا تھا سامعین کی تعداد ڈھائی سو سے اوپر ہی ہوگئی، کمرنیل ہیرلڈ سالومن او، بی، ای، ایم، سی صدر جلسہ تھے۔ لارڈ موصوف نے مذہب اسلام کی رعا دادانہ مزاج پر خاص نور دیا اور نہایت واضح طریق پر، اسلام کی حقیقت، جمیع ادیان عالم پر نہایت فرمائی، خصوصاً مسیحی مذہب پر جسکی تاریخ خون آخامیوں اور مروجہ آزار ریزیوں کی ایک مسلسل داستان ہے، لیکچر کے بعد حسب معمول سوالات کی اجازت دی گئی اور جیسے کہ گمان غالب تھا لوگوں نے فلسطین کی موجودہ صورت حال پر، بہت سے عمیق اور چمکتے ہوئے سوالات کئے۔ ضمناً اس کی صراحت بھی لازمی ہے کہ سامعین میں، بہت سے یہودی بھی تھے جنکے سوالات کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُس شفقانہ سلوک کو قطعاً فراموش کر چکے ہیں جو زمانہ دوسلی میں مسلمانوں کی بحیثیت حکمران، ان سے روا رکھا تھا، پھر صاحب صدر جناب مولوی عبد المجید صاحب مقلّم امام مسجد وکنگ سے درخواست کی کہ وہ اُن سوالات کا جواب دیں جس پر مولوی صاحب موصوف نے ایک مفصل تقریر فرمائی اور اسی ضمن میں یہودی احباب کے سوالات

کی نوعیت پر اظہارِ تعجب بھی کیا اور غمازشِ ظاہر کی کہ یہودی لوگوں کو ان سوالات کے متعلق زیادہ وسعتِ قلب رکھانی چاہیے کیونکہ ان کی یہودی بھی مسلمانوں کی یہودی سودا بستہ ہے، اور اس پر بھی ورد کیا کہ یہود اور مسلمان صیدیں تک باہم شیر و شکر رہ چکے ہیں پھر ان یکا یک سابقہ تعلقات کو بلائے طاق رکھ کر مصروفِ جنگ ہو جانا کچھ معنی رکھتا ہے۔ اور اس تبدیلی کا باعث بعض خارجی اثرات ہیں۔

۱۹ فروری کو جناب محوی عب المجید امام مسجد کا قایم مقام دوکنگ نے جماعتِ مسانیات سائنس و ادبیات بین الاقوامی ۸ ٹوٹن اسٹریٹ لندن کے سامنے، خلیفہ الماموں پر ایک لکچر دیا۔ پروفیسر مصطفیٰ لیون صدر جلسہ تھے مافصل لکچر کرنے، ماموں الرشید کی عالمانہ زندگی کو خوب عمدگی کے ساتھ پیش کیا۔

جناب مسٹر جمال حسینی صاحب سیکرٹری عربک اکیڈمی نے ۲۵ مارچ کو سواتین بجے شام دوکنگ مسجد میں، فلسطین میں اسلامی مفاد پر نہایت مبسوط تقریر فرمائی۔ اور تقریر کے بعد بحث و محض کا بازار اچھی طرح گرم ہوا۔ کمریل بلیکینی جو کسی زمانہ میں فلسطین کیلئے گئے تھے، اور محض صدارت کی خاطر لندن سے دوکنگ تشریف لائے تھے، اس جلسہ کے صدر تھے۔ انہوں نے صدارتی تبصرہ میں فرمایا کہ اعلانِ بالفور کی بدولت صیہونی جماعت نے جو صورتِ افریق وانشقاق، فلسطین میں پیدا کر دی ہے اسکی اہمیت کا قرار داتمی انداز میں اظہار فرمایا ہے اور میری فی تمنا ہے کہ عربوں کیساتھ کامل طور سے انصاف کیا جائے موصوف نے یہ بھی کہا کہ فلسطینی شہروں کے عربی ناموں سے یہ بات ثابت ہے کہ عرب لوگ اس خط میں، بنی اسرائیل کے آنے سے پہلے ہی آباد ہو چکے تھے۔ اور یہودی طرح فلسطین اُنکا بھی آبائی وطن ہے۔ اور اگر حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں انہوں نے اس ملک کو زیر نگین کیا تو گویا حق بحقدار رسید والا معاملہ تھا۔

جناب مسٹر حبیبی صاحب نے برٹش مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام بھی لکچر دیا تھا اور اس کے بعد بھی خوب بحث مباحثہ ہوا۔ دوکنگ اور سوسائٹی کے زیر اہتمام لکچروں کے علاوہ لندن عبادت گاہ اسلامک سینٹرل ہل وڈکنگ میں ہفتہ وار لکچروں کا سلسلہ باقاعدہ جاری ہے۔

مصری ایوا لیشن آف گرین برٹن اینڈ آئرلینڈ نے ہنریک سینسی ڈاکٹر حامد محمود کے اعزاز میں ایک شیلار منیافت کا اہتمام کیا، جمعہ کے دن ۲۸ فروری کو پوٹل میٹر پول لندن میں عمل میں آئی۔

اس بات پر تمام اسلامی دنیا مسرتوں کیساتھ اُنکی شریک حال ہو کر مصرینِ مبارکہ تنوعی حکومت قائم ہوگئی ہے ۱۲ ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء عزیز منزل خواجہ عبدالغنی سیکرٹری مسلم دوکنگ مشن لاہور۔

نقشہ کے تفصیل مدو اسلامک ریویو و ہندوستان بابت ماہ مارچ۔ ۱۹۳۰ء

[illegible]

نقشه ۲ تفصیل آمد ریزر وقت ذیابیت ماه مارس ۱۹۳۰

[illegible]

نقشہ کے تفصیل خرج مسلم مشن اسلامک لیونیورسٹی ہندوستان بابت ماہ مارچ ۱۹۳۰ء

[illegible]

نقشہ تفصیل حرج مسام مشن اسلامک یونیورسٹی انگلستان بابت ماہ مارچ ۱۹۳۷ء

[illegible]

میں نے اسلام کیوں اختیار کیا

مس جون فاطمہ ڈینکس کی بصیرت افروز تصریحات

اسلام وہ مذہب ہے جسکی تلاش مجھے اُس زمانے سے تھی جبکہ میں اسکول میں پڑھتی تھی۔ مسیحی مذہب کی تعلیمات سے مجھے شریع ہی سے نفرت تھی اور میرا دل کبھی اُن سے مطمئن نہیں ہوا۔ چنانچہ جب میں سمجھا رہی ہو گئی تو میں نے اُن کو یکسر اپنے دل و دماغ سے خارج کر دیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کئی سال تک مجھے یہودی اور کیتولک دوستوں کے ساتھ غیر حائل میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن اُنکے مذہبی خیالات میری نظر میں کبھی نہیں چمکے۔ میں پھر اپنے وطن مالوف میں واپس آئی اور ایک دن حفصہ اتفاق سے ایک دوست کی معیت میں مسلم عبادت گاہ علیہ کمپیڈن بل روڈ ٹاٹنگ ہل گیٹ لندن میں آنے کا موقع ملا، یہاں آکر مجھے مذہب اسلام سے پہلی پہلی واقفیت حاصل ہوئی اور بہت جلد مجھے اُس کی تعلیمات نے اپنا گر ویدہ بنالیا۔ خاص بات جس نے میرے دل پر اثر کیا۔ اس مذہب کی سادگی تھی مثلاً عقیدہ توحید باری۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ یحیثیت ایک مسیحی ہونے کے میں تثلیث تجسم اور کفارہ جیسے خلاف عقل عقاید پر ایمان رکھ سکتی ہی نہ تھی لیکن اسلام ایسی خلاف عقل باتوں و سرسریا ک صاف ہے۔ یہ بات جو مسیحی مذہب کی جان ہے اور جسے پادری لوگ ہم سے منوانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح اس دنیا میں اس لئے آئے کہ اپنی جان دیکر بنی نوع آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کریں، کم از کم میری سمجھ میں تو کبھی آ نہیں سکتی۔ علاوہ ازیں اس منزعومہ واقعہ صلیب سے دنیا کو معتد بہ فائدہ بھی نہیں پہنچا، الا ماشاء اللہ، بحرحر ان چند نفوس کے جنہوں نے انکی پیروی کی خاص طور سے کوشش کی ہو، بلکہ موجودہ دنیا، اس زمانے سے بدتر حالت میں ہے جبکہ مسیح زندہ تھے۔ یہ لڑنیاں ہے کہ اسلام ایسا قریب عقل اور سریر الغہم مذہب ہے کہ جو شخص ذرا سی کوشش بھی کرے گا، اُسکی سمجھ میں آ جائیگا۔ اور یقیناً وہ اُس کو پسند کرے گا۔

میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ اسلام کی بدولت مجھ وہ طمانیت حاصل ہوئی جو قبل ازیں مجھ کو ملنی نہ سبب تھا۔ ۲۶ مارچ ۱۹۳۰ء
عزیز مندر۔ لاہور۔ ۸۔
خواجہ عبد الغنی سیکرٹری مسلم مشن دوکنگ۔

میں آگے چل کر یہ دکھلاؤں گا کہ اقتصادیات، اخلاقیات، معاشیات، سیاسیات، اور روحانیات وغیرہ میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو ان صفات اربعہ کے دائرہ عمل سے خارج ہو +

یہ سورۃ شریفہ میں وہ اصول بھی بتاتی ہے جن کے اختیار کرنے سے ہم اپنے اعمال کو ان چار ربانی قابلوں میں ڈھال سکتے ہیں۔ اور اس میں جو دعائیں مانگتے ہیں وہ تو وہی ہے جس کے لئے آج دنیا میں ہر فرد بشر سرگرم نظر آتا ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر بات میں کمال حاصل کرنے کا راستہ بتا دے۔ اس میں جو الفاظ اھدنا الصراط المستقیم ہیں اس کے یہی تو معنی ہیں کہ کسی خیر و خوبی کے حاصل کرنے میں جو بہترین راستہ ہو وہیں معلوم ہو جائے +

میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص جس کے کندھوں پر سر، سر میں دماغ، اور دماغ میں خود فکر اور نتائج اخذ کرنے کی قوت موجود ہو، وہ اسلام جیسے مذہب فطرت جس کے موئے مٹے خط و خال میں نے اوپر کسی قدر بیان کر دیئے ہیں کس طرح روگردانی کر سکتا ہاں ایک ذی شعور اس مذہب کو دوسری سے سلام کرے گا جس کی غرض انسانوں کو اقتصادی، اخلاقی اور روحانی فوائد عطا کرنے کے بجائے کسی خود پسند مہموں کی خوشنودی کے لئے چند ستائش آمیز کلمات سکھانے یا رسوم ظاہری کا پابند بنانے سے درجستہ ہو یا کسی معصوم انسان کے پھانسی پا جانے پر ایمان لانے سے کل تہذیب انسانی کو کھلبتہ

مذہب کا یہ نظریہ جان اور ارق میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ بیشک ان نظریوں سے بالکل جداگانہ ہے۔ جو مذاہب دیگرہ نے وقتاً فوقتاً پیش کئے۔ لیکن یہی وہ نظریہ ہے۔ جسے قرآن کریم نے پیش کیا اور امور کو چھوڑ کر یہی وہ غرض ہے۔ جو قرآن نے المام الہی کے نازل ہونے کی تجویز فرمائی۔ چونکہ یہ باتیں اہل مغرب کے لئے علی الخصوص اور دیگر اہل مذہب کے لئے ایک حد تک نئی ہیں۔ اس لئے مجھے اس کی تشریح میں کسی قدر تکرار سے کام لینا ہو گا چنانچہ اس غرض کو یہاں پھر میں اجمالاً لکھ دیتا ہوں۔ جو المام یا اس کے تجویز کردہ ضابطہ زندگی یعنی مذہب کو دنیا میں لائی اور یہ یاد رہے کہ جو کچھ میں یہاں لکھوں گا۔ وہ قرآن کریم کی ہی تعلیم ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان میں کائنات کی ہر شے کی طرح لاتعداد استعدادیں رکھ دی گئی ہیں اور ان استعدادوں کی بلوغت کے لئے ہی المام آتا ہے ان میں ایک استعداد یہ ہے۔ کہ وہ اس زمین پر اسی طرح حکومت کرے جس طرح کوئی غیب الغیب ہستی زمین آسمان پر حکمراں ہے۔ اس کی تہذیب و تمدن اسی تہذیب کے لگ بھگ ہو۔ جو کل کائنات کا ظاہر ہو رہی ہے انسان

۱۷ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین ۴)

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔

۱۸ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ (یونس ۴)

پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا (محمد علی)

کے اخلاق اور اس کے آداب اسی رنگ میں رنگین ہوں جو کائنات کے چلائے والے میں پائے جاتے ہیں۔ مذہب دنیا میں اس لئے نہیں آیا۔ کہ وہ انسان کو عبادات کے چند طریق سکھلا دے۔ یا اسے نذر و نیاز اور صدقہ قربانی کی تلقین کرے۔ یہ باتیں بھی ایک حد تک ضروری ہیں مگر کسی غرض ثانویہ کے لئے۔ مذہب تو صرف اس عالی غرض کے پورا کرنے کے لئے آتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس غرض کے لئے قرآن کریم خصوصاً ذیل کی باتیں ایک ایسے وقت تعلیم کیں جب دنیا ان امور ضروریہ ناواقف تھی انسان میں درمی الاربی طاقتیں موجود ہیں۔ اور یہ وہ طاقتیں ہیں جو مطالعہ صحیفہ فطرت نے خالق کائنات کی طرف منسوب کی ہیں۔ انسان میں ان قوتوں کو رو بہا لائے کی استعداد بھی موجود ہے۔ انسان نے دنیا میں مادی ترقی حاصل کر کے اپنے قول و فعل کو اخلاق و روحانیت کے تلے لانا ہے تاکہ وہ بنی نفع کے لئے موجب راحت ہو اور اس کے اخلاق کے ذریعہ دنیا کے فسادات مٹ جائیں اس سے اس میں رنگ کائنات کا رنگ پیدا ہو جائے گا۔ انسان کی تہذیب کی تکمیل کے لئے قرآن نے یہ اطلاع دی ہے۔ کہ کائنات کی ہر ایک شے اسی کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور کائنات کے کل قوائے ظہریہ اس کے اشاروں پر چل سکتے ہیں۔ کائنات کی ہر ایک شے اس کے لئے نفع

لے صیفت اللہ ومن احسن من اللہ صیغہ۔ قلنا لعلنا نلکھ الصدق والادام
خدا کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بہتر ہے۔
ہم نے فرشتوں کو کہا کہ تم آدم کو سجدہ راجعتم کہہ

بخش ہو سکتی ہے۔ ہاں یہ باتیں اسے تو حاصل ہو سکتی ہیں۔ جب وہ اشیاء کائنات کے علوم حاصل کریں
 انکا بھی پتہ دے دیا ہے۔ کہ جن سے انسان کہاں کو پہنچے گا۔ خالق کائنات کے متعلق ایک
 طرف تو ان صفات عالیہ کو بیان کیا کہ اگر وہ کسی انسان میں پیدا ہو جائیں تو انسان تہذیب
 تمدن کے اس مقام پر پہنچ جائے گا کہ جس کے آگے کوئی درجہ نہیں۔ پھر یہ بھی اطلاع دی
 کہ خدا کی یہ صفات انسان میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہ امر مسلم ہے۔ کہ رب کائنات وہ بزرگ ہستی
 ہے جس کی حقیقت سے انسان آگاہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسی امر کو تسلیم کر کے قرآن کریم نے
 دوسری طرف رب العالمین کی صرف ان صفات کو گنا ہے کہ جن کا حصول انسان کے ذرا
 امکان میں آ سکتا ہے۔

اب یہ باتیں خواہ کسی کی تلقین کر دے ہوں۔ اور خدا کی طرف سے نہ ہوں۔ دیکھنا یہ ہو
 کہ اگر یہی باتیں زندگی میں کسی کا مذہب ہو جائیں تو پھر وہ اور کیا چاہتا ہے۔ اگر کسی مذہب
 میں یہ باتیں نہیں تو مجھے تو اس مذہب کی ضرورت ہی سمجھ میں نہیں آتی۔ الفضل قرآن کریم
 نے ان امور کے حصول کے لئے چار امور پر روشنی ڈالی ہے۔ اور انہی کو مذہب کی جان
 ٹھہرایا۔ (اول)، انسان کی استعدادیں اس امر پر روشنی ڈالنے کیلئے قرآن نے چند صفات اللہ
 کو گن ڈالا۔ جو دراصل انسان اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ دوم۔ انسان کا جو مقام کائنات
 میں ہے اس پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ بالمقابل جو رشتہ کائنات کا انسان سے ہے۔ اسے بھی

بیان کر دیا ہے۔ (سوم) نلن ماہوں کو بتاتا ہے۔ کہ جن سے انسان بیان کردہ مستقیم علی پر پہنچ جائے۔ اور اس رشتہ کو قائم کر سکے جو انسان میں اور باقی کائنات میں مقرر ہو چکا ہے (چہارم) انسان مدنی بالطبع واقعہ ہوا ہے۔ اور نسل انسانی کی راحت اسی میں ہے۔ کہ ہر ایک انسان کا وجود دوسرے کے لئے نفع رساں ہو جائے۔ دیکھ لیا جائے کہ جب کبھی نسل انسانی کی کسی شاخ کو مادی معاملات میں کوئی تفوق حاصل ہوا۔ تو اس نے اپنی طاقت کو دوسروں کی تباہی میں استعمال کیا۔ اس لئے نسل انسانی ایک ایسے ضابطہ اخلاق و روحانیات کی تخلیق تھی۔ کہ جس پر پل کر مذکورہ بالا نقص انسانی سوسائٹی سے دور ہو جائے۔ مذہب کا فرض ہے کہ وہ اس دستور کی دنیا میں تعلیم دے۔

ان امور کے سوا اور باتیں بھی تعلیم مذہب حقہ میں آجاتی ہیں۔ لیکن وہ ضمنہ ہی ہیں۔ اور وہ انہی اغراض اربعہ کی تکمیل کے لئے تعلیم کی جاتی ہیں۔ اگر یہ چار باتیں کسی کسی مذہب کا نصب العین نہیں۔ تو وہ مذہب انسان کے گھر کی ایک آرائشی چیز ہے۔ وہ دراصل کسی ضرورت حقہ کو پورا نہیں کرتی۔ اور اگر یہ امور اربعہ ہی کسی مذہب کی غرض ہے۔ تو پھر کوئی ذی عقل انسان اس مذہب کے قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکتا وہ اسے من جانب اللہ سمجھے یا نہ سمجھے لیکن وہ جب تک ان امور کو اپنے سامنے نہ رکھے گا وہ کبھی فلاح کو نہ پاسکے گا۔ ان اوراق کے پڑھنے سے یہ نظر آجائے گا کہ اسلام نے انہیں امور کو مذہب کے اجزاء اعظم ٹھہرا کر ان پر اچھی طرح روشنی ڈالی۔ اس لئے قرآن کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے کہ جو اپنی زندگی کا دستور اصل اسلام کو نہیں ٹھہرائے گا وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔

یوں لفظ اسلام سے کوئی گھبراتے تو بات دوسری ہے لیکن قرآن نے ایک امر حقہ کو یہاں بیان کر دیا ہے۔ اسلام کے لفظی اور عرفی معنی خدا کے احکام پر چلنے کے ہیں۔ تو پھر جو شخص خدا کے احکام سے منہ موڑ لے گا وہ نقصان ہی اٹھائے گا۔ وہی باتیں جن کا نام علمی اصلاح میں قوانین فطریہ ہیں وہی خدا کے احکام ہیں۔ تو پھر کون ان سے منہ موڑ سکتا ہے۔ مثلاً حفظانِ صحت کے متعلق چند قوانین طبیہوں نے تجویز کر رکھے ہیں۔ اگر وہ صحیح ہیں تو بالفاظ دیگر وہی قوانین احکامِ الہیہ کہلاتے ہیں۔ اور ان پر چلنے کا نام اسلام ہے۔ اسی طرح زندگی کی ہر شاخ میں اصول کا میابا چند قوانین مقررہ پر منحصر ہوتی ہے۔ انہیں قوانین کا نام شرعی اصطلاح میں احکامِ الہیہ ہیں اور انہی پر جیسے کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ چلنے کا نام اسلام ہے۔ تو پھر کون ذی عقل ہے۔ جو اسلام کو اپنا دستورِ عمل بنالے۔ لہذا یہ باطل صحیح بات ہے کہ جو ایسا نہ کرے گا وہ لازماً نقصان اٹھائے گا۔

۱۷۵ ومن ینبتہ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من الخسیرین۔ ترجمہ یعنی جو اسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرتا ہے۔ اس کو قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا اور اس میں سے ہر گز (مسند مال عمول آیت ۸۲)

آسمانی بادشاہت

اَنْۡ اٰمُرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعِیْزُوْا مِنْۢ بَحۡثِنَا ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرَکُوْنَ ؕ سورہ نحل آیت ۱

اللہ تعالیٰ کی حکومت کبھی ہے، سو اس کے لئے جلدی مت کرو۔ وہ بلند اور بڑبڑاتی ہے۔ اور دُعا کی اعانت و شرکت سے، پاک ہے۔ جنہیں لوگ اُس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

”تیری پادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے ویسے ہی زمین پر بھی پوری ہو“ مندرجہ بالا فقرہ کو اُس دُعا کو منقرض بھننا چاہئے جسے عام طور پر عیسائی ”خداوند کی دُعا“ کہتے ہیں۔ دراصل حضرت مسیح اس امر کے نہایت خواہشمند تھے کہ خدا کی مرضی جس طرح آسمان پر جاری ہے اُسی طرح زمین پر بھی ساری ہو جائے۔ کیونکہ صرف اسی صورت میں، آسمانی پادشاہت اس دُنیا میں قائم ہو سکتی ہے، اُن کی یہ دُعا آج بھی عالمِ سمیت کے ہر گوشہ سے بلند ہوتی ہے لیکن دو ہزار سال گزرنے کے بعد بھی عیسائیوں کی کلیسائی تفسیر کے مطابق، یہ دُعا ہنوز محتاجِ قبولیت نظر آتی ہے۔ اُن کی تفسیر کے مطابق تو جناب مسیح کو اپنے صعود سے ایک ہزار

سال کے بعد دوبارہ اس دنیا میں آنا چاہئے تھا لیکن دو ہزار سال قمری گزر چکے ہیں اور ابھی تک ان کی واپسی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی بہتظن آمد ثانی، اسی حساب کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ عرصہ ہوا، امریکہ کے ایک شہر میں جمع بھی ہو گئے تھے لیکن سوائے حسرت و افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آیا +

فرقہ منتظرین آمد ثانی کی موجودہ ناکامیوں اور جدید علم الافاق کی وجہ سے پرانے مسیحی عقاید روز بروز کا فور ہوتے جاتے ہیں۔ پرانے عقاید کی رو سے کائنات کا مسیحی نقشہ یہ تھا کہ اوپر آسمان (بہشت) درمیان میں زمین، نیچے جہنم اور گنہگار ارواح کا مقام (دوزخ) اسی لئے مسیح کے اوپر جانے اور نیچے آنے کا عقیدہ مروج تھا لیکن جدید علوم کی رو سے بالاد زیر یا فوق و تحت کی کوئی گنجائش نہیں لہذا مسیح کا اوپر جانا یا نیچے آنا اب ایک بے معنی سی بات ہو گئی ہے +

انگلتانی کلیسا کے درخندہ اختر ڈین ایجنی نے اپنی جدید کتاب موسومہ بہ حقیقت اور سائنس (Science & Reality) میں اس حقیقت کو مفصل بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جدید علم الافاق کی رو سے تو ہماری زمین فضائے عالم میں ایک چھوٹے سے چھوٹے نقطہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی اس کے چاروں طرف سیکنڈوں اور ہزاروں نجوم اور سیارے ہیں۔ جو اپنے اپنے محور کے گرد کام کرتے ہیں۔ ان سب میں فوق و تحت کا کوئی اضافی رشتہ نہیں۔ ان حالات میں جناب مسیح کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ واقعہ صییب کے بعد دوزخ (تحت الثریٰ) میں

اُترے اور بعد میں آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ اگر ان الفاظ کو لفظی معنوں میں لیا جائے۔
 جیسے کہ صدیوں سے کلیسا سمجھ رہا ہے۔ تو یہ ایک بے معنی بات ہے۔ اگر ان الفاظ میں
 کوئی حقیقت ہے تو یہ جتنا چاہئے۔ کہ یہ الفاظ استعاراً استعمال کئے گئے۔ ورنہ کس کا اوپر
 چڑھنا اور کس کا اترنا۔

اس سے تقریباً کل تعلیم کلیسا اور اسی کے ساتھ سچی طریق نجات کی ایک ساری
 کری ٹوٹ جاتی ہے چنانچہ اس وقت تقریباً کل عبرداران کلیسا، آمدنی کے مستقل
 قدیم عقاید کو لفظی معنوں میں اب باگل بیکار تھتھتے ہیں بلکہ اُس آمد کو انسان کے صفات الہیہ
 سے متصف ہو کر، اخلاق الہیہ پر عمل پیرا ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ ایک دوسرا قصہ ہے
 جسے کلیسا کے یہ بزرگ اپنی قدیمی روایات کو چھوڑ کر اسلام سے لے رہے ہیں۔ ان کا
 خیال ہے کہ جب انسان جو اشرف المخلوقات ہے، صفات الہیہ سے متصف ہو جائے گا
 تو یقیناً آسمانی بادشاہت اس دنیا میں قائم ہو جائے گی۔ جناب مسیح دراصل اسی دن کے
 لئے دعا کرتے تھے جبکہ آسمان کا بادشاہ اپنے اخلاق کاملہ اور اپنے طریق کار سے انہیں
 کو مطلع فرمائے گا۔ ورنہ وہ بادشاہت ہی جس کا انتظار قریب قریب سب انبیاء نے پہلے
 کو تھا اس صورت میں انسان کا خلق خدا کے ساتھ نہایت خوشگوار ہو جائے گا اور
 جس طرح خدا کی مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے۔ اُسی طرح زمین پر بھی پوری ہونے لگے گی
 صاف ظاہر ہے کہ جناب مسیح کے ان الفاظ کو کثیر مرنی زمین پر ویسی ہی ہو
 جیسے آسمان پر ہے لفظی معنوں میں تعبیر کرنا اُس عارف باللہ کا اتخاف کرنا ہو کہ

آپ یہ خیال تو کر نہ سکتے تھے کہ یہ زمین خدا کی حکومت اور حیطہ اقتدار سے باہر ہے۔ دنیا کی سرے جہاں تک اس کے مادی نشو و نما کا تعلق ہے آنکھ بند کر کے خدا کے قوانین پر عمل کر رہی ہے۔ اگر نافرمانی سرزد ہوتی ہے تو حضرت انسان سے، اور وہ بھی صرف انہی چند معاملات میں، جن کا فیصلہ وہ اپنی ذاتی رائے سے کرتا ہے۔ ورنہ دوسری صورتوں میں۔ انسان بھی قوانین الہیہ سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ اور تو اور۔ منکرین خدا بھی ان قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ ان کو اپنی اصطلاح میں قوانین فطرت کہتے ہیں، لیکن ان کی اطاعت وہ ایک مسلم ہی کی طرح کرتے ہیں۔ فرق صرف نام کا ہے۔ مشیت الہی نے تربیت انسان کے لئے اس کو قوت تمیز عنایت فرمائی ہے جب وہ اس قوت کے استعمال میں غلطی کرتا ہے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح زشتا خدا تھے۔ انہیں نظر آ گیا کہ انسان کی اصلی بیہود اس بات پر منحصر ہے کہ وہ الہی رنگ میں رنگین ہو جائے۔ مطلب غ کے اہنی معنی ہی یہ نہیں ہیں کہ انسان کو چند بار پانی میں غوطہ دیدیا جائے یہ تو محض رسمی اور ظاہری نشان ہے، جس کا اصلی مطلب، جیسا کہ قرآن مجید نے ایک اور جگہ فرمایا ہے، یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو الہی رنگ میں رنگین کرے صبغة الله ومن احسن من الله صبغة اس بات سے ایک دہریہ کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ دنیا اخلاقی قانون کے ماتحت نہ ہو تو ہم سب، بنظمی اور اتری کا شکار ہو جائیں۔ دنیا میں جہاں تک انسانوں کا سوال ہے اب بھی کوئی شخص سکون و اطمینان قلب کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ لیکن اسی کائنات کی دوسری مخلوق خواہ جاندار

ہوں یا بیجان اُن دونوں نعمتوں سے یکساں بہرہ اندوز ہے۔ یہ روزاقروں جنگ جو انسانی راحت و سکون کو ہر جگہ فارت کر رہی ہے، صرف اسی صورت میں بند ہو سکتی ہے جبکہ اُن اخلاق کو معمول بنا دیا جائے جو صحیح راستبازی اور نیکو کاری پر مبنی ہوں۔ دولت اگرچہ ہمارے راحت اور آرام میں بڑی حد تک مدد و معاون ہو سکتی ہے لیکن حقیقی راحت اور آرام اُس سے نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ تو الٰہی صفات کو اختیار کر کے اُن پر عمل کرنے سے حاصل ہوگا۔ جیسے آگے چل کر بالتفصیل بیاں ہوگا۔ ہم اس بات کو مقدس کتابوں اور مذہبی رہنماؤں کی زندگیوں میں تلاش کرتے ہیں لیکن قصبات اور ذاتی خواہشات ہماری راہ میں حائل ہو جاتی ہیں اسی لئے ہم دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی اخلاقی تعلیمات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس پیچیدہ مسئلہ کا حل اب ہمارے لئے بہت آسان ہو گیا ہے۔ قرآن نے نہایت واضح الفاظ میں اسلامی اخلاقیات کی بنیاد، صفات الٰہیہ پر رکھی ہے اور یہ حقیقت اب مغربی لوگوں پر بھی آشکار ہوئی جاتی ہے کہ صفات الٰہیہ کے انعکاس اور اظہار ہی کا دوسرا نام اخلاق حسنہ ہے جس وقت انسان ان صفات کو اپنے اندر جذب کرے گا تو آسمانی بادشاہی اس دنیا میں قائم ہو جائے گی۔ لہذا حضرت مسیح نے اگر اس کے نزول اور طریق حصول کے لئے خدا سے درخواست کی

لے وفی انفسیکم اقلًا نبصروں

تھی تو واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالمقابل یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس عظیم الشان مقصد کے حصول کا طریق خدا ہی نے مجھے الہام کیا ہے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف بتی نفع آدم کو اسی بادشاہت کا دستور عطا کرنے کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے کلام پاک ان تمام اخلاق الہیہ کا بیان کرتا ہے جن پر ہمارا ضابطہ اخلاق مبنی ہونا چاہئے۔

نہن ہے کہ تقصیب اور پاسداری کی وجہ سے لوگ قرآن مجید کو ایک عانگیر صداقت تسلیم نہ کریں، لیکن اس مقدس کتاب نے "فطرت الہیہ" کو اپنی صداقت پر بطور شاہد پیش کیا ہے جس کی شہادت کوئی ذی ہوش رو نہیں کر سکتا۔ اور یاد رہے کہ دنیا میں اب اگر مذہب قائم رہا تو وہی مذہب ہو گا جس کی تعلیم کی تائید بے ثبات قدرت سے ہو سکے گی۔

اسلام حکمانہ طور پر کوئی بات نہیں منواتا بلکہ اپنی تعلیمات کی صداقت پر صحیفہ فطرت کو ہمارے سامنے بطور شاہد کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اگر دنیا کی حقیقی شادمانی اور فلاح اس بات پر منحصر ہے کہ ہم اپنی مرضی کو مشیت الہی کی تابع بنادیں تو اس بات کی تلقین کسی خاص انسان ہی سے، خواہ اس کے دعاوی کچھ ہوں مختص نہیں ہے۔ ہمارے ہوجو تمدن نے ہمیں بھی اس قابل بنادیا ہے کہ صحیفہ فطرت کا مطالعہ کر کے مشیت الہی (روحِ

۱۷ تخلقوا باخلاق اللہ (الحديث)

۱۸ مضافاً کے اخلاق اختیار کرو
 ۱۹ فَطَرَتِ اللّٰهُ الْاِنْسَانَ وَحَمَلَتْهُ النَّفْسَ عَلَيْهِمْ لَ تَكُنَّ مِنْ الْخٰلِقِ
 اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور اس پر اس کے لئے نفس لٹائی تاکہ وہ مخلوق نہ ہو بلکہ اللہ کے واسطے ہو۔
 ۲۰ وَتَنَزَّلُ مِنْ اِلٰهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ ذِكْرَ الْاَلْبٰیْنِ ۝ (الفطرات)
 اور تم نہیں جانتے سو اس کے کہ ان دونوں کا کتب جا ہے (محمّد علی)

فطریہ سے واقف ہو جائیں جن کے مطابق ہمارے کل افعال ہوں۔ اور یہ وہ فوقیت سے جس کی بنا پر دنیا کی کوئی مذہبی کتاب قرآن شریف سے لگائیں کھا سکتی۔ اس کی تعلیمات کے دلائل و شواہد کا تباہی موجود ہیں۔ دوسرے مذاہب بھی ممکن ہے۔ ہمارے معاشرتی نظام کے لئے کوئی آسمانی ضابطہ پیش کر سکیں، لیکن سچی اور صحیح رہنمائی صرف مظاہر فطرت کی تصدیق ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کا مطالعہ اگر منظر غائر کیا جائے تو اس سے ایسے زبردست اور مفید نجات حاصل ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر کامیابی اور شادمانی یقینی ہے۔ فطرت دراصل خالق فطرت کے اخلاق کا آئینہ ہے۔ اور صرف اسی سے ہیں وہ سانچہ دستیاب ہو سکتا ہے جس میں ہم اپنے صفات کو صحیح طور پر ڈھال سکتے ہیں۔ آسمانی کتاب کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ وہ ہم کو فطرت کی تعلیمات یاد دلانی رہے اسی لئے قرآن مجید نے اپنا دوسرا نام ”الذکر“ بھی رکھا ہے۔ اور بالفرض القرآن کریم میں یہ خوبی نہیں تو اس کا حشر بھی غمگین دہی ہو گا جو باطل وغیرہ کا ہو رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ سائنٹیفک تحقیق کا صحیح اتباع بہت حد تک اس معاملہ میں

لَهُ سَنُوْهُمۡ اِلٰیۤیَّ نَا فِی الْاٰخِرٰی وَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَّبِعُوْنَ لَهُمْ اَنۡهُ اُنۡحُوْٓا۟ (حکم نبوی)

ہم نہیں اپنی نشانیاں اطراف میں اور ان کی اپنی جانوں میں دکھائیں گے بیان تک کہ ان کے لئے کھنچا کہ وہ حق پر

لَهُۥ اِنَّا نَخۡنُ فَرَزْنَا لَیۡلَیۡکُمۡ وَاِنَّا لَہٗ لَخٰطِیۡوۡنَ ؕ (الحجرات)

ہم نے خود ہیچ آزمادی ہے اور ہم خود اس کی مخالفت کرنا دے ہیں (نہی)

ہم راہادی را۔ ہو سکتا ہے لیکن سائنس کی رفتار بہت سست ہے اس کے حقائق کو دریافت کرنے میں اس قدر طویل عرصہ درکار ہوتا ہے کہ وہ عملی رنگ میں مفید ہوئے کے قابل نہیں رہتے۔ لہذا ایک طرف تو کتاب اللہ کی ضرورت ہے جو ان حقائق سے ہمیں ہر خطہ آگاہ کر سکے دوسری طرف اس کا عطا کردہ علم، حقیقی فطرت کے خلاف نہ ہو۔ یہ شرطنظر ایک ہی کتاب پوری کر سکتی ہے۔ جسے تو ان مفید کہتے ہیں جو ہر وقت ان قوانین کی یاد دلاتی ہے جو اس کائنات میں جاری و ساری ہیں اور انہی کی بدولت اس کی مخفی استعدادیں بروئے کار آتی رہتی ہیں +

اسی وجہ سے وہ تمام عقاید جن کی بنیاد پر خدا کے شریک بنائے گئے ہیں۔ یا جن کی بنیاد پر ان انسانوں کو الٰہیت کا درجہ دیا گیا ہے جنہوں نے بزعم دیگران معذّب ہو کر سامان نجات مہیا کیا، وہ ایک نہیں جناب مسیح سے پہلے بہت سے ایسے انسانوں کا ذکر علم الاضنام میں ہے، آہستہ آہستہ دینا سے مٹو جاتے ہیں تو ان فطرت سے اس قسم کے عقاید کو ہرگز کسی قسم کی تائید حاصل نہیں ہو سکتی یہ مذکور ہو چکا ہے کہ فطرت، آئینہ مشیت الہی ہے پس لازمی ہے کہ عقیدہ توحید مطلق کے سامنے جس پر کل فطرت شاہد ہے جملہ مشرکانہ عقاید سرنگوں ہو جائیں اور جو ہے جس میں پس پردہ، جو باقی اس کائنات کو چھلکا رہا ہے۔ وہ مشاہدہ انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے پس کسی شخص کا، خدا کے متعلق یہ عقیدہ

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام ۱۰۱)

نہیں جس کا احاطہ نہیں کر سکیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ باریک باتوں کا جاننے والا ہے (محمد علی)۔

رکھنا کہ وہ محدود بالزمان والمکان ہے یا مجسم ہے یا کسی طرح دیکھا یا چھوا جاسکتا ہے قطعاً
نوازل ہے +

اسی طرح وہ کل کے کل اصول مذہبی جن کی تکذیب فطرت کرہی ہے وہ منقرض ہوئے
ہونگے ان میں سے ایک عقیدہ کفارہ کا ہے۔ قربانی کا اصول اگرچہ صحیفہ کائنات میں ہر جگہ
کام کر رہا ہے لیکن اُس سے کفارہ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ہر وقت عام آدمی کے
افراد، عالم اعلیٰ کے افراد کے لئے قربان ہوتے رہتے ہیں کیونکہ اسی میں ان کی ترقی
مضمرب ہے۔ لیکن یہ نظر نہیں آتا کہ اعلیٰ طبقہ کے افراد ادنیٰ کے لئے قربان ہوں۔ لہذا
مسیح فطرت کے اس اصول کے قطعاً خلاف ہے جو مقابلاً ایک ادنیٰ مخلوق (انسان) کی
خاطر ایک اعلیٰ ہستی (خدا) کی قربانی تجویز کرتا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی عقلمند شخص اُسے تسلیم
کرے۔ فطرت کا قانون جو رات دن ہمارے مشاہدہ میں آ رہا ہے یہ ہے کہ چھوٹی چیز
اگر اپنے حالت سے ترقی کر کے اعلیٰ حالت اختیار کرنے کی خواہشمند ہے تو اُسے اپنی
ہستی فنا کر کے اعلیٰ ہستی کا جزو بن جانا چاہئے مثلاً بیجان مادہ جو زمین کے اندر پایا جاتا ہے
اپنی ہستی و نام مشا کر نباتات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ نباتات حیوان کی غذا بن کر حرکت
اور حس سے بہرہ اندوز ہوتی ہیں۔ حیوانات ذبح ہو کر جب دسترخوان پر آتے ہیں تو جزو
انسانیت بن جاتے ہیں گویا یہ اصول ارتقار تمام عالم میں جاری ہے اب کفارہ
کے عقیدہ کو اس اصول پر کھا جائے تو ظاہر ہے کہ مردود ہوگا نہ کہ مقبول +
بعض اوقات ایک ہی عالم کے مختلف افراد آپس میں ایک دوسرے کے لئے

قربانی کرتے ہیں۔ اگر مسیح میں الوہیت نہ ہوتی تو اس کا کفارہ قابل تسلیم ہو جاتا گو جو قربانی کے مقدمہ کو خرنگ ہوتے ہیں وہ ان میں نہیں پائے جاتے آپ تو آخر دم تک صلیب سے بچنے کی فکر کیے اور اس پر ان کا آخری کلمہ ایلی ایلی لما بقتنی (اے میرے خدا کیا تھے مجھے بچے چھوڑ دیا) علی الخصوص شہادت دیتا ہے۔ لیکن تمام دنیا میں یہ بات کہیں نہیں دیکھی گئی نہ افراد عالم بالائے اپنے آپ کو افراد عالم ادنیٰ پر قربان کر دیا ہو یا ایسا کرے گا ارادہ ظاہر کیا ہو پس مروجہ کلیسا کی تعلیم کہ خدا نے دنیا کو اس قدر پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا وہ اپنے خون سے انسانوں کی نجات کا سامان مہیا کرے کسی محقق اور دانائے دور حضرت کی نظر میں لائق قبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کی بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ عالم بالا کی ایک بستی عالم ادنیٰ کے لئے قربان ہوئی +

اسی طرح جس قدر مذاہب انسانوں نے اپنی اپنی خاطر کے لئے ایجاد کئے وہ سب موجود تمدن کی روشنی میں ناکارہ ثابت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ نظر قدرت ان کی تصدیق نہیں کرتے ان مذاہب کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انسان بالطبع راحت حاصل کرتے۔ اور تکالیف سے بچنے کے لئے گوشاں رہتا ہے بعض اوقات اسے اپنی کوششوں میں ناکامی ہوتی ہے جس کا باعث وہ اسباب ہوتے ہیں جو اس کے حیطہ اقتدار سے باہر ہیں پس وہ اپنی ناکامی کو کسی مخالف اور غیر مشمودہ قوت سے منسوب کر دیتا ہے، اور رہتی کوینہ کے خیال سے جھجھکا، اسی قوت کو اپنا خدا بنا لیتا ہے۔ اور جو عبادت بچے خدا سے غرض ہے وہ اس کے لئے روارکھتا ہے۔ بعض اوقات انسان اپنے جذبات کو بھی اپنا خدا

قراردے دیتا ہے، پنانچہ جذبات شہوت و غضب بھی رضام پرستی کی فہرت میں شامل ہیں۔ اسی کی بنا پر ابتداء مختلف ممالک میں اصنام پرستی کی مختلف اقسام رائج ہو گئیں، اور خاصہ پرستی سے لے کر انسان پرستی تک یہی ایک جذبہ تو ہم مختلف صورتوں میں انسانوں کے عقاید کا ماخذ ثابت ہوتا ہے لیکن مطالعہ فطرت نے ان لمبیطیل کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ ابتداء میں جبکہ انسان نے تہذیب و تمدن کی اُن برکات سے جواب اُسے حاصل ہیں، اس وقت کوئی فائدہ نہ اٹھایا تھا اور اُس کی عقل بھی نسبتاً کوتاہ، اور سہت محی، تو فطرت اور اس کے مختلف مظاہر مثلاً سورج، چاند، ستارے، بادل، ہوا، آگ، پانی وغیرہ کی پرستش مہیں اس لئے کی گئی تھی کہ انسان ان چیزوں سے ڈرتا تھا، اور انہیں اپنا آقا سمجھتا تھا اور طلبِ مغفرت اور دفعِ مضرت کے لئے اُن کے سامنے سر جھکاتا تھا رفتہ رفتہ جملانے جذبا مید و سیم کے ماتحت ان عناصر کو باضابطہ صفات الہیہ سے متصف کر دیا +

قرآن مجید نے انسان کی اس زبردست غلطی کا راز فاش کیا اور بتایا کہ جن چیزوں کو تم خدا سمجھ کر پوجتے ہو یا جن سے ڈرتے ہو وہ تو تمہاری خدمت گزار اور تابع ہیں تم اُن کے خادم نہیں ہو بلکہ غلام اور طاع ہو +

لَا اَدْعِيَتَ مَنِ اتَّخَذَ الْاَلِهَةُ هَوًى

کیا تو نے اسے دیکھا جو اپنی خواہش کو اپنا سید و بنانا ہے

سورة النحل رکوع ۱

قرآن نے بہ تکرار یہ تعلیم کی کہ فطرت اور منظر ہر فطرت انسان کی عزت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہاں فطرت کے رموز اور طریق کار نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمیں اکثر مصائب لاحق حال ہو جاتے ہیں۔ سائنس کی تحقیقات نے بھی اسی حقیقت کبریٰ کا انکشاف کیا ہے جس کی بدولت وہ تمام طاقتیں جو کل تک خدا سمجھی جاتی تھیں آج یا ہماری سمجھ میں ہیں یا خادمِ حقیناً وہ تمام مذاہب جو ہم کو اس حقیقت کے خلاف اعتقاد رکھنے کی تلقین کرتے ہیں رفتہ رفتہ مٹ جائیں گے اور آخر الامر انسان کا مذہب وہی ہو گا جو ذراتِ عالم کا ہے۔ اور وہ زمانہ فقرب آئے والا ہے جب مصنوعی خداؤں کی پرستش کرنے والا صفحہ ہستی پر کوئی نہ رہے گا۔ اور شخص فطرت کے خالق ہی کی عبادت کرے گا۔ اسی لئے قرآن کا دعویٰ ہے کہ دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہو گا۔ کیونکہ سائنس اور حکمت دونوں اس کے موید ہیں، اسلام کی تعلیم کا خلاصہ جیسے کہ مفصل آگے چل کر بیان ہو گا دو لفظوں میں آجاتا ہے۔ انسانِ قویٰ فطریہ پر حکومت کرنی سکھے اور سب فطرت کے اخلاق اپنے مانند پیدا کرے۔ ان دو حقائق سے کسے انکار ہو سکتا ہے ان کی مدد سے اسلام، اس مقصدِ عالیہ کی تکمیل کر سکتا ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے ۔

اگر سائنس اور مذہب دونوں کا مقصد صرف یہی قرار دیا جائے کہ یہ دونوں انسان

لَهُ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (صف ۷)

وہی ہے جس نے اپنے رسولِ ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے (محمّدی)

کو ان طریقوں سے آگے دیتے ہیں جن پر کاربند ہونے سے ہم اپنے پیدائشی حقوق حاصل کر سکیں تو ان دونوں میں مذکور کوئی تضاد ہو سکتا ہے نہ تخالف۔ ہاں یہ سچ ہے کہ باطل مذہب یا باطل سائنس ایک دوسرے کے دوش بدوش نہیں چل سکتے۔ اگر اصل روایات کو، جیسی کہ بائبل میں پائی جاتی ہیں مذہب قرار دے دیا جائے تو پھر عقاید ان روایات پر مبنی ہوں گے وہ یقیناً سائنس سے مطابقت نہیں رکھ سکتے بلکہ حتیٰ الوسع اس کی مخالفت کریں گے چنانچہ یورپ کی تاریخ ازمنہ وسیلی اس پر شاہد ہے۔ اسی زمانہ میں پادریوں اور ان کے خود ساختہ عقاید سچی کا زور تھا جس میں ہر اہل علم تھے سب ان کے مانعوں والاں بہتے تھے بلکہ بہنوں نے اپنی جان شیریں علم کی قربان گاہ پر بھیڑ پڑھا دی۔ ان پادریوں نے ”علم کا گلا گھونٹنے کے لئے“ حکمہ اعتصاب قائم کیا تھا اور جس شخص کے متعلق یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ علمی تحریک میں حصہ لیتا ہے، اسے فوراً محبوس بنا کر دیا جاتا تھا۔ خدا بھلا کرے۔ اسلام اور اس کے متبع میں تمدن جدید کا جس انسانوں کے خیالات میں وسعت اور رواداری پیدا کر دی ہے ورنہ پادریوں کا مقدس طبقہ سائنس اور حکمت کے ساتھ آج بھی یہی برتاؤ کرتا۔ ان علوم جدیدہ نے اس زمانہ میں کلیسائی عقاید کی جڑ ایسی بڑی طرح ہلا دی ہے کہ آج تمام عمدہ داران کلیسا نفل در آتش ہو رہے ہیں۔ اور انہیں اپنے عقاید کی حفاظت کے لئے اس کے سوائے اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کہ سائنس کی ترقی کو کسی نہ کسی طرح روکا جائے۔ بشپ رین نے اپنے ایک خطبہ میں جو اپنے ۱۹۲۵ء میں، بایہ خواہش ظاہر کی کہ سائیکٹفک تحقیقات کو دس سال کے لئے روک دیا جائے بشپ مرموف در اہل اتنا وقفہ چاہتے ہیں کہ وہ اور ان کے بھائی بند اطمینان کے ساتھ

کلیسائی عقاید میں قطع و برید کر کے انہیں ایسے سانچے میں ڈھال دیں جو نئی روشنی کے لوگوں میں قابل قبول ہو سکے۔

چنانچہ ان کے الفاظ سے بھی ہی پایا جاتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے انگلستان میں سمجھ اور پادریوں نے ایک تحریک کی بنیاد ڈالی ہے جسے "ماڈرنزم" یعنی تحریک تجدید و اصلاح کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ مسیحیت مروجہ میں جس قدر باتیں سائنس اور حکمت کے خلاف پائی جاتی ہیں۔ انہیں یکسر خال دیا جائے۔ آج کل ڈاکٹر ایچ، ڈاکٹر ریڈیل آرمہانی ڈاکٹر ہائرس ڈاکٹر ٹیل وغیرہ اس تحریک کے راہنما رہے ہیں۔ یہ سب کے سب کلیسا کے جلیل القدر عہدوں پر تھکن ہیں ان میں اکثر بپ ہیں اس تحریک کی بدولت مسیحیت کی پُرانی عمارت پر کسی قدر استرکاری ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے حامیوں کا خیال ہے کہ تمدن جدید اور سائنس کی موسلا دھار بارش کے سامنے یلبپ پوت بھلا کے گھڑی ٹھہر سکے گی؟ سائنس نے حال ہی میں ایسے حقائق کو بے نقاب کیا ہے جن کی وجہ سے نہ صرف کلیسائی عقاید کی درستیت ٹھکنی ہو رہی ہے۔ بلکہ چند روز میں اس تحریک کی تمام کوششیں، جو اصلاح عقاید کے لئے طرز ہو رہی ہیں۔ بیکر ہو کر رہ جائیں گی۔ ان حقائق نے انسانی خیالات کو اس دہم متاثر کر دیا ہے کہ اب عقاید کلیسائی کی صورت ہی نظر نہیں آتی۔ ہر چند حامیان تحریک مذکورہ کی کوششیں لائق مدافرت ہیں کہ انہوں نے قدیم مسیحیت کی شکل و سیئت کو تقریباً سترہ ابدال دیا ہے جس کی وجہ سے اصلاح شدہ مسیحیت، قدیم پاپائی یا کلیسائی مسیحیت سے بالکل جڑا اور ممتاز ہو گئی ہے، لیکن ایک اصول غلط کی وجہ سے وہ لوگ سائنس اور علوم جدیدہ کے سامنے مسیحیت کو

ثبات و قرار نہیں دے سکتے، وہ یہ کہ یہ لوگ ہر حال پولوسی مسیحیت اور کلیسوی روایات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اور نہ کرتے نظر آتے ہیں، علاوہ برین۔ اصطلاح کے جوش میں اور ان مشرکانہ رسوم کے دور کرنے کے سلسلہ میں جو مثبت پرستوں کے مذہب سے عیسائیت نے مستعار لی تھیں، انہوں نے نہ صرف پرانے عقاید ہی کو خیر باد کہہ دیا ہے بلکہ بعض ایسے نئے عقائد بھی داخل مسیحیت کر دیئے ہیں۔ جو نہ موزوں ہیں نہ مناسب حال۔ ہر حال مسلمان ان کو شش کو بظہر سخاں دیکھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس طرح مسیحیت رفتہ رفتہ اپنے اصلی رنگ میں نمودار ہو جائے گی۔ اور وہ رنگ اسلام ہوگا اگرچہ ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے کہ آنحضرت صلعم نے اسلام کا دغلا دینا کو سنا یا تھا لیکن اسلام محمدیت نہیں ہے یعنی آنحضرت صلعم کا ساختہ پر داختہ مذہب نہیں بلکہ آپ نے خدا تعالیٰ کے اُسی مذہب کو مصطفیٰ اور جلی رنگ میں پیش کیا، جو مذہب فطرت سے مطابقت رکھتا ہے اور جس کی آپ سے پہلے ہر نبی نے لوگوں کو تعلیم دی تھی +

حضرت مسیح کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے انہوں نے اپنی دعا میں مذہب کی غرض یہ بتلانی کہ انسان مادی و حافی اخلاقی حالات میں ربانی رنگ اختیار کرے

لَا شَيْءَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا دُمْتُمْ فِي نُحُوتِ الدِّينِ اَوْ حِينَا لِيَدُنَا وَمَا وَصَيْنَا بِهِ اِبْرَاهِيمَ
اس نے تم سے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور ہم نے تیری طرف دین کی ادھی کا ہم نے

وَمَوْسَىٰ وَعِيسَىٰ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا (التسورہ علی ع)

اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرق نہ ڈالو (محمد علی)

کلیسائی عقاید کے ماتحت یورپ کی حالت

یکے از ناظرین اسلامک ریویو

دو چار زمری کی باتیں کہہ دینے سے کسی کو معلم اخلاق کا لقب نہیں دیا جاسکتا۔ اور نہ پورا ضابطہ اخلاق محض چند بد دعاؤں میں محدود ہے۔ بلکہ اس کا تعلق ہمارے اعمال سے ہے اخلاقیات تو ایک ضابطہ قانون کا نام ہے جو مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم ہر اجتماعی اور تمدنی پہلو سے صحیح فیصلے پہنچ سکیں، ضبط اور پابندی نفس کی طاقت ہم میں زیادہ پائی جاسکے۔ اور ہمارے اندر پاکیزہ خیالات موجزن ہو سکیں۔ ہمارے شعور ذاتی کار حجان نیکی کی طرف ہو جائے اور اخلاق فاضلہ مثلاً عفت، ایمان داری، حلم، صبر، ضبط، استقلال، صداقت، عفو، راستبازی، ہمدردی، شفقت، رفاقت، فیاضی، شجاعت، معدلت، اعتماد، تقویٰ وغیرہ وغیرہ ہم سے خود بخود دوسرے دھونے لگیں۔ یہ بات تو بہت آسان ہے کہ کسی قابل انسان کی کتاب یا تعلیمات سے اُن امور پر روشنی ڈال دی جائے، اور اُس کام کے لئے بائبل سے بڑھ کر کسی یونیورسٹی کے پروفیسر کی کتاب کار آمد ہو سکتی ہے۔ بلحاظ رفعت و گداز، بدھ مذہب کی تعلیمات، یسوع کے پہاڑی وعظ سے کہیں زیادہ لائین قبول ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ہم کو یسوع کی زندگی میں اس کے مواظبتِ حسنہ کی عملی مثالیں دستیاب ہو سکتی ہیں؟ محض الفاظ تو کسی عقلمند آدمی کے نزدیک لائق احترام ہو نہیں سکتے اور منفی صفات کی بدولت، جو کسی پیغمبر میں پائی جائیں، کوئی قوم اخلاقی حسنہ کے بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ کفارہ کی تعلیم کی موجودگی میں، اس قسم کی تعلیمات کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ محکمہ احتساب کی اخلاق سوز کارروائیوں اور جنگ عظیم کے تباہ کن نتائج کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، یہ بات باآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ طبائع انسانی، بعض حالات کے ماتحت، کیسی کیسی شکلیں اختیار کر سکتی ہیں۔ یہ بات ابھی انسانوں کے دلوں سے مخفی نہیں ہوئی ہے کہ اگر گذشتہ جنگ عظیم کے دوران مسیحی کلیساؤں میں کیسے کیسے نفرت انگیز گیت گائے جاتے تھے اور مسیحی اقوام ایک دوسرے کے خلاف کیسے

جلد ۱۶ نمبر ۵

کیسے تباہ کن حربے استعمال کیا کرتی تھیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس جنگ سے پہلے، وہ قومیں جو ایک ہی مذہب رکھتی تھیں، ایک ہی نس سے تھیں، ایک ہی براعظم میں رہتی تھیں، اور جنہوں نے ایک ہی تہذیب و تمدن میں پرورش پائی تھی، باہم اس شد و مد کے ساتھ کبھی ایک دوسرے پر ہتھیار نہیں ہوئے۔ بے شک اس سے پہلے بھی خوف ناک اور تباہ کن لڑائیاں ہوئی ہیں۔ بلکہ بھائیوں بھائیوں میں بھی جنگ ہوئی ہے۔ لیکن کسی ایک ملک کے تمام باشندوں نے، دوسروں کے خلاف نفرت اور خفادت کا اس قدر زبردست مظاہرہ کبھی نہیں کیا، جیسا اہل چمنی نے اہل انگلستان کے خلاف کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحی اقوام اور ممالک میں اخوت انسانی اور مساوات بین الناس کا عقیدہ ہنوز راسخ نہیں ہوا ہے۔

حضرت مسیح کو بیشک ہم خدا کا رسول تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اُن کا زمانہ نبوت اس قدر مختصر گزارا ہے کہ بہت اخلاق حسنہ کا ظہور نہ ہوا، اس معاملہ میں تو کل دنیا کو نبی کریم سلم ہی طرف دیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ اخلاق حسنہ کے جقدر ضروری لوازمات ہیں۔ اُن سب کا نمونہ آپ کی مقدس زندگی میں مل سکتا ہے اور سچ بھی تو ہے، یووع کی طرح ایک معلم دینی سے، جس کی توجہ تمام تر ہی اس مسئلہ کے گھرانے کی کہوئی ہوئی بیڑوں کی طرف مبذول ہو۔ اور جو دوسری اقوام کو کہتے ہیں کہ آپ سے بھی بدتر سمجھتا ہو آپ یہ توقع کس طرح کر سکتے ہیں کہ وہ بین الاقوامی اخلاق کا نمونہ آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ یا اُن تمام خلاق فاضل کو، جو اعلیٰ زندگی کے لئے ضروری ہیں عملی جامہ پہنا سکتا ہے وہ تو خود ایک درویش تھے اور اس لئے اُن کی زندگی اگر سبق آموز ہو سکتی ہے تو محض درویشوں اور تارکین دنیا کیلئے، اور اسی طرح اُن کی تعلیمات بھی اسی شخص کو پسند آ سکتی ہیں جو راہبانہ مزاج رکھتا ہو اور علانیہ دنیوی سے یکسر آزاد ہو۔ لیکن محمد (صلعم) ہر شخص اور زبان کے نمونہ بن سکتے ہیں، اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کے طغہ اخلاق کو دستور العمل بنا لیا جائے، تو آج مغربی ممالک جو بہت سی خرابیوں کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔

اگر مختلف حکومتیں اور اُن کے ارباب بست و کشاد، اس حضرت صلعم کے اسوہ کو سامنے رکھیں تو وہ ہمیشہ مواعید و مواعین اور عہد ناموں کی پابندی کیا کریں، اور یہ حقیقت اُن کے ذہن میں ہو جائے کہ ان کی حکمرانی سے رعایا کی فارغ البالی تصور اور مقصود ہے۔ نہ ایک جماعت کی مدد سے دوسری اقوام پر جابرانہ پیش قدمیاں کرنا، اور مغربی پادری بھی لوگوں کے احساسات کا احترام حقیقی ملحوظ رکھنے لگنے، اور قبولِ مذہب و ملت،

ادھان حکومت میں اپنے آپ کو شامل نہ سمجھا کر بیٹے اور نہ غیر مالک میں دول پر آپ کے گماشتے اور نمایندگان بن کر جایا کر بیٹے کے تبلیغی جدوجہد کے پردہ میں لوگوں کو غلام بناتے رہیں۔ اگر کلیسا کے عہدیدار اس اصول پر عمل کر بیٹے کو پھر کلیسا بجاے نفرت انگیز ہونے کے، جیسا کہ آرک بشپ آف یارک نے جہاں ظاہر کیا تھا، نفرت انگیز ہو جائیگی، اور بعض گرجوں میں جس طرح نشیمن خالی نظر آتی ہیں، پھر نظر نہ آئیگی۔ بلکہ مسلمانوں کی مساجد کی طرح تمام گرجے بھرے پڑے نظر آئیگے، اور اتوار کے دن لوگ، اپنا وقت گولف، سینما، کرکٹ اور دیگر مشاغل میں بسر نہیں کر بیٹے بلکہ گرجوں میں جائیگے اور نہ پھر کسی فہم کی ضرورت ہوگی نہ شراب کے خلاف جدوجہد کی مختصر یہ کہ دنیا کو مسیحیت کی تین مشہور لعنتوں سے نجات دل جائیگی: قمار بازی، زنا کاری اور شراب خوری۔ یسوع ان امور کے ذمہ دار قرار نہیں دے جاسکتے، لیکن کیا یہ ایک امر واقعہ نہیں کہ جہاں جہاں مشرے گئے، وہاں وہاں یہ تینوں لعنتیں بھی ان کے ساتھ ساتھ گئیں۔ آج زولائیڈ کا ایک کافر (قوم کا نام ہے) بھی شراب کا اسی قدر حقدار ہے اور خواہشمند ہے جس قدر بشپ کو لائبرو، اور شاید یہ لوپوس ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

کیا اچھا ہوتا اگر انجیلوں میں یسوع کے پانی کو شراب بنادینے کا معجزہ درج نہ کیا جاتا کیونکہ اس کی وجہ سے دنیا کو نقصان عظیم پہنچ چکا ہے۔

نبی کریم صلیم علیہ السلام کی تعلیم مغربی خاندانوں اور معاشرتی حلقوں میں برکت اور خوشحالی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس تعلیم کی وجہ سے عورتیں اپنے اوقات زندگی کو خانگی امور اور بچوں کی ترتیب میں صرف کر سکیں گی اور انہیں طلاق کے مقدمات کی کارروائیوں کو سننے کے لئے عدالتوں میں جانے کا وقت ہی نہ مل سکیگا اور نہ بچوں کو ان سے یہ کہنے کی ضرورت پیش آئیگی کہ عدالت کے کمرے سے باہر نکل جاؤ۔ بلکہ طلاق کے مقدمات ہی شاذ و نادر ہونگے کیونکہ باوجود سہولت، اس قسم کے اسلام میں بہت ہی کم عمل میں آتے ہیں۔ فی الحقیعہ شادی کی رسم مغربی لوگوں کیلئے جو ایسا قسمت کا کبیلہ نہیں بلکہ حقیقی آسائش کا موجب ہو جائیگی۔ ناجائز ولادت کا معدوم ہو جائیگی۔ اور دواست عورتوں کا وجود باقی نہ رہیگا۔ یہ حالت کہ ماں باپ و سچا رے مغربی میں مبتلا ہیں اور اولاد عیش کر رہی ہے، کہیں دیکھنے میں نہ آئیگی۔ موجودہ دنیا نے لوگوں کو اس طرف تامل کیا ہے کہ تھیرٹھوں میں ڈیڑھ دیکھائے جاتے ہیں تاکہ ان کے والدین کے ساتھ حسن سلوک پر آمادہ ہو سکیں۔ لیکن اندر بند لوگوں کی حرکت کا احساس پیدا ہو کر ہمیں کیسا قاصر سی ہوا۔ پھر پادری پروفیسر کی کوئی نیا دلائل نہ مل سکتا۔

عہدِ جدید (انجیل) میں آنحضرت صلیعہ کی شاندار

از قلم جناب پروفیسر عبد الواحد داؤدی، ڈی،

گزشتہ سے پیوستہ

در اصل ”پوڈوکیا“ (لوقا ۱۴، ۲) سومرا ذات احمدی ہے

نوٹ متجانب اڈیسیر اسلامک یولیو | فاضل مقالہ نگار، امور تناسخ و پرورش

تبادلہ خیالات کے لئے تیار ہیں۔ جو

صاحب اُن سے خط و کتابت کرنا چاہیں وہ، اَلْخَبِيرُ اسلامک ریلوے و دکنگ ان گلیڈ ٹی کی معرفت بڑی خوشی سے مراسلت کر سکتے ہیں ۱۲

اگر کسی مشہور مصنف کی چند تصانیف اس کی اپنی مادری زبان میں بھی، ہمارے سامنے موجود ہوں، تو اس کے کسی ایسے شاہکار کا ترجمہ جو کسی غیر زبان میں ترجمہ شدہ ہو، ہمارے لئے چنداں مشکل امر نہیں ہے۔ کیونکہ ان تصانیف کی موجودگی میں، اور ان کی بدولت ایک مترجم اُس مصنف کے رحمانِ طبع، افتادِ مزاج، طرزِ نگارش، اور اصطلاحاتِ مستعملہ، وغیرہ سے واقف ہو کر، اُس کی کتاب کا حتیٰ الوسع اسی انداز میں کر سکتا ہے جس انداز میں مصنف نے، دراصل وہ کتاب لکھی تھی۔ اگرچہ یہ امر مترجم کس حد تک کامیاب ہوگا، خود اس کی ذاتی لیاقت و عظمت پر منحصر ہے۔ پس اگر لوقا کے دو چا خطوط یا رسالے بھی عبرانی زبان میں ہمارے سامنے موجود ہوتے تو ہم کسی قدر سہولیت کے ساتھ، اُس کی انجیل کا ترجمہ، جو فی الحال یونانی میں موجود ہے، یونانی سے عبرانی زبان میں کر سکتے تھے۔ لیکن افسوس کہ لوقا کی کوئی تحریر ہمارے پاس موجود نہیں ہے، بلکہ حضرت مسیح کی مادری زبان یعنی آرامی میں بھی کوئی تصنیف جس سے لوقا نے

اپنی کتاب اخذ کی تھی، ہمارے پاس موجود نہیں ہے اور نہ لوقا نے کسی دوسری زبان میں کوئی اور کتاب آئندہ نسلوں کے لئے چھوڑی۔

تاکہ میرا مطلب واضح ہو جائے اور اس نکتہ کی اہمیت ناظرین کے قلوب پر نقش ہو جائے میں انگریزی اور فرانسوی ادبیات کے بہترین ماہر کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ شیکسپیر کی تصانیف اصلی زبان یعنی انگریزی میں دیکھے بغیر ان کے کسی فرانسوی ادیشن کا ترجمہ انگریزی میں اس طرح کرے کہ وہ ترجمہ اصلی انگریزی عبارت سے متخالف بھی نہ ہو اور ساتھ، زبان، ادب، اور انشائیہ تمام خوبیاں جو شیکسپیر کے انگریزی کلام میں فی الواقع موجود ہیں، اس کے ترجمہ میں بھی من و عن موجود ہوں، کیا کوئی شخص اس کام کا بیڑا اٹھا سکتا ہے؟ دیدہ باید۔

مشہور فلسفی ابن سینا نے اپنی تصانیف عربی میں لکھی تھیں جو بعد بعض تصانیف کے عربی متن مناع ہو گئے، اس لئے لاطینی ترجموں سے ان کو دوبارہ عربی میں منتقل کیا گیا، لیکن کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ان عربی تراجم میں، وہی زور قلم ہو گا۔ جو ابن سینا کی اصلی عبارات میں موجود رہا ہو گا؟ ہرگز نہیں، کیا، اسلامی دنیا کے اس راستوں نے جسے بجا طور پر معلم ثانی کہا جاتا ہے، اسی انداز میں ان تصانیف کو لکھا ہو گا، جس میں تراجم غلوں نے لاطینی زبان سے عربی زبان میں کر لئے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، مصنف کا انداز بیان پیدا نہیں کر سکتا۔

ہم نے نفس مسئلہ ترجمہ پر، گذشتہ مضمون متعلقہ آئیرینی میں کسی قدر بحث کی تھی اور چونکہ "سیپٹو اجنٹ" اور "عبرانی" دونوں نسخوں میں لفظ "آئیرینی"، اور لفظ "شیلوم" موجود ہے۔ اس لئے ہمیں "آئیرینی" کا ترجمہ یعنی مترادف لفظ "شیلوم" کو قرار دینے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی لیکن "یوڈوکیا" جہاں تک میرا حافظہ کلام دیتا ہے "سیپٹو اجنٹ نسخہ" میں مستعمل نہیں ہوا۔ پس اس کا، اصلی مترادف، جو مصنف نے استعمال کیا ہو گا، معلوم ہونا نہایت مشکل ہے سینٹ برناباس نے اپنی انجیل میں اس آسمانی گیت یا نظم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، نہ بیت اللحم کے چوپانوں کا۔ اور نہ دوسرے انجیل نویسوں کے یہاں یا انجیلی خطوط میں اس کا پتہ چلتا ہے۔

موجودہ یونانی مصنف اسمائے معرفت میں "یوڈوکیا"، اور "یوڈاکیا"، دونوں لفظ استعمال کرتے

ہیں، یہ دونوں اسم، دو اجزاء سے مرکب ہیں: یو + ڈاکیو آخر الذکر جو ہے، ڈاکیو "نکلا ہے جس کے معنی ہیں۔" شان یا جلال، یا حمد و ثنا، الغرض، اُس کے سآمی لفظ معلوم کرنے کے لئے جسے راستباز نگہ بانوں نے فرشتوں کی زبانی سنا، اور جسے یونانی "یو ڈوکیا" میں تبدیل کر دیا، ہم مجبور ہیں کہ اس لفظ کی لغوی تحقیق کریں۔ اور اس کی یونانی اصل و بنیاد کا پتہ چلائیں۔ لیکن اس سے پہلے ہم اُن گمراہ کن اور مغالطہ آمیز تراجم کا ذکر، اور اُن کی اعلاطہ و تنقید ضروری سمجھتے ہیں، جنہیں نے "یو ڈوکیا" کے صحیح مفہوم کو چھپا لیا ہے، اور اس طرح اس میں گویا پرجوا آنحضرت صلعم کے متعلق اس لفظ میں موجود ہے، ایک پردہ پڑ گیا ہے۔

یونانی متن کے دو ترجمے مشہور ہیں۔ ایک تو نام نہاد مسیحائی زبان میں اور دوسرا، لاطینی میں دونوں کا لقب "سادہ" ہے جو اُن کے ناموں یعنی "شیٹا" اور "ولگٹ" سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان دو مشہور قدیم نسخوں کے متعلق، جن کے سمجھنے میں بڑے بڑے علمائے دین اور فضلاء مذہب عیسوی کو بڑی بڑی مشکلات پیش آتی ہیں، اب بہت کچھ ذخیرہ معلومات فراہم ہو گیا ہے۔ سر دست اس قدر کہنا ہی کافی ہے کہ آرمی نسخہ جسے "شیٹا" کہتے ہیں، لاطینی نسخہ موسومہ "ولگٹ" سے پہلے کا ہے سب جانتے ہیں۔ کہ پہلی چار صدیوں تک رومن کلیسا میں سوائے یونانی کے لاطینی زبان میں نہ کوئی انجیل یعنی نہ تب الدعا، اور نہ ۳۲۵ء یعنی کاؤنسل آف نائیس سے پہلے، عہد جدید کی کتابوں کو درجہ استناد بھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس سے پہلے درجنوں انجیلیں اور خطوط ارس مختلف حواریوں کے نام سے مسیحی فرقوں میں مردج تھے، لیکن کاؤنسل مذکور میں وہ سب کے سب جعلی قرار دئے گئے۔

چونکہ علم و فن اور سیرمائی زبان کے علوم کا مرکز ابڈیشہ تھا، لہذا اسی شہر میں، کاؤنسل مذکور کے انعقاد کے بعد، عہد جدید کا ترجمہ یونانی زبان سے لاطینی میں کیا گیا۔ مسیحی مذہب کی تاریخ اور علوم متعلقہ کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انجیل کے اولین مصنفین، اہل یہود تھے، جن کی مادری زبان آرمی تھی۔ یہ سوال کہ اُس زمانہ میں کوئی انجیل جوئی انجیل اُن کے پاس موجود تھی یا نہ، کل کی کل زبانی طور پر تسلیم و تلقین کیا کرتے تھے، ہمارے دائرہ تحقیق سے خارج ہے، لیکن ایک بات یقینی ہے کہ ابتدائی زمانہ میں مسیحی لوگ، آرمی زبان میں

ہی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ بات ہمارے موجودہ موضوع، سخن میں شامل ہو سکتی ہے۔ نہ صرف یہ آرامی زبان، اُس زمانہ میں عموماً سارے یہودیوں کی مادری زبان تھی بلکہ اُن کے علاوہ، شامی، فینیقی، کلدی اور اشوری اقوام بھی یہی زبان استعمال کرتی تھیں۔ لہذا ظاہر ہے کہ آرامی بولنے والی اقوام میں سے جو لوگ مسیحی ہو گئے ہوں گے وہ یقیناً اپنی مذہبی کتاب، آرامی زبان ہی میں پڑھتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آرامی اور سریانی زبان میں بہت سی اناجیل اور خطوط الرسل اور کتاب الیسا اور کتاب اترم لکھی گئیں۔ ارمنی لوگوں میں بھی ارمنی حروف تہجی کی ایجاد سے پہلے سریانی حروف تہجی ہی مستعمل تھے۔

برخلاف اس کے، غیر سامی اقوام میں سے جو لوگ مسیحی مذہب اختیار کرتے تھے، وہ عہد قدیم کو یونانی زبان میں پڑھتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اُن لوگوں کے لُجیو نانی فلسفہ اور علم الاصنام کے ماہر تھے۔ یہ بات چنداں دشوار نہ تھی کہ عہد قدیم کے طرز پر ایک عہد جدید بھی مرتب کر دیں۔

ان اسباب کی تحقیق، جن کی بنا پر، اللہ کے نامی رسول کا سیدھا سا دھاپ پیغام، ساقی اور یونانی دو مختلف خیالات کی روانی کا منبع بن گیا، یا جن کی بنا پر یونانی مشرکانہ خیالات انجام کار، سامی، عقیدہ توحید باری پر غالب آگئے محض اس لئے کہ شرک کی تائید پر یونانیت مآب لاطینی قیصرہ موجود تھے، اور نہایت متعصب اور توہم پرست اُسقف اس شرک کی پشت پناہ بنے ہوئے تھے۔ مسلم موحدین اور علما کے لئے نہایت دلچسپی اور اہمیت کے حامل اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور مسیحیت کے گہرے مطالعہ میں ان باتوں کو پیش نظر رکھنا از بس ضروری ہے۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل اہم سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو ایمان - عقائد اور الہامی کتب کے متعلق ہیں۔ جس صورت میں انجیل آج ہمارے سامنے موجود ہے، ابتدائی تین صدیوں تک اس نوعیت کی انجیل کا، مسیحی کلیسا میں کہیں وجود نہ تھا جس قدر کہ کتابیں آج عہد جدید میں شامل ہیں، وہ قدیم زمانہ میں کسی کلیسا یعنی سامی یا یونانی واقعہ، النطا کہ یا اڈیہ یا قسطنطنیہ یا روم، وغیرہ میں موجود یا متعل نہ تھیں۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ جن مسیحیوں کے پاس صرف ایک لوحاً اور مرقس کی انجیل ہوگی۔ اُن کے مذہبی عقاید کیا ہوں گے؟ اور عشاءِ ربانی اصطلاح، تثلیث، اعجازی

ولادت مسیح وغیرہ درجہ کلیسائی عقاید کے متعلق اُن کا کیا خیال ہوگا؟ جو الفاظ ”آج
 ۱۹-۲۲ میں پائے جاتے ہیں، سُرِ پانی زبان کے نسخہ موسومہ شیطانی میں مطلق موجود
 نہیں ہیں۔ اور نہ مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کی آخری بارہ درسیز، کسی قدیم یونانی نسخہ
 میں موجود ہیں اسی طرح خداوند کی دعا ”متی ۶ اور لوقا ۱۱“ مرقس اور یوحنا کے علم میں ہرگز نہ
 تھی اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سی خاص تعلیمات جو ایک انجیل میں موجود ہیں، اس کلیسا
 میں موجود نہ ہونگی، جس کے پاس وہ انجیل نہ ہوگی۔ اس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ عقاید اور
 عبادات میں ایسا نکتہ پیدا ہی نہ ہو سکی ہوگی، مذہبی رسوم، عبادات، عقاید، وغیرہ میں
 جو اختلاف آج پایا جاتا ہے۔ وہی اُس وقت موجود ہوگا۔ عہد جدید کے لٹریچر سے اگر کوئی
 بات یقینی طور پر معلوم ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ ابتدائی زمانہ میں مسیحیوں کے پاس یہودیوں
 کی بائبل اور ایک انجیل ہوگی جس میں حضرت مسیح کے صحیح الہامات مندرج ہونگے، جن کا
 خلاصہ، اس آسمانی نظم میں بیان ہوا ہے یعنی اسلام اور بشارت محمدی۔ حضرت مسیح کی بعثت
 کا مقصد صرف یہی تھا کہ یہودی مسیح موعود کے متعلق جو غلط عقاید موجود تھیں، اُن کی اصلاح
 کی جائے اور اُن کو یقین دلا یا جائے کہ خدا کی بادشاہت اس دنیا میں مسیح موعود کے ذریعہ
 سے قائم نہ ہوگی۔ بلکہ حضرت اسمعیل کی نسل سے ایک شخص کے ذریعہ سے جس کا نام نامی احمد
 ہوگا جس کے لئے انجیلوں میں یوڈائوس اور پیری کلیٹوس کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔
 پیری کلیٹوس پر ایک مفصل بحث آئندہ اوراق میں کی جائے گی۔ لیکن اس لفظ کے لغوی معنی
 سے قطع نظر کرتے ہوئے جو یوحنا ۱۲ اور ۱۵ میں استعمال ہوا ہے، یہ حقیقت صاف ظاہر
 ہے کہ مسیح نے مذہب کو ناقص حالت میں چھوڑا تھا۔ جس کی تکمیل کا وعدہ لوقا ۲۴ میں بذریعہ
 ”روح قدس“ کیا گیا ہے۔ یہ پاک روح، نہ تو خدا ہے نہ تخلیق کا تیسرا اقنوم بلکہ احمد ہے جس
 کی روح دیگر انبیاء کی دنیا میں آنے سے قبل بقول برنا پاس، بہشت میں موجود تھی۔ اگرچہ حنا
 کی شہادت پر عیسائی لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح کی روح، دنیا میں آنے سے قبل موجود تھی
 تو مسلمان بھی برنا پاس کی شہادت پر یہ بات مان سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بھی، دنیا میں
 آنے سے قبل موجود تھی۔ اس بات پر آئندہ مفصل بحث کی جائے گی، سر دست میں جو سوال

تنام سچی کلیساؤں سے دریافت کرتا ہوں وہ یہ ہے کیا کاؤلس آف ٹائیس سے پیپے، یوحنا کی انجیل، ایشیا افریقہ اور یورپ کی کلیساؤں میں متعلقی؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو براہ کرم ثبوت پیش کیجئے، اور اگر نفی میں ہو تو پھر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ مسیحیوں کی ایک بڑی تعداد یوحنا کے پرکے کلیٹ سے ناواقف تھی۔ یہ لفظ عجیب مہمل ہے۔ اس کے معنی نہ تو نسلی دھندہ کے ہیں نہ شفیع کے۔ بہر حال یہ سوال نہایت اہم ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے جو الزام کلیسا پر عاید ہوتا ہے وہ بھی اہم ہے۔

آمد مہر مطلب، شبیٹائیں یونانی لفظ یوڈوکیا کا ترجمہ، ”صوبہ راطبہ“ کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں خوش آئندہ توقعات، لیکن وگلیٹ میں اس لفظ کا ترجمہ ”یونا والٹس“ کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ”نیک ارادہ“۔

میں علی الاعلان اُن تراجم کو غلط قرار دیتا ہوں۔ اور تمام یونانی زبان کے علما اذیت جھنجھکتا کہ اگر اُن سے ہو سکے تو میری تردید کریں۔ لیکن اس بات کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ میں ان مترجمین کو دبدبہ دانستہ تحریف کا ملزم قرار نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ان ترجموں میں کوئی بات جسکی بنا پر اُن لوگوں نے اس ترجمہ کو جائز قرار دیا ہوگا۔ ہاں یہ ضروری بات ہے کہ اس طرح ان مترجمین کی نگاہوں سے اس ساری لفظ میں جو مفہوم پیشگوئی کا مضمر ہے، وہ ضرور مفقود ہو گیا۔

یونانی زبان میں ”خوش آئندہ توقعات“ کا ترجمہ یوڈوکیا نہیں ہے۔ بلکہ یوآپس یا یوآپسٹیا۔ اور اس لفظ کی تشریح سخیٹا کو غلط قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح ممیک ارادہ کا ترجمہ بھی یونانی لفظ یوڈوکیا سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس لئے یہ تہلیل اتمثال ہوگا۔ اور یہ بات اُن پادریوں کے لئے سرمایہ عبرت بن سکتی ہے جو ٹیکن قطنظیہ اور کنٹر برٹی میں رسوم مقدسہ، بجالاتے وقت خداوند کی تعجید، ”گایا کرتے ہیں۔“

(۱) ”یوڈوکیا“ کے لغوی معنی اور اس کا اصلی مفہوم

اب ہم ”یوڈوکیا“ کے صحیح معنی بیان کرتے ہیں۔ اسی لفظ میں، ”یو“ بطور صفت شامل ہے۔

جس کے معنی ہیں عمدہ، اچھا، زیادہ یا بہت زیادہ۔ جیسے کہ لفظ یوڈو کا مینو جس کے معنی ہیں۔ معزز محترم یا محبوب ہونا، یا شہرت حاصل کرنا۔ اور یوڈی کا ایماس کے معنی ہیں نہایت معزز و محترم یا مشہور یا شاندار۔ یوڈاکاز کے معنی ہیں۔ نہایت شاندار اور نام آور یوڈاکیا کے معنی ہیں شہرت۔ یونانی لفظ ڈاکا جس کا استعمال ترکیبی طور پر آرہو ڈاکس، اور ڈاکا لوجی وغیرہ میں ہوتا ہے، ڈاکیو سے مشتق ہے۔ انگریزی دان لوگ جانتے ہیں کہ ڈاکا کے معنی ہیں شان و مرتبہ یا عزت یا شہرت۔ اور یونانی ادبیات میں اکثر موقعوں پر ڈاکا اُہنی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

”پیری ڈاکس میکے شانی“ یعنی شہرت اور نام کے لئے جنگ کرنا میں جانتا ہوں کہ ڈاکا کے معنی کبھی کبھی رائے، خیال، عقیدہ، مسئلہ، اصول، توقعات اور امید کے بھی آتے ہیں۔ لیکن اس کے عام معنی شہرت اور شان ہی ہیں۔ اور نظم مذکورہ شروع ہی اس طرح ہوتی ہے اللہ، بغایت درجہ عظیم المرتبہ اور شان والا ہے، فریچے گریک ڈکنسری مرتبہ آرسی انگلینڈ مطبوعہ پریس ۱۸۴۶ء میں یوڈاکیا کے معنی جہربانی، نرمی، حلم، رفیق، نیک ارادہ خیال لکھے ہیں اور اس لفظ کی اصل ”ڈاکیو“ لکھی ہے۔ اور وہ تمام معانی یہی دئے ہیں جو میں نے دئے ہیں۔ اور فلسطین میں رہنے والے، یونانی استاذہ جن میں سے بعض میرے شناسا بھی ہیں عموماً اس لفظ کے معنی، خوشی، محبوبیت، خوشگوار، خواہش کرتے ہیں لیکن انہیں بھی سُلم ہے۔ کہ لفظ کے معنی شہرت، نام آوری اور عزت کے بھی آتے ہیں۔

(ب) عبری الفاظ محمد اور حمداء کے لغوی معنی اور مفہوم

مجھے اس امر کا کامل یقین ہے کہ بائبل کا مطلب صرف اسی صورت سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کا مطالعہ اسلامی زاویہ نگاہ سے کیا جائے۔ الہام الہی کی حقیقت کو سمجھنے، پسند کرنے اور محبوب بنانے کا صرف یہی ایک طریق ہے۔ اور طریق پر عمل کرنے سے، بائبل میں، جو نہایت ہی مذہب و مذکورہ رنگ کی تحریفات اور ترجمات وغیرہ ہوتی ہیں، وہ سب عیاں ہو سکتی ہیں اور خارج کی جاسکتی ہیں۔ اور میں یونانی لفظ یوڈاکیا کو اسی نقطہ خیال سے خوش آمدید کہتا ہوں۔

کیونکہ یہ لفظ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے عبرانی لفظ محمد یا محمود یا احمد اور حمد وغیرہ کا مترادف ہے۔ اور یہ الفاظ توریت میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) حمد اس فعل ثلاثی مجرد (ح م د) سے تعلق رکھتا ہے اور یہ تمام سامی زبانوں میں مشترک ہے۔ اور توریت میں اس کے معنی ہیں۔ میلان شدید ظاہر کرنا، بخشش کرنا، خواہش کرنا، کسی چیز سے خوش ہونا، بچہ آرزو مند ہونا، جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں۔ عسبی لفظ ”شہوت“ کی قدر وسیع المعانی ہے، جس کا ترجمہ انگریزی میں خواہش نفسانی، عیاشی، میلان طبعی اور آرزو شدید وغیرہ سے کیا جاتا ہے۔ بس توریت میں، ”حمد“ کا مفہوم یہی ہے۔ چنانچہ احکام عشرہ میں ایک حکم یہ ہے کہ پڑوسی کی عورت (زوجہ) پر لپھائی ہوئی نگاہیں مت ڈال، اس کا ترجمہ عبرانی یوں ہو گا ”لو تمہودالیش ریحاً“ (زوجہ ۲۰-۱۷)

(۲) حمد یہ اسم حالت تذکیر میں حمدہ حالت تانیث میں، شہوت، خواہش، لطف و سرور، حُسن و خوبی، یا مرغوب طبع کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (دیکھو ریحہ ۲۵: ۳۴)

(۳) محمد یا محمود۔ یہ الفاظ بھی حمد ہی سے مشتق ہیں اور نہایت محبوب، خوشگوار، دلچسپ، راحت بخش، لذت فرا، حسین، مرغوب اور ہمیش بہا کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

اس میں مطلق شک یا شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ عربی محمد یا محمود اور عبرانی محمد یا محمود، ایک ہی اصل یا مادہ سے مشتق ہیں (ح م د) اور اگرچہ صورت یا ترکیبی ہیئتیں باہم تعلق و تفاوت ہو گئی ہیں لیکن مفہوم کے لحاظ سے دونوں ہم معنی ہیں چنانچہ عبرانی الفاظ کے جو معانی میں نے اس جگہ بیان کئے ہیں وہ، خود یہود کی مرتبہ لغابت سے ماخوذ ہیں۔

(۴) پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یونانی لفظ یوڈوکیا س عبرانی اسم حمدہ کا لفظی ترجمہ ہے اور این دونوں کے معنی، خوشی، سرور، راحت، لطف، خواہش، محبوبیت، قیمت، حُسن و خوبی وغیرہ وغیرہ کے ہیں۔ اور اس بات سے یہ حقیقت ظاہر بھی ہو گئی کہ عبرانی لفظ محمود کے لئے یونانی زبان میں لفظ یوڈاکسٹر استعمال ہو گا جس کے معنی ہیں اس چیز کے، جو نہایت محبوب پسند مرغوب طبع

اور آرزو کا مرکز ہو، یا نہایت قیمتی، پسندیدہ، معزز اور محبوب ہو۔

مذہب کی تاریخ میں یہ بات فی الحقیقت ایک معجزہ ہے کہ اولادِ آدم میں جس شخص کو جسے پہلے محمدؐ کے نام سے پکارا وہ عبد اللہ کا بیٹا تھا جو آمنہ کے بطن سے ۵۷ سال قبل بمقامِ مکہ پیدا ہوا اس معاملہ میں عبد اللہ یا آمنہ کو کسی فریب یا دجل سے متہم نہیں کر سکتے کیونکہ یہ دونوں بت پرست تھے اور ان پیغمبروں سے قطعاً بچر تھے جو یہودی اور عیسائی کتابدار، ایک عظیم الشان نبی کی بعثت کے متعلق مرقوم تھیں، کہ وہ دنیا میں دوبارہ خدا کے پسندیدہ مذہبِ اسلام کو قائم کرے۔ اس لئے ہم یہ کہہ کر اس بات کو نہیں ٹال سکتے کہ محض اتفاق ہی وجہ سے آمنہ نے اپنے بیٹے کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا تھا، بلکہ ہمیں ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ظہور میں آیا۔

میرے پاس اس امر کی تابید یا تردید کیلئے کئی دلیل نہیں ہے کہ عرب کے شاعروں نے اور ادیبوں نے عبرانی فعلِ حمد کے صیغہ میں مجہول کو مع اس کے مفہوم کے اپنی زبان میں قائم رکھا یا نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ محمدؐ جو عربی میں فعلِ ماضی ہے۔ اس کا مجہول ماضی محمد ہی ہوگا اور عبرانی فعلِ حمد کا مجہول محمود، آئیگا۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں لفظوں (محمد اور محمود) میں مشارکتِ صوری کے علاوہ مماثلتِ معنوی بھی موجود ہے۔ عبرانی لفظ کے جو معانی نحویں اور لغویں اور مترجموں نے بیان کئے ہیں وہ میں نے من وعن درج کر دیے ہیں لیکن لفظ ”حمد“ اور ”محمود“ کا اصلی مطلب، تو صیغہ اور لائقِ توصیف، شہرت اور مشہور، مثلاً ہادِ شاندار ہے۔ کیونکہ جمیع مخلوقات میں اُس شے سے بڑھ کر اور کون معزز، محترم، شاندار اور لائقِ توصیف ہو سکتا ہے، جس کے حصول کی ہر شخص کو خواہش ہو۔ اور قرآن میں لفظ ”حمد“ اپنی عملی مفہوم کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے اور محمدؐ اور احمدؐ اسی سے مشتق ہیں۔ اور عربی حمد یا عبری حمد ایک ہی بات ہے۔ سب سے بڑا فرق نہیں ہے جیسا کہ دانیال نے لکھا ہے، محمدؐ کی شان تمام مخلوقات سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔ چنانچہ خدا خود فرماتا ہے **كُلًّا مَّا خَلَقْنَا لَا يَخْلُكُنَّ** اے محمدؐ اگر تو نہ جوتا تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا یعنی دنیا تیرے سب سے ظہور میں آئی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن اس سے بھی زیادہ عزت آپ کو یہ عطا کی گئی کہ آپ کے مقدس ناموں سے اسلام اس دنیا

میں دوبارہ قائم ہو گیا۔ اور اسلام کے معنی بھی اُس کے بانی کے نام کی طرح نہایت تسلی بخش اور خوش آئند ہیں یعنی ”امن و امان“، مخالفت، صلح، طہانیت، نجات، اور ”شر“ کے مقابلہ میں ”مغیر“ اور معروف معنی میں ”سرسر تسلیم خم کردن“، یعنی اللہ اور اس کے قوانین کی اطاعت کرنا اور اس کی مرضی پر چلنا۔

جو نظارہ، اُن نیکدل نگاہانوں نے، یسوع کی پیدائش کے موقع پر دیکھا، وہ نہایت بر محل تھا کیونکہ اللہ کا ایک برگزیدہ رسول اور اسلام کا مبلغ اس رات دنیا میں پیدا ہوا تھا جس طرح خود مسیح ملکوت الہی کے لقیب تھے، اسی طرح اُن کی انجیل بھی القرآن کی تمہید کہی جاسکتی ہے۔ مسیح کی پیدائش نے، اخلاق اور مذہب کی تاریخ میں ایک نئی بات کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن وہ خود محمود یا محمدؐ نہ تھے جس کے لئے، شیطان کو مغلوب کرنا مقدر ہو چکا تھا۔ مغلوب کرنے سے مُراد یہ ہے کہ ارض و موعود سے مت پرستی کا استہصال ہو جائے۔ یہی ہوتا چھوٹا ”جہاد“، یعنی سلطنتِ رومن و یوروز افزوں ترقی کو رہی تھی۔ اور اس کی بدولت نہ صرف فلسطین و شام میں بلکہ تمام دنیا میں بُت پرستی ہو رہی تھی۔ اور اسی مشرک حکومت کے ہاتھوں بیت المقدس کی تباہی لکھی ہوئی تھی۔ مسیح اپنی قوم میں مبعوث ہوئے لیکن اُن کی قوم نے اُنہیں قبول نہ کیا جن چند افراد نے اُنہیں قبل کیا وہ خدا کی بادشاہت کے رکن رکین قرار پائے۔ لیکن باقی ماندہ خانہ بدوشوں کی طرح مختلف بلاد و اہل عالم میں منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد مشرک رومی قیصر کی حکومتوں میں مسلسل دس دفعہ ان لوگوں کا قتل عام وقوع میں آیا۔ ہزاروں نے جام شہادت نوش کیا۔ اور قسطنطین اور اس کے جانشینوں نے نہایت خوشی کے ساتھ موحدین کی نعشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے روند دیا۔ بہر حال ان تمام واقعات کے بعد حضرت محمدؐ (صلعم) نے جو نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے، بلکہ ”نام آور، محمود شہور اور محترم“ اور آدم کی اولاد میں سب سے زیادہ لایقِ نجات، گویا کمال ”بارناشا“ تھے، عرب کو اپنے قدمِ میمنت لازم سے مشرف فرمایا اور مشرک کے ساتھ اس خوفناک حیوان (شیطان) کا بھی ہمیشہ یکے لئے سرچل دیا۔

————— ❦ —————

قرآن کریم کا فوق العاد انداز

قرآن کریم کی تصریحات و آثار قدیمہ کی تحقیقات

بقلم سید مقبول احمد صاحب بی۔ اے

اگر کوئی شخص کہے کہ فلان بہیا نک اور پتھر بے جھل یا ریگستان میں، کسی وقت ہزار ہا درخت اُگے ہوئے تھے۔ تو ہم یا تو اُس شخص کو عالم غیب سمجھیں گے یا جب تک اُس کے دعویٰ پر خارجی شہادت مثلاً قدیم تاریخی نوشتوں یا باقیات مجریہ، مہر تائید ثبوت نکرین، ہم مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اور کسی معمولی انسانی کی طرف سے اگر ایسا دعوے پیش ہو تو ہم اُسے فسانہ سے زیادہ ذبیع نہیں سمجھ سکتے۔

قرآن کریم میں ایک قوم کا ذکر ہے جسکی طرف خدا نے ایک پیغمبر بھیجا تھا لیکن، اُس قوم نے اُس کو رد کر دیا۔ اس قوم کا نام، اصحاب لایکہ ہے جس کا لفظی ترجمہ بن کے لوگ ہو سکتا ہے۔ قرآنی تصریحات و اشارات کی بدولت اس قوم کا قدیمی مسکن، خلیج عکابہ کے قریب دجوار میں متعین کیا گیا ہے۔ جو ملک شام کے جنوب میں واقع ہے۔ عکابہ کی وادی کے طبعی خصائص وہی ہیں، جو عرب کے ہیں، اور آج بھی وہی ہیں، جو دو ہزار سال پہلے تھے، یعنی بہیا نک پتھر بیلے ریگستان، جہاں میلیون کسی درخت یا بھاری کا نام نشان نہیں ملتا، سوائے اُن چند خار دار بھاریوں مثلاً اونٹ کٹارا، تنوہر وغیرہ کے جو کسی بد مزہ پانی کے چھوٹے سے تالاب کے کنارے اُگی ہوئی ہیں۔ ایسے خطہ زمین کے متعلق یہ کہنا کہ یہاں کسی زمانہ میں جھل تھا جس میں درخت ہوئے تھے۔ کسی طرح یقین میں نہیں آ سکتا۔ اور ابتدائی مسلمان جغرافیہ دان بھی اس معلوم میں خاموش ہیں کہ یہاں کسی زمانہ میں جھل تھا۔ لہذا اب تک، مفسرین قرآن نے یہی کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا یا ہے کہ ایکہ، ملک شام میں ایک شہر تھا۔ جو اب ناپید ہو چکا ہے اور اس کے معنی لازمی طور پر جھل کے نہیں ہیں جس طرح

عرب کے معنی آگ، اور دینوا کے معنی مچھلی نہیں ہیں مفسرین کے اس خیال کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ عہد غنیمت میں اس قرب و جوار میں کسی جنگل کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ کتاب خروج میں تمام خطہ کا مفصل بیان موجود ہے۔

حاجی برٹن (رحمۃ اللہ علیہ) جس کو میں اس کے ہموطن اور حوصلہ مند برک ہارٹ کی طرح جو عربوں میں شیخ برکات کے نام سے مشہور تھا۔ مسلمان ہی سمجھتا ہوں۔ پہلا شخص وہ ہے جس نے اپنی تصنیف ”مدائن کی سونے کی کانوں“ کے ذریعہ سے، دنیا کے سامنے اس خطہ زمین کا صحیح علم پیش کیا۔ اُس نے بہت سے قدیم یونانی جغرافیہ دانوں کی تصانیف سے اقتباسات پیش کئے ہیں جو اُس کے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہیں۔ اور اُن سے قرآنی بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس خطہ زمین میں کسی وقت آدمیوں کے قد کے برابر درخت اُگے ہوئے تھے، اور تمام آثار صحرائی موجود تھے مزید تفصیل کے لئے ناظرین برٹن کی کتاب مذکورہ کے صفحات ۷۹ تا ۱۸۰ اور باب ۸۸ ملاحظہ کریں: عرب میں ایک قوم اور تھی جس کا اب کہیں وجود نہیں صرف اس کا اور اُس کے پیغمبر کا نام باقی رہ گیا ہے۔ یہ قوم ثمود تھی جو وسط عرب میں آباد تھی۔ اس قوم کا حال قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوا ہے: ”كَذَّابَتِ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ“ اِذْ قَالَ لَهُمُ لَحُومٌ صَالِحٌ اَلَا تَتَّقُونَ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُولٌ مُّبِیْنٌ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوْنِ وَاَسْئَلُكُمْ عَلٰی ذٰلِكَ اِنْ اَجَرٰی اَلَا عَلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَنْتُمْ كُوْنُ فِیْ مَآحِلِ اٰمِنِیْنَ فِیْ جَبَّتٍ وَحِیْوٰی وَزُرُوْهُمْ وَخَلِّیْ طَلْعَهَا هَضِیْمٌ، وَتَجْتَمِعُوْنَ مِنْ الْجِبَالِ بَیْوتًا فَاَرٰھِیْنَ یعنی ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب اُن کے بھائی صالِح نے اُن سے کہا کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے؟ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔ سو اللہ کا تقویٰ کرو اور میری فرمانبرداری کرو اور میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں مانگتا میرا جو صرف جہانوں کے سب پر ہے۔ کیا تم ان چیزوں میں، جو یہاں ہیں، امن کے ساتھ چھوڑ دے جاو گے؟ یعنی باغوں اور چشموں میں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ تہمتہ ہے اور اترتے ہوئے پہاڑوں میں گھر تراش لیتے ہو، (سورۃ الشعراء آیات ۱۴۱ تا ۱۵۰)

اس قوم کے متعلق ایک قابل غور امر یہ ہے کہ اگرچہ پلینی ڈائیڈورس اور ٹالمی نے

اپنی تعانیف میں اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن جہدِ عقیق اُن کے متعلق بالکل خاموش ہے حالانکہ یہ لوگ بنی اسرائیل کے آمنے سامنے ہی رہتے ہوئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قوم اُن کی ہم عصر نہ ہو بلکہ اُن کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے رہتی ہو۔ اور اُن کے زمانہ میں گننام ہو گئی ہو، پروفیسر نکسن، جنہوں نے تاریخِ ادبیات عرب لکھی ہے، یوں رقمطراز ہیں "شمالی عرب میں، حجاز اور شام کے درمیان قوم تمود آباد تھی، جس کا ذکر قرآن (۷۷، ۷۸) میں بھی آیا ہے۔ اور یہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر اپنے لئے مکانات بناتے تھے۔ شاید محمد (صلعم) کو اُن تراشیدہ حجروں کا صحیح علم نہ تھا جو آج بھی بمقامِ ہجر، جو مدینہ سے شمالی جانب ایک ہفتہ کی راہ ہے موجود ہیں اور بائبل کی کتبوں سے جو اُن میں لگے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوتا کہ یہ حجرے دراصل مقبرے تھے۔"

لیکن پروفیسر موصوف نے اس معاملہ میں غلطی کھائی ہے۔ اگر وہ مغربی علماء کی استفادہ کرنا پسند کریں تو یہ انہیں ایک ایسے شخص کا نام بتاؤں جو اُنہی کی طرح پُر جوش مسیحی ہے۔ کیونکہ، جیسا مسیحی جوش کی واضح دلیل ہے، دونوں ہی، جب کہ آنحضرت صلعم یا قرآن اُن کے خیالات کی تردید کرتے ہیں، تو اپنا توازن دماغی کہو بیٹھتے ہیں۔ بہر حال یہ شخص اکثر لکڑی کے ہے جس نے تالچِ عرب لکھی ہے۔ اور اس کتاب میں اُن مکانات کا حال لکھا ہے جو حالِ اہلِ ہجر بمقامِ کیراک دریافت ہوئے ہیں۔ اور یہ مکانات، مقبرے نہیں ہیں بلکہ انسانی رہائش گاہ تھے، جو پہاڑوں کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ اُن میں سے ایک کا نام خزائنِ فرعون ہے اور کتاب میں اُس کی تصویر بھی موجود ہے۔ اگر آنحضرت صلعم کبھی کیراک تشریف لے بھی گئے ہوتے، جس کے متعلق ہمیں علم نہیں، تو قیاس یہی ہے کہ آپ نے اُن تراشیدہ مکانات کو نہ دیکھا ہو گا۔ کیونکہ، آپ کے زمانہ میں یقیناً یہ مکانات تہِ ریگ چھو گئے پس کیا یہ ستم ظریفی نہیں ہے کہ اگرچہ بعض اقوام کے نام مثلاً ایملی کاہلہ، مندوجہ، بائیل، نکسن اور تودلی کی کے نزدیک محض فرضی ہیں، لیکن بائیل، ہامہ، بائیل کے الہامی جو نے پوکئی اعتراف یا شہِ وارد نہیں ہوتا، اور قرآن کو، جس کے بیان کردہ اقوام اور اُن کے مکانات کی تصدیقِ قدیم تاریخ اور نوشتوں سے ہوتی ہے، بہر حال بائیل کی نقل یا اُس کے بیانات کو بائیل سے مسخرہ سمجھا جاتا ہے؟

قرآن مجید میں ایک اور قوم کا بھی ذکر ہے، جسے تاریخ نے اس درجہ فراموش کر دیا کہ اگر پہلے زمانہ میں ایک حیرت انگیز انکشاف نہ ہوا ہوتا تو مغربی حکماء تو اس بیان کو واقعی فرضی اور غلط قرار دیدیتے۔ یہ قوم عاد تھی، جس کا ذکر مع اس کے پیغمبر کے، جن کا نام ہود ہوتا تھا، قرآن میں ذکر کیا گیا ہے اور اس قوم کی ہستی کا ثبوت حال ہی میں حصین غراب کے حیمیری کتبوں سے دستیاب ہوا ہے، جن کے متعلق میں نے اسلامک ریلویو بابت جنوری ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جب یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا۔ اور قرآنی بیان کی تصدیق ہو گئی، تو مسٹر فارستر نے جو ایک جوئیے مسیحی پادری ہیں، ایک مضمون لکھا جس میں حضرت ہود کو بائبل کا حیرت انگیز ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی، پھر ہے دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے کچھ نہ کچھ کوشش کرنی تو ضرور چاہیے۔ خواہ ناکامی ہی کیوں نہ ہو !!!

اب ہم قوم سبا کا بیان کرتے ہیں جو بعثت نبوی سے قبل فراموش ہو چکی تھی۔ اور آپ کی جائے ولادت سے اتنی ہی بعید تھی جیسے لندن سے قسطنطنیہ۔ قرآن مجید نے بدیں الفاظ اس قوم کی شوکت کا نقشہ کھینچا ہے بعد ازاں اُن کی تباہی کا ذکر بھی کیا ہے لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسَارِكِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّاتٍ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ - كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ - بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبِّ غَفُورٌ فَاعْرِضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ ذَوَاتِ أَكْثِلٍ وَأَنْثِلَ وَ شَيْءٌ مِنْ سَيْدٍ قَلِيلٍ - ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ يُجْزَى إِلَّا الْكُفُورُ - وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا فَعَلَوْا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَ تَكَلَّمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَابِيثَ وَ مَرْغَبَاتٍ كُلُّ مُمِيزٍ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ سبائے کے لئے انکی سکونت کی جگہ میں ایک نشان تھا، دو باغ دائیں اور بائیں تھے اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔ اچھا ٹھہرے اور بخشنے والا رب ہے تو انہوں نے مومنہ پھیر لیا سو ہم نے اُن پر زور کا سیلاب بھیجا۔ اور اُن کے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ بدل دے جن میں تلخ میوے اور جھاؤ کے کے درخت تھے، اور تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ ہم نے انہیں یہ سزا دی کیونکہ انہوں نے ناشکری کی

اور ہم ناشکر گزار ہی کو منزا دیتے ہیں۔ اور ہم نے اُن میں اور اُن بستیوں میں جن میں ہم نے برکت دی تھی نظر آنیوالی بستیاں بنائی تھیں اور ہم نے اُن میں سفر کا اندازہ کر دیا تھا۔ اُن میں ساتوں اور دونوں کو امن سے چلو تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفروں میں دوری ڈال دے اور اپنی جانوں پر ظلم کیا پس ہم نے انہیں افسلے بنا دیا اور انہیں ریزہ ریزہ کر کے پراگندہ کر دیا۔ یقیناً اس میں ہر صابر اور شاکر کیلئے نشان ہے (سورہ سبا آیات ۱۵-۱۹)

اُن کی خوشحالی کی تصدیق لیگے تہرے سائی ڈیز نے بھی کی ہے جو مسیح سے ڈیرھ سو برس پہلے گزرا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے: ”سبا عرب کے جنوب و مغرب میں واقع ہے، جہاں بہترین پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اور دریلے کناردوں کی زمین نہایت شاداب ہے۔ اندون ملک میں گرم مصالحہ کے درخت اور گجوروں کے باغات ہیں جنکی خوشبو مست کر نیوالی ہے اور اس ملک میں درختوں کی استفادہ میں ہیں کہ اُن کا شمار دشوا ہے، بعد چنڈے، القرم کا بند ٹوٹ گیا اور ملک کی زیر جیزی کا فور ہو گئی، اور اب اس ملک میں تلخ میوے کے درختوں کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ القرم کو حال میں ایک فرانسیسی ساح نے دیکھا تھا اس کا بیان قرآن مجید کے بیان کا مُصدق ہے اس بند کا پانی ملک کے دائیں اور بائیں جاتا تھا۔“ اسی لئے دونوں جانب باغات تھے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

ان کے علاوہ قرآن مجید میں ایک اور دلچسپ کتبہ کا ذکر ہے جسکی تصدیق جغرافیائی تحقیقات کی بنا پر ہنوز نہیں ہو سکی ہے۔ یہ یاجوج اور ماجوج والی سد ہے جسکو ذوالقرنین نے، جسے سائرس شاہ ایران کا لقب دیا جاتا ہے تعمیر کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ خیال کیا گیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج سومرا دیگئی اور ساگیٹی دو تو ہیں، بتکے خلاف سائرس نے چڑھائی کی تھی۔ ہیر وڈڈس کا یہ بیان سراسر مُصدقِ قرآن ہے بلکہ سائرس کے دو حملوں کا جو اس نے مشرق اور مغرب کی جانب کئے اور اسکے بحر طلمات تک پہنچنے کا بھی مُصدق ہے۔ یہ سد نقشہ میں موجود ہے اور کوہ قاف سے لیکر بحر خزر تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ سد (دیوار) اب شکستہ ہو گئی ہے لیکن مقامی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کسی ایرانی بادشاہ نے بنایا تھا قابل غور امر یہ ہے کہ جب غار نگار مغلوں نے خلافت عباسیہ پر حملہ تو یہ لوگ اسی دیوار کو طے کر کے آئے تھے۔ اور یہ بات قرآنی بیان کی مُصدق ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا حملہ گویا فیصلہ کے دن کا قُرب ہو گا۔ اور ایسا ہوا کیونکہ اُن غار نگاروں نے خلافت عباسیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تعجب یہ ہے مغلوں نے مسلمان ہونے کے بعد ہی زیر قیادت تہمتور گلان

عثمانی کی سیاد کو زبردست محمد پنچا یا بلکہ اسکے سیاسی تفوق کو ہمیشہ کیلئے خاک میں ملا دیا اور انگورہ کے میدان میں یابزید کو شکست دیکر فتح منوں کیلئے سلطنت عثمانیہ کو لاشہ بے جان بنا دیا۔

اسکے علاوہ اصحاب کیف والرقیم کا مذکور بھی ہنوز تشہد تصدیق ہے۔ اور میں یقین ہے کہ جب کبھی آثار قدیمہ کے سلسلہ میں کوئی انکشاف ہو گا تو قرآنی بیان کی صداقت ظاہر ہو جائیگی۔ یہ فسانہ ایسا جتنا گھبرایا خلاف عقل نہیں ہے جیسا کہ بائبل کی اکثر حکایات مثلاً شاہ کسپر کا قصہ یا نجوسیوں کی آمد انہوں میں الزام کا ذکر اور اس کی تردید کرنا چاہتا ہوں جو سائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ایک مضمون نگار نے قرآن مجید پر لکھا ہے۔ یہ الزام اُس قحط کے متعلق ہے جو مصر میں واقع ہوا تھا جس کا ذکر سورہ یوسف میں موجود ہے قرآن فرماتا ہے: ”تب اس کے بعد ایک سال آئیگا، جس میں لوگوں پر مینہ برسیا جائیگا اور اس میں وہ گھوڑ بھی بچھڑیگے“ (سورہ یوسف ۱۱۳-۱۱۹) میں چاہتا ہوں کہ اس کی تشریح میں سیل کا بیان پیش کروں۔ وہ مکلفنا ہے۔ بخلاف اسکے، جیسا کہ اکثر قدیم مفسرین نے لکھا ہے، عموماً موسم سرما میں مصر زمین میں بارش ہوتی ہے اور سکندریہ میں تو برف بھی گرتی ہے اور یہ مشاہدہ سینکڑوں کے بیان کی تردید کرتا ہے۔ بالائی مصر میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ جس بارش کا بیان مذکورہ کیا گیا ہے، اُس سے ملک حبش کی بارش مراد ہے جس کی وجہ سے دریا نیل میں طغیانی آتی ہے اور مصر میں زرخیزی ہوتی ہے۔ یا وہ بارش مراد ہے جو قحط زدہ علاقوں میں ہوتی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک حبش میں ایک زبردست قحط پڑ چکا ہے جس پر آثار قدیمہ گواہ ہیں۔ حبش اور یمن دونوں ایک ہی عرض البلد میں واقع ہیں۔ اور ایک پورے سے قریب ہیں۔ اور ان کے طبعی خصائص بھی یکساں ہیں چنانچہ یمن میں ابک کتبہ دستیاب ہوا ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

”میں ذو شغریاد شاہ کی بیٹی ہوں اور میرا نام تاجا ہے میں نے اپنے خادم کو یوسفؑ کے پاس بھیجا جب اُسے دیر ہوئی تو اپنی خادمہ کو چاندی دیکر بھیجا کہ اس قدر گہریوں بے آئے اور جب وہ منے مطلوبہ حاصل نہ کر سکی تو میں نے اُسے موتی دیکر بھیجا کہ اعلیٰ قدر آٹا لے آئے لیکن اس پر بھی تاج میسر نہ ہوا تو میں نے اُسے پیچھڑا کر دیا۔ لیکن وہ قابل استعمال نہ ہوئے تو مجبوراً میں مدبند ہو گئی ہوں جو میرا حال منے لازم ہے کہ وہ مجھ پر ترس کہائے اور جو عودت میرے زیورات استعمال کرے خدا کرے اُس کا خسر بھی وہی ہو جو میرا ہوا ہے۔ یعنی وہ بھی میری طرح بھوک کے مارے مر جائے۔“

اکسیر رحمانی

اکسیر رحمانی ایک ایسا دوا ہے جس کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔

نقل چند سنوت

ہم نے یہ دوا ایک کیمیاگر کے پاس سے حاصل کی ہے جو کہ اس دوا کی بہت سی خوبیوں کا
خبردار ہے۔ اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔

اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔

اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔
اس دوا کی مدد سے انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔

مستطاب

نئی کمال

مستطاب کی کتابیں ہر قسم کی تعلیم و تربیت کے لئے لکھی گئی ہیں اور ان کی مدد سے ہر شخص اپنی تعلیم کو بڑھانے میں مددگار بن سکتا ہے۔

مستطاب کی کتابیں ہر قسم کی تعلیم و تربیت کے لئے لکھی گئی ہیں اور ان کی مدد سے ہر شخص اپنی تعلیم کو بڑھانے میں مددگار بن سکتا ہے۔

مستطاب کی کتابیں ہر قسم کی تعلیم و تربیت کے لئے لکھی گئی ہیں اور ان کی مدد سے ہر شخص اپنی تعلیم کو بڑھانے میں مددگار بن سکتا ہے۔

مستطاب کی کتابیں ہر قسم کی تعلیم و تربیت کے لئے لکھی گئی ہیں اور ان کی مدد سے ہر شخص اپنی تعلیم کو بڑھانے میں مددگار بن سکتا ہے۔

نمائش پیام مسلمانان ہندوستان

اشاعہ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلام کے رسولؐ کی انگریزی بحرِ معجزہ و کائنات (انگلستان)

نہیر ادارت

نواب کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رفیقِ عام پر نہیں لاہور میں باہتمام بابو منظور الزمان

چھب کر

نواب عبدالغنی پبلشر

نے

برائے فروغِ مذہب و اصلاحِ عام سے شائع کیا

تصنیف حضرت خدایکمال الدین صاحب کمال ایل ایل۔ بی سنیہ اسلام نامہ ترجمان مسجد

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
مجلد ۱۰	ام المومنین بیرون زندہ و کال زبان جلد ۱۰	مجلد ۱۰	توحید فی الاسلام بلا جلد ۱۰
۴	برائین نیرہ۔ بلا جلد ۱۰	مجلد ۱۱	مسکوتہ و اید میرکتہ آثار اوس لکچر کا مجموعہ بلا جلد ۱۱
۸	پیام اسلام۔ فیجلد ۱۰	مجلد ۱۲	ینابیع الحیثیت۔ بلا جلد ۱۲
۳	مقصود مذہب ۱۰	۱	ضروریہ اسلام۔ بلا جلد ۱۲
مجلد ۱۱	خطبہ غریبہ۔ بلا جلد ۱۲	۱	رازیہ یا غیبی عمل بلا جلد ۱۲
۱	سیرۃ کارائتہ حانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲	۱	مکالمات اہلیہ۔ بلا جلد ۱۳
۶	ہستی و بقا۔ بلا جلد ۱۰	۱	مطالعہ اسلام۔ بلا جلد ۱۳
۲	میں کی الوہیت اور کسی کا لانسیت پر نظر	۱	اسلام میں کئی فرقہ نہیں۔ بلا جلد ۱۳
۲	اسلام اور علوم جدید	۱۰	لمعات انوار محمدیہ۔ بلا جلد ۶
۳	صلوات حضرت باطل تہمت فیجلد ۱۰	۴	مذہب محبت ۱۰
۱۲	حیات بعد الموت ۱۰	۸	ذرات عالم کا مذہب ۱۰
۴	حمد للہ ۱۰	۴	اسوہ حسنہ بیرون زندہ و کال نبی بلا جلد ۱۰

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خدایکمال الدین صاحب

یعنی دو تصنیف جدید ہیں واقعہ حاضرہ پر بحث کے علاوہ موجودہ اقتصادی سیاسی معاشرتی اور اخلاقی مشکلات کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے زیر طبع ہے

دعوتِ ایمان میں مسلمانوں کو سائنسی عزیز منزل پر انداز رکھو روڈ لاہور چٹائی چائیں

فہرست مضامین

اشاعت اسلام

جلد (۱۶) بابت ماہ جون ۱۹۳۰ء مطابق ماہ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ نمبر (۶)

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	ان مترجم	۲۱۰
	پہلے مسلمان یا ہندوستانی	"	"
	زیدی	انہم حضرت واجبہ کل ام بن عباس	۲۱۱
	سابون اور پانی	انہم وہی عبید بن جراح	۲۱۳
۲	نہدن اسلام	انہم حضرت خواجه کمال امین صاحب	۲۱۴
۳	جنگ عظیم کے نتائج مالمیہ	انہم جناب شیخ عزیز حسین صدقہ دانی برہنہ شریک لائیک	۲۲۲
	جنگ عظیم کے مصلحتیں	"	"
	جنگ عظیم کے برائے اسلام مذہبی سنا ہے	"	۲۳۰
	جس کی جنگی محاذی میں یہ رت اور عظیم کے بڑے ہیں	"	"
	وہ اسلام سے قائم ہو سکتی ہے	"	۲۳۶
۴	نہ کا لاط کا لکھ کر میں سے یہ رت کے بھاری سر ہو سکتی ہے	انہم حضرت جبریل امین صاحب	۲۴۵
۵	انجیل پر لڑا (حضرت علیا و سلطان جبریل و صلی اللہ علیہ وسلم)	"	۲۴۶
۶	افغانی سفیر انگلستان اور ریش مسلم سوسائٹی	انہم وہی عبید بن جراح	۲۴۷
۷	گوشہ ارہامہ و خراج مسلم مشن دو لکھا بائیں پریش	انہم نائل سوسائٹی مسلم مشن	۲۴۸

لَا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْدَ خِنْزِرَاتِهِ رِجْبٍ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ
بِهِ بِطَرَفِ طَرَفٍ أَوْ كَانَ مِنَ الْمَرْءِ الْمَغْرِبِ أَوْ أَسْفَلَ سَفْعِ الْمَخِيطِ

لَعَنَ اللَّهُ بَاب (سورہ العامہ ۱۲۶)

بیشک پاک ہے۔ (وہ جانور جو بے ذہن ہو کر خدا کے سوا کسی دوسرے کیلئے (ذبح) اور تار مار دیا گیا ہو +

پہلی آیت میں آؤر چیزوں کے علاوہ خون کا کھانا ہم پر حرام کر دیا۔ لامحالہ ہر ایک ایسے جانور کا گوشت جس کے جسم سے کل کا کل خون اس کی موت سے پہلے نہ نکل چکا ہو۔ وہ بھی حرام ہونا چاہئے۔ چنانچہ آیت نمبر دو نہ کوہ بالا میں جن مقتول جانوروں کو اور ان پر میں نے نمبر ایک کا پانچ لکھ دیئے ہیں۔ ہم پر حرام کیا گیا ہے۔ ان میں ایک بھی جانور ایسا نہیں کہ جس کی موت پر اس کے خون کا بہت سا حصہ اس کے جسم میں رہ کر گوشت کی جزو نہ بن گیا ہو۔ اس کی تشریح میں آگے کر کر دکھاؤں گا۔ بلکہ مردہ کے حرام کرنے کی ایک وجہ یہی خون ہے۔ آیت نمبر دو میں جو استثنا فرمادی کہ ایسا جانور اگر مسلامی طریق پر ذبح ہو جائے تو وہ حلال ہو جاتا ہے بعض مفسرین کے نزدیک وہ استثنا باقی کے چار قسم جانوروں پر مادی ہے۔ یعنی مرنے سے پہلے اگر وہ اسلامی طریق پر ذبح ہو جائے تو حلال ہو جاتے ہیں +

خون کا کھانا طبی طور پر مضر صحت ہے۔ بہت سی نہروں کے علاوہ خون میں یورک اسڈ کا ایک کافی حصہ ہوتا ہے۔ جسے گردے خون سے نکال کر پیشاب کی شکل میں منتقل کر دیتے ہیں۔ الغرض خون کا کھانا مُسْتَبَہ صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جھٹکے سے مارا ہوا جانور پیش ازیں کہ اس کے جسم کا کُل کا کُل خون خارج ہو جائے مر جاتا ہے۔ جو لگ جھٹکا اور ذبیحہ کھا چکے ہیں۔ وہ تسلیم کریں گے کہ دونوں گوشتوں کے خواص میں بہت فرق ہوتا ہے حضرت رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی منشاء یہی ہے کہ فی کثرتہ کے بعد جانور جلدی جلدی مر جائے۔ ایک طرف تو یہ غرض ہے کہ تلبیع پر ہوت

دارد نہ ہو۔ جب تک کہ اس کے جسم سے گل خون نہ نکل جائے۔ اور دوسری طرف یہ ضروری ہے کہ وہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں مر جائے۔ یہ دونوں باتیں اسی صورت میں ہو سکتی ہیں کہ ایک طرف تو شاہ رگ کٹ چکے۔ اور دوسری طرف جانور کے دماغ اور اس کے قلب کا تعلق منقطع نہ ہو جائے۔ کیونکہ تعلق جس وقت ختم ہو جائیگا اسی وقت ان وحش میں جانور پر موت وارد ہو کر اس کے جسم میں گل خون کو منجمد کر دیگی۔ لہذا اغراض بالا اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہیں۔ جب جانور اسلامی طریق پر ذبح کیا جائے اگر معترض کی سمجھ میں کوئی اور طریق آتا ہو تو وہ مبتلا سکتا ہے ۛ

ایک غیر مسلم کے لئے قرآن کے احکام بیشک کوئی محنت نہیں لیکن وہ اس مسئلہ عقل اور سائنس کی روشنی میں دیکھے۔ اگر میری صحت اصلی حالت میں ہوتی۔ تو میں خون کے مضر صحت ہونے کے متعلق مغربی کتب طب کا حوالہ بھی دیدیتا ۛ

اسی مسئلہ کے ضمن میں جناب مفتی صاحب کا یہ فرماتا بالکل سچا ہے کہ اگر اہل کتاب کا کھانا ہم پر حلال ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کسی اہل کتاب کے دسترخوان پر غیر ذبیحہ چیز ہو وہ ہم پر حلال ہو۔ کیونکہ جس آیت نے ہم پر اہل کتاب کا کھانا حلال کیا ہے۔ اس سے پہلی آیت نے غیر ذبیحہ چیزوں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ صحابہ کرام کے علاوہ حضرت امام عظیم شافعی اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے ۛ

صابون اور پانی | مرقومہ بالا عنوان کے ماتحت ڈی سی میل مورفہ ۱۹۳۰ء

نے مشہور طبیب نرٹامس الیور کے الفاظ درج کئے ہیں جن کا خیال ہے کہ طبی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے تمدن اقوام سب سے زیادہ چھاتی صفائی پر عامل نظر آتی ہیں اس پر تبصرو کرتے ہوئے ڈی سی میل نے لکھا ہے۔ غالباً ڈاکٹر صاحب کے اس قول کو سینٹ برنارڈ کو اتفاق نہوگا۔ جنہوں نے آرڈر آف ڈی سی میل کے مضامین لکھا ہے۔ کہ مورزا اور برادر

مقابلہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "جنی عرب کے لوگ اندلس میں آباد ہوئے انھوں نے ہر پہلو سے ترقی اور تمدن کی راہیں کھولیں۔ اور مغلطائے راشدین کے تقوش قدیم پر چل کر علم و فن کی سرپرستی شروع کی۔ اور تہذیب و دانش کی کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی نظیر اس زمانہ کے یورپین لوگوں یا حکومتوں میں نہیں مل سکتی۔ ان کے عہد حکومت میں قرطبہ نہایت شاندار شہر بن گیا جیسے دو لاکھ سے اوپر مکانات تھے۔ اور دس لاکھ سے زیادہ آبادی تھی رات کے وقت سڑکوں پر سرکاری لمپ روشن ہوتے تھے۔ لندن میں اس کے سات سو برس بعد بھی سڑکوں پر لمپ نہیں لگائے گئے۔ اور لندن پیرس وغیرہ کی گلیوں کا یہ عالم تھا کہ برسات کے موسم میں جو شخص گھر سے باہر نکلتا تو گھٹنوں تک کچر میں غرق تھا لیکن غرطاہ اور قرطبہ وغیرہ میں یہ بات نہ تھی۔ ان شہروں میں امراء اور خلفاء کے محلات ایسے شاندار بنے ہوئے تھے۔ کہ ان کے سامنے جرمنی، فرانس اور انگلستان کے محل جھونپڑے معلوم ہوتے تھے۔ اسپین کے مسلمان جس طرح صفائی اور پاکیزگی کے دلدادہ تھے۔ اسی طرح تعمیر اور طرز رہائش میں بھی یورپین اقوام سے بڑھے ہوئے تھے۔ ان کے مکانات کی شان و شوکت کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ امراء کے محلات تو عجائب خانے معلوم ہوتے تھے۔ ان کے پائین میں باغچے ضرور ہوتا تھا۔ جیسے درختوں کے علاوہ تہریں اور خوارے بھی ہوتے تھے۔ اور وہ لوگ حرم اور غلمانوں کے بھی بڑے شائق تھے۔ اور بعض کمروں میں ایک ایک زامروئی شمع کے جھاڑ روشن ہوتے تھے جس کی وجہ سے رات کے وقت کُل عمارت جگمگا اٹھتی تھی" (جلد ثانی صفحہ ۳۰)

اس اقتباس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر مسلمان ممالک میں آج یہ بات نہیں ہے تو اس کی ذمہ داری اسلام پر نہیں بلکہ مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری پر ہے۔ اور ان کی حالت اجنبی اقوام کی جیسرہ دستیوں کی وجہ سے روز بروز ہوتی جاتی ہے۔ تاہم ہمیں مبالغہ نہیں کہ چھائی صفائی کے لحاظ سے ایک مسلمان مرد یا عورت اب بھی ایک مغربی مبالغہ

سے زیادہ قابلِ توجہ ہوتا ہے ہم سراسر طاس آلیوور کے الفاظ کی تائید ڈاکٹر ڈیپیر کے بیان سے کرنا چاہتے ہیں۔ جو مذکورہ بالا اقتباس کے چند صنعتی آگے یوں لکھتے ہیں:-

”ذاتی آسائش کے اصولوں اور طریقوں کے لئے ہم زیادہ عربوں ہی کے ممنون احسان ہیں۔ اُن لوگوں کے لئے ناممکن تھا کہ مغربی لوگوں کی طرح لباس پہنا کریں جن کا اصول یہ تھا۔ کہ ایک دفعہ جو لباس زیب تن فرمالیاً وہ پھر نہ اتارا یہاں تک کہ پارہ پارہ ہو کر خود ہی جسم سے علیحدہ ہو جائے۔ اور ان چیتھروں کو جو غیرہ کا ذخیرہ سمجھ لیجئے اور ان کی بدبو کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہو سکتا۔ جب طامس سبکیٹ کی نمش سے لباس اتارا گیا۔ تو اندر کے کپڑے ایسے میلے کھیلے نکلے کہ کسی مسلمان کے غلام کے بھی ایسے نہ ہونگے مسلمانوں ہی نے یورپین اقوام کو مکمل یا تنزیہ کے اندرونی لباس کا استعمال سکھایا۔ کہ اس کو ہر تیسرے دن صاف کیا جاسکے اور یہ لباس آج بھی خواتین مغرب کے استعمال میں ہے۔ اور اس کا نام بھی وہی چملا آتا ہے۔“

گسٹو ڈیرکس اپنی تصنیف میں لکھتا ہے:- ”چونکہ مسلمان گرم ممالک کے باشندے تھے۔ اس لئے حمام اور غسل کے بہت زیادہ عادی اور ضرور تہمتھے۔ اور طہارت جسمانی کے اس درجہ توجہ تھے کہ یورپین ممالک کے مسیحی لوگوں میں اُن کی نظیر نہیں مل سکتی۔ رفتہ رفتہ عیسائیوں نے مسلمانوں کی تقلید میں جسمانی صفائی اور غسل کے طریقوں کو اختیار کیا۔ اور غسلخانے بنوائے۔ اور حمام میں نہانا شروع کیا۔“

عبدالمجید ایم۔

مثن کا کوئی شعبہ انتظام اس وقت کسی فرقہ دار جماعت کے ہاتھ میں نہیں ضروری طلاع { اس کا مالی انتظام فرسٹیوں کے ہاتھ میں ہے۔ محلِ زار معادنت ڈاکٹر عنالام محمد صاحب فنانشل سکرٹری مسلم مثن عزیز منزل لاہور کے نام آئی چاہئے۔ حسب دستور سابق ہر ایک معطلی صاحب کو رسیہ عطیہ پہنچائی۔ اور ان کا امور چندہ ان صفحات میں چھپا کرے گا۔

خواجہ عبد الغنی سکرٹری

دُعَاءِ مَسْجِدِ

اُنجداتیری اور فطرتی تیری مرضی جی آسان پروردی میں پڑھیں ماسو مقصد پر پہنچاؤ
 تمام فطرت مشیت الہی کی پابند ہے اور اسی کی بدولت حقی اور غفور و رحیم ملتی ہے
 دنیا کی تخلیق میں جو مقصد خداوندی پوشیدہ ہے وہ اسی وقت تکمیل کو پہنچ سکتا ہے
 جبکہ فطرت کا عظیم الشان کارنامہ یعنی "انسان" اپنے آپ کو مشیت الہی کا پابند جاتے ہیں
 نسل انسانی خدا کے طریق کار سے واقف ہو کر اس پر عمل کرنا اپنا شعار بنائے گی، اُس دن
 حقی شادمانی اور امن و امان دنیا میں قائم ہو جائے گا۔

سائنس کی ساوی جذبہ و جذبہ فطرتی کے طریق کار ہی کے معلوم کرنے کے لئے ہے
 لیکن جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، اُس کی جدوجہد کے نتائج بہت دیر میں نکلتے ہیں اور
 وہ بھی ناقص ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ اس دن کے انتظار میں قورہ دے سکتا تھا۔
 جبکہ سائنس اپنی درخواستوں کو شعور سے دنیا کو ناقص طور پر قیضاب دے انسان کے لئے
 تو جلد از جلد مشیت الہی سے واقف ہونا فرمادی ہے۔ اسی مقصد کے ماتحت خدا تعالیٰ نے
 مذہب کے حیلے یعنی انبیاء کو اس دنیا میں بھیجا تاکہ انسان کو سننِ قدسیہ میں خدا کے طریق کار سے
 ملے وَ مَا تَشَاوُنَ اِنَّهٗ اَنْ يَّشَاءَ وَاللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ (مکہ و مدینہ)

اور تم نہیں جانتے سوائے اس کے کہ اللہ جانوں کا بچا ہے۔

عَلٰی یٰۤاٰیہَا اللّٰہُ لَیْسَ لَکُمْ دَرَجَاتٌ کِیۡفَ عَشَّ النَّبِیُّ مِنْ تِلْکَ ۝۱۱۱

مخدوم صاحب کو خدا کے لئے محمول کیوں کہ اسے احکم کوئی نہیں تھا وہ پہلے سے جانتے دیکھتے تھے

آگاہ کریں اللہ ہی اور اللہ ہی رسالت کا زور اللہ اس وقت ہندو جب انسان کو سنت اللہ کا پورا پورا احکام عمل کیا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اللہ سنت دونوں کو ملاخ لہذا یہاں کیا ہے وہاں انسان کو وہ سارے اچھے طبع بھادیا ہے جس پر چل کر وہ اس کے شگسہ میں نہیں رہ سکتا ہے اور جب ایسا ہو گیا تو گویا خدا کی بادشاہت دنیا پر قدیم ہو گئی ہیں۔ ان کے حضرت مسیح کی دعا کو پانچ گیل تک پہنچانے کے لئے نازل ہوا۔

حکام اللہ میں نے ایک ہی صداقت کا اعلان کیا ہے یعنی یہ کہ خدا نے انہی کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ قرآن مجید نے اس مسئلہ پر حقیقی اور سلی بخش روشنی ڈالی ہے۔

روئے ظہیر قرآن انسان اس دنیا میں خدا تعالیٰ کا عیض ہے، سائنس بھی اس کو کائنات کا قرار دے کر ہی مدد دیتا ہے۔ اگر تخلیق خداوندی کا مقصد ہی ہے جو اوپر بیان ہوا

تو جب ہم انسان دنیا پر مشیت الہی کے مطابق مکتوبہ ذکر ہے۔ خدا کا مقصد ظہری پر وائیں ہو سکتا۔ یہ خداوندی کی ضرورت ثابت ہے جو انسان کو مشیت الہی سے آگاہی عطا کر

دینی یا اسلام کے عین میں ہی میں کسی بات کا ڈانٹا یعنی خدا کی طرف سے ہے

اشارت کیا ہے کہ اس کی مدد سے انسان اس مقصد میں کامیاب ہو سکے، جس کے لئے تو

پیدا کیا گیا ہے۔ پس انسان کے لئے لازمی ہے کہ خلیقہ اللہ کی جنیت سے وہ اللہ تعالیٰ

آئینہ کا حامل ہو اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ وہ ان سے واقف ہو اور وہی ایمان

کا مقصد اولین انسان کو صفات اللہ سے آگاہی دینا نہ ہو تو پھر اس کی ضرورت نہ رہے۔ حاجت ہی کیا ہے ؟

عبادات، طاعات، مواظبات رسمی، رسوم، شرائع مذہبی، بیگیت ہر مذہب کا جو خاص ہیں لیکن ان کی حیثیت تو سائلہ سے بڑھ کر تہیں ہے۔ مبنی عبادت اور اصلی طاقت یہ ہے کہ ہم صفت اللہ کو اپنا صلح نظر بنائیں اور اسی کی پابندی کریں۔ مبنی چند مقررہ الفاظ کے الفاظ، یہ مقررہ ادھار جہانی کی پابندی سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچتا۔ تاہم یہ دن کا عینی مطلب ہمارا روزانہ زندگی سے غور و پندیر نہ ہو۔

اگر ہمارے اعمال ان گیتوں سے جو ہم عبادہ مختلف میں باور رکھتے ہیں اور دست ہو سکتے ہیں۔ تو چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن سادہ تو برعکس ہے۔ ہمارا مذہب تو مبدی میں داخل ہونے یا دواں باور بند چند الفاظ حد کرنے یا چند اخلاقی گیت یا مبنی کہتے ختم ہو جاتا ہے۔ یہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ یہ مقدس الفاظ امور حسنہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن بعد سے نئے پران الفاظ کا اثر ہمارے اعمال سے ظاہر نہیں ہوتا۔ قصب تو یہ ہے کہ ہم نے مبدی میں داخل ہونے یا رسمی عبادات کو ادا کرنے کا نام مذہب قرار دے رکھا ہے۔ مذہب تو اعمال کا نام ہے۔ اور عبادہ مذہبی بھی اعمال حسنہ کے لئے تعلیم کئے جاتے

لَهُ وَبَلَّغَ الْمُؤْمِنِينَ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ (طہ ۱۰۷)

یہاں مقررہ کئے نہیں ہے جو اپنی تہذیب سے قائل ہیں (دھرم)

ہیں۔ کیونکہ ہمارے ہر قول و فعل کا سرچشمہ کوئی د کوئی عقیدہ ہوا کرتا ہے۔

الغرض اسلام نے ان دینی امور کو کسی مقصد اعلا کے حصول کے لئے بطور مہانتہ و ہمت رکھا۔ گمان ہے کہ بسا ادا اور مذاہب کی طرح ہی رسمیات اصل درجہ بہ نہ سمجھ لی جائیں۔ صاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ ان رسمیات کا نام حسنات نہیں جتنی ہی مذہب قوی ہے۔ کہ چند ایسے معنی و عقاید کو تسلیم کیا جائے۔ جو محرکات اعمال تک نہیں۔ اور ان عقاید کے مطابق پھر نیک اعمال ہم سے سرزد ہوں۔ جن سے تمدن انسان کو ادا شد

لَهُ لَيْسَ الْإِيمَانُ أَنْ تَقُولُوا دُخُولُكُمْ قِيلَ الْمُنَافِقُ وَالْمُفْرَقُ وَلَكِنْ الْإِيمَانُ مَنْ يَأْتِي

بِرُكُوعٍ يَزِيدُ فِيهِ كَمَا فِي الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ كَيْفَ يَكُونُ بَرَاءً تَكُونُ بِهِ إِتَادَةً وَأَمَّا الْإِيمَانُ
وَالْيَوْمُ الْآخِرُ الْمُنَافِقُ وَالْمُفْرَقُ وَالنَّبِيُّ دَوَائِي الْقَالَ قُلْ جَهَنَّمُ وَالْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينُ

کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان دے اور اس کی جنت کے قریب قریب کھینچا اور مسکین

وَأَمَّا السَّبِيلُ وَالسَّابِقُونَ وَفِي النَّهَابِ حَرَفًا قَامَ الْقَوْلُ دَوَائِي الْكَوْنُ وَالْمُفْرَقُ

اور سبیلوں کو اور غلام زاد کرتے میں مال دے اور غلام کو نام رکھے اور اگر وہ دے اور اگر وہ

بِحَبْلِ هَذَا ذَا عَاهِدًا وَابٍ وَالْحَبِيرِينَ فِي النَّسَاكَ وَالْضَّعْفَاءُ وَجِنِّ النَّاسِ لَيْسَ

کر ہر ایک دے جب وہ اہل دین اور صبر کرتے ہوتے تھے اور خلیفہ میں اور غلام کے وقت ہی وہ دے

الَّذِينَ هَكَذَا دَوَائِي هُمْ الْمُفْرَقُ

ہیں جن سے کہ کہ کجا ہے یہی کجا ہے یہی کجا ہے

مذہب قرآن کی مزاحمت تہذیب و تمدن انسان ہے۔ اور جو لوگ اس تمدن کی بنیاد اسلام نے ان حضرات پر رکھی ہے۔ جو کائنات میں بطور نفاذ قدرت نفاذ کیے ہیں۔ اور وہ سب کے سب آپس پر بدوہ اذیت یعنی رب کائنات کے افعال ہیں۔ اور اسی کی منشا کے مطابق اپنے اپنے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے اطاعت رب کائنات کو اصل مذہب ٹھہرایا۔ اور رسولوں کے ذریعے ان قوانین و شرائط کی تعلیم کی کہ جن سے اہل زمین کے تمدن میں منعت و قدرت خداوند کا رنگ پیدا ہو جائے۔

عام اس سے کہ قرآن اور شریعت قرآن کی تعلیم اس مقصد غلطی کے حصول میں امداد دیتی ہے یا نہیں قابل خود امر ہے۔ کہ جس چیز کا نام حب تصریح بالا قرآن نے مذہب قرار دیا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور مذہب یا دستور العمل میں تامل التفات بھی ہے یا نہیں جب تک اہل مذاہب مختلفہ کے سامنے مذہب کا یہ مقصد نہیں ہے۔ اس سے ضروری تھا کہ لوگ آہستہ آہستہ مذہب سے اجنبیت اختیار کرتے جاتے۔

انشاء اللہ ان اوراق میں یہ دکھایا جائے گا کہ اسلام مذہب کے اسی نظریہ کو لے کر دنیا میں آیا اور اسی کی تکمیل کے لئے تعلیمات مختلفہ تعلیم فرمائیں والا رسمی عبادات سے توبہ و نئے تعلیم قرآن خدا خدائے مستقی ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَسِيمٌ

جو کسی کو اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہ ہو اور محمد اس کا رسول ہیں اور جو اللہ کو شکر کرے وہ اپنے آپ کو شکر کرے اور جو کفر کرے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

خلافت الہیہ علی الارض

تمکن کی تکمیل اور اس کے دو ضروری اجزاء

گوشہ صفحات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا تمدن اس وقت تکمیل کو پہنچے گا جب وہ عناصر وراثہ شدہ فطرت کو اسی طرح امداد دے گا جو آداب پرستہ حال کرنے لگے گا۔ جس طرح آسے کائنات میں نظر آتا ہے۔ اس طرح ضروری ہے۔ کہ تہذیب و تمدن کے بلند مقام کو حاصل کرنے کے لئے پہلے تو ہم اپنے اندھان اخلاق و آداب کو پیدا کریں جن کے باعث یہ کارخانہ کائنات چل رہا ہے پھر ان اخلاق سے کدناستہ ہو کر اپنے کمزور بات کو اسی طرح سے استعمال کریں جس طرح مخلوق میں فطرت تقسیم کرتی نظر آتی ہے جس دن یہ دونوں باتیں مل جائیں گی اس دن ہم اپنے کمال کو پہنچ جائیں گے۔ خواہ ہم کسی مذہب کے بالضرع تعلق رکھیں یا نہ رکھیں ہم خدا تک کو بھی مایوس یا نہ مایوس اگر جا انصب العین ترقی بہود و دنا ہے تو ان کا حصول ان دو امور کے سوا محالات سے ہے۔ مان و دوا امور کو ایک قطعاً یاد ہو رہے ہیں۔ عز و حق کی محاکمہ سے دیکھ نہیں سکتا کیونکہ خدا اس کی مدد نہ کی اور سارے کارہ بار کا مقصد یہی نظر آتا ہے۔ اور علوم و ہر دور سے بھی ہمیں اس بات کا یقین دلایا ہے

کر ان امور میں اسی وقت مکمل حاصل ہو سکتا ہے جب ہم اپنے تمدن کی بنیاد
تہذیب قدرت کے اصولوں پر بنائیں۔ اور اس کے حصول میں ہم وہی اخلاق و آداب
موجود رکھیں جو عہد قدرت کے ہر صدق پر عملی حکم سے لکھے ہوئے ہیں۔

اسی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اللہ و دونوں باتوں کا علم حاصل کرنا اور اس
لازمی ہے۔ اسی علم کی جستجو میں انسان ایک مدت سے سرگردان اور پریشان ہے۔
اور اسی لختہ کیمیائی تلاش میں اب بھی کتاب فطرت کی ورق گردانی کر رہا ہے۔ یہی
تجربہ در تلاش کا دوسرا نام سائنٹیفک یا علمی تحقیقات ہے۔ یہ بات بھی بیلین پوچھی
ہے۔ کہ اس علم کے حصول میں انسانی جہد و جہد کو بار آور ہونے کے لئے جس قدر طویل
عرصہ درکار ہے، اس پر تمام اقوام از عراق کی مثالی صادق آتی ہے۔ علاوہ ازیں علمی
تحقیقات میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم غلط معجزات قائم کر لیتے ہیں یا محالان چرچہ
تاریخ تریک تریں وہ بھی غلط ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کے غلط نتائج صدیوں تک
ہمارے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے بطور مسمات کام دیتے رہتے ہیں۔ مدت
میں کے جہد حکماء کی ایک اور نئی نسل پیدا ہوتی ہے جو انسانوں کو اس غلطی سے آگاہ
کر لے ہے۔ اس ظاہر ہے کہ یہ طریق عمل نقصان دہ بھی ہے اور خطرناک بھی۔ اس کے
بجائے، اگر خالق کائنات جس کا وجود ان خرافات سائنس کی بدولت آج مبہم ہو چکا
ہے خود ہی وہ علم پر علم ہیں مطلقاً اسے یا اس راہ کا پتہ بتا دے جس پر عمل کر
یہ دونوں باتیں حاصل ہو سکتی تویہ صورت نہ صرف آسان اور سہل الحصول بھی

بلکہ از حد مضید اور لائق قبول بھی ہے۔

اں اس امر کے متعلق تشفی خاطر ضروری ہے کہ خالق کائنات کی طرف سے ایسا علم آیا بھی کرتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر انشا اللہ انہی اوراق میں کسی مناسب موقع پر روشنی ڈال دی جائے گی۔ سر دسٹ یہ سمجھنا کافی ہے کہ ہماری موجودہ تہذیب و تمدن کی تاریخ تو اسی امر پر شاہد ہے جس کی طرف اجمالا میں نے اوپر اشارہ کیا ہے اور غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ موجودہ تمدن انہی امور کے لئے کوشاں ہے ۔

ناظرین کو واضح ہو کہ دنیا میں اس قسم کے تمدن کی بنیاد کہ ہم اچے امور میں بھجور کی پیروی کریں۔ صرف قرآن کریم ہی نے ڈالی ہے اسلام سے پہلے اگرچہ مختلف کامیاب کارگاہ ہستی میں برسرِ اقتدار ہوئیں جنہوں نے تہذیب و تمدن کو اپنا نصب العین قرار دیا، لیکن تہذیب کا وہ نظریہ اور اس کے حصول کا وہ طریقہ جو آج عام طور سے مسلم اور مقبول ہے اسی دن دنیا کو نصیب ہوا جس دن قرآن کریم نے اس حقیقت کا درس دینا کو دیا اور قرونِ اوّل کے مسلمانوں کو اس ہدایت کو اپنا دستورِ عمل بنایا۔ دوسرا امر یہی ہے کہ صلح کائنات کے اخلاق کو ہم اپنے کاروبار زندگی میں مقبلاً کریں اس کا علم بھی بیشک کتابِ فطرت کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی

لے قرآن مجید سے ہم راستہ بننے کا ذمہ دار تو خدا ہی کو ٹھہرایا ہو گا قال۔ وَقُلِ اللَّهُ صَدَقَ الْبَیِّنَاتِ (محل غ)

وَأَنْ عَلِمْنَا الْكَلَامَ (اللیل) لے ملاحظہ فرمائیے قرآن اور ضرورت المامہ

پہلے امر کی طرح اسی قدر ناقص اور دشوار طلب ہے۔ قرآن کریم نے اس امر کو بھی واضح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس کی بنا پر انسانی اخلاق، دینی اخلاق کا آئینہ بن سکتے ہیں۔

یوں تو کتب مابین میں بھی اس قسم کے اشارات پائے جاتے ہیں، لیکن خالق کائنات کے اخلاق کا مطالعہ کرنا، اور اپنے اخلاق کو اس قالب میں ڈھالنا اور اپنی زندگی کو ہر لحاظ اخلاق الہیہ کے تحت لانا، یہ باتیں نسل انسانی میں سب سے پہلے ان بزرگوں کے نام پر پھیل چکی ہیں جو مسودہ کائنات مسلم کے گدج ہو گئے تھے اور تاریخ اسلام میں شہرِ رسالت کے پردازوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ان بزرگانِ دین نے اخلاق خداوندی کی تہمتی کستے اور اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق چلانے ہی کو اپنا مقصد جات قرار دے دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ان لوگوں میں، قرآن کریم ہی کی بدولت پیدا ہوا۔ لہذا اس پر کہتا ہوں کہ اگر کمال انسانی اچھی دونوں باتوں کو قرار دیا جاسکتا ہے کہ انسان کے اخلاقاً خالق کائنات کے اطلاق کا عکس ہوں اور اس کا کاروبار، کائنات کے کاروبار کا خوش ہوں، اور یہ وہ بات ہے جس سے کسی لاد مذہب یا مذہب ستی باری تعالیٰ کی بھی انتہائیں ہو سکتا تو پھر ان باتوں کا دنیا میں پیدا ہونا ناقص قرآن کا عین منت قرار دیا جائے گا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ (اعلانِ حق)

اور اللہ کے سب سے اچھے نام بھی رسول کے ساتھ مل کر پکارا جاتا ہے (محمّد علی)

میں اس بات سے انحراف نہیں کر سکتا کہ یہ طرز عمل انسان خود بھی دریافت کر سکتا تھا، لیکن ایک تودہ "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کا مصداق ہوتا اور دوسرے یہ کہ کسی انسان نے کب تک ایسا کیا نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی بات کا امکان اُس کے وقوع کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

قرآن مجید نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان دونوں باتوں کو پیش کیا۔ اگر ایک طرف یہ کہا کہ ہم وہ اصول اختیار کر دو جو کائنات کا مارشل ہیں تو دوسری طرف یہ کہ اخلاق خداوند کی کو اپنا طبع ٹھکرنا اُس کے علاوہ یہ بھی بنا دیا کہ اگر یہ دونوں باتیں تم میں پیدا نہ ہوں گی تو تم یقینی طور پر خسارِ دنیا و آخرت کا مصداق بن جائے گے اور کوئی تمہارا پرسان حال نہ ہوگا جس وقت میں قرآن کریم کے ان صحیح اعلانات پر خود کتا ہوں تو میرے استہجاب کی کوئی اتہائیں رہتی۔ ان کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ لوگ معاذ میں باوجود بلند اس کی حمد و ثنا کرتے رہیں یا جرم میں بیٹھے اُس کے نام کو دے جائیں۔ جیسا کہ آج کل ہر مذہب میں کیا جا رہا ہے بلکہ یہ کائنات کی ہر شے کی کم ہم دریافت کریں اور بعد ازاں اُسے اپنے فائدہ کے لئے استعمال کریں قرآن نے ساتھ ہی اس اصول کو بھی واضح کر دیا کہ اس ہر وجہ سے حقیقی خوشی و سعادت اُسی وقت حاصل ہوگی جب خالق کائنات کے اخلاق انسان کا طبع نظر ہوں گے۔ گویا خدا کی پرورش کی غرض صرف یہ ہے کہ ان دو طریق سے انسان کامیابی اور نفع کے صحیح راستہ پر گامزن ہو جائے، نہ کہ وہ جو ایک زمانہ نے

لکھا ہے۔

ان اطلاعات میں سے ایک زبردست اعلانِ مسندِ نبویؐ و ذیلِ مقدس آیات میں

موجود ہے :

”وَمِنْ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَبِيبٌ لِأَمْرِ الْوَالِدِ الْكَافِرِ“

جیسا آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں امدادِ امتداد کے مختلف ہی عملِ والد کے لئے لایا گیا ہے

”وَمِنْ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْأَنْفُسِ وَفِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ وَالْأَنْفُسِ“ اور اپنی کرداروں پر یاد دہانہ رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش

”وَمِنْ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْأَنْفُسِ“

میں لگاتار مسلسل ہے۔ یہ سب سے بڑے فائدہ پہنچا کر ہے۔ یہی ہے ان کے خدائے باری

”وَمِنْ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْأَنْفُسِ“ (سورہ النور ۲۰)

میں کوئی شک نہیں۔ یہ سب سے بڑے فائدہ پہنچا کر ہے۔ یہی ہے ان کے خدائے باری

یہ مقدس الفاظ، بڑے سے بڑے دانشمند انسان کا بہترین ماحول مل ہوئے

چاہئیں۔ وہ یہ ہے کہ تمام بھارت کائنات اس کے فائدہ کے لئے ہیں اور ان

میں اس کی انت کا سامان موجود ہے۔ اس کا فرض ہے کہ ان میں خود فکر کرے

اور علم اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ دنیا میں کوئی چیز بیکار اور بے سود نہیں ہے۔ ہر شے مختلف

ہذا باطلہ جو کچھ بھی ہے وہ اس کے فائدہ کے لئے ہے۔ ہر انسان اس بات کو ہر

وقت اپنے سامنے رکھ کر باقی کو در یافت کرنا ہی اس کی زندگی کا مقصد ہونا چاہئے

لیکن ان کا صحیح طریق پر معلوم کرنا اور پھر اس علم کے ماتحت اس کے کمالات کو

خود انسان اور اس کی نسل کے لئے راحت بخش ہونا اس کو بھی چاہتا ہے کہ اس کا نیا
 کے بنائے والے کے اخلق بھی آٹھوں پر اس کے سامنے ہوں (یہی کائنات اللہ
 قیام و قیامت میں اپنے اپنے جگہ پر کھڑے ہوئے اور وہ اپنے کل کار و بار میں اسی اخلق
 پر عمل پیرا ہو جس انسان یا قوم میں یہ بات پیدا نہ ہوگی وہ حسب احکام بالا و نعمت
 غمہی اور لذت کی بہنم میں ڈالی جائے گی اور وہ یاد رکھے کہ دنیا میں کوئی اس کا
 مددگار نہ ہوگا۔

یہ تو ایک الگ بات ہے کہ تاریخ عالم کے ہر قرن پر کچھ مرفذ الحال لوگ بھی پیدا
 ہو جاتے ہیں لیکن نسل انسانی کو عام مرفذ الحال اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اس کے
 افراد میں اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ بیشک خدا نے دنیا میں کوئی شے بیکار پیدا نہیں کی
 (ربنا ما خلقت ظننا اباطالا)۔

اس علم کا حصول استقامت، دور بینی، عزم اور احتیاط کے اس درجہ کو چاہتا ہے
 جو صلح کائنات کے افعال میں پایا جاتا ہے اور یہ باتیں کج کل ایک متکمل
 دنیا کو حاصل بھی ہیں۔

لیکن یہی مرفذ الحال، اگر اس حقیقت کو پیش نظر نہ رکھا جائے، تو انسان کی تباہی کا سبب
 بن جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے حصول نے بعض اقوام میں اس قسم کی تنگدلی پیدا کر دی
 ہے جس کی بنا پر انہوں نے دوسری اقوام کو تباہی کے گھاٹ اتار دیا ہے۔
 اسی غلطی اپنی تباہی کائنات کے اخلق کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے وہ باتیں

نعمائے الہی تھیں اور جن کے ذریعہ سے ہمارا تمدن کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے۔ آج ایک دوسرے کی ہلاکت کا باعث بنی ہوئی ہیں جس کی ایک ادنیٰ مثال جدید آلات حرب ہیں۔ ایسا ہی انسان تمدن اور مرفہ الحال اقوام کے اندرونی حالات اور فانی تعلقات کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہمیں وہ حقیقی راحت اور خوشی حاصل نہیں ہے جس کے لئے یہ مغربی اقوام رات دن کو طواغیت نظر آتی ہیں اگر مرد اور لایچ نے انہیں ایک طرف اخراؤں کا مالک بنا دیا ہے تو دوسری طرف ان کی تنگ نظری اور تنگدینی نے جس کا لازمی نتیجہ دوسروں کو بد نظارت دیکھنا ہے، ان کو اس راحت سے محروم کر دیا جو حقیقی فلاح کے لئے ضروری ہے اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے کمسوبات کے حصول اور اہتمام میں خالق کائنات کے اخلاق کو سامنے نہیں رکھا۔

الغرض اعلان بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ تم تمدن اور تہذیب کے اس دہہ کو حاصل کرو کہ کائنات کی ہر چیز تمہارے کام آنے لگے اور اپنے کمسوبات اور مقبوضات میں اس وسعت اخلاق کو مل میں لاؤ جو ذات باری تعالیٰ میں پائی جاتی ہے۔ ان بد نظریوں کے حاصل کرنے سے ہی تم ذلت اور غلامی سے بچ سکتے ہو اور حقیقی راحت حاصل کر سکتے ہو۔ اس وقت ہمیں پھر اس بات کو دہرانا ہوں گا اگر یہ نہیں اصول الہام الہی ہے ہی ہیں عطا کیا ہے اور یہ ستم ہے کہ اس اصول پر کاربند ہونے کے بغیر حقیقی راحت حاصل نہیں ہو سکتی تو کیا الہام الہی نے نسل انسانی کی کوئی اصولی خدمت کی ہے؟ اور کیا یہ

عمل کرنا ہمارے معاہدے کے حصول کے لئے ناگزیر ہیں۔

ان واقعات کے غور کرنے کے بعد یہ قائل گس خود راجد ہندو ادا دیمیدہ (Hinduism) جس کی اشاعت کچھ پانچ سو برس پہلے ہوئی ہے اور جس کا تحت ہم مسلمانوں کو یہ کہنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ ہم پہلے ہندوستانی ہیں پھر مسلمان۔

اگر مسلم کے معنی یہی ہیں کہ مذکورہ بالا تہذیب کو حاصل کرے اور اہل انسانی کے ایک حصے مسلمان ہو کر ایک وقت یہ بات مان لیں کہ یہی دیکھا ہی اور بالقابل کسی کا ہندوستانی ہونا۔ اُسے اس مرتبہ پر پہچان دینا کہ ہم پہلے مسلمان ہیں پھر ہندوستانی؟

کچھ کل کے فلسفی جو مذہب کے نام سے متفرق ہو چکے ہیں برائے خدا ان تمام نظریات کو سر سے نال دیں جو آج تک مذہب کے متعلق ان کے دماغوں میں جاگزیں ہیں اور دل کے ہر خانہ میں سے ان خیالات کو خارج کر دیں جو ضرورت مذہب کے متعلق وہ سُنتے رہے ہیں۔ اور خالی الذہن ہو کر مذکورہ بالا دوا شروع پر غور کریں۔ اگر وہ اس کی تقریریں مذہب کی علت غائی قرار پائیں اور باقی تعلیمات سنن اور شریعت کو ان کی عالیہ کے حصول کا ذریعہ مان لیں تو پھر بچے بتائیں کہ وہ کس طرح مذہب سے قطع کر سکتے ہیں؟

ان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کریم نے مذہب کی فرض و غایت کی کو بدل دیا ہے اور عبادت الہیہ کے معنی کچھ اور ہی قرار دئے ہیں اور یہ کہ ہم اس

یعنی قوانین ظہور پر کاربند ہو جاؤ باقی جو امور عبادت رسمی میں داخل ہیں وہ اسی جذبہ
احت کے پیدا کرنے کے لئے ہیں قرآن کریم نے انہی باتوں کا نام شریعت رکھا
جن کے اختیار کرنے سے مذکورہ بالا دو باتیں حاصل ہو جائیں ۔

تو ظاہر ہے کہ خالق قدرت کی حقیقت مجہول الگۃ ہے اس کے متعلق جو کچھ علم
ہم کو حاصل ہوا ہے وہ ان صفات ہی کی بدولت ہوا جو مختلف مذاہب نے اس
ذات برحق کے متعلق بیان کی ہیں لیکن قرآن کریم نے خدا کی حقیقت کو مجہول الگۃ تسلیم
کرتے ہوئے چند ایسے صفات بیان کئے ہیں جن کو مد نظر رکھنے سے مذکورہ بالا امور
حاصل ہو سکتے ہیں ۔

قرآنی الہیات نے ایسے خدا تعالیٰ کی کیا جس کی نگذیب کا اعلان بجا از قدرت
کی طرف سے ہوا ہے بلکہ ایسے خدا کو جس کے تفتیح کردہ اصولوں پر کاربند ہو کر ایک
انسان مرتبہ کمال حاصل کر سکتا ہے ۔

اس امر کو اصولی طور پر بیان کرنے کے بعد قرآن کریم نے اس کی تشریح میں کئی موقعا
پر مظاہر قدرت اور ان کے کارناموں کی پیش گوئی کی ہے دیا ہے کہ انسان کا کمال اسی حالت
میں مضمر ہے کہ مادی ترقی اور اخلاقی امور میں اس سے بھی وہی باقی سرزد ہوں جو حمار
کائنات سے سرزد ہو رہی ہیں ۔ اور اس اظہار کمال کی استعداد اس میں موجود ہے ۔

لَا تَجْعَلْ لِّدِينِكَ دِينًا شَرًّا لَّيْسَ بِدِينِكِ الْحَمَقَةُ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران: ۸۴)

اگر تم اپنے دین کو دوسرے دین سے زیادہ شریف نہ بنانا چاہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم اللہ کو پسند کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم کو پسند کرے گا اور تمہاری گناہوں کو بخشتے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جنگ عظیم کے نتائج

الترجمان علیہ خیر میں مانتے رہنے والی بیوی لڑکے ہے

۱) جنگ عظیم کے متعلق پیشگوئیاں ہو چکی تھیں

اگرچہ جنگ عظیم نہایت تباہ کن ثابت ہوئی۔ لیکن غیر متوقع ہرگز نہ تھی۔ اس کا واقعہ بڑا
 دہری امر تھا۔ بلکہ لوگوں نے اس کے متعلق پیشگوئیاں کر دی تھیں۔ خود اسکے قریبی جاسان بشت
 سینے پیشگوئی کر رہی تھی۔ ۱۹۰۹ء میں میں نے ایک کتبہ موسومہ اسلام اور موعظہ کلمہ لکھی تھی پڑ
 ۱۹۱۰ء میں پہلی مرتبہ لکھی ہوئی تھی۔ اس کتاب میں یہ پیشگوئی بھی مندرج تھی جو بوقت کے
 رنگ میں رنگیں نہ تھی۔ بلکہ محض قیاس اور عقل پر مبنی تھی۔ ایک خود چمک کر نیا لے انسان کا نظر
 میں بدل مغرب کا آئندہ طرز عمل نہایت ہولناک نظر آ رہا ہے۔ یہ تو جس سامان جنگ اور
 اہل کو کی فراہمی میں ٹنک ہوا اور ایک قوت دہری قوت کا کامیابا کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے
 اپنی جوتی کا اور لگا رہا ہے۔ ان کی تمام قوتیں عقلی اور ان کا وقت پسند مغرب بل کہ بلکہ نیلے
 تلاش کی اختراع میں سرحد پہنچ رہا ہے۔ اور وہ ان اخلاقی قوتوں کو برقرار رکھنے کی طرف سے بعد
 غافل رہا۔ جن کی بدولت قوموں کا احکام ممکن ہو سکتا ہے۔ اور وہ تباہی سے بھاگتا رہا۔
 ان اخلاقی قوتوں کے کوڑھ بھاٹے۔ اور جذبات حیوانی کے مستقل چو جائے ملا رہی تھیں یہ ہوگا کہ
 کہ ہولناک جنگ واقع ہوگی، ہمیں تمام یورپین کسی حکومتیں ایک دے کے بغض و برسر ہو جائیں
 ہو جائیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا جو وہ دہریہ کے طاقتور میدانوں میں لڑائی کا ہوتا ہے۔ یعنی اسلام اور

۱۔ بیشک دنیا کا آخری حصہ تجزیہ طور پر پورا ہوگا۔ جنگ عظیم نے اگرچہ دونوں ممالکوں کی طاقت کا خاتمہ کر دیا لیکن تباہی سے بچ گئے۔ محض اس لئے کہ باہم وزن برابر نہ تھا۔ اگر ایک ستر چار تھے تو دوسری طرف چودہ سپردہ۔ اگرچہ مادی طور پر یورپی طاقتیں تباہ نہیں ہوئیں لیکن خلاق طہر تقریباً سب کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ آج یورپ اور امریکہ دونوں میں اخلاقی تبدیلی کامل طور پر برپا ہو چکی ہے۔ ازمندان انسانی سمیت کے دائرہ میں دخل ہو چکا ہے۔ اور اس کی وجہ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں لکھی تھی ایسی ہرگز اخلاقی قوت جو انسانوں میں ضبط پیدا کرتی تھی۔ کمزور ہو گئی ہے۔ اور اسی وجہ سے جنگ عظیم رونق میں آئی۔ اور چونکہ اب اخلاقی اور مذہبی قین و کیمر مٹنے ہو چکی ہیں۔ اس لئے یہ مہیبہ جنگ کامیو لے آہستہ آہستہ پھر قائم ہوتا جاتا ہے جس طرح گزشتہ جنگ عظیم کے متعلق میں نے پیشگوئی کر دی تھی۔ اسی طرح آئینہ جنگ عظیم کی پیشگوئیاں دوسرے لوگ مثلاً ماشو نوٹس سٹر لائڈ جارج اور سٹر ایچھہ جی ویزکر چکے ہیں +

بیشک تمام کثرت، جنگ کے احتمال سے لرزہ باندہ ہیں لیکن استنامی کاشفوں کے باوجود جبہ من مطن عزم و امتیاط پر غالب آئیگی۔ تو جنگ واقع ہو کر رہیگی۔ اور قیاس یہ ہے کہ اس مرتبہ فرانس اور اتحاد بھگتینیکا +

(۲) جنگ عظیم کا ایک نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مسیحیت کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ جنگ عظیم سے پہلے بعض ممالک میں کسی نہ کسی رنگ میں مذہبی حساس موجود تھا۔ مثلاً روس میں مسیحیت کو کامل اقتدار حاصل تھا۔ اور پادریوں کا بول بالا تھا۔ حتیٰ کہ جنگ عظیم کے ابتدائی زمانہ میں روسپسین کا زنگور کے دربار میں طوطی بلایا تھا۔ اور عوام الناس پر بھی اس کا بڑا اثر تھا۔ بلکہ روس میں کثیر تعداد انہی لوگوں کی تھی۔ جن کے لحاظ سے شے اپنے آباؤ اجداد کے تھے۔ انقلاب فرانس بلکہ کارزار صلیبیہ کے تاثرات لوگوں کے دلوں پر عموماً اور روسیوں کے دلوں سے خصوصاً محسوس ہو چکے تھے۔ اسی طرح انگلینڈ میں بھی زیادہ تر لوگ قد پرست تھے۔ اور بڑے نام نہاد مسیحی ضرور پابند تھے۔ عام طور پر بہت کا احترام کرتے تھے اور اتوار کو گرجہ جاکر تھے۔ تو قریب ضرورت پادریوں سے مشورہ بھی لیتے تھے لیکن اب جنگ عظیم کے بعد روس میں مسیحیت کا خاتمہ

ہو گیا۔ نئی دہر پرست حکومت رُوس سے پیشوا یاں نہ رہنے ہی مصیبت اٹھائی۔ ہندوؤں کی طرح عیسائیت کا حصر بھی مُتکین مذہب تھا۔ جب وہ نہ رہے۔ تو عیسائیت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ انگلستان میں بھی پادریوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اور وہاں ان کا اثر ناپاک ہو گیا ہے۔ گرچہ خالی ہو گئے۔ جتنے کہ نہ جاتا ہے۔ کہ شاہی خاندان کے کسی رکن نے بھی سبت کا احترام نہ کیا۔ کلیسیا کے معزز رکن کہہ سکتے ہیں۔ کہ کئی روایات و عقاید لوگوں کے لئے باعث اطمینان نہیں رہے۔ رپورٹیں ہیں۔ کیرل جو سینٹ بارتھالومیو لندن کے کلیسہ میں ایک معزز عہدے پر متمکن ہیں اپنے گزشتہ سہ سالانہ تجربے کی بناء پر ذیل کے الفاظ اپنے میگزین میں لکھتے ہیں:-

”مجھے حقیقی صدمہ اس بات کے دریافت کرنے پر ہوا کہ میرے علاقے سے لوگ اپنی زندگی میں مذہب کی ضرورت نہیں جانتے۔ کلیسہ میں وہ کوئی فائدہ نہیں دیکھتے۔“

حق الامرو یہ ہے۔ کہ اس دن سے یورپ کے روشن دماغ طبقے پر معاش کا اثر تاراج باب بقول ڈریپر اسلامی علوم مغرب میں پھیلنے لگے۔ اسلامی تہذیب و علوم نے سپین میں ثبات کر دیا۔ نہ ایام امن میں عیسائیت سے کوئی فائدہ نہیں دیا اور صلیبی حروب نے یہ روشن کر دیا۔ کہ یہ مذہب انورِ حربیہ میں بھی بے سود ہے۔ ان جنگوں تک تو فرانس ایک مذہبی قوم تھی۔ لیکن ان کے بعد قریباً کل کا کل ملک مذہب سے فانی ہو گیا۔ فرانس کا عظیم الشان انسان نپولین اعظم آخر مسلمان ہو گیا۔ اور مرتے دم تک ہی ایسا رہا۔ صلیبی حروب نے یورپ میں قومیت کی ایک نئی لہر پیدا کر دی جس کی طفیل عیسائیت فوج ممٹھی۔ مگر پادریوں نے اس نا جائز فائدہ اٹھا کر اسلام اور شارع اسلام جیسی مقدس سببی پر الزام تراشنے شروع کئے۔ دوسری طرف پولیٹیکل اغراض نے بعض دول یورپ (مثلاً روس) میں پادریوں کا ہاتھ مضبوط کر دیا جس سے عیسائیت نیست نابود ہونے سے بچ گئی۔ والا عیسائیت میں بذات خود کچھ نہ تھا۔ نہ نازل ترقی کو طے کر نیوالی قوموں کیلئے نہ اس میں کوئی حقیقی تعلیم موجود ہے۔ نہ ایک روشن اور تربیت یافتہ دماغ کیلئے اس میں کوئی ادبی یا علمی غذا ہے۔

جنگ عظیم کے بعد صرف اسلام ہی رہ کر بچا سکتا ہے

یہ قوم ترقی تمدن تہذیب اور بہبودِ دگی کی خواہشمند ہو۔ وہ قوم اسلام کے سوا کسی اور مذہب کو کیسے قبول کر سکتی ہے؟ ان باتوں کا تو نام تک عیسائیت میں نہیں ہے۔ لیکن مغربی مہران سیاست نے ایشیا اور افریقہ کو زیر کرنے کے لئے یورپ میں ایک اتحاد کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اس لئے انھوں نے عیسائیت کے نام پر افریقہ اور ایشیا کی قدیمی تہذیب کو اور ایسا ہی وہاں کے باشندوں کو دم داپس تک پہنچا دیا۔ لیکن اب جو عیسائیت کا اثر نہ رہا۔ تو اس اتحاد کے لئے عیسائیت کی جگہ لیگ آف نیشن بنادی گئی۔ لیکن اس کی غرض بھی حصولِ زر ہے۔ جیسے کہ خود ان کی رپورٹوں سے پایا جاتا ہے۔ لیکن کے نزدیک عیسائیت اور مسیحا معلمین تہذیب تمدن کی روک تھام تھے۔ اس لئے اس نے ان دونوں کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ عیسائیت کے خاتمے سے مغربی مذہبیت کا فقدان ہوتا نظر آ رہا ہے۔ انسان کی بہیمہ فطرت پر مذہب و اخلاق نے جو ایک روک ٹوال رکھی تھی وہ جلد اٹھتی نظر آتی ہے۔ انسان کیلئے اس کو بڑھ کر اور کیا بدھتی ہوگی تھی۔ کہ مغرب نے عیسائیت کو دنیا کا ایک بہترین مذہب سمجھا۔ اور جب اس کی نگاہ میں عیسائیت ہی میسود ہوگئی۔ تو اس کے ساتھ مذہب کی بھی کوئی حقیقت نہ رہی۔ حالانکہ عیسائیت نے کوئی بہترین تخیل مذہب پیش نہیں کیا۔ لیکن اس کو یہ لازم نہیں آتا کہ نسلِ انسانی مذہب سے فارغ ہوگئی ہے۔ عیسائیت اپنی بہترین طاقت کے ایام میں تمام علمی ترقیات کی دشمن ہی عقل و حکمت سے بڑے سمجھی تعلق نہیں رہا۔ خود جناب مسیح کے اپنے نمونے اور آپ کی تعلیم پر اگر ہم چلیں تو تمام دنیوی ترقیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے بقول ڈیوڈ ایام صلاح عیسائیت (ریفرامیشن) کے ایام مابعد بھی یورپ میں ترقیوں علمی اور عقلی جمود قائم رہا۔ یہ حالت اس تک چلی جب عربوں نے یورپ میں اپنے علمی اور عقلی حملے شروع کئے۔ چنانچہ یورپ نے اگر کچھ تہذیب و تمدن سیکھا تو اسلام کی طفیل سیکھا۔ اور اب بھی اسلام ہی ہے جو اسے ہلاکت کے گڑبھ سے بچا سکتا ہے۔ اگر مذہبیت ہی انسانوں کو صراطِ مستقیم پر رکھ سکتی ہو۔ اور وہی لوگ ہمیشہ بہترین ثابت ہوئے ہیں۔ جنہوں نے خدا اور یومِ آخرت پر ایمان رکھا۔

توان حالات میں اگر راہ ترقی پر قدمزن اور معقولیت پسند قومیں عیسائیت یا خدا سے عیسائیت کی پرستار نہیں ہو سکتیں۔ تو فلاح کیلئے انھیں اسلام اور محمد کے قدموں پر آنا ہوگا۔

جس ہی اسلامی مجلسی اور سیاسی رت کو جنگ عظیم نے یورپ میں لگرایا وہ اسلام سے قائم ہو سکتی ہے

نسل انبیاء پر اسلام کا احسان اندازہ سے باہر ہے۔ اسلام نے ہی یورپ میں زمانہ معقولیت کو پسینگی۔ مغربی تمدن و تہذیب میں آج بھی جو عمدہ چیز نظر آتی ہے۔ وہ اسلام ہی سے لگی ہوئی ہے۔ اور اس مجمع پر میں یورپ کے مکمل مصلحین اور مدبرین کو جن میں سلاطین موجودہ و قائد (روس) کو بھی شامل کرتا ہوں۔ چیلنج دیتا ہوں کہ قومی یا انفرادی ترقی کیلئے جو جو اصلاحات وہ کرنی چاہتے ہیں۔ انھیں وہ نہ صرف اسلام کے مطابق ہی پائینگے۔ بلکہ وہ دنیا کے مصلح اعظم نے تیراں سو برس پہلے تجویز کر رکھی ہیں۔

زمانہ لیسنٹ کی اصلاحات کو اپ بھایا پڑا جانے ان میں انقلاب کا انتہائی رنگ ہے۔ اگر لیسنٹ نے اسلام کا مطالعہ کیا ہوتا۔ تو وہ اسلام قبول کرتا جیسے کہ اس کے بازو راست اور سین کا رٹروٹسکی نے کیا ہے۔

اس طرح لیسنٹ فونی طریقوں کے اختیار کرنے کے بغیر دنیا میں مقصدی مطلب انقلاب پیدا کر لیتا۔ چنانچہ سلاطین موجودہ قائد روس کو میں ہی مشورہ دوں گا۔ کہ وہ دنیا کے سب سے بھاری مصلح کی پیروی کرے۔ محمد مصمم کی طفیل ہی دنیا میں معقولیت کا زمانہ پیدا ہوا۔ اور حق تعالیٰ مصلح بھی انھیں کی تعلیم کر ہوگی۔

معاملات اصلاح میں مغربی مصلح اٹلی نے کہا ہے۔ کہ تم انسان کے حالات کو محض مادی رازش بدل نہیں سکتے۔ تم اپنی سوسائٹی کو اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ کہ محض چار پیسے کے لئے وہ اپنے نظام کو بدل لے۔ جب تک نیا نظام بہبودی اور رفاہ کو پیدا نہ کرے۔ وہ قابل قبول نہ ہوگا۔ تم ایسے نظام کو مست دینا انت محبت عمل باہمی نصیحت اور ایثار سے ہی پیدا کر سکتے ہو۔ دور و لاج نے انہیں دونوں سمجھا۔ کہ نسل انسانی ہزار ہا سال زیادہ تک زندہ رہ سکتی ہے اگر نسلانی

تباہ نہ کرے۔ میں ان پیشرو قوموں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ نسل انسانی کو نہ صرف ہڑتلی گیس یا آتشیں مائعات جیسی چیزوں کے پیدا کرنے سے ہلاک کر سکتے ہیں۔ بلکہ پیدا آتش کو روکنے کے علاج ایسا ہی آتشک اور دیگر مُفسد خون امراض بھی اسی ہلاکت کو قریب کر رہے ہیں ۛ

نیویارک کے مشہور پادری ریفرنڈ ہومیز نے اپنے ایک سرن میں بیان کیا کہ صنفی تعلقات میں رہبانیت مفید نہیں لیکن صنفی خواہشات کو دبانانا ایسا ہی بُرا اور غیر معقول ہے۔ جیسا کہ دوسری طرف صبیح الرن او با شانہ تعیذات لیکن رہبانیت کا ذمہ تو خود مسیحی کلیسیہ ہے ریفرنڈ بزرگ شاید قابلِ مُعافی ہیں۔ اگر وہ بھول گئے۔ کہ اس خطرناک گناہ کا ارتکاب خود ان کے آقائے خداوند نے کیا۔ جناب مسیح تو کل نسل انسانی کو سچوڑا بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن مقدس پادری صاحب کو کوئی ایسی راہ بھی تجویز کرنی چاہئے کہ جس سے اس موجودہ او با شانہ زندگی کا ہی قاتمہ ہو۔ لیکن عیسائیت میں تو کوئی تعلیم نہیں جو ایک طائر تو رہبانیت کو روکے اور دوسری طرف صنفی خواہشات کو او با شتی تک نہ پہنچنے دے عیسائیت میں تو ان دو انتہائی مقامات میں درمیانی مقام کوئی نظر نہیں آتا۔ دوسری طرف دنیا کا کوئی قانون اس متوسط طریق کو قائم نہیں رکھتا جس ملک میں ریفرنڈ ڈاکٹر ہومیز رہتے ہیں وہیں روزانہ پچاس لاکھ سیہ کاریاں ہر روز سرزد ہوتی ہیں ۛ وہاں کمبیسوں میں ۹۸ فیصدی آتشک زدہ ہیں۔ سرف اس شہر میں دو لاکھ پچیس ہزار آدمی لڑے ہر سال پیدا ہوتے ہیں اور اور پچیس لاکھ آتشک زدہ ملخصی ہر سال زیرِ علاج آتے ہیں۔ اسی تعداد کے قریب بچے ملک میں ہر سال حل میں ہی ضائع کئے جاتے ہیں۔ یہ تعداد کس قدر خطرناک ہے لیکن یہ اوقات پڑتی ہیں۔ ان کا باعث یہ ہے کہ صنفی خواہشات کو طریقِ جن پر نہیں روکا گیا۔ جون ۱۹۶۹ء میں مسٹر گوردن ہیلن پولیس کمشنر تیوچنگ نے بیان کیا۔ کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں جرائم بڑھتا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ شرابیوں کو بہتہ کر دینا۔ تو آسان ہے۔ لیکن اس وقت ایک شہر نیویارک میں تیس ہزار کے قریب ایسے پوشیدہ گھر ہیں۔ جو جرم اور سیاہی کی ولادت گاہ ہیں ۛ

صنعتی بدکاری کی ترقی کا ایک بڑا باعث وہ طریق تعلیم ہے۔ جسکے ماتحت لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے پڑھتے ہیں۔ نج بین لیٹڈ ایسے کا اندازہ یہ ہے کہ ۵۴ فیصدی لڑکیاں سکول چھوڑنے سے پہلے سیاہ کاری میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ یہ اس ملک کا حال ہے جو دنیا میں عیسائیت کے لئے مسٹاز ہے۔ ایک امریکہ ہی کروڑ ہاروپہ عیسائی مشینوں پر خرچ کرتا ہے۔ اور دوسروں کی اصلاح احلاق کیلئے معلم عیسائیت بھیجتا ہے۔ کتے ہیں۔ امریکہ علم حکمت و دولت فارغ البالی میں سب ممالک سے بڑھ گیا ہے لیکن یہی ملک اس وقت ہر قسم کی معصیت کا آماجگاہ بن رہا ہے۔ اگر یہی حالت ہی تو ان ممالک کا حال ہی ہوگا۔ جو رومہ لکبر نے کا ہٹا وہ لوگ جو آج ایشیا میں مغربی کامیابی و شوکت کو دیکھ کر اسکے پیچھے قدم بقدم جا رہے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ امریکہ کی حکومت جو جمہوریت کے لحاظ سے ایک بہترین حکومت ہے۔ جرائم کے روکنے میں خطرناک طور پر ناکام رہی ہے۔

علم اور عقل انسان کیلئے رحمت ہے لیکن یہ دونوں چیزیں آج انسان کی تباہی کا موجب ہو رہی ہیں۔ علم ضرور راہبر ہے۔ لیکن راہزن بھی ہے۔ یہ گمراہ بھی کر سکتا ہے۔ اگر اس کا علاج صحیح نہ ہو۔ آج اور بجلی کی طرح علم تعمیر اور انہدام دونوں کام کرتا ہے۔ لیکن اگر علم صحیح مذہب کے ماتحت نشوونما پائے تو اسی انسان میں وہ حکمت پیدا ہوتی ہے۔ جسے قرآن نے حنیر کشیر کہا ہے۔

میں اس موقع پر مغربی اور مشرقی قوموں سے ایک سوال کرتا ہوں۔ وہ ٹھنڈے دل اور انصاف کی نگاہ سے اس کا جواب دیں۔ مذاہب مروجہ میں کس اسلام کے سوا کونسا مذہب ہے جس نے عقل و اوراک کی عزت کی جو علوم جدیدہ کو دنیا میں لایا۔ جس نے صرف انسانی کمزوریوں کا سد باب ہی کیا۔ بلکہ انسان کے ان جذبات کو قابو میں لانے کی مکمل تعلیم بھی دی۔ جو نسل انسانی کو ہلاکت کی طرف لیجاتے ہیں۔ آج امریکہ مادی تہذیب کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہاں دولت کا ہنڈیس رہا ہے۔ کتے ہیں۔ کہ وہاں کی حکومت نے جمہوریت کی بہترین شکل اختیار کر لی ہے۔ آزاد سے راسخ اور آزاد کے عمل انتہائی بے پرواہی سب کو حاصل ہے۔ لیکن سیاہ کاری اور معصیت کی بھی کوئی حد نہیں۔ کوئی قتل نما زنجیری اور حبشی اقوام کو

طرح طرح کے ظلموں کے ماتحت لانا دہاں کی تہذیب میں دخل ہے یہ وہاں
 دسم نکاح اب دن بدن ختم ہوتی جاتی ہے میا دمی شادیاں یا عورت خاوند کی ضمانتی
 تک قیام شادی کا رواج ہوتا جاتا ہے۔ عورتیں نہ صرف شراب نوشی تمباکو کشی اور
 بہ زبانی میں مردوں کی برابری کرتی ہیں۔ بلکہ جس طرح سیاہ کار انسانوں نے صنعتی
 اخلاق کو تباہ کیا ہے۔ اسی طرح آپس بھی صنف لطیف مردوں کے مقابل میں
 اتر آیا ہے۔ مرد عورت لڑکے لڑکیاں جو کچھ نفسانی خواہش میں آئے کر گذرتی ہیں اب
 اس تہذیب کو کیا کیا جائے۔ مذہب ہی اس کا ایک علاج تھا۔ لیکن اسلام
 کے سوا اٹے وہ کونسا مذہب ہے جس نے اخلاقی دستور کے علاوہ سیاسیات کا
 بھی علاج کیا ہو جس نے سوشلزم کی صحیح معنوں میں عروت کی جس نے رنگ اور
 قومیت کی تمیز کو اڑا کر کالے۔ گورے۔ احمر اور زرد اقوام کو ایک رشتہ وحدت
 میں منسلک کر دیا۔

بقول ڈیوڈ اتھرٹ۔ اسلام کے سوا کونسا مذہب ہے جو مذہبی تعلیم کے
 ماتحت رعایا کو دستور العمل زندگی دے۔ اور حکام کو ایک بہترین نظام سلطنت
 عطا کرے۔ قرآن کے سوا وہ کونسی مذہبی کتاب ہے جس نے بقول ڈیون پورٹ
 مجلسی۔ معاشری۔ تاجری۔ فوجی۔ جوڈیشل۔ فوجداری۔ تعزیری امور کو جمع کر کے
 ان سب کو مذہبی ضابطے میں رکھ دیا۔ قرآن ہی ہے جس نے روحوانی ترقی کیلئے
 تعب و کسب کی توجہ جہانی صحت کا بھی لحاظ کیا۔ جس نے اگر انفرادی حقوق کی عزت
 کی۔ تو توہمی حقوق کو بھی سامنے رکھا۔ جس نے ایک طرف اخلاق کا نظام باندھا۔ تو
 دوسری طرف جرائم کو گن کر ان کے سدا باب کا انتظام بھی کیا۔ اگر اس دنیا میں
 تعزیری قوانین تجویز کئے تو ان کے حدود کے اندر حیات بعد الموت کو بھی رکھا
 گیا۔ یورپ چھوڑ گئی دنیا کو اس مذہب کی ضرورت ہے۔

موجودہ علمی ترقی کی بنیاد اسلام نے ڈالی
 آج مذہب کی طاقت خوشحالی اور ترقی کا راز اس کے علمی اکتشافات میں مضمر ہے

گل علی جدوجہد کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان کے ماتحت صحیفہ قدرت آجائے انسان تو ایک کبھی تک بنا نہیں سکتا۔ ہاں اس کی ساری ترقی اس بات پر آرہی ہے کہ وہ شیأ کے خواص سے واقف ہو جائے۔ تیرہ سو برس ہوئے جب قرآن نے یہی بات بتائی۔ کہ زمین و آسمان کی چیزیں خدا تعالیٰ نے انسان کے زیرِ تسخیر کر دی ہیں (سورہ بقرہ آیت ۲۹) قرآن نے بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ کہ رحمان و رحیم خدا نے لکھو کہا چیزیں انسان کی خدمت کے لئے بنا رکھی ہیں۔ وہ نہ صرف عناصر پر ہی حکومت کر سکتا ہے۔ بلکہ زمین کے دفینوں میں سے صد ہا چیزیں بھی باہر لاسکتا ہے۔ وہ گڑھ ہوائی میں سے برقی لہروں کو نکال کر انھیں اپنی عسکری میں لاسکتا ہے۔ وہ محمد بن عمری کی طرح سیر افلاک کر سکتا ہے۔ وہ تاریقی کے بغیر اپنی آواز سینکڑوں میل تک پہنچا سکتا ہے جیسے جناب عمر فر نے ایک جنگ کے وقت اپنے سپہ سالار کو مدینہ میں بیٹھے ہوئے سینکڑوں میل کے فاصلے پر آواز دی ۱

جدید حکماء مغرب میں سے ڈاکٹر ہیگل کی تصانیف نے مجھے اپنا گردید کیا ہوا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو **مون ازم** کا بانی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ کل صحیفہ قدرت میں ایک ہی دست و احد کام کرتا نظر کرتا ہے۔ یہ جرمن حکیم اپنی کتاب موسوم بہ **اعتراف مذہب** میں ذیل کی باتیں لکھ گیا ہے "بیسویں صدی کے سکول نے جس کی بنیاد اس مضبوط اصول و صحت فے الکائنات پر رکھی گئی ہے۔ آئیوالی نسلوں کو نہ صرف عجائبات سے اطلاع دینی ہے۔ بلکہ ان پر یہ بھی مبراہن کرنا ہے۔ کہ کائنات میں ہر طرف حُسن و خوبی کے خزانے مستور ہیں۔ خواہ ہم پہاڑوں کی شان و شکوہ کو دیکھیں خواہ سمندر کی سحر آفرینیوں پر غور کریں۔ خواہ دورِ بین ہمارے سامنے عجائبات افلاک کو لے آئے یا خورد بین حیات کے نہ نظر آئیوالی اور حیران کن بُوالعجیباں ہم پر منکشف کر دے۔ چاروں طرف قدرت کی ربانی نیزنگیاں ہماری خوشی کا سامان پیدا کر رہی ہیں۔ لیکن غیر طبعی آلیات نے انسان کو اس عجیب و غریب کائنات میں

آوارہ حال کر دیا۔ اور یہی دُنیا اس کے لئے آفسوؤں کی واہی بن گئی۔
 ۴۔ حضرت صلعم کے ظہور پر انسانی نگاہ محدود بلکہ بند تھی۔ نہ خوردبین اور نہ دوربین
 ابھی دریافت ہوئی تھی۔ نہ ہماروں کی شکوہ اور نہ ہماری عجائبات سے وہ متاثر
 ہوتا تھا۔ وہ اندھے کی طرح اپنے گل احساس کو گنوا بیٹھا تھا جس سے متعلق ہیکل نے بیچ
 کہا ہے۔ کہ اس ساری تباہی کا موجب غیر طبعی آسمان تھیں۔ یہی دُنیا ایک ہندو بھائی
 کی نگاہ میں انسان کیلئے ہائے سزا تھی۔ یہ کُل کی کُل مایہ ہے۔ اس عقیدے نے
 برہمنوں پر اتنا غلبہ پایا۔ کہ انہوں نے فن طبابت تک ستیا ناس کر دیا۔ مبدھ
 مذہب کے نزدیک یہ دُنیا جائے مصیبت تھی۔ اور اُن کے نزدیک نجات کا دروازہ
 اسی پر کھلتا تھا۔ جو ہر قسم کی راحت و آرام سے الگ ہو جائے۔ ان تعلیمات میں
 کوئی ایسی بات نہ تھی۔ جو انسان کو ایجاد یا اکتشاف کی طرف مائل کرے۔ عیسائی
 تعلیمات نے رہا سہا انیان کا بیڑہ ڈبو دیا۔ اس نے تعلیم دی۔ کہ انسان گناہ میں
 پیدا ہوا۔ گویا اس پر برتری کی راہیں مسدود ہیں۔ وہ اپنی نجات کے قابل بھی نہیں۔
 جس کیلئے ایک معصوم کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ عیسائی تعلیم کے ماتحت عورت
 کی ذات مجبورۃً معصیات تھی۔ وہ شیطان کا دروازہ اور رحمت انسانی کے لئے
 سم قاتل تھی۔ عیسائی مذہب نے صدیوں تک علوم و بیات کا خون کیا اہل علم و حکمت
 کو عذاب میں ڈالا۔ جتنے کوزمین کو گول ماننا ایک جرم ہو گیا۔ بقول ڈیرسپر جس
 پست فطرتی نے سکندر یہ کے گرجا میں ہائی پیشا جیسی فاصلہ کے ٹکڑے ٹکڑے
 کر لئے وہی حکیم گلیلیو کو عیسائیت کی قید میں لائی۔ کفریات کی ساری رسوم
 اور اس کے طریق عیسائیت میں داخل ہو گئے۔ مقامی دیوی دیوتاؤں کی جگہ
 سینٹ پیدا ہو گئے۔ عیسائیت نے جو تہذیب پیدا کی۔ اس کا طغراء امتیاز
 غیر رواداری اور تنگدلی تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ صدیوں تک مغرب میں کوئی
 مُنقذ کوئی فلسفی کوئی حکیم کوئی شاعر پیدا نہ ہو سکا۔ اس کے متعلق پروفیسر لیک
 مکن میٹر بالو جیکل سوسائٹی نے کیا عہد بات کہی۔ اسلام آیا اور اُس نے مغرب میں آواز دینے

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرْجَوْنَ وَحِينَ تَسْرَحْنَ ۚ

اور تمہارے واسطے خوبصورتی کا سامان ہے جب تم شام کو (میں) اسیں لائے ہو اور جب چلنے بجھانے ہو۔

وَتَحْمِيلُ الْكُلِّ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّكُمْ تَكُونُوا بِلَيْعِهِ إِلَّا لَيْعُ الْنَفْسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ

اور وہ تمہارے بوجھ ایسے مقام کی طرف اٹھائے جاتے ہیں جہاں تم اسے بیکو شکر بیعت میں لاتے کے بیچ سکتے ہو یعنی تمہارا رب

لَسَوْفَ رَحِيمٌ ۚ وَالْمَحْيِلُ وَالْبَعَالُ وَالْخَمِيرُ لَتَكُونُوا وَرَيْنَهُ وَيَخْلُقُ مَا

مہربان رحم کرنے والا ہے۔ اور گھوڑے اور غریب اور گدھے پہلے کے اتار دے گا اور زمین کا سامان ہوں اور وہ کچھ

لَا تَعْلَمُونَ ۚ وَعَلَىٰ اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِزٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَّ لَكُمْ

کرتا رہتا جو تم نہیں جانتے۔ اور اللہ ہی پر سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔ اور میں اپنی ٹیڑھی ہیں۔ اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو

أَجْمَعِينَ ۚ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ يُؤْتِيهِ

ہدایت کرتا۔ وہی جو تمہارے لئے بادل سے پانی اتارتا ہے اس کو چھینے کے کا آتا ہے اور اس کو شہر پر دھن آگیا

تُسْمُونَ ۚ يُبْدِئُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالْحَبْلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ

جنیں تم پلے ہو۔ اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اگلاتا ہے۔ اور زیتون اور کھجور اور انگور اور

كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَفْهَمُونَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ

ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے یعنی ان میں ان لوگوں کیلئے نشان ہے جو فکر سے کام لیتے ہیں۔ اور اس نے تمہارے گزراتے

وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنَّجْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

دن کو اور سوچ اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یعنی ان میں ان لوگوں کیلئے

آيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۚ وَمَا ذَرَأَا لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ

نشان ہیں۔ جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور جو کچھ اس نے تمہارے زمین میں پیدا کیا ہے۔ اس کے مختلف رنگ ہیں

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ۚ هُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِيَتَاكَلَا

یعنی ان میں ان لوگوں کیلئے نشان ہے۔ جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے سمندر کو کام میں لگا رکھا ہے تاکہ تم

مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَقَرَّ جُؤَامُهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَرَءَىٰ الْفُلْكَ

اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔ اور اس کو مہربانوں کے زیور لگا دو جنہیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں میں دیکھتا ہے

مَوَاحِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۚ وَالْفَيُّ فِي الْأَرْضِ

آپسے بھاڑی ملنے جاتی ہیں۔ بعد ازاں تم اس کے فضل سے طلب کرو۔ انہیں تاکہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں

رَوَّاسِيَّ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْتُمْ وَسْبَلًا لَّعَلَّكُمْ تَعْتَدُونَ
 بہاڑ اور دریا ڈال رکھے ہیں۔ تاکہ وہ تمہیں کھانے کا سامان ہی نہ دے (بیٹھتا تاکہ تم ہدایت پاؤ۔
 وَعَلَّمْتُ بِالْجُبْرِ هُمُ يَعْتَدُونَ ۚ أَمَّنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ
 اور بڑے بے نشان (جانباز ہیں) اور ستاروں کے ذریعہ وہ رستہ معلوم کر لیتے ہیں تو کیا جو پیدا کرتا ہے وہ اس کی طرح بے حیدر نہیں کرتا
 أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۚ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ
 سو کہیں تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اور اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انھیں گن نہ سکو گے۔ یقیناً اللہ غافل ہے
 لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ

کرنے والا رحم کرنے والا ہے +

بیشک ترقی پر گامزن انسان کی آنکھ مغرب میں کھل چکی ہے۔ علمی اکتفا
 روز بروز ہوتے جاتے ہیں۔ فطرت کے فزائن ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ جوں جوں ہم
 صحیفہ کائنات میں روشناس کرتے ہیں۔ توں توں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ ہم نے کچھ
 بھی دریافت نہیں کیا۔ ہم ابھی سینکڑوں نہیں ہزاروں نیل اس مقام سے پرے
 ہیں جہاں قرآن ہمیں پہنچانا چاہتا ہے۔ جبکہ کائنات کی کل چیزیں ہماری غلام
 بن جائیگی۔ ابھی تو ہم سورج اور چاند کو اپنی تسخیر میں نہیں لاسکے۔ بیشک پھل
 پھولوں اور موسیقیوں کی فصل میں ہم نے ترقی کی۔ ہم نے طرح طرح کے رنگدار پھول
 پیدا کئے۔ لیکن اُن رنگوں کے پیدا کرنے میں ابھی ہم ناکام ہیں۔ جو عجوبے
 آیات ہالاکائنات کے صفحات دکھلا رہے ہیں۔ ہم نے خوردبین کے ذریعہ اس
 نطفے کو دیکھ لیا۔ جس کا ذکر انسان کی پیدائش کے متعلق آیات ہالامیں تھا۔ لیکن
 اس آپ مہین کی پیدائش اور اس کی موت کے رازوں سے ابھی ہم ناواقف ہیں
 بہاڑوں اور سمندروں نے ابھی اپنے خزانہ ہم پر نہیں کھولے۔ الفرض جہاں علمی
 ترقیات کے متعلق آنحضرت صلم کی نگاہ پہنچی ہوئی ہے۔ وہ ہم سے ابھی
 بہت دُور ہے +

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے

کہ

میں اپنے فرض کے بھاری مرحلے سے آج مُکبکدش ہوئا

۲۴۔ اپریل کو مجوزہ دو گنگ مسلم مشن و مسلم لٹریچر ٹرسٹ کی دستاویز کو چھ ٹرسٹیوں کے ہمراہ میں نے سب رجسٹرار کلاہور کے سامنے تصدیق کیا اور دستاویز رجسٹری ہو گیا۔ اس کے بعد موجودہ ٹرسٹیوں نے بروئے اختیارات ٹرسٹ ایک مینیجنگ کمیٹی تجویز کی۔ جس کے ممبر آئندہ دو سال کے لئے تبدیل اصحاب مقرر ہوئے :-

خان بہادر مولوی عسکرام حسن صاحب و ایس پریزیڈنٹ میونسپلٹی پشاور
محمد اسلم خاں صاحب برہ خان خیل آنریری مجسٹریٹ رئیس اعظم موہان

خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء
ڈاکٹر عسکرام محمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس
خاں صاحب شیخ محمد اسماعیل صاحب جنرل مرچنٹ صدر بازار راولپنڈی
شیخ محمد اسماعیل صاحب مالک کالونی قتلور ملو لائپلور
ملک شیر محمد صاحب سسٹنٹ ریونیومنٹر جموں

کنور مشرقی بدیع الدین خلیف الصدف فرمانروا بے ریاست منگول
شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور
میر فہمس الدین صاحب فنانشل سیکرٹری بہاولپور
سیٹھ احمد دہنی ٹکا واؤ صاحب مرچنٹ رنگون
سعادت علی خان صاحب رئیس اعظم لاہور۔

اس کمیٹی کے سکریٹری خواجہ عبدالغنی صاحب مقرر ہوئے۔ اور پریزیڈنٹی کا کام مونسٹریس میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جیسے میں اعلان کر چکا ہوں۔ لارڈ ہیڈ نے اس ٹرسٹ کے پریزیڈنٹ اور سر میاں محمد شفیع صاحب اس کے مشیر قانونی ہونگے۔ میں نے اس ٹرسٹ کے بنانے میں نہ صرف فرقی خصائص کو الگ رکھا۔ بلکہ قابلیت دیانت کے علاوہ ان اصحاب کو اس ٹرسٹ یا کمیٹی منتظمہ کی رکنیت کی تکلیف دی جنہیں اشاعت اسلام سے بالخصوص دلچسپی رہی ہے۔

سب سے اول تو میں خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اس نے میری ناچیز کوششوں کو وہم و گمان سے بڑھ کر سرسبز کیا۔ آج شوکت و طاقت اسلام کی بازیافتی کے لئے ممالک عربی میں اشاعت اسلام کرنا ایک بہترین خدمت اسلام ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ نے مجھے متوجہ کیا۔ بلکہ جو تحریک میرے ناچیز ہاتھوں سے سرسبز ہوئی۔ وہ ہماری کل سرگرمیوں میں ان محدود چند تحریکوں میں سے ایک تحریک ہے۔ جنہیں خدا تعالیٰ نے کامیابی کا طفرائے امتیاز عطا فرمایا۔ میرے راہ میں چند ایک مشکلات تھیں جو بادی النظر میں نہایت کٹھن تھیں۔ لیکن اللہ پاک نے کانٹوں کے رستوں کو میرے لئے چمکوں کا رستہ بنایا۔ اور مجھے ان مشکلات کے مقابلے میں ذرہ بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ سب پہلا مرحلہ تو میرا اپنے پیشہ وکالت کو چھوڑ کر درویشانہ زندگی کو اختیار کرنا تھا۔ میری وکالت کے یہ دن ابستانی نہ تھے۔ نہ میں نے ناکامی کی شکل دیکھی تھی۔ میری وکالت پر پندرہ سال گزر چکے تھے۔ اور آج اس وقت کے میرے معاصر بائیکورٹوں کے بیچ یا گورنمنٹوں کے منسٹر ہیں۔ یہ نئی زندگی اختیار کرنے پر تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ میرے مایحتاج کا سامان من حیث کلا محتسب ہو جائیگا۔ لیکن اس وقت میں نے اپنی آمدنی کے تہائی حصہ سے بھی کم پر اکتفا کیا۔ اور اس روپیہ کو ابتدا ہی میں آئندہ دو سال کے لئے علاوہ اس رقم کے میں نے اپنی جیب سے نکال کر دیا۔ جسے میں اس کام کیلئے ولایت کو لے گیا۔ بظاہر یہ کام محال تھا اسلئے میں نے یہاں سے جانے پر کسی کو استہزاء کی۔ ۱۹۱۲ء میں میں ہندوستان کو آیا۔

اور ابتداء سے ۱۹۱۷ء میں میں نے مجلے اسلامک ریویو جاری کیا جس کا خیر مقدم مسلم بھائیوں نے ہر طرف سے کیا۔ دو سال کے بعد غالباً وہ رقم میری مایحتاج کیلئے کٹفتی نہ ہوتی۔ اور مکن تھا کہ میں اسلامک ریویو کی آمدنی میں سے جس کو میری واسطے ہی تعلق رہا۔ کچھ اور اپنے گزارہ کے لئے رقم سے لے لیتا۔ لیکن ۱۹۱۷ء عیسوی میں سرکار بھوپال نے یکصد روپیہ کا وظیفہ اور ۱۹۱۵ء کے اخیر میں ہزار لکڑی الٹھ ہائٹ شاہ دکن نے دو صد روپیہ ماہوار بطور ماہوجب مجھے عطا کئے۔ میں نے انھیں اپنے لئے کافی سمجھا۔ گومالی مشکلات بھی آئیں لیکن مجھے خدا تعالیٰ نے اسی آمد پر لطیف خاطر قائم رکھا۔ میں نے ۱۹۱۷ء سے اسلامک ریویو اور اپنی تصنیف کے کل منافع کوشن کی نذر کر دیا۔ لیکن اس امر میں بھی خدا تعالیٰ ہی ہر حد و ثنا کا مستحق ہے۔ جس نے مجھے اس امر کی توفیق دی +

(۳) دوسرا مقام شکر یہ ہے کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں روپے میرے نام پر آئے۔ کئی خاص خزانے سے خصوصیت نہیں ہر مسلم بھائی نے میری آواز پر ہر وقت لطیف خاطر لبیک کہا۔ نہایت محبت اور اخلاص سے میرے ساتھ سلوک کیا۔ جس کسی نے جو کچھ دیا۔ وہ بطور ایجنٹ مجھے نہیں دیا۔ جس نے دیا وہ دیکر بھول گئے جس کے لئے میں ان خاص مشکوک گزار ہوں۔ اس بات نے مجھے اور اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ میں اس اعتبار کی عزت میں اینٹار سے کام لوں۔ یا نہایت ہی مشکل تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے میرے لئے اسے بہت آسان کر دیا۔ مزین تو قدم قدم پر آتی ہر خصوصاً جب میری قلم کی آمد میری پی تھی۔ لیکن اجداد ہی میں میں نے آنحضرت صلم کے ایک ارشاد پر عمل کیا جس نے اس امر میں میری دستگیری فرمائی +

آپ نے فرمایا ہے کہ تم نہ صرف گناہ ہی کرو۔ بلکہ ان راہوں کو بھی ترک جاؤ جو گناہ کا موقع پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ آغاز میں ہی میں نے تین راہیں اختیار کیں۔ (الف) قہر کم کی آمدن کو دوسرے ہاتھوں میں رکھا۔ جو روپیہ میرے نام پر آیا۔ یا میں نے جمع کیا۔ وہ بھی ان کی تحویل میں گیا۔ سو اسے ایک خاص رقم کے جو کس نے ایک

سے بشکل فلکسٹ دیسپازٹ بنک میں رکھا جو بعد میں زیر حساب آگئی۔ باقی مشن کا ایک میری میسرے میں بھی نہیں رہا۔

(ب) خواہ کسی نے چند آنے بھی چندے میں دیئے اسے اس کی تسدید باضابطہ دی گئی +
 (ج) آمد و خرچ کا حساب ماہواری رسالہ اشاعت اسلام میں سنہ ۱۹۱۵ء سے برابر آج تک شائع کر دیا گیا۔ یوں تو ایک خائن انسان اس زمانے میں خمرارت کے راہ نکال لیتا ہے۔ لیکن میری قانونی نگاہ لے مشن کے اموال کی حفاظت کیلئے اور عودا مبتلا سے بچنے کے لئے ان تین راہوں کو تجویز کیا۔ مجھے کوئی چوٹی نہ سمجھ نہیں آتی۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں جب میری صحت از بدعقد و دش ہو گئی۔ تو ناکامی اور حسد نے چند ایسوں کو جنہیں میں اپنے حلقہ دوق میں شمار کرتا تھا میری امانت پر حملہ کرنے کیلئے مستعد کر دیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں تو اس دُنیا سے چلے کر تیار ہوں۔ اور طبعی مشورہ مجھے دماغی کاوش کو روکتا ہے۔ پیش ازیں میں کسی جواب کے قابل نہ ہوں گا۔ اس سے بہت پہلے میرا جنازہ اٹھ چکا ہو گا۔ لیکن ان حاسد مُنقرِبوں کے جواب میں خدا تعالیٰ نے نہ صرف مجھے مسکت جواب دینے کی ہمت دی۔ بلکہ میرا یہ بھناہی کافی ہو گیا۔ کہ رزمِ مذکورہ بالا کے ماسوائے جسے میں بشکل فلکسٹ دیسپازٹ دو گنگ میں چھوڑ آیا۔ آمد و خرچ سے کبھی میرا تعلق نہیں رہا۔ اول تو ماہواری حساب کے شائع ہونے پر کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ اور اگر خدا خواستہ کوئی غفلت ہوئی۔ تو اس میری ذات کو تعلق کیا۔ اسے تو اس جماعت سے تعلق ہے۔ جس کے ہاتھ میں مشن کا مالی انتظام رہا۔ خدا کا احسان ہے کہ میرے جواب پر نہ صرف ممتاز مدیران اخبارات نے اپنا اطمینان ظاہر کیا۔ بلکہ اصلی الزام دہندہ نے بھی ایک پہلک پہچے میں اپنے الزامات کو واپس لیا +

(۳) ان دونوں کاموں سے بھی ایک شکل کام میرے اپنے معتقدات خاصہ تھے دُنیا میں بہت ہی کم انسان ایسے ملے گئے۔ جو امور تبلیغ میں اپنے عقائد خاصہ سے الگ رہیں۔ میں ایک مشہور احمدی ہوں۔ میں نے حضرت مرزا صاحب کو کبھی ہی تسلیم نہیں کیا۔ نہ انھوں نے میرے علم و یقین میں کبھی دعوے ثبوت کیا۔ میں نے انھیں حضرت مسلم کو خاتم النبیین تسلیم کیا۔

اور آنحضرت کے بعد ہر مدعی نبوت کو اسلام سے خارج سمجھا۔ خود حضرت مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ ہاں میں نے اُن کے دعوئے محمد دیت اور مسیحیت کی تصدیق کی۔ اور میں نے ایسا کرنے میں اپنے علم و یقین کے ماتحت آنحضرت صلعم کے ہی ارشاد کی ہی تصدیق کی۔ آپ ہی نے آپ ہی نے صدی کے سر پر ایک محمد د کے ظہور کی خوشخبری دی۔ آپ ہی نے علمائے اُمت کو انبیاء کا مشیل اور ان کا وارث ٹھہرایا۔ اگر جناب مرزا صاحب نے مسیحیت کا دعوئے کیا۔ تو اسی حدیث کے ماتحت خلاف اسلام نہیں کیا۔ جناب علیؑ اور حضرت معین الدین چشتیؒ نے بھی مسیحیت کا دعوئے کیا۔ جناب عمرؓ بھی تو مشیل نوحؑ تھے۔ خود محمد د الف ثانی نے اپنے ملفوظات میں اپنے آپ کو احمد اور محمد کا ہمرنگ لکھا۔ یہ لوگ انبیاء نہ تھے ہاں رنگ انبیاء میں آئے۔ اور یہ فین نبوت محمدی تھا۔ میں نے ابھی عرض کیا ہے۔ کہ میں آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کافر سمجھتا ہوں میں نے مرزا صاحب کے دعوئے کے تسلیم کرنے میں بالفرض اگر کوئی غلطی کی ہوگی۔ تو تشخیص شخصیت میں غلطی کی ہوگی۔ وَاِلَّا انھیں محمد د قبول کر لینا یا حدیث نبوی کے ماتحت انھیں وارث مسیحیت تسلیم کرنا کسی اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں۔ باوجودیکہ میرا جناب مرزا صاحب مرحوم سے شدید تعلق تھا۔ اور اب بھی بڑے لیکن میں نے غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے وقت فرقی خصائص کے تداخل کو اسلام کیلئے سمجھا۔ سمجھا۔ اور آج بھی سمجھتا ہوں۔ میں نے کسی مصلحت سے یہ مسلک اختیار نہیں کیا اگر اس کی غرض روپیہ ہی ہوتی۔ تو میں تو ایک چلتی وکالت کو بھڑکایا تھا۔ اور میں بڑے حساب کہہ سکتا ہوں۔ کہ خودشن کو کسی سال میں اس قدر نہیں آیا۔ ایک کامیاب دلیل اپنے لئے کہا سکتا ہے۔ اور منست ہے۔ اس شخص پر جو اسلام جیسے مذہب کی تبلیغ کرے اور مدعا ہمنہ جیسی لعنت کو اختیار کرے نادان انسان اپنے آئینہ میں دوسروں کو دیکھتا ہے۔ وہ دوسروں پر الزام دینے میں اپنے نقص کو ظاہر کرتا ہے۔ میرا آج بھی یہی مسلک ہے۔ اولاً اللہ دم داپسند

ہی بیگیا۔ کہ فزقی امتیازات کو تبلیغ، اسلام سے الگ رکھا جائے۔ اور میں نے تو بغور سوچا ہے۔۔۔ مجھے تو محض نصِ تعلیم احمدیہ میں ایک بات بھی ایسی نظر نہیں آتی۔ کہ تبلیغ اسلام میں جس کی اس قدر ضرورت ہو۔ محض عربی جس طرح کسی اپنے غلام کے کمالات کا محتاج نہیں ویسے ہی قرآن کریم کسی انسان کے اور کسی علم کلام کی ضرورت سے بالاتر ہے۔ ہاں یہ لوگ قرآن کریم کو بہترین طریق پر سمجھتے ہیں۔ اور اس کے بہترین شائع ہوتے ہیں +

علاوہ ازیں فزقی تبلیغات تو دائرہ اسلام کے لئے ہیں۔ اور وہاں مضائقہ بھی نہیں۔ اسلام سے باہر ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ گوان دو حیثیتوں کو نبھا، ایک امُشکل تھا۔ لیکن اس امر میں بھی مجھے اپنے پیشہ وکالت نے امداد دی۔ جس طرح ایک وکیل عدالت کے سامنے اپنے موکل کے حالات کو ہی پیش کرتا ہے، اور اس بات پر قادر ہوتا ہے۔ کہ اپنے خیالات کو بیچ میں نہ لائے۔ سو اسی اصول پر میں نے وکالت اسلام آج تک کی۔ اور اگر خدا نے توفیق دی۔ تو آئندہ بھی ایسا ہی کرونگا +

خدا تعالیٰ کے شکر یہ کہ بعد میں جبکہ اول کل مُسلم بھائیوں کا اور پھر برادرانِ طریقت کا مشکور رہوں جنہوں نے ہر طرح میری امداد کی۔ اور میرے کام کو کامیابی تک پہنچایا +

(۴) سب سے تکلیف دہ مرحلوں میں اس مشن کے متعلق مجھ پر آیا۔ وہ سن ۱۹۰۱ء کے سن ابتدائی مہینوں میں آیا۔ آغاز جنوری میں ایک نہایت ہی تکلیف دہ مرض کا شکار ہو گیا۔ جسے ہر پیرزور اسٹریکتے ہیں۔ یہ چیچک سے مشابہ ہوتی ہے لیکن دردِ جلن اور خارش میں چیچک سے سوا ہوتی ہے۔ دو تا یک برابر میں اس مصیبت میں گرفتار رہا۔ میں اس وقت انجمن احمدیہ خاں غلام لاہور نے مالی انتظامِ مشن کو واپس کر دیا۔ اور دوسری طرف مشن ٹرسٹ ابھی تیسری حالت میں تھا۔ کسی نے یہ خیال نہ کیا۔ کہ خواجہ اس وقت اس تکلیف کی برداشت

کے قابل نہیں۔ دوسری طرف مشن کی مالی حالت بد حساب جا رہی نہایت خطرناک ہو گئی۔ ایمر گزشتہ دو سال میں پیدا ہوا۔ طبی مشورے نے سکریٹری مشن کو اجازت نہ دی۔ کہ یہ باتیں سیکے علم میں لائی جائیں۔ اُوھر تو پندرہ ہزار کے اُوپر قرضہ نکلا۔ اُوھر کوئی ذمہ جماعت مشن کے معاملات ہاتھ میں لینے کے لئے ابھی پیدا نہ ہوئی۔ قبر درویش برجان درویش میں نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیلیا۔ پبلک سے اپیل کی۔ یہ کام نہایت مشکل۔ در محنت افزا تھا۔ جسے میرے بیٹے خواجہ نذیر احمد خواجہ محمود اور خواجہ عبد المنی نے نہایت جوازدی سے نبھایا۔ خلیفہ عبد المجید بھی سستی چھوڑ کر اس فہم میں شریک ہوئے۔ اور خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ماہ مارچ نہ گزرنے پایا۔ دشمن کے سرے خطر مل گیا نصف سے زیادہ قرضہ ادا ہو چکا۔ باقی جو بچہ بھی ہے۔ وہ سہولت سے ادا ہو جائیگا۔ البتہ اس واقعے نے میری آنکھ کھول دی۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی جناب سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اب جو اس نے مجھے دوبارہ زندگی عطا کی ہے تو مجھے اس زمیں پر رہنے کی اس قدر مہلت دے۔ کہ میں اپنی زندگی میں نہ صرف مشن کو گھل دے دواریوں سے سبکدوش دیکھ لوں۔ اور شاید تین چار ماہ میں ایسا ہو جائیگا بلکہ مشن کے ریزرفنڈ کو اس حد تک پہنچا دوں کہ اس کے مفاد ہی مشن کے اخراجات کے بہت حد تک کفیل ہو جائیں۔ اس ضمن میں میں بھی خواہاں مشن کو یہ خوشخبری دیتا ہوں۔ کہ جو ریزرفنڈ ہمارا مسلم نظریری ٹرسٹ کے الحاق سرمایہ کے بعد پچھتیس سینتیس ہزار کے تک بچک تھا۔ اور اب اس قوم وصول کردنی شامل تھیں۔ بیرونی عطیات کے شامل کرنے پر آج باسٹھ ہزار سے اُوپر ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب میں مشن کی موجود مالی حالت کو ہر طرح میرے نزدیک اس وقت قابل اطمینان ہے مفصل لکھ دوں گا۔ آخر میں مجھے خدا کی جناب میں ایک اور شکر یہ بھی ادا کرنا ہے۔ میں آج مشن کو ہر طرح کامیاب حالت میں شے ٹرسٹ کے حوالہ کرتا ہوں۔ اگرچہ میرا تعلق اب مشن کو وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مین اگر خدا نے مجھے توفیق دی۔ تو میں آئندہ بھی اس کا ایسا ہی خادم رہوں گا۔

حنا دم۔ خواجہ کمال الدین۔ یکم مئی ۱۹۳۳ء

ارتحال چٹال

آج ہم نہایت درد سے ساتھ اس موت پر آغوش ہاتھ دیتے ہیں۔ جو جوانوں کی موت سے بھی زیادہ دردناک ہے۔ آج ہر ہاتھ تلخ نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ والیہ بیوپار ہم میں نہیں۔ آپ کو نظرناک اور تصحیف وہ آلام کا شکار ہوئیں۔ لیکن آپ نے نہایت طمانیت قلب کے ساتھ اس دار فانی کو چھوڑا۔ آپ کی زندگی ایک سچے مسلم کی زندگی تھی۔ جس کا نقشہ دینی اور اخلاقی برابری قابلیت سے آراستہ پس پردہ رہ کر امور سلطنت کو سر انجام دیا۔ وہ نظام حکومت کا ایک بہترین نمونہ تھا۔ کوئی امر آپ نے نہ چھوڑا جو ریایا کی رفقاء سے تعلق رکھتا تھا۔ ہندو مسلم عیسائی اور دیگر ہیں نہ اسباب سب آپ کی نگاہ میں یکساں تھے۔ یوں تو ہم سب نے اس دنیا کو چھوڑنا ہے۔ لیکن آج اگر کسی ہندوستان اس والا مرتبت خاتون کے چلے جانے پر ڈور ہے۔ اگرچہ یہ واقعہ آپ کی طبیعت میں ہوا۔ تو اس لئے کہ آپ کی بابرکت حکومت کل ہندوستانیوں کیلئے فیض بہاں تھی۔ آپ نے ہر ایک مفید ملک تحریک میں عملی حصہ لیا خصوصاً جو آپ کا احسان فرقہ رسواں پر تھا وہ بے مدلل نظر ہے۔ تعلیم رسواں کے ساتھ آپ کا شوق شغف تہہ پہنچ چکا تھا۔ ہر جگہ جہاں دنیوی تعلیم کی تحریک ہوئی۔ آپ نے امداد فرمائی۔ آپ ایک قابل مصنفہ تھیں قلم میں سلاست روانی اور اسلئے پائے کی قابلیت تھی۔ عموماً ہر قومی امور پر آپ نے لکھا۔ لیکن اپنے صنف کی اصلاح آپ کی ناس توجہ کو اپنی طرف منتقل کرتی رہی۔ مذہب اسلام سے آپ کو خاص تعلق تھا۔ یہ آپ کا تعلق اس نصیب سے پاک تھا۔ جو بعض لوگوں میں پیدا ہوا کہ دوسروں سے منافرت پیدا کر دیتا ہے۔ بد قسمتی سے آج بعض ہندو دایمان ملک بھی اس بلا سے غافل نہیں۔ آپ جس طرح بہ فتنہ فتنیں خود عامل بر اسلام تھیں۔ ویسا ہی اپنے ہم مذہبوں کو دیکھنا چاہتی تھیں +

دو کنگ مشن ایک طرح آپ کے ہی فیض کا مرہونِ احسان ہے۔ حضرت علی نے اس وقت میری دستگیری کی جب دو کنگ مشن نہایت ابتدائی مراحل میں تھا۔ دو کنگ۔ جانے سے پہلے مجھے آپ کی قدمبوسی کا کوئی شہرہ نہ سنا تھا۔ دو کنگ میں نے کبھی کوئی خاص اتنا مشن کیلئے یا اپنی ذات کے لئے کی تھی۔ خود بخود چہ بخت۔ جوش میں آیا۔ اور کنگ کے ابتدا میں میں نے اپنی ڈاک میں ایک دن بندکان عالی کا ایک ارشاد پایا جس میں آپ نے ایک صد روپیہ ماہوار کا وظیفہ میرے تمام مدت العمر جاری فرمایا۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ عطیہ کس قسم نے میرے شکور امتنان کا موجب تھا۔ جبکہ کسی درخواست کا نتیجہ نہ تھا۔ میں جب پہلی نذر ہندوستان

آیا۔ تو بھوپال کے سٹیشن پر مجھے فروانہ عنایت کے اپنا گرویدہ بنالیا۔ مجھے یہ ارشاد بھی پہنچا کہ اپنے اہل و عیال کو مل کر بہت جلد حاضر خدمت عالی ہوں۔ پھر ایک دوسرے ارشاد کے ماتحت جب مئی ۱۹۱۵ء کو میں حاضر خدمت عالیہ ہوا۔ تو آپ کی محبت اسلام نے ایک خاص رنگ اختیار کیا۔ آپ کو خوب علم تھا۔ کہ میں ایک مشہور احمدی ہوں۔ لیکن سرکار عالیہ کی دوہرین نگاہ نے مجھ میں ایک ایسے انسان کو دیکھا۔ جو تبلیغ کے معاملے میں فرقی خصائص سے الگ رہ سکتا تھا۔ اور جو اسلام میں کسی فرقہ وارانہ تقسیم کا قائل نہ تھا۔ میری پہلی بی شرفیابی پر آپ نے چھ ہزار روپیہ سالانہ کی امداد دو کنگ مشن کو ہمیشہ سیلئے عطا فرمائی۔ جس میں نصف رقم دیوبند کے لئے تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ پچاس روپیہ ماہوار دیوبند کی امداد میں چھوٹی سرکار کی طرف سے ہوتے۔۔۔ جنہیں آج خدا تعالیٰ نے سہ کار مہم جوہ کا جانشین کیا ۛ

بڑی بات جس میں میں ملک اور بھوپال کی خوش نصیبی دیکھتا ہوں۔ وہ وہاں کے تربیت و تعلیم ہے۔ جو مہم جوہ ہندوستان عالی کے ہاتھ سے حضرت نواب صاحب موجودہ والے بھوپال کی ہوئی۔ اسی تربیت کا نتیجہ ہے۔ کہ آج اعلیٰ حضرت نواب حاجی حمید اللہ خان صاحب خلد اللہ ملکہ میں ہم ایک ایسا فرمانروا پاتے ہیں۔ جن میں ہمدردی قوم و ملک۔ بصیرت و دانشمندی۔ فراست و برانہ قابلیت کے جوہر اعلیٰ طور پر نمایاں نظر آتے ہیں ۛ آپ کا دل بھی اپنی والدہ مرحومہ کی طرح اُن نقشب و تنگ نظریوں سے پاک و رافع ہے۔ جس نے اس ملک کو، فضا کو تاریک کر دیا۔ خرافات لائے اس خیر و نیکی ل خاندان کا نام تا ابد روشن رکھے ۛ

ۛ تین

علاوہ آمد بانا جسے جس کے لئے دو کنگ مشن مرہون خاندان عالیہ ہر کار عالیہ نے ایک سو پاؤنڈ سالانہ کی امداد مسجد دو کنگ کے اخراجات کے لئے بھی دی ہوئی ہے میری تصنیفات سے حضرت علیا کو خاص دلچسپی تھی۔ ۱۹۲۶ء میں آپ نے ایک ہزار روپیہ سالانہ پر مجھے ایک سکریٹری رکھنے کی اجازت دی۔ جو مجھے قرآن کریم کے متعلق انگریزی تصنیفیں امداد دے۔ بیماری کے باعث نہ میں نے سکریٹری رکھا۔ نہ آپ سے منظور کردہ امداد طلب کی۔ اب ۱۹۳۳ء میں مجھے کچھ صحت ہوئی۔ اور میں نے سابقہ ارشاد کے متعلق عرض کیا۔ تو آپ نے مجھے اجازت دی۔ کہ میں سکریٹری رکھ لوں۔ اور اس کی کل سالانہ تنخواہ آئندہ اکتوبر میں منگوا لوں اللہ پاک حضرت علیا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۛ

خواجہ کمال الدین

عزیز نیرل۔ برائڈر روڈ۔ لاہور
مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۳۳ء

افغانی سفیر انگلستان اور برٹش مسلم سوسائٹی

۱۹۲۳ء کو وقت ۵ بجے شام سیل ٹل لندن میں ایک عظیم الشان ایٹھم ہنز ہائیس شاہ ولی خاں سفیر افغان متعینہ انگلستان کی عزت میں برٹش مسلم سوسائٹی نے میزبان ایٹھم کی غرض اس عقیدت کا اظہار بھی تھا۔ جو ہنز میجسٹریٹ نادرس شاہ کے متعلق ان کی جدید خدمات سے مسلمانان انگلستان میں تھی۔ اور جس نے افغانستان میں پھر امن کو قائم کیا۔ ایکسو پیر۔ سے بڑا۔ وہی اس نقشہ پر جمع تھے۔ اور تمام جلسے میں اسلامی محبت اور روح کام کرتی نظر آتی تھی۔ چاہے وغیرہ کی تواضع کے بعد لارڈ ہسٹڈے پریزیڈنٹ سوسائٹی نے ایک نصابی بھائی مسٹر امربی کو قرآن کریم سے پڑھنا چند آیات پڑھنے کے لئے کہا۔ وقت پاک کی تلاوت کے بعد لارڈ موصوف نے ایک تقریر کی۔ جسے سب نے بڑے جوش اور محبت سے سنا۔ تقریر کا خلاصہ یہ ہے :-

”ہم مسلمانان برطانیہ جو عالمگیر اخوت اسلامی کا ایک مختصر ساحصہ ہیں۔ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم تعداد میں حقوڑے ہیں۔ لیکن ہم اپنی اظہار عقیدت میں کسی سے کم نہیں۔ اور ہم تدوین کو آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ آپ کا قیام ہم میں راحت بخشنے والا ہوگا۔ ہم برٹش مسلم سوسائٹی سب سے پہلے آپ کی اعلیٰ خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ جو آپ نے بحیثیت حورہ کابل و افغانی سفیر ماسکو ایک خطرناک وقت میں سرزد ہوئیں۔ جنہوں نے بودہ حالات کو آپ کے ملک کی خوشحالی اور امن میں متشعل کر دیا۔ ہم آپ کو لندن میں خیر مقدم کرتے ہیں اس برادرانہ محبت کا بھی اظہار ایسے وجود کے متعلق کرتے ہیں۔ جو برطانیہ کمال اور افغانستان میں دوستانہ رشتے کے قیام کے لئے سامی رہیگا +

ہم حضرت اعلیٰ شاہ افغانستان کی خدمت میں آپ کے ذریعہ نہایت مؤدبات اور برادرانہ سلام بھیجتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انھیں اپنے ملک کی ترقی کے لئے دیرینہ مدد رکھیں گے اور وہیں کے لوگ اس ترقی اور خوشحالی کو پائیں گے۔ جس سے افغانستان ایک مضبوط اور متحد سلطنت اسلام بن جائیگا۔ ہمارا یہ ایمان ہے۔ کہ اسلام سے مراد رضاء الہیہ کی اطاعت ہے خواہ ہم افغان ہوں یا انگریز ہم اس عالمگیر اخوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کی پیروی ہی سے دنیا کی تمام محبتیں ہمارے عزت ہوگی +

ہزاروں سفیر افغانستان نے فارسی صیغہ الفاظ میں شکریہ ادا کیا جس کا ترجمہ ”محببت“ ہے۔ کہہ کر مسلمانان لندن کے خیر مقدم پر اظہار خوشی فرمائی۔ اور سامعین کو یقین دلایا کہ افغانستان خدمت اسلام میں پوری سرگرمی دکھائیگا۔ صفا آپ نے ان باطل چیزوں کی طرف بھی اشارہ کیا۔ جو

گوشوارہ آمدیچ مسلم مشن کنگ واسلاکیت ازہستان بابیت اپریل ۱۹۳۰ء

نقشہ تفصیل آئندہ مشرق اسلامک ریلوے در ہندوستان یا بریتانیا ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	اسمے معلی صاحب	پال	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر	اسمے معلی صاحب	پال	آنہ	روپیہ
۱۰	۵۵۵	جناب حسین الدین صاحب دہلی	۱	-	۱۰	۱۰	۵۵۵	جناب حسین الدین صاحب دہلی	۱	-	۱۰
۱۱	۵۵۶	جناب نیاز احمد صاحب گورکھپور	۲	-	۱۱	۱۱	۵۵۶	جناب نیاز احمد صاحب گورکھپور	۲	-	۱۱
۱۲	۵۵۷	جناب شیخ احمد صاحب مالانہ	۳	-	۱۲	۱۲	۵۵۷	جناب شیخ احمد صاحب مالانہ	۳	-	۱۲
۱۳	۵۵۸	جناب دھرم داس مالانہ	۴	-	۱۳	۱۳	۵۵۸	جناب دھرم داس مالانہ	۴	-	۱۳
۱۴	۵۵۹	جناب خواجہ محمد الدین صاحب لاہور	۵	-	۱۴	۱۴	۵۵۹	جناب خواجہ محمد الدین صاحب لاہور	۵	-	۱۴
۱۵	۵۶۰	جناب محمد حسین صاحب جلی	۶	-	۱۵	۱۵	۵۶۰	جناب محمد حسین صاحب جلی	۶	-	۱۵
۱۶	۵۶۱	جناب محمد رفیع صاحب	۷	-	۱۶	۱۶	۵۶۱	جناب محمد رفیع صاحب	۷	-	۱۶
۱۷	۵۶۲	جناب محمد رفیع صاحب	۸	-	۱۷	۱۷	۵۶۲	جناب محمد رفیع صاحب	۸	-	۱۷
۱۸	۵۶۳	جناب محمد رفیع صاحب	۹	-	۱۸	۱۸	۵۶۳	جناب محمد رفیع صاحب	۹	-	۱۸
۱۹	۵۶۴	جناب محمد رفیع صاحب	۱۰	-	۱۹	۱۹	۵۶۴	جناب محمد رفیع صاحب	۱۰	-	۱۹
۲۰	۵۶۵	جناب محمد رفیع صاحب	۱۱	-	۲۰	۲۰	۵۶۵	جناب محمد رفیع صاحب	۱۱	-	۲۰
۲۱	۵۶۶	جناب محمد رفیع صاحب	۱۲	-	۲۱	۲۱	۵۶۶	جناب محمد رفیع صاحب	۱۲	-	۲۱
۲۲	۵۶۷	جناب محمد رفیع صاحب	۱۳	-	۲۲	۲۲	۵۶۷	جناب محمد رفیع صاحب	۱۳	-	۲۲
۲۳	۵۶۸	جناب محمد رفیع صاحب	۱۴	-	۲۳	۲۳	۵۶۸	جناب محمد رفیع صاحب	۱۴	-	۲۳
۲۴	۵۶۹	جناب محمد رفیع صاحب	۱۵	-	۲۴	۲۴	۵۶۹	جناب محمد رفیع صاحب	۱۵	-	۲۴
۲۵	۵۷۰	جناب محمد رفیع صاحب	۱۶	-	۲۵	۲۵	۵۷۰	جناب محمد رفیع صاحب	۱۶	-	۲۵
۲۶	۵۷۱	جناب محمد رفیع صاحب	۱۷	-	۲۶	۲۶	۵۷۱	جناب محمد رفیع صاحب	۱۷	-	۲۶
۲۷	۵۷۲	جناب محمد رفیع صاحب	۱۸	-	۲۷	۲۷	۵۷۲	جناب محمد رفیع صاحب	۱۸	-	۲۷
۲۸	۵۷۳	جناب محمد رفیع صاحب	۱۹	-	۲۸	۲۸	۵۷۳	جناب محمد رفیع صاحب	۱۹	-	۲۸
۲۹	۵۷۴	جناب محمد رفیع صاحب	۲۰	-	۲۹	۲۹	۵۷۴	جناب محمد رفیع صاحب	۲۰	-	۲۹
۳۰	۵۷۵	جناب محمد رفیع صاحب	۲۱	-	۳۰	۳۰	۵۷۵	جناب محمد رفیع صاحب	۲۱	-	۳۰
۳۱	۵۷۶	جناب محمد رفیع صاحب	۲۲	-	۳۱	۳۱	۵۷۶	جناب محمد رفیع صاحب	۲۲	-	۳۱
۳۲	۵۷۷	جناب محمد رفیع صاحب	۲۳	-	۳۲	۳۲	۵۷۷	جناب محمد رفیع صاحب	۲۳	-	۳۲
۳۳	۵۷۸	جناب محمد رفیع صاحب	۲۴	-	۳۳	۳۳	۵۷۸	جناب محمد رفیع صاحب	۲۴	-	۳۳
۳۴	۵۷۹	جناب محمد رفیع صاحب	۲۵	-	۳۴	۳۴	۵۷۹	جناب محمد رفیع صاحب	۲۵	-	۳۴
۳۵	۵۸۰	جناب محمد رفیع صاحب	۲۶	-	۳۵	۳۵	۵۸۰	جناب محمد رفیع صاحب	۲۶	-	۳۵
۳۶	۵۸۱	جناب محمد رفیع صاحب	۲۷	-	۳۶	۳۶	۵۸۱	جناب محمد رفیع صاحب	۲۷	-	۳۶
۳۷	۵۸۲	جناب محمد رفیع صاحب	۲۸	-	۳۷	۳۷	۵۸۲	جناب محمد رفیع صاحب	۲۸	-	۳۷
۳۸	۵۸۳	جناب محمد رفیع صاحب	۲۹	-	۳۸	۳۸	۵۸۳	جناب محمد رفیع صاحب	۲۹	-	۳۸
۳۹	۵۸۴	جناب محمد رفیع صاحب	۳۰	-	۳۹	۳۹	۵۸۴	جناب محمد رفیع صاحب	۳۰	-	۳۹
۴۰	۵۸۵	جناب محمد رفیع صاحب	۳۱	-	۴۰	۴۰	۵۸۵	جناب محمد رفیع صاحب	۳۱	-	۴۰
۴۱	۵۸۶	جناب محمد رفیع صاحب	۳۲	-	۴۱	۴۱	۵۸۶	جناب محمد رفیع صاحب	۳۲	-	۴۱
۴۲	۵۸۷	جناب محمد رفیع صاحب	۳۳	-	۴۲	۴۲	۵۸۷	جناب محمد رفیع صاحب	۳۳	-	۴۲
۴۳	۵۸۸	جناب محمد رفیع صاحب	۳۴	-	۴۳	۴۳	۵۸۸	جناب محمد رفیع صاحب	۳۴	-	۴۳
۴۴	۵۸۹	جناب محمد رفیع صاحب	۳۵	-	۴۴	۴۴	۵۸۹	جناب محمد رفیع صاحب	۳۵	-	۴۴
۴۵	۵۹۰	جناب محمد رفیع صاحب	۳۶	-	۴۵	۴۵	۵۹۰	جناب محمد رفیع صاحب	۳۶	-	۴۵
۴۶	۵۹۱	جناب محمد رفیع صاحب	۳۷	-	۴۶	۴۶	۵۹۱	جناب محمد رفیع صاحب	۳۷	-	۴۶
۴۷	۵۹۲	جناب محمد رفیع صاحب	۳۸	-	۴۷	۴۷	۵۹۲	جناب محمد رفیع صاحب	۳۸	-	۴۷
۴۸	۵۹۳	جناب محمد رفیع صاحب	۳۹	-	۴۸	۴۸	۵۹۳	جناب محمد رفیع صاحب	۳۹	-	۴۸
۴۹	۵۹۴	جناب محمد رفیع صاحب	۴۰	-	۴۹	۴۹	۵۹۴	جناب محمد رفیع صاحب	۴۰	-	۴۹
۵۰	۵۹۵	جناب محمد رفیع صاحب	۴۱	-	۵۰	۵۰	۵۹۵	جناب محمد رفیع صاحب	۴۱	-	۵۰
۵۱	۵۹۶	جناب محمد رفیع صاحب	۴۲	-	۵۱	۵۱	۵۹۶	جناب محمد رفیع صاحب	۴۲	-	۵۱
۵۲	۵۹۷	جناب محمد رفیع صاحب	۴۳	-	۵۲	۵۲	۵۹۷	جناب محمد رفیع صاحب	۴۳	-	۵۲
۵۳	۵۹۸	جناب محمد رفیع صاحب	۴۴	-	۵۳	۵۳	۵۹۸	جناب محمد رفیع صاحب	۴۴	-	۵۳
۵۴	۵۹۹	جناب محمد رفیع صاحب	۴۵	-	۵۴	۵۴	۵۹۹	جناب محمد رفیع صاحب	۴۵	-	۵۴
۵۵	۶۰۰	جناب محمد رفیع صاحب	۴۶	-	۵۵	۵۵	۶۰۰	جناب محمد رفیع صاحب	۴۶	-	۵۵
۵۶	۶۰۱	جناب محمد رفیع صاحب	۴۷	-	۵۶	۵۶	۶۰۱	جناب محمد رفیع صاحب	۴۷	-	۵۶
۵۷	۶۰۲	جناب محمد رفیع صاحب	۴۸	-	۵۷	۵۷	۶۰۲	جناب محمد رفیع صاحب	۴۸	-	۵۷
۵۸	۶۰۳	جناب محمد رفیع صاحب	۴۹	-	۵۸	۵۸	۶۰۳	جناب محمد رفیع صاحب	۴۹	-	۵۸
۵۹	۶۰۴	جناب محمد رفیع صاحب	۵۰	-	۵۹	۵۹	۶۰۴	جناب محمد رفیع صاحب	۵۰	-	۵۹
۶۰	۶۰۵	جناب محمد رفیع صاحب	۵۱	-	۶۰	۶۰	۶۰۵	جناب محمد رفیع صاحب	۵۱	-	۶۰

نقشہ تفصیل آید مسلم مغرب اسلامک یونیورسٹی دہلی وستان پابلیش اپریل ۱۹۶۲ء

تاریخ نمبر	اسماء علی صاحبان	پائی آنہ روپیہ	تاریخ نمبر	اسماء علی صاحبان	پائی آنہ روپیہ
۲۲	۴۱۲	۲۵	۲۲	۴۱۲	۲۵
۲۳	۴۱۳	۲۵	۲۳	۴۱۳	۲۵
۲۴	۴۱۴	۲۵	۲۴	۴۱۴	۲۵
۲۵	۴۱۵	۲۵	۲۵	۴۱۵	۲۵
۲۶	۴۱۶	۲۵	۲۶	۴۱۶	۲۵
۲۷	۴۱۷	۲۵	۲۷	۴۱۷	۲۵
۲۸	۴۱۸	۲۵	۲۸	۴۱۸	۲۵
۲۹	۴۱۹	۲۵	۲۹	۴۱۹	۲۵
۳۰	۴۲۰	۲۵	۳۰	۴۲۰	۲۵
۳۱	۴۲۱	۲۵	۳۱	۴۲۱	۲۵
۳۲	۴۲۲	۲۵	۳۲	۴۲۲	۲۵
۳۳	۴۲۳	۲۵	۳۳	۴۲۳	۲۵
۳۴	۴۲۴	۲۵	۳۴	۴۲۴	۲۵
۳۵	۴۲۵	۲۵	۳۵	۴۲۵	۲۵
۳۶	۴۲۶	۲۵	۳۶	۴۲۶	۲۵
۳۷	۴۲۷	۲۵	۳۷	۴۲۷	۲۵
۳۸	۴۲۸	۲۵	۳۸	۴۲۸	۲۵
۳۹	۴۲۹	۲۵	۳۹	۴۲۹	۲۵
۴۰	۴۳۰	۲۵	۴۰	۴۳۰	۲۵
۴۱	۴۳۱	۲۵	۴۱	۴۳۱	۲۵
۴۲	۴۳۲	۲۵	۴۲	۴۳۲	۲۵
۴۳	۴۳۳	۲۵	۴۳	۴۳۳	۲۵
۴۴	۴۳۴	۲۵	۴۴	۴۳۴	۲۵
۴۵	۴۳۵	۲۵	۴۵	۴۳۵	۲۵
۴۶	۴۳۶	۲۵	۴۶	۴۳۶	۲۵
۴۷	۴۳۷	۲۵	۴۷	۴۳۷	۲۵
۴۸	۴۳۸	۲۵	۴۸	۴۳۸	۲۵
۴۹	۴۳۹	۲۵	۴۹	۴۳۹	۲۵
۵۰	۴۴۰	۲۵	۵۰	۴۴۰	۲۵
۵۱	۴۴۱	۲۵	۵۱	۴۴۱	۲۵
۵۲	۴۴۲	۲۵	۵۲	۴۴۲	۲۵
۵۳	۴۴۳	۲۵	۵۳	۴۴۳	۲۵
۵۴	۴۴۴	۲۵	۵۴	۴۴۴	۲۵
۵۵	۴۴۵	۲۵	۵۵	۴۴۵	۲۵
۵۶	۴۴۶	۲۵	۵۶	۴۴۶	۲۵
۵۷	۴۴۷	۲۵	۵۷	۴۴۷	۲۵
۵۸	۴۴۸	۲۵	۵۸	۴۴۸	۲۵
۵۹	۴۴۹	۲۵	۵۹	۴۴۹	۲۵
۶۰	۴۵۰	۲۵	۶۰	۴۵۰	۲۵
۶۱	۴۵۱	۲۵	۶۱	۴۵۱	۲۵
۶۲	۴۵۲	۲۵	۶۲	۴۵۲	۲۵
۶۳	۴۵۳	۲۵	۶۳	۴۵۳	۲۵
۶۴	۴۵۴	۲۵	۶۴	۴۵۴	۲۵
۶۵	۴۵۵	۲۵	۶۵	۴۵۵	۲۵
۶۶	۴۵۶	۲۵	۶۶	۴۵۶	۲۵
۶۷	۴۵۷	۲۵	۶۷	۴۵۷	۲۵
۶۸	۴۵۸	۲۵	۶۸	۴۵۸	۲۵
۶۹	۴۵۹	۲۵	۶۹	۴۵۹	۲۵
۷۰	۴۶۰	۲۵	۷۰	۴۶۰	۲۵
۷۱	۴۶۱	۲۵	۷۱	۴۶۱	۲۵
۷۲	۴۶۲	۲۵	۷۲	۴۶۲	۲۵
۷۳	۴۶۳	۲۵	۷۳	۴۶۳	۲۵
۷۴	۴۶۴	۲۵	۷۴	۴۶۴	۲۵
۷۵	۴۶۵	۲۵	۷۵	۴۶۵	۲۵
۷۶	۴۶۶	۲۵	۷۶	۴۶۶	۲۵
۷۷	۴۶۷	۲۵	۷۷	۴۶۷	۲۵
۷۸	۴۶۸	۲۵	۷۸	۴۶۸	۲۵
۷۹	۴۶۹	۲۵	۷۹	۴۶۹	۲۵
۸۰	۴۷۰	۲۵	۸۰	۴۷۰	۲۵
۸۱	۴۷۱	۲۵	۸۱	۴۷۱	۲۵
۸۲	۴۷۲	۲۵	۸۲	۴۷۲	۲۵
۸۳	۴۷۳	۲۵	۸۳	۴۷۳	۲۵
۸۴	۴۷۴	۲۵	۸۴	۴۷۴	۲۵
۸۵	۴۷۵	۲۵	۸۵	۴۷۵	۲۵
۸۶	۴۷۶	۲۵	۸۶	۴۷۶	۲۵
۸۷	۴۷۷	۲۵	۸۷	۴۷۷	۲۵
۸۸	۴۷۸	۲۵	۸۸	۴۷۸	۲۵
۸۹	۴۷۹	۲۵	۸۹	۴۷۹	۲۵
۹۰	۴۸۰	۲۵	۹۰	۴۸۰	۲۵
۹۱	۴۸۱	۲۵	۹۱	۴۸۱	۲۵
۹۲	۴۸۲	۲۵	۹۲	۴۸۲	۲۵
۹۳	۴۸۳	۲۵	۹۳	۴۸۳	۲۵
۹۴	۴۸۴	۲۵	۹۴	۴۸۴	۲۵
۹۵	۴۸۵	۲۵	۹۵	۴۸۵	۲۵
۹۶	۴۸۶	۲۵	۹۶	۴۸۶	۲۵
۹۷	۴۸۷	۲۵	۹۷	۴۸۷	۲۵
۹۸	۴۸۸	۲۵	۹۸	۴۸۸	۲۵
۹۹	۴۸۹	۲۵	۹۹	۴۸۹	۲۵
۱۰۰	۴۹۰	۲۵	۱۰۰	۴۹۰	۲۵

نقشه ۲ تفصیل آمد ز نقشه بابت ماه ایرل ۶۱۹

تاریخ نمبر	اسماءے معطی صاحبان	پانی آمد	روپیہ
۱۴	جناب عین الدین احمد صاحب کلہنہ	۰	۱۰
۱۵	۱۰ جناب بنی احمد صاحب بادھو پانی	۰	۲۱
۱۸	۵ خزانہ اللہ صاحب تلہی	۰	۵
	میدان آمد ریزہ فستق	۰	۸۱

نقشہ ۳ تفصیل اخراجات مسلم مشن اسلامک یونیورسٹی درہندستان بابت اپریل ۱۹۳۷ء

۶۳	۳۰	۱۳	۵۰	۶۳	۳۰	۱۳	۵۰
۶۴	۳۰	۱۳	۵۰	۶۴	۳۰	۱۳	۵۰
۶۵	۳۰	۱۳	۵۰	۶۵	۳۰	۱۳	۵۰
۶۶	۳۰	۱۳	۵۰	۶۶	۳۰	۱۳	۵۰
۶۷	۳۰	۱۳	۵۰	۶۷	۳۰	۱۳	۵۰
۶۸	۳۰	۱۳	۵۰	۶۸	۳۰	۱۳	۵۰
۶۹	۳۰	۱۳	۵۰	۶۹	۳۰	۱۳	۵۰
۷۰	۳۰	۱۳	۵۰	۷۰	۳۰	۱۳	۵۰
۷۱	۳۰	۱۳	۵۰	۷۱	۳۰	۱۳	۵۰
۷۲	۳۰	۱۳	۵۰	۷۲	۳۰	۱۳	۵۰

ہیوت کاظمیات

المعروف بہ

نبی کامل

حضرت خواجه کمال الدین صاحب مسلم مشنری نام مسجد ونگ انگلستان کی شہرہ آفاق تصنیف نبی کامل پرافق کا سلیس اردو ترجمہ
مع مقدمہ و دیباچہ کتب

حضرت خواجه صاحب اسلام جو آپے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے بلا متنبہ میں نبی نام ہی ہیں۔ ایک نئی شیخ یا تبارف کی محتاج نہیں
ہیں مسلم اور غیر مسلم دونوں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں۔ کہ آپ نے اسلام اور بائبل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہترین پیرایہ میں
دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس کے علاوہ ان ہلکے بیانیوں کا بھی حتمی طور پر انکار کر دیا ہے۔ جو دشمنان اسلام نے حضور پرور کا
کی مقدس شخصیت کے متعلق مغرب میں پھیلا رکھی تھیں۔ آپ کو نہ صرف تبلیغ و انشاعت کا تجربہ ہے۔ بلکہ اکابر و مشائخ انگلستان سے
شہادہ خیالات کرنے اور ان کی تقاریر سننے کے مواقع بھی پیش از پیش ملے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو تحریر بھی آپ کے قلم سے
نکلے گی وہ نہ صرف علماء و محققانہ ہوتی ہے بلکہ ہمت و کوشش کے خیال کے ساتھ ساتھ اپنے اندر کثرتی کو اس بات بھی رکھتی ہے جو لوگ
اس کی تصانیف کا مطالعہ فرما چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے خواجه صاحب کو اظہار مطالبہ کے لئے غیر معمولی
لیاقت عطا فرمائی ہے نیز آپ کا اسلوب بیان اس درجہ مدلل اور دلپذیر ہوتا ہے کہ کتاب پڑھنے کو جی نہیں چاہتا +
مندرجہ بالا کتابیں انتہائی خوبوں کے علاوہ دو خصوصیت اور بھی ہیں۔ اول تو یہ کہ باعث بار نوعیت مضامین و قدرت
خیالات جذبہ لب اس سے پہلے کوئی کتاب اس رنگ میں نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کا اسلوب بیان غیر
انشار وازی کی جان اور نظم کا دین و ایمان ہے بالکل انجھوتا اور زلال ہے۔ اور اس صفت نے اس شہر کی کتاب کو نظم کی
طرح و روش و رنگین بنا دیا ہے۔ حضرت مسلم کو ہر پہلو پر ممکن انتقل ہو سکتا ہے۔ یہی فی الواقع آدم کیلئے اسوۂ کامل ثابت
کیا گیا ہے اور لفظ یہ کراؤں کو آخر تک کوئی لفظ محض جذبات پرستی کے ماتحت نہیں لکھا۔ جو کچھ مذکورہ تاریخ اور تفسیری
دونوں پہلوؤں کی نہایت صحیح اور مستند ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ قدم قدم پر مغربی مصنفین اور دشمنان نبوت کی
تدلیسات و تبلیغات کو دامن چاک کر دیا ہے۔ ان خود گہر بوں کا جواب فطرتی موجود ہے۔ اور جو ہر بیہ خیالات پادریوں
کی تحریرات سے آجکل کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کا تریاق ہر سطر میں موجود ہے +
سوانح نگاری کے عام طریقہ کو چھوڑ کر حضرت مسلم کی خوبیوں کو نزدیک عنوان بنایا گیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ
زور قوت و باعتماد ہر کجی کوئی محکم
گشتہ و منزل میکند کہ جاسے

اس کتاب کے مطالعہ سے ہر مومن پر روشن ہو جائیگا کہ جو ارفع خصائص ایک ہادی کیلئے عقل انسانی تجویز کر سکتی ہے۔
وہ سب بے بدنام آنحضرت مسلم کی ذات بابرکات موجود ہے۔ گویا یہ کتاب میر مسلم کیلئے تحفہ بینظیر ہے۔ اور مسلم
کیلئے شمع تنویر ہے +

فرمان نبی نام پیر مسلم باب سائٹی عزیز منزل لاہور مآنی چائے
بر اندازہ روز

رجسٹرڈ میں رجسٹر

ایک سیمپل

اشاعہ اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریونیو انگریزی مجریہ مسجد و کنگ (انگلینڈ)

زیر ادارت

خواب کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

العنف دورنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغ کار و مبادیک باضابطہ جرنیل شدہ ٹرسٹ کے تحت ہے اس ٹرسٹ میں (۱) دو حکام مسلم مشن (۲) اسلامک ریویو
مگرنیٹ کتب خانہ اعلیٰ تعلیم لاہور میں (۳) مسلم ٹریڈی ٹرسٹ (۴) ریڈیو فٹنڈ شامل ہیں۔

۱۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ان کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے کچھ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۲۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۳۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۴۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۵۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۶۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۷۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۸۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۹۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۱۰۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

۶۔ جناب شیخ عبدالحق صاحب بانک بخش دیرپوس دی خال، لاہور۔
۷۔ جناب شیخ محمد عقیل صاحب بانک کونی خلدیہ، لائل پور۔
۸۔ جناب خان بہادر غلام حسینی صاحب پورہ سٹ، پشاور (سرحد)۔
۹۔ خان بہادر موری غلام حسن صاحب آنریری تحریث نیند، ایس
پریذیڈنٹ برسیڈیل پشاور۔ (سرحد)
۱۰۔ جناب کشمیر محمد صاحب ک۔ آپیشل اسٹیشن مین خان ریاست بون کشمیر
۱۱۔ جناب عزیز محمد صاحب برسرٹ لادہ ایڈووکیٹ، لاہور۔
۱۲۔ جناب موسیٰ عبدالحق صاحب ک۔ بی۔ بی۔ نانہ تعلیم لادہ وکٹنگ (ن)
۱۳۔ جناب علی محمد الدین صاحب ک۔ بیل، بی۔ بی۔ نانہ تعلیم لادہ وکٹنگ (ن)
۱۴۔ جناب غلام محمد صاحب بی۔ بی۔ بیل، بی۔ بی۔ نانہ تعلیم لادہ وکٹنگ (ن)
۱۵۔ جناب خواجہ عبدالغنی صاحب (سنگڑ ٹریڈرسٹ)

(۱) - جناب سرمیاں محمد شفیع صاحب۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ سی۔
ڈاکٹر آف لٹریچر، پروفیسر ٹیٹل ڈاؤن ہورڈ رشتہ فانی
(۲) - جناب خاں صاحب سعادت علی خاں صاحب رشید اعظم سکریٹری انجنیر
جسلا میر پنجاب لاہور
(۳) - جناب محمد دین جان صاحب بی۔ اے۔ بی۔ سی۔ ایو وکیٹ لاہور
(۴) - جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی۔ اے۔ پیش کش سبھت فونڈیشن خاں صاحب بہاول
راست مری کشمیر
(۵) - جناب گوتم شری جواہر الدین صاحب بی۔ اے۔ لغت الصنف عالمیاتیہ پشاور
نوب صاحب بہادر راست منگول سوکھا دیوار
(۶) - جناب نعلیہ علی محمد خرم کابل صاحب مکہ کان المیزن برادرز۔ راوی بندھی۔
(۷) - جناب ظفر آباد دوسلوئی غلام حسن صاحب ڈائری میجر شریف ودائیں
پریم پرنٹ مری کشمیری۔ پشاور۔ (سرحد)
(۸) - جناب میجر جس الدین صاحب بی۔ اسے فیض السکر ٹریڈ
(ریاست بہاولپور)
(۹) - حان صاحب محمد اسماعیل صاحب بروہا خیال ڈائری میجر
رشید اعظم۔ مردان (سرحد)
(۱۰) - جناب احمد گل دادخواہ رحمتی سوداگر رنگون (برصغیر)
(۱۱) - جناب شیخ محمد عظیم صاحب مالک کالونی طور ملتان۔ لاش پور
(۱۲) - جناب خواجہ یزداد محمد ابیر مطریٹ لاہور لاہور
(۱۳) - جناب خواجہ جمال الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ اے۔ نیل۔ بی۔ کیل
باشہ وہنگ مشن جھڑستان (برصغیر پٹنٹ)
(۱۴) - جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ سابق رسول
سرمن سرحد۔ لاہور ڈائری میجر ڈاکٹر سکریٹری
(۱۵) - جناب خواجہ محمد رفیق صاحب ڈاکٹر ٹریڈ سبھت

۱۵۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت تمام سکریٹری دو گنگا سنگھ میں ہوتی ہے۔
 ۱۶۔ ٹرسٹ کے عزیز منزل بلانڈ روڈ لاہور (پنجاب) جو فی الحال میں نے
 ۱۷۔ جملہ تیکل کریم فائنش سکریٹری دی دو گنگا سنگھ میں ہوتی ہے۔
 ۱۸۔ عزیز منزل سیما ٹرسٹ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب) جو
 ۱۹۔ ہیڈ آفیس عزیز منزل جہان ٹرسٹ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب)
 ۲۰۔ سلاسل ملک یونیورسٹی کا
 ۲۱۔ سلاسل ملک یونیورسٹی کا سلاسل فیروز لاہور یونیورسٹی۔ طلباء و مفت تقسیم کے لئے ہر ہفتہ معمول ڈاک

خواجہ عبدالغنی سکر پوری بدنگ مسٹن اینڈ ٹریڈیٹسٹ عزیز منزل۔ برادر تھرو۔ لاہور (پنجاب)



MRS. NASĪMA WINIFRED EMILY ELINOR CHAWORTH-MUSTERS

"I, Nasīma Winifred Emily Elinor Chaworth-Musters, wife of Commander J. C. Musters, do hereby faithfully and solemnly declare of my own free will that I adopt Islam as my religion; that I worship One and only Allah (God) alone; that I believe Muhammad to be His Messenger and servant; that I respect equally all prophets—Abraham, Moses, Jesus, etc.; that I will live a Muslim life by the help of Allah."

Lā ilūha ila 'llah
Muhammadu 'r-Rasūlu 'l-Lah.

فہرست مشتمل رسالہ اشراقِ اسلامی

باب اول: تاریخ ۱۹۰۳ء تا ۱۹۳۹ء

صفحہ	مضمون	صفحہ نگار	نمبر
۱	شذات	۳۳۳	۱۰۲
	کاظمی سی۔ مسطور کی اہلیہ		
	مسز نجمہ دینی کا، سلطان اسلام		
	معاذیئے لاطال		
	اسلام کی میرت اگیر کا میابی		
۲	گوشوارہ آمد و فرخی و دلنگہ مسلم فن اینڈ	۱۰۲	۱۰۳
	طریری ڈرسٹ		
۳	اسمال بادشاہت	۱۰۳	۱۰۴
۴	جنگِ عظیم کے نتائج	۱۰۴	۱۰۵
۵	اسم جزیرہ اور تہذیب	۱۰۵	۱۰۶
۶	فہرست	۱۰۶	۱۰۷
۷	مذہب و عقائد	۱۰۷	۱۰۸
۸	مذہب و عقائد	۱۰۸	۱۰۹
۹	مذہب و عقائد	۱۰۹	۱۱۰
۱۰	مذہب و عقائد	۱۱۰	۱۱۱
۱۱	مذہب و عقائد	۱۱۱	۱۱۲
۱۲	مذہب و عقائد	۱۱۲	۱۱۳
۱۳	مذہب و عقائد	۱۱۳	۱۱۴
۱۴	مذہب و عقائد	۱۱۴	۱۱۵
۱۵	مذہب و عقائد	۱۱۵	۱۱۶
۱۶	مذہب و عقائد	۱۱۶	۱۱۷
۱۷	مذہب و عقائد	۱۱۷	۱۱۸
۱۸	مذہب و عقائد	۱۱۸	۱۱۹
۱۹	مذہب و عقائد	۱۱۹	۱۲۰
۲۰	مذہب و عقائد	۱۲۰	۱۲۱
۲۱	مذہب و عقائد	۱۲۱	۱۲۲
۲۲	مذہب و عقائد	۱۲۲	۱۲۳
۲۳	مذہب و عقائد	۱۲۳	۱۲۴
۲۴	مذہب و عقائد	۱۲۴	۱۲۵
۲۵	مذہب و عقائد	۱۲۵	۱۲۶
۲۶	مذہب و عقائد	۱۲۶	۱۲۷
۲۷	مذہب و عقائد	۱۲۷	۱۲۸
۲۸	مذہب و عقائد	۱۲۸	۱۲۹
۲۹	مذہب و عقائد	۱۲۹	۱۳۰
۳۰	مذہب و عقائد	۱۳۰	۱۳۱
۳۱	مذہب و عقائد	۱۳۱	۱۳۲
۳۲	مذہب و عقائد	۱۳۲	۱۳۳
۳۳	مذہب و عقائد	۱۳۳	۱۳۴
۳۴	مذہب و عقائد	۱۳۴	۱۳۵
۳۵	مذہب و عقائد	۱۳۵	۱۳۶
۳۶	مذہب و عقائد	۱۳۶	۱۳۷
۳۷	مذہب و عقائد	۱۳۷	۱۳۸
۳۸	مذہب و عقائد	۱۳۸	۱۳۹
۳۹	مذہب و عقائد	۱۳۹	۱۴۰
۴۰	مذہب و عقائد	۱۴۰	۱۴۱
۴۱	مذہب و عقائد	۱۴۱	۱۴۲
۴۲	مذہب و عقائد	۱۴۲	۱۴۳
۴۳	مذہب و عقائد	۱۴۳	۱۴۴
۴۴	مذہب و عقائد	۱۴۴	۱۴۵
۴۵	مذہب و عقائد	۱۴۵	۱۴۶
۴۶	مذہب و عقائد	۱۴۶	۱۴۷
۴۷	مذہب و عقائد	۱۴۷	۱۴۸
۴۸	مذہب و عقائد	۱۴۸	۱۴۹
۴۹	مذہب و عقائد	۱۴۹	۱۵۰
۵۰	مذہب و عقائد	۱۵۰	۱۵۱
۵۱	مذہب و عقائد	۱۵۱	۱۵۲
۵۲	مذہب و عقائد	۱۵۲	۱۵۳
۵۳	مذہب و عقائد	۱۵۳	۱۵۴
۵۴	مذہب و عقائد	۱۵۴	۱۵۵
۵۵	مذہب و عقائد	۱۵۵	۱۵۶
۵۶	مذہب و عقائد	۱۵۶	۱۵۷
۵۷	مذہب و عقائد	۱۵۷	۱۵۸
۵۸	مذہب و عقائد	۱۵۸	۱۵۹
۵۹	مذہب و عقائد	۱۵۹	۱۶۰
۶۰	مذہب و عقائد	۱۶۰	۱۶۱
۶۱	مذہب و عقائد	۱۶۱	۱۶۲
۶۲	مذہب و عقائد	۱۶۲	۱۶۳
۶۳	مذہب و عقائد	۱۶۳	۱۶۴
۶۴	مذہب و عقائد	۱۶۴	۱۶۵
۶۵	مذہب و عقائد	۱۶۵	۱۶۶
۶۶	مذہب و عقائد	۱۶۶	۱۶۷
۶۷	مذہب و عقائد	۱۶۷	۱۶۸
۶۸	مذہب و عقائد	۱۶۸	۱۶۹
۶۹	مذہب و عقائد	۱۶۹	۱۷۰
۷۰	مذہب و عقائد	۱۷۰	۱۷۱
۷۱	مذہب و عقائد	۱۷۱	۱۷۲
۷۲	مذہب و عقائد	۱۷۲	۱۷۳
۷۳	مذہب و عقائد	۱۷۳	۱۷۴
۷۴	مذہب و عقائد	۱۷۴	۱۷۵
۷۵	مذہب و عقائد	۱۷۵	۱۷۶
۷۶	مذہب و عقائد	۱۷۶	۱۷۷
۷۷	مذہب و عقائد	۱۷۷	۱۷۸
۷۸	مذہب و عقائد	۱۷۸	۱۷۹
۷۹	مذہب و عقائد	۱۷۹	۱۸۰
۸۰	مذہب و عقائد	۱۸۰	۱۸۱
۸۱	مذہب و عقائد	۱۸۱	۱۸۲
۸۲	مذہب و عقائد	۱۸۲	۱۸۳
۸۳	مذہب و عقائد	۱۸۳	۱۸۴
۸۴	مذہب و عقائد	۱۸۴	۱۸۵
۸۵	مذہب و عقائد	۱۸۵	۱۸۶
۸۶	مذہب و عقائد	۱۸۶	۱۸۷
۸۷	مذہب و عقائد	۱۸۷	۱۸۸
۸۸	مذہب و عقائد	۱۸۸	۱۸۹
۸۹	مذہب و عقائد	۱۸۹	۱۹۰
۹۰	مذہب و عقائد	۱۹۰	۱۹۱
۹۱	مذہب و عقائد	۱۹۱	۱۹۲
۹۲	مذہب و عقائد	۱۹۲	۱۹۳
۹۳	مذہب و عقائد	۱۹۳	۱۹۴
۹۴	مذہب و عقائد	۱۹۴	۱۹۵
۹۵	مذہب و عقائد	۱۹۵	۱۹۶
۹۶	مذہب و عقائد	۱۹۶	۱۹۷
۹۷	مذہب و عقائد	۱۹۷	۱۹۸
۹۸	مذہب و عقائد	۱۹۸	۱۹۹
۹۹	مذہب و عقائد	۱۹۹	۲۰۰
۱۰۰	مذہب و عقائد	۲۰۰	۲۰۱

اشاعت اسلام

باب ت ماہ شنبہ ۳۰ ۹۳ء

نمبر

جلد ۱۶

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو مسز نسیمہ دینی فریڈ۔ ایلی۔ ایلینور۔ چاروتھ مسٹرس کے فوٹو سرزینت دی جاتی ہے۔ ہمارے ناظرین کرام اسے ملاحظہ فرما کر مسرور ہونگے۔ دہریست مادیت میں ڈوبے ہوئے یورپ میں اب بھی حق پسند ہستیوں کی کمی نہیں ہے اور کسی کیسی عظیم الشان ہستی کی طرف سے سلام ہو رہی ہے۔ ذیل میں مسز نسیمہ دینی فریڈ کا اعلان اسلام شائع کیا جاتا ہے :-

کمانڈر جے۔ سی۔ مسٹرس کی اہلیہ
مسز نسیمہ دینی فریڈ۔ ایلی ایلینور چاروتھ مسٹرس کا

اعلان اسلام

میں نسیمہ کمانڈر جے سی مسٹرس کی زوجہ ہوں۔ میں بلا کسی جبر و اکراہ کے انشراح صدر و صحیفہ قلب کے ساتھ اعلان کرتی ہوں۔ کہ میں نے اپنا مذہب اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب میں مسلمان ہوں۔ ایک ہی خدا ہے۔ واحد کی عبادت کرتی ہوں۔ میرا ایمان ہے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ کے پیغمبر اور بندے تھے۔ میرے دل میں جناب ابراہیم۔ جناب موسیٰ۔ جناب عیسیٰ سب کی مساویانہ تعظیم و تکریم ہے۔ اور تائید انہی ہی میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مسلمان کی زندگی بسر کروں گی +

واللہ اعلم بالصواب

دعاویئے لاطائل

کلیسیائی اخبارات اور رسائل میں اس قسم کی مثالیں عموماً دیکھنے میں آتی رہتی ہیں کہ تاریخ عالم میں جس قدر امور لائق تحسین و قابل ستائش قرار پاتے ہیں۔ ارباب کلیسیائیوں کو ہمیشہ کلیسیاء سے منسوب کر دیتے ہیں۔ اور ان باتوں کی نوعیت ایسی حیرت انگیز ہوتی ہے کہ جو لوگ اس وضع اور قماش کے لٹریچر سے آشنا ہیں۔ وہ بھی ان کو پڑھ کر ششدر رہ جاتے ہیں۔

ہم نے اسی تہیت سے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کی خاطر ۱۵ اسی ۱۹۳۸ء کا بیسٹ ٹائمز (Best Times) کھول کر پڑھا تو اس کے مقالہ افتتاحیہ بعنوان "کلیسیاء اور علامی" کا خاتمہ دیکر الفاظ ہٹا ہے۔ یہ بات مسیحیت کا طغرائے امتیازی ہے کہ جہاں کہیں صلیب کی نشان بلند ہوتا ہے، علامی کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ کلیسیاء تو مفاد عامہ کی سب سے بڑی محافظ ہے اور آزادی سے بڑھ کر کوئی مفاد قابل احترام نہیں ہے۔

جو لوگ مذہبی معاملات کو بیچون و چرا تسلیم کرنے کے عادی ہیں۔ ان کے لئے یہ الفاظ اپنے اندر کافی سامان دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن ہم یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ تاریخ عالم بھی ان عوے کی مصدق ہے یا نہیں؟ کیا یہ ایک امر واقعہ نہیں ہے کہ جو ہزار انگلش مورمنٹ نے سر جان ہاکنز کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس کا نام ہی "یسوع" تھا؟ کیا یہ رطانی رعایا کے ہر فرد کو ساحل ارفیقہ پر دھاوا مارنے اور وہاں کے باشندوں کو لونڈی غلام بنانے کی عام اجازت دے تھی؟ کیا اس زمانہ میں کوئی شخص اس حکم کو شرعی زاویہ نگاہ سے مذموم خیال کرتا تھا؟ کیا پشپ ہاکنز نے جس کو امریکن پریسٹنٹ کلیسیاء میں کافی مرتبہ تقدس حاصل تھا، علامی کا جواز بائبل کی ثبات نہیں کیا تھا؟ اور کیا دیگر علمائے مذہب اس کے بخیل نہیں تھے؟

ان سوالات سے پیچھا چھڑانا دشوار نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اور ان کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عہد جدید میں علامی کی کسی جگہ مذمت نہیں کی گئی۔ اس بات سے کہ بائبل مجملہ افراد کو ابناء اللہ قرار دیتی ہے، علامی کی مذمت ثبات نہیں دیتی جس طرح اس بات سے کہ مجملہ افراد عالم میوانا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مضمون نگار نے یہ تو انجیل کی کوئی آیت نقل کی ہے نہ جناب مسیح

کی زندگی کو کوئی ایسا واقعہ پیش کیا جس کی اس مسئلہ پر روشنی پڑ سکے۔ میرے مرنے میں کر دیا ہے۔ کہ جہاں کہیں مسیحیت کا گورنر ہے،
لوگوں کو آزادی نصیب ہو گئی ہے +

صرف قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جس نے اسلامی کے انسداد کا حکم دیا ہے۔ بلا خطہ ہو (۲۴: ۱۳ و ۱۰: ۱۱) اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسے پیغمبر مقررے ہیں۔ جنہوں نے مسلمانوں کو آزاد کر کے ایک پاکیزہ مثال غیاث قائم کی۔
آپ نے تمام آزاد کرنے کو ایک امر متعین قرار دیا ہے۔ ابو بکر صدیقؓ نے تو مسلمانوں کو آزاد کرنے میں اپنی ساری دولتیں صرف کر دی
ہم خوب سمجھتے ہیں۔ کہ مضمون نگار نے یہ بلند آہنگ مولوی محض لٹریچر کی تصنیف مرسومہ غلامی کو
بد نظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ لہذا یہ موصوف نے ایک ترجمہ غلامی پر تقریر کرتے ہوئے یہ سوال کیا تھا کہ مسلم ممالک میں غلامی
کے وجود کو کس طرح جائز ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عرب اور دیگر مسلم ممالک میں غلامی کا وجود
پایا جاتا ہے، حالانکہ قرآن مجید میں غلامی کے خلاف صریح تعلیم موجود ہے۔ تو اس کی وجہ عزائم اور تعلیمات اسلام
علاوہ کچھ اور ہیں۔ جن کا پتہ لگا تا ہر بندہ کا فرض اولین ہے +

مندرجہ ذیل سطور کا محرکہ مشذرہ ہر جو رسالہ مکتبہ السنوی
(لاس اینجیا یارس) یو ایس ایے) بابت جولائی ۱۹۷۳ء

اسلام کی حیثیت گنیز کا پی

میں ہماری نظر گزرا۔ لکھتا ہے۔
۱۹۷۳ء میں کیلیفورنیا میں خود کشی کی شرح ایک میں تیس کی بھی زیادہ تھی۔ گزشتہ پانچ سال میں شرحہ بارگشتہ
ہے۔ حالانکہ سال اس صوبہ کی تاریخ میں ہر طرح کے کامیابیوں سے جاسکتے ہیں۔ شہر میں دیباگوں میں شرح
اموات پندرہویں خود کشی تمام امریکہ بلکہ گزشتہ ۱۹۷۳ء میں کے چھ شہروں میں گزشتہ تھی۔ حالانکہ طبیعت سمندر میں واقع ہے۔ اور
یہاں عمومی لوگ سکونت پذیر ہیں۔ جو تفکرات دینی سے سرسراپا آزاد ہیں۔ جن کو اس کے سولے
اور کوئی کام نہیں۔ کہ اپنے مشاغل ذاتی میں نہمکے ہیں +

فریڈرک ہاف مین جو پروڈنٹل انشورنس کمپنی میں ملازم ہے لکھتا ہے۔ کہ ۱۹۷۳ء کے اعداد و شمار
سے معلوم ہوتا ہے کہ خود کشی کا شرح امریکہ میں روز افزوں ہے۔ ہر ایک لاکھ اموات میں ۱۷۵۱۱۱ میں خود کشی کا واقعہ ہوتا ہے
۱۷۵۱۱۱ میں ۱۷۵۱۱۱ شہروں میں ۱۷۵۱۱۱ ترقی پزیر اور موصوف لکھتے ہیں۔ کہ روز افزوں فائدہ لابی کو دیکھتے ہوئے اس عادت
میں یادی یا اس فعل کی کثرت سے مستوجب غیظ ہے۔ تو یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہنے لگے کہ جبے فرو فروش کی
خودانی ہوتی ہے صنعت مسطح کی شکایت بھی بڑھ گئی ہے !!!

اسکے بعد رسالہ مذکورہ نے حشر میں جو ذکر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک مائیں امریکہ میں خود کشی کا نام بھی نہ تھا لیکن اب
علی الخصوص نیویارک میں تو فیصل اموات انسانی کا خاص سبب ہے اور بیش و عشرت کا سامان بھی اسی شہر میں سب سے زیادہ موجود ہے
اگر ہماری موجودہ خواہشات پوری ہو جائیں تو ہم اپنی ذاتی تکلیف کا مادہ حاصل کرنے کی غرض سے اگر دیکھ نہ ہو گا تو پھر میں یہی کہتی
ہو کر میدان جنگ کو چلے جائیں گے +

بعض لوگ خودکشی کو بعض حالات میں جائز بلکہ حسن قرار دیتے ہیں، لیکن تاہم یہ ذرا خیال لوگ اس امر کا بصورتِ دل و عترت کرتے ہیں۔ کہ خودکشی خواہ جائز ہو یا ناجائز انسانی فطرت پر ایک برنامہ راز ہے۔ اور جو شخص اس فعل کا ترک کرے تاہم۔ وہ خود اپنی شکست اور فتنہ ان اعتماد علی النفس کا اثبات کرتا ہے۔ یا وہ دنیا کو یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ زنا کو آئندہ نہ کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ بات حشر کی غلط اور بدیہی البطلان ہے +

لیکن یہ سوال یہ کہ جب انسان پر کامل یاس کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو اس وقت کوئی توت ایسی ہے جو اسے اس فعل سے باز رکھے یا نہیں؟ کیا یہ بنیادِ احمی اس قدر بے کیفیت اور لائقِ نفست کرے کہ اس میں انسانی تکالیف کا کوئی مراد نہیں ہوگا اس کے کو آدمی ناامیدی کا شکار ہو جائے؟ کیا اسلام اور سمیت دونوں نے اس کی کچھ روک تھام نہیں کی؟ اس کی کیا وجہ کہ جن ممالک میں سمیت برسرِ اقتدار ہے وہاں خودکشی کا رواج ہے اور جہاں اسلام کی حکومت ہے وہاں اس کا اثر نسبتاً کم پایا جاتا ہے +

واضح ہو کہ جب زہرا معظم عراق نے خودکشی کی مٹی۔ تو انگریزی جرنل نے نہایت حیرت کے ساتھ یہ بات لکھی تھی کہ ایک مسلمان کے فعل کا ترک کرنا ہو کر۔ جو اسلامی ممالک میں شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔ سچی سچائی میں جو یہ ضرورت انگریز صلاحت پائی جاتی ہے اس کا باعث فارغ البالی یا بیگاری یا جاتی تکلیف نہیں ہے بلکہ اس کا سبب کچھ اور ہے۔ فارغ البالی اور بیگاری دونوں ہوا راضی نہیں اور یہ دونوں باتیں سچی ممالک کے علاوہ اسلامی ممالک میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اندر یہ حالات کیا وجہ ہے کہ اسلام نے اس بات کی کئی کئی کر دی۔ اور حقیقت حال یہ کہ اسلامی ممالک میں خودکشی بالکل معدوم ہے +

ایک نازل جرمِ مستشرق پروفیسر ایڈورڈ سچا نے اقم مضمون پر ایک مرتبہ لکھا تھا کہ اسلام کی مخصوص خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ اس نے مسلم کو ایسی قربات عطا کر دی ہیں کہ وہ دنیا کی ہر شکل کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ قرآن میں جو آیاتِ حرم ہیں۔ کہ کافر قتل نہ کرے۔ یعنی اللہ کی رحمت کے نام سے نہ کرے۔ اس نے بہتر سے مسلمانوں کو مجبور نہ کرنا خیال ہی سے باز رکھا ہے نیز انھیں نصرتِ مسلم کی حدیث ہے کہ جو کوئی خودکشی کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جائے گا۔ لوگوں کے اندر اس قدر محبت پیدا کر دی ہے کہ انھوں نے ہر قسم کی مشکلات کا ختمہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور انھیں ہر کار کا میاں بھی مل گیا ہے +

لیکن میں اس پر اس قدر اضافہ کرتا ہوں۔ کہ اگر اسلام نے خدا کا بہتر تر تحفہ اور ایسی توحید کی تعلیم دی ہے تو قرآنی الفاظ اور نہ ہی تعلیم دلاں میں جو ہوتے۔ اسی بات سے ہے کہ ایمان بالترحمہ انسان کے اندر زبردست جہالتی اور روحانی قوت پیدا کر دیتا ہے اور خدا کا ناقص تخمین جو عقیدہ تشکیک سے متبادر ہے، ہمیشہ اپنے ضمیر میں بڑی پیدا کرنے کا سبب ہوگا۔ یہ اعتقاد کہ خدا ایک ہے اور وہ جن ہے۔ یعنی ایسا خدا ہے جس کی رحمت اور شفقت ان لوگوں کے آفاق میں جو یہ کہے جن کیلئے ہم مستحق نہیں ہیں اور وہ رحیم ہے یعنی ایسا خدا ہے جو ہمارے غفل پر چند گونہ ثواب مرحب کرے گا۔ اور وہ مالک الملک ہے وہ فیہ وغیرہ لازمی طور پر ہمارے اندر محبت اور استغفال پیدا کر دے گا۔ اور اسی عقیدہ کو یہ ناپاک اور کینی دنیا ہمارے لیے کچھ پیوں کا موجب ہو جاتی ہے، اگر نہ اس کی گونا گونا گویا حتیٰ کنیاں تو ہم کو خدا کی راتوں میں دور کیا تے کیلئے آمادہ ہیں +

اس کے بالمقابل ایسا نہیب جو روزانہ زندگی میں داخل ہے۔ ہوشِ لامسمیت اپنے اندر وہ عناصر نہیں رکھتا جس کی بدولت انسان شفیق یا ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ اعتماد علی النفس تو توحید ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ جو کہ سمیت نوز توحید سے عاری ہے اسلئے جب کبھی ہمیں ایسی پروردگار کی مصیبت پڑتی ہے۔ وہ ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ اور خود کشی کر لیتا ہے +

یکھانے کیلئے کہ اسلامی توحید نے مسلمانوں کے قلوب میں کس حد تک اعتماد علیہ النفس کی صفت پیدا کر دی ہے۔ ہم اپنے ناظرین کی توجہ جنگ اور ڈراما کی طرف مبذول کرتے ہیں جو مسلمانوں نے جو صرف تلوار اور نیزہ کے مسلح تھے۔ برطانوی مشین گنوں کا بیخوف و خطر مقابلہ کیا تھا۔ اور جنگ کے خاتمہ پر ان کی نعشیں قطاروں میں ترتیب سے ساتھ پڑی ہوئی ملی تھیں۔ اور یہ بات آنحضرت صلیم کی وفات کے بارہ سو سال وقوع میں آئی۔ کیا کوئی مشرک قوم دیکھ کے پردہ پر ایسی ہوشیاری اور جان بازی کی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے؟ اگر کوئی شخص اس دلیری اور بہادری کو، ناعا قبت اندیشی سے تعبیر کرنے لگے تو تو یہ خود اسکی ناقابل عیب اور اس بات کی دلیل ہوگی۔ کہ وہ انسانی جذبات کی گہرائی سے ناواقف ہے۔

آخر میں مترن کہہ سکتا ہے۔ کہ ابھی مسلمانوں کو ان حالات سے سابقہ نہیں پڑا ہے۔ جو صنوعہ حرمت کے سلسلہ میں یورپ میں رونما ہو چکے ہیں۔ اور جب اندسٹر یلزم کی ہوا اسلامی ممالک میں چلیگی۔ تو مسلمانوں کی حالت مسیحیوں سے بھی بدتر ہو جائیگی۔ لیکن مترن کو معلوم نہیں۔ کہ اسلام نے دین اور دنیا دونوں کو اس طرح ہم آمیختہ کیا ہے۔ کہ مادیت کا کوئی اندیشہ ہی نہیں ہے۔ اور اندسٹر یلزم کے زنیق کا اگر کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ تو یہی کہ لوگ روحانیت کی جگہ مادیت کے غریبہ ہو جاتے ہیں۔ اگر مسیحیت نے مذہب کو ہفتہ میں صرف ایک دن کا عہد بنا دیا ہو تا تو وہ بھی اس فعل کی روک تھام کر سکتی تھی۔ جو شخص دن میں پانچ مرتبہ رحمن اور رحیم خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اسے خود کشی کرنے یا نا اُمیدی کی طرف مائل ہونے کا وقت ہی نہیں مل سکتا۔

گوشوارہ آمد فرج دی دو کنگ مسلم مشن اینڈ ٹریڈری ٹرسٹ لاہور باب ۱۹

رقم نمبر	ہندوستان انگلستان	پالی	آمنہ	روپیہ	تفصیل آمد	رقم نمبر	ہندوستان انگلستان	پالی	آمنہ	روپیہ	تفصیل خرچ
					آمد مشن ریلوی و کتب						اخراجات دو کنگ مسلم مشن اسلام آباد
					در ہندوستان						کتب: در ہندوستان انگلستان
۲۳۲۸	۱۳	۳			آمد ریلوے فٹنگ						میزان
					(سرمایہ محفوظ)						
					میزان						
۲۳۲۸	۱۳	۳									

آدیری فنانشل سکرٹری دی دو کنگ مسلم مشن اینڈ ٹریڈری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ لاہور

نقشه تفصیل از مسلم مشوا ابله که از نوای در هندون انگلستان ۱۹۳۱

تاریخ	روز	پای	روپیہ	تاریخ	روز	پای	روپیہ
۱۰۶۵	۳۰	۵	۵	۱۰۶۵	۳۰	۵	۵
۱۰۶۶	۱	۵	۵	۱۰۶۶	۱	۵	۵
۱۰۶۷	۲	۵	۵	۱۰۶۷	۲	۵	۵
۱۰۶۸	۳	۵	۵	۱۰۶۸	۳	۵	۵
۱۰۶۹	۴	۵	۵	۱۰۶۹	۴	۵	۵
۱۰۷۰	۵	۵	۵	۱۰۷۰	۵	۵	۵
۱۰۷۱	۶	۵	۵	۱۰۷۱	۶	۵	۵
۱۰۷۲	۷	۵	۵	۱۰۷۲	۷	۵	۵
۱۰۷۳	۸	۵	۵	۱۰۷۳	۸	۵	۵
۱۰۷۴	۹	۵	۵	۱۰۷۴	۹	۵	۵
۱۰۷۵	۱۰	۵	۵	۱۰۷۵	۱۰	۵	۵
۱۰۷۶	۱۱	۵	۵	۱۰۷۶	۱۱	۵	۵
۱۰۷۷	۱۲	۵	۵	۱۰۷۷	۱۲	۵	۵
۱۰۷۸	۱۳	۵	۵	۱۰۷۸	۱۳	۵	۵
۱۰۷۹	۱۴	۵	۵	۱۰۷۹	۱۴	۵	۵
۱۰۸۰	۱۵	۵	۵	۱۰۸۰	۱۵	۵	۵
۱۰۸۱	۱۶	۵	۵	۱۰۸۱	۱۶	۵	۵
۱۰۸۲	۱۷	۵	۵	۱۰۸۲	۱۷	۵	۵
۱۰۸۳	۱۸	۵	۵	۱۰۸۳	۱۸	۵	۵
۱۰۸۴	۱۹	۵	۵	۱۰۸۴	۱۹	۵	۵
۱۰۸۵	۲۰	۵	۵	۱۰۸۵	۲۰	۵	۵
۱۰۸۶	۲۱	۵	۵	۱۰۸۶	۲۱	۵	۵
۱۰۸۷	۲۲	۵	۵	۱۰۸۷	۲۲	۵	۵
۱۰۸۸	۲۳	۵	۵	۱۰۸۸	۲۳	۵	۵
۱۰۸۹	۲۴	۵	۵	۱۰۸۹	۲۴	۵	۵
۱۰۹۰	۲۵	۵	۵	۱۰۹۰	۲۵	۵	۵
۱۰۹۱	۲۶	۵	۵	۱۰۹۱	۲۶	۵	۵
۱۰۹۲	۲۷	۵	۵	۱۰۹۲	۲۷	۵	۵
۱۰۹۳	۲۸	۵	۵	۱۰۹۳	۲۸	۵	۵
۱۰۹۴	۲۹	۵	۵	۱۰۹۴	۲۹	۵	۵
۱۰۹۵	۳۰	۵	۵	۱۰۹۵	۳۰	۵	۵

نقشه نمبر ۲ تفصیل آندریز روستہ بابت ۱۸۹۳ء

[illegible]

نقشه تبریز تفصیل هر مسلم من اسلام را بدو کتب و ن نگاشته است و او گشتا بابت ماه اگست ۱۹۳۰

تاریخ	تفصیل حشر	پانی	آبہ
۱۴۶	بل تنخواہ علم ہندوستان بابت ماہ جولائی ۱۹۳۰ء	-	-
۱۴۷	بل امپروٹ و فٹر لاہور۔ بابت جولائی تفصیل ذیل ٹانکر ایک ۱۰۰ حصہ دہائی کے لئے فٹر لاہور۔ بابت جولائی ۱۹۳۰ء منظفہ ق جا آئے۔ اورتہ دہائی کے لئے فٹر لاہور۔ بابت جولائی ۱۹۳۰ء ٹانکر ایک ۱۰۰ حصہ دہائی کے لئے فٹر لاہور۔ بابت جولائی ۱۹۳۰ء بزرگ فٹریں ۱۰۰ حصہ دہائی کے لئے فٹر لاہور۔ بابت جولائی ۱۹۳۰ء	-	-
۹۹	بل تنخواہ علم ہندوستان بابت ماہ جولائی ۱۹۳۰ء	-	-

آسمانی بادشاہت

حقیقی تہذیب ہی کا دوسرا نام ہے اس تہذیب کی خصوصیات

ترجمہ مصنفین انگریزی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدظلہ العالی

تہذیب فطرت

أَلَمْ نَأْمُرْ اللَّهَ فَلَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ . مِيزَانُ الْمَلَائِكَةِ بِالرُّوحِ
 مِنْ أَمْرِهَا عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ هَآءِ أَنْذِرُوا أُمَّتَهُ
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ . خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَحْسَنِ مَا كُنْتَ تُظَنُّونَ .
 خَلَقَ مِنْ نَفْسِهِ نَفْسًا فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ . یعنی خدا کا حکم
 آیا ۔ پس اُس کے لئے جلدی نہ چھاؤ ۔ خدا کی ذات اُن کے شرک سے بالا تر ہے ۔ وہی
 اپنے حکم کو فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں جو جس کی طرف چاہتا ہے بھیجتا ہے ۔ کہ لوگوں کو اس بات سے
 آگاہ کر دو ۔ کہ ہمارے سوا کوئی اور معبود نہیں ۔ پس ہم کو ڈرتے رہو ۔ اس نئے کسی صلیحت سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تو
 یہ لوگ جود و مردوں کو اس کا شریک بنائے ہیں ۔ وہ اُس سے بالاتر ہو گئی نے انسان کو نطفہ پر پیدا کیا ۔ باایں ہر وہ ایک نہ ہو گا
 کھلم کھلا خدا ہی کے بارہ میں جھگڑنے (سورہ نحل آیت ۱-۴)

نہیں سمجھتا ہوں ۔ گزشتہ اوراق میں میں اعادہ و تکرار کا ترک کر چکا ہوں ۔ لیکن میں نے اہل اللہ ایسا کیا ہے ۔ میرا مقصد یہ تھا ۔
 کہ ان اعتراضات کا ازالہ کروں ۔ جو تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف کفر و فسق مذہب پر وارد کئے جاتے ہیں ۔ ان لوگوں کی نظر میں ”مذہب“
 کلام پر مبنی ہو چکے ہیں ۔ اور اب مذہب ایک غیر ضروری چیز ہے جسے بالائے طاق رکھ دینا چاہئے ۔ کیونکہ ہماری ہر موجودہ
 ضرورتوں کا مطلق حل موجود نہیں ہے بلکہ بالکل ناشی ضروریات پیدا ہو گئی ہیں ۔ اور انسانوں میں نئی صلاحیت کا نمودار ہو
 عوامہ ہر ایک ہمارے مذاق کا دائرہ بھی بڑھ گیا ہے ۔ اور اب ہمارے دلوں میں وہ انگلیں پیدا ہوتی ہیں ۔ جو ہر کسی کے ذلیل ہیں
 نہیں لگتی تھیں ۔ لہذا جس زمانہ میں ہمارے اندر عبادت کا رجحان اقامت کے احساس پر غالب تھا ! اس وقت مذہب بھی ہر وقت غائب

تھا لیکن اب موجودہ حالات میں سابقہ مذاہب بیکار ہیں۔ بلکہ ترقی میں شامل ہیں۔ ترک مذہب الٰہی ہے +
 بادی النظر میں تو یہ دلیل مذہب کے خلاف بہت معقول معلوم ہوتی ہے لیکن مذہب سلام پیسے طہر اس کا بلطمان کرے، مذہب
 علیہ السلام سائنس کا ساتھ دینے کی خاطر لیکن خود سائنس کا وجود مذہب سلام کا مڑوں حسان ہے۔ کیونکہ سائنس کا پہلا اصول
 جو حقیقت ہے، کا ابتدائی اصول یہی فطرت کا خادم انسان ہونا قرآن مجید میں بیان ہی تھیں ہوا کہ بلکہ قرون اولیٰ مسلمانوں
 کا جہاد یان ہاسی اور انکی تقلید تمام مسلمانوں نے کی ہے۔ لہذا اگر میں اسی مضمون کی طرف ایک دوسرے پہلو کی رجوع کروں تو اُسے
 کہنا طریق اس تکرار کو معاف کریں گے +

الہام مذکورہ بالا جناب مسیح کی اس دعا کے جواب میں نازل ہوا۔ ارجوان الفاظ میں مضمر ہے۔ ایذا اکاش تیری بادشاہت
 زمین پر قائم ہو جائے۔ اور تیری مرضی جیسی کہ آسمان پر پوری ہوتی ہے۔ جیسی ہی میں پہنچ پوری ہو۔ لیکن جو لوگ مذہب کائنات کی ہستی کا
 انکار کرتے ہوں۔ وہ اس دعا کے الفاظ کی قرار واقعی قدر در کریں لیکن عارفین کے لئے یہ الفاظ چنداں قیہ نہیں۔ وہ تو
 حقیقت کے جویا ہوتے ہیں۔ ہر شخص یقین رکھتا ہے۔ کہ فطرت (Nature) مقررہ قوانین کے ماتحت کام کر رہی ہے،
 اور ہم بھی اُسے شاعرانہ طور پر مخاطب کر سکتے ہیں۔ اور اسے عقلی صفات سے متصف کر سکتے ہیں۔ ایسا کرنے کی ہم کو معلوم
 ہو گا۔ کہ ہماری ساری تحقیقات کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم فطرت کی مرضی زمین پر قائم دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور ہم اس کے قوانین پر مزید
 اگلی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان پر کاربند ہو سکیں۔ اور خصوصاً تہذیب کے ضمن میں اس کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ
 خود فطرت نے ہی تہذیب کو نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ترقی دے کر پہنچایا ہے۔ اس کے جسے عناصر اس کے قبضہ اقتدار میں ہیں۔
 اور وہ سب مقررہ قوانین پر سختی کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ اور اس پابندی کی بذات ہمارے، بشمار فوائد کامر جب تک ہے۔ ہر منظر
 ایک مخصوص اثرہ میں عمل کرتا ہے اور اس کے جملہ افعال قانون کی متابعت میں ہوتے ہیں۔ ایک منظر دوسرے منظر سے متضاد نہیں
 ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن شریف میں الفاظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے +

والشمس تجري لمستقر لها، وذلك تقدير العزيز العليم، والقمر قدر ش
 منازل حتى عاد كالعرجون، التدوير، لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر
 ولا السيل سابق النهار، وكل في فلك ليمحون (سورہ یسین ۳۸-۴۰)
 اور سورج چلا جاتا ہے اپنی ٹھہری راہ پر۔ یا سادھا اگر اُس زبردست باغبر کا اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہے منزلیں یہاں تک کہ
 پھر آرا جیسے ٹپنی پڑتی نہ سورج کو پہنچے۔ کہ پکڑے چاند کو۔ اور نہ رات آگے بڑھے دن ہو اور نہ کوئی ایک ایک گھیرے
 میں تیرتے ہیں +

ہم بھی اسی طرح عناصر فطرت پر اقتدار حاصل کرنے کے آرزو مند ہیں۔ اور ان تمام قوانین کو معلوم کرنا چاہتے ہیں جو ان پر حکومت کرتے ہیں۔ یعنی ہم وہی طریق اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ جو فطرت اس کائنات میں ملحوظ رکھتی ہے۔ اگرچہ ہم کو اس پیش میں قدمے کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن وہ کامیابی محض مادی ہے۔ اور اس کامیابی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انسانی تکالیف میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آج ہر ایک شخص دوسروں کے ساتھ برسرِ یکا نظر آتا ہے۔ اور سرِ مایہ دار اور مردِ در باہم جنگ آزمائی میں مصروف ہیں۔ اور اگر اشتراکیت کا بس چلے تو ملوکیت کا نام دنیا کی مٹا دے۔ یا تحت اقوامِ غلامی کو رنگ لگائی ہیں۔ اور جسے اوسس آزادی کی پوشش کر رہی ہیں۔ ایک قوم دوسری قوم کے خلاف چڑھ رہی ہے۔ غرض کہ دنیا میں کسی جگہ امن و امان نظر نہیں آتا۔ لیکن خاموش فطرت میں یہ بات نہیں کہ وہاں تو ہر فرد اپنی قسمت پر صابر و خور نظر آتا ہے۔ اگرچہ کائنات میں خواص متضادہ پائے جاتے ہیں لیکن وہ مہذبہ آہنگی کے ساتھ کام کرتے رہتے ہیں۔ یعنی وہ خود ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی زندگی بسر کرنے کا موقع دیتے ہیں۔

اقسوس کہ اس قانون میں اگر استثناء ہے۔ تو حضرت انسان وہ کائنات میں بد نظمی پیدا کرنا رہتا ہے۔ اگر فطرت کی اسی دستگیری اور زنجیر کی دکھائیں تو ہم بھی اس کائنات میں نہایت امن کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ پس اگر ہم حقیقی کامیابی حاصل کرنی چاہتے ہیں۔ تو جس طرح ہم نے دنیا میں اس کی تقلید کی ہے۔ اسی طرح اخلاقیات اور روحانیت میں بھی اس کی پیروی کرنی چاہئے۔ لیکن فطرت بذاتِ خود غیر ذی شعور ہے۔ اور قوانین کی موجودگی کائنات کا ان پر کاربند ہونا نیز ہر جگہ اخلاقی نظام کا پایا جانا نہیں ایک مدرک اور ذی شعور ہے۔ پر ایمان رکھنے کیلئے مجبور کرتا ہے۔ اسلام کی مصطلحات میں اس استی کا نام رب ہے جو ہر شے کو پیدا کرتی ہے۔ اور کامل قوانین کی مدد کران پر حکومت کرتی ہے۔ اگر اس فطرت کی جگہ غلطی ہے۔ لکھ دوں تو معاملات میں کام کرنے والوں کو لازم ہے کہ اس استی کے ان قوانین کو دریافت کریں جن کی بدولت وہ استی کے مہذب بن سکتے ہیں۔ یعنی انسان خدا کی سنت کا علم حاصل کرنے کی بدولت خلیفۃ اللہ علی الارض بن سکتا ہے۔ اگر ہم خدا کے اخلاقی اصولوں کو اسی رنگ میں اختیار کر لیں۔ جب رنگ میں مادیاتی کے اصول اختیار کئے ہیں تو یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ کثافت اور مصیبت دونوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور خلافتِ اُمّیہ دنیا میں قائم ہو جائیگی جس کا ذکر قرآن مجید آیا ہے۔ اور جنابِ مسیح کی دعا کے صحیح معنی اگر ہو سکتے ہیں تو یہی ان کا مطلب نہ تھا کہ وہ خود اس دنیا میں دوبارہ تزیین نہ لائیں اور عدالت کی کرسی پر بیٹھنے کے بلکہ وہ تو اس دن کے منتظر تھے۔ جبکہ انسان خود خدا کا نائب بن جائے گا۔ اور کائنات پر حکمرانی کرے گا۔ مقصد عظمیٰ ان تین شرائط کے پورا ہونے پر حاصل ہو سکتا ہے۔ :-

(۱) پہلے ہم کو جمیع مظاہر کائنات اور ان کے قوانین کا صحیح علم حاصل کرنا چاہئے جسکے ماتحت وہ مظاہر ہر پاتھتے ہیں۔

(ب) دوسرے کو چاہئے کہ ہم اپنی نفسانیت پر غالب آئیں (ج) اتیسرے ان خلاق فاضل کو اپنا دستور العمل بنائیں جن کا تہذیب بنائے ہوئے اور آیات مذکورہ بالا جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ جناب مسیح کی دُعا کے جواب میں نازل ہوئی ہے اور کلا۔ ان میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے زمین و آسمان کو ایک خاص مصلحت کے ماتحت پیدا کیا ہے یعنی ان کی تخلیق ایک مقصد کے تحت کی گئی ہے۔ اللہ ان میں جو کچھ بھی ہے۔ وہ انسان کے فائدہ کیلئے بنایا گیا ہے۔ آیات باہر میں ان طریقوں کا تذکرہ چون کی بدولت ہم فطرت کو اپنا خادم بنا سکتے ہیں +

ثانیاً۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ انسان کھلم کھلا جھگڑاؤ ہے۔ یہی سہمیت پائی جاتی ہے۔ اور خدا کا نائب بننے سے پہلے اس کو لازم ہے کہ سہمیت کو انسانیت میں تبدیل کرے +

ثالثاً۔ ہم کو توحید باری تعالیٰ پر بصیرت قلبیہ رکھنا چاہئے کیونکہ اسی اعتقاد کی برکت ہم میں وہ قابلیت پیدا ہو سکتی ہے کہ ہم خدا کی بادشاہت میں دنیا میں قائم کر سکیں +

انسان کے قلب پر نفوذ توحید کو پورے طور پر قائم کرنے کی ضرورت سلطنت پیش کی ہے کہ کائنات میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان نے غلطی سے معبود ٹھہرا دئے کھانا کھانا۔ اس کے مرنے ان تمام معبودان بطلہ کو درجہ الوہیت سے ساقط کر دیا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اعلان کیا۔ اللہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے جن کو تم خدا میں اس کا شریک قرار دیتے ہو علاوہ بریں توحید باری ہیں یہ کھاتی ہے کہ ہم ان تمام طریقوں کو قطع تعلق کر لیں جو سنن الہیہ کے خلاف ہیں یا اور اپنے آپ کو الہی صفات سے متصف کر لیں صرف یہی صورت میں خدا کا جلوہ اسی دنیا میں ظاہر ہو سکتا ہے اور اس کی ترویج کا روزگار کر سکتی ہے اور اس کی بادشاہت میں دنیا میں قائم ہو سکتی ہے +

مگر اس بنا پر کہ کوئی صداقت ان الفاظ میں ان کی گئی ہے جو ہمیں پسند نہیں ہیں اس صداقت سے روگردانی نہ کریں یہ کہ ہم کو الفاظ کے پردہ میں جو حقیقت مضمر ہے اس پر غور کرنا چاہئے۔ اور اس ضمن میں ایک لمحہ میں یہ سوال کتنا ہوں کہ کیا اس حقیقت تک پہنچنا ہمارے لئے ممکن ہے؟ خواہ ہر عقائد کچھ ہی کیوں ہوں اس میں شک نہیں کہ ہم منتخب یہ فطرت اور تخلیق خلاق کیلئے گوشاں ہیں۔ بیوقوفوں باتیں ہمارے مقصد حیات ہیں۔ اور انہی کے حصول پر ہماری تہذیب کے مرتبہ کا کا انحصار ہے + باغیہ تاریخ میں بتائی ہے کہ بغیر داد آسانی انسان اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کے عزول کے پہلے انسان تاریکی میں مبتلا تھا۔ اور اگر وہی قرآنی کا مقصد مشرعی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کہتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کتاب نے بنی نوع آدم کی سب سے بڑی ضرورت کو بدرجہ اتم پورا کر دیا۔ اندریں حالات مذہب کو خیر سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ مذہب نے اسلام کی شکل میں جلوہ گر ہو کر انسان کو صحیح رہنے پر لگا دیا۔ جس میں اپنی منزل مقصد

کو بیچنے لگتا ہے۔ جن باتوں پر ایک شخص مذہب کو حقیر سمجھتا ہے، اسلام میں ان کو مطلق گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں کہ اسلام ہی پہلے
 جس قدر مذاہب پیدا ہوئے ان کی آئندہ جگہوں کے تحت انسانی ترقی بڑی حد تک رک گئی۔ کیونکہ ان مذاہب کے
 خلاف فطرتِ صبروں کی تلقین کی ہو لیکن یہ باتیں سچی ہی میں آدھیں سکتیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی کہ ہم بطور خود تحقیق
 کریں یہ صداقت کو دریافت کریں یہ صدمت نہ رہے قطع نظر کر کے ہم کو تہذیبِ تمدن کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔
 کیا ہم ان کی ترقی یا نشوونما کی مثالیں کسی ایسے منزل کا پتہ دے سکتے ہیں جبکہ کوئی ایسی صداقت نہ رہے علیحدہ انسان
 کے قلب پر جو گہرائی ہو جس کی بناء پر تہذیب و تمدن میں ترقی ہوئی۔ اس کے عکس وہ صداقت صرف قرآنی اوراق
 میں بیان ہوئی ہو اور اس کی وجہ انسان کی ذہنیت میں تبدیلی اور نہ ہی تخیل میں ترقی رونما ہو گئی ہو اور اس کی وجہ مذہب کی بدولت
 میں بھی متاثر ہو گئی ہو اسلام ہی پہلے مذہب کو صفتِ حیا بلکہ الموت سے متعلق سمجھا جاتا تھا۔ لیکن قرآن مجید نے
 بتایا کہ مذہب نیا دینی فلاح و بہبودی کا بھی بہترین ذریعہ ہے +

پس میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس صداقت کا عشرِ عشر بھی انسان کو مذہبِ اسلام ہی پہلے معلوم تھا؟ اسلام سے
 پہلے دنیا میں مختلف قومیں برسرِ عروج آئیں لیکن باوجود تہذیب و تمدن میں ترقی کرنے کے وہ سب کی سب سرک نہیں مبتلا تھیں۔ اور
 کائنات کے جملہ عناصر جو دراصل سماں و غلام ہیں ان قوموں کے خدا اور معبود تھے لیکن وحیِ سمائی نے انسان کو عقلی سوچاگاہ کیا۔ اگر
 مندرجہ ذیل الفاظِ خدا کی طرف سے نہیں تو پھر عرب کے ایک نبیؐ نے اس طرح اس قوم کو ترقی اور تہذیب کی بلندی پر پہنچا دیا جو صدیوں
 سے خوابِ غفلت میں گرفتار تھی۔ اور اس طرح وہ راز معلوم کر لیا جس کی بدولت کل انسانیت کا آئندہ نواؤں کا تبدیل ہو گیا؟
 آپ صاف الفاظ میں اعلان فرمایا۔ اللہ الذی خلق السموات والارض وامن السحاب وما فیہا خیر
 من الثمرات ربنا قال لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامره وسخر لکم الالہات لتہاروا وسخر لکم
 الشمس والقمر دابین وسخر لکم اللیل والنہار وانشکر من کل ما سالتہم و
 ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوها ان الالہات لظلمات کفہار (سورہ ابراہیم آیات ۳۲-۳۴)
 یعنی اللہ ہے جس نے بنیا آسمان و زمین اور آسمان و آسمان کی پانی پھر اس کو نکال کر روزی تمہاری اور صبح اور کام میں ہی تمہاری کشتی
 کہ چلے دی اس میں کے حکم اور کام میں تمہارے نہریاں اور کام میں لگائے تمہارے درج اور چاند آئندہ دستورِ پروردگار میں
 لگائے تمہارے ان اور دن اور دیا تم کو ہر ایک چیز میں جو تم نے مانگی۔ اور اگر گنوا احسان اللہ کے نہ پوئے کہ سو بیشک انسان
 ہے بڑا کائنات اور ناشکر گزار +

تیز فرمایا۔ وسخر لکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی

ذَٰلِكَ لَا يَأْتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأْنَا فِي الْأَرْضِ مَخْلِفًا لِّوَالَتِهَا ۚ إِنَّ رِزْقَ
ذَٰلِكَ لَآيَةٌ لِّقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لَنَا مَخْرَجًا ۖ وَجَعَلْنَا فِيهِ
مَجْمَعًا لِّطَرِيقِهَا ۖ وَتَنْخَرُجُوا مِنْهُ حُلِيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَىٰ فِي الْفَلَاحِ مَوَازِينَ ۖ
وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَالْقَلْبُ فِي الْأَرْضِ رَاسًا ۚ إِنَّ تَمِيدَ بَيْتِهَا وَنَهَارًا
وَسَبِيلًا لِّعَلَّكُمْ تُفْقِدُونَ ۝ اِنَّمَا يَخْلُقُ مَنْ يَشَاءُ ۚ فَلَا تَذْكُرُونَ ۝
اس سورہ نحل آیات ۱۲-۱۷ یعنی کام لگائے تمہارے رات اور دن اور سوچ اور چاند اور تارے کام میں لگے ہیں اس کے حکم سے
اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو سمجھ رکھتے ہیں اور جو کچھ بہرہ نمائے واسطے زمین میں نئی رنگ کا اس میں نشانی ہے ان لوگوں کو
جو سوچتے ہیں اور وہی جو جس نے کام لگایا دریا کو کھاؤ اس میں رنگ و گوشت تازہ اور کالوس کو گنا جو پہنتے ہر آدمی کے کشتیاں
پھاڑتی ہیں ان میں اور واسطے پر تلاش کرو اس کے فضل کر اور شایہ صاف مانو اور ڈالے زمین میں بوجھ رکھی جھک پڑے
تم کو لیکر اور نیاں بنائیں اور راہیں بنائیں راہ پاؤ..... کیا جو سپید کرے برابر کرے جو کچھ نہ سپید کرے کیا تم سچ
نہیں کرتے ؟

ان آیات میں کوئی مفید شے بیان کر خارج نہیں رکھی گئی ہے۔ ہر شے کا جو ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے ان میں بیان کر دیا گیا ہے
ہماری ضرورت بڑھتی جاتی ہے۔ اور آئندہ مزید اضافہ کا امکان ہے، کیونکہ بعثت نبوی کے زمانہ کی انہیں اضافہ ہوتا چلا آیا ہے لیکن
آیات مذکورہ میں کونجی موجود ہے جس کی مدد کر ہم خزانہ کے صندوق کو کھول سکتے ہیں اور اپنی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں لیکن یہ آیت
ہمیں ہر علم اور ہر فن کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہے جس میں علم مجموعہ اور فن جہاز رانی بھی شامل ہے اور سب سے قابل ذکر یہ ہے
کہ اس قسم کی جہاز یا ان الفاظ پر ختم ہوتی ہیں۔ ان آیات میں سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں یا ان آیات میں ان لوگوں کے
نشان ہو جو غور و فکر کرتے ہیں یا جو عقل و فہم کے کام لیتے ہیں غیرہ وغیرہ لیکن غور و فکر اور عقل و فہم کی قوتیں اس وقت تک نشرو نہیں
پا سکتیں جب تک ہم شجر علم کا پھل نہ کھائیں۔ اسی کو علم حاصل کرنے کا حکم پہلے دیا گیا تھا۔

اقراء باسم ربك الذي خلق..... اقرا وربك الذي علم بالقلم
علم الانسان ما لم يعلم (سورہ علق آیات ۱-۵)

پڑھ اپنے رب کے نام سے بنایا..... پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے (اور سکھایا۔
آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔ نیز قرآن پاک نے جہاں فرشتوں پر انسان کی برتری کا ذکر کیا ہے
انسان کو محروم اور فرشتوں کے خادم قرار دیا ہے تو اس فوقیت کو محض علم پر مبنی کیا ہے یعنی انسان کو کائنات میں مختلف

اشیاء کا علم حاصل کرنا اور یہ بات ملائکہ میں موجود نہیں ہے +

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص طلب علم کو ستھارہ ننگی قرار دیتا ہے، وہ کبھی مرتا نہیں“۔ اور جو شخص علماء کی عزت کرتا ہو ۲۰ ہیری عزت کرتا ہے، اور علم طلب کرتا ہو مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اور علم طلب کر دے خواہ وہ **چین** ہی میں کیوں نہ ملے، اور علماء کی تقریر سننا اور اس کو دوسروں تک پہنچانا مذہبی عبادت کے بدرجہا بہتر ہے۔ اور یہ کہ عالم کی ودات کی دشمنائی شہید کے خون کی بھی زیادہ پیہم ہے؟ اور یہ کہ جو شخص طلب علم میں اپنا گھر یا وطن ترک کرتا ہو۔ وہ خدا کی راہوں پر گامزن ہوتا ہو؟ اور یہ کہ علم حاصل کر دے کیونکہ اسی کی بدولت انسان نیک و بد میں امتیاز کرتا ہے۔ علم بہشت کی راہ کو روشن کرتا ہو؟ صحرائیں رفاقت کرتا ہو؟ تنہائی میں ہمارا مقبس بنتا ہو؟ جب ہمارا کوئی دوست نزدیک نہیں ہوتا تو علم ہمارا ہمیشہ ہوتا ہو؟ راحت کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟ مصیبت میں ہماری ہمت بندھاتا ہے۔ دوستوں کی مجلس میں زیور ہو۔ اور دشمنوں کے مقابلہ میں سپر وغیرہ وغیرہ +

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس الفاظ راہِ گمان نہیں گئے۔ تحصیل علم ہر مسلمان کے نزدیک ایک فرض منصبی قرار پالیا۔ اسلام ہی پہلے مجملہ تھا جسے علم کے مستقل ایک کامل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی بلکہ مسیحیت میں تو علم ایک شجر ممنوعہ تھا۔ دلچسپاں ہے کبھی علم و مشن مغرب کا اظہار کیا تھا۔ یا بعض اوقات تخاصل برتا تھا۔ اگر وہ مذہب جو جناب اللہ سے کادری ہو۔ اس تحفہ آسمانی کی توفیق نہ کرے بلکہ اسکی اشاعت میں سرگرم نہ ہو؟ جو انسان کو حیوان کو ممتاز کرنا ہو۔ تو کوئی مجھدار آدمی اس مذہب کو لائق تحسین قرار نہیں دے سکتا۔ اس شخص کو میری مراء عقل یا ضمیر ہو۔ اور علم اس قوت کی غذا ہو۔ لیکن افسوس کہ رے کر عیسائی، مسیح کسی نبی نے علم کی تحصیل کے مستقل کچھ تلقین نہیں کیا۔ دوسرے مذاہب کے محققین میں بھی نقص موجود ہو۔ اگرچہ قدیم زمانہ کے ہندوؤں نے بعض علوم تحصیل کئے تھے لیکن فیصل صرف نہ پڑتوں تک محدود تھا۔ قدیم تہذیبوں میں تحصیل علم پر زور نہیں دیا گیا یہ غرض کہ صرف نبی کریم ہی نے علم کو ایک مسلمان کا جود و ایمان قرار دیا۔ آپ خود نہ تو لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا، لیکن آپ نے عامۃ الناس کی توجہ نہایت مشدود کے ساتھ دوشن خواندگی کی طرف مبذول کی۔ آپ نے انسان کو نفس پرستی میں مبتلا پایا۔ اور اس کا علاج تحصیل علم قرار دیا۔ آپ نے عیسائیوں نے آپ کی نصیحت کریدل جان قبول کیا۔ اور مسائش کی مملکت میں داخل ہو گئے۔ اور یہ جیسے اس حکمرانی کرنے لگے۔ ان کو مکمل کیا گیا تھا۔ کہ نئے علوم دریافت کرو۔ اگرچہ اسلام کے پہلے بعض لوگوں نے بعض علوم مخفیہ کی طرف توجہ کی تھی۔ اور اُسے وحانیت تعبیر کیا تھا لیکن انسان ان خبروں کی طرف مائل نہ ہوا تھا جو زمین و آسمان میں پائی جاتی ہیں فطرت حسن اور شوکت و کبر پر تھی۔ لیکن ہزار ہا سال تک کسی کی توجہ ان باتوں کی طرف نہ ہوئی۔ یہ گھٹان عرب کے عظیم انسان زرتشت نے انسان کی توجہ حقیقت کی طرف مبذول کی کہ فطرت ایک کارگاہ ہے جس میں ہزاروں خوبیاں مضمر ہیں۔ اور زمین و آسمان انہودی نعمتوں کی بھرپور بڑے ہیں۔ آپ نے

ہمارے اند فطرت کی جو بے سرحود و سرحکم صلیت پیدا کر دی آپ نے دنیا کو تکلیف دہ نہیں کیا۔ جیسا کہ پہلے ہو چکا تھا۔ اور اکیس سو لوگوں کی جالی حرمہ ہو گئی تھی غیر فطری عقاید نے انسان کو تنہا دنیاوی خوبیوں کے بے تعلق کر دیا تھا لیکن انسانیت کے اس محسن عظیم نے فرمایا: ”تو کہ اس نے اللہ کی نعمتوں اور زمینوں کو تم پر حرام کیا ہے؟ جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں اور پیسے کھانے میں لکھا ہوں کہ یہ ان لوگوں کیلئے ہیں۔ جو ان دنیا کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں (قرآن مجید ۱۲: ۱۲۲)

یہ پیغام مذہب کی تاریخ میں ایک نئی بات تھی مسلمانوں نے اس کو نبرد رستا اور کائنات میں جو کچھ ان کے مفید مطلب ہو سکتا ہے اس کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ انھوں نے ان علوم کی تحصیل شروع کی جن کی بدولت وہ اس نئی مہم میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ گویا جدید سائنس کی بنیاد قائم ہو گئی +

اسلام سابق نظام علمی اور جدید طریق تمدن کے درمیان ایک بلند امتیازی نشان ہے۔ پہلے زمانہ میں تحصیل علم صرف مذہبی طبقہ سے مخصوص تھی۔ اور یوں علم کو صرف مسندوں اور محابہ کی چار دیواری تک محدود رکھتے تھے فلسفین و فنگھانیوں اور ایسے مسائل میں تھمک رہتے تھے جو ملی زندگی میں چنداں سود مند نہ تھے اسلحہ نے تمام کائنات کو انسان کے حاکم کیلئے وقف کر دیا مسلمانوں نے یورپیتاؤم کو بطلمیوس اقلیدس اور ارسطو کے فلسفہ کو ہی اگاہ نہیں کیا۔ کیونکہ انہیں یورپ کے نزدیک کسی علم حاصل کرنا مجرم تھا یا اور اس کو فلاسفہ قتل کا شکار ہو گئے تھے بلکہ انھوں نے خود بھی علم ماضی میں حیرت انگیز تر قیام کیا۔ ان کے علاوہ انھوں نے تین شعبوں میں نمایاں ترقی کی (۱) انھوں نے اس علم حکام کو اور سرورندہ کیا جس کو یونانیوں کی شبی اور رومیوں کی عدم توجہ نے بالکل ناکارہ کر دیا تھا (۲) انھوں نے ریاضی اور اس کے متعلقات کو از سر نو من کیا (۳) انھوں نے علم طبیعت کی بنیاد ڈالی جس کی طرف یونانیوں نے توجہ کی تھی مگر وہیں نے +

مسلمانوں نے علم طب اور اس کے متعلقات میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اور جبکہ غیر مسلم امراض کے دوا کیلئے چرب اولیائوں کی درگاہوں پر جایا کرتے تھے مسلمانوں نے امراض کے علاج کیلئے شفا خانے قائم کر دیئے تھے ابتدائی اسلامی سلطنت میں شفا خانے اور محلج بکثرت موجود تھے صرف بغداد میں آٹھ سو تھوڑے۔ سند طباء موجود تھے۔ یہ اناتسکے کو بھی شفا خانے قائم کئے گئے۔ طباء و دوا ساز دونوں کی خوب گرم بازاری تھی مسلمانوں نے علم کیمیا علم جبر و مقابلہ علم ہیئت علم مثلث علم اویست اور علم المراتب وغیرہ ان علوم کو یا تو ایجاد کیا یا ان کو ترقی دی علم زراعت اور علم ہزارانی کو بھی بہت مست عطا کی۔ انڈی آنا را اسلامی تاج بھی بائبل سے مسلمانوں کی ترقی کے گواہ ہیں جو انہوں نے قرآن پابندی میں حاصل کی تھی پہلی صدی ہجری ہی میں مصر کا زر مئی بقبہ پہلے سے پانچ گنا زیادہ ہو گیا تھا۔ اور یوں سو کوئی اڈرنگ کا پودہ پہلے سول یورپ میں گیا تھا۔ ریشی اور سوئی پاروں کی طیارے چھینٹوں پر فتنہ نکھارا اور کپڑوں کا رنگ مین بلان بستتوں کے ہیں جن کو عربوں نے عروج دیکر درجہ کیل تک پہنچا دیا تھا۔ وہ لوگ صرف شیشہ

طیاً کرتے تھے۔ بلکہ اس کے اندر ابابہہر پلٹ کر ابھی جانتے تھے خلیفہ ماموں کے زمانہ میں نبوئی جہاز بنانے کا بھی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن پہلا کارگر ابو الکاسم اس سلسلہ میں نبوئی جہاز بننے لگا رہا۔ اس کے بعد پھر کسی نے توجہ نہ کی۔ یہیں اس ضمن میں مزید غور و زماں نہیں کرتا۔ اگر ناظرین قرآن مجید کی مذکورہ آیات کو غور و نظر دیکھیں تو ان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے سائنٹیفک تحقیقات کس حد تک کی ہیں۔

”عقلمند لوگ جب میں آسمان کی جادو پر غور کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جسے خدا نے یکا رکھنا دیا لیکن انہیں جانیات پر نام پاک اور بلند ہو چکا۔ اس آیت کے یہی معلوم ہو سکتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہیں نظر آتا ہے وہ ہمارے فائدہ کیلئے ہے اور ہم کی کئی ذکوئی صلاحت ضرور پوشیدہ ہے گیا اس آیت کی گردن کا کائنات منیر الی نور سٹی اور ہر ذرہ منیر لکنا ہے پس کوئی تعجب نہیں اگر اس زما میں عجلہ قرآنی علما نے تحصیل علوم کی طرف دلوں کو راغب کیا تو محمد علم وفنون میں ایک صیرت انجیر العلماء دعا ہو گیا کہ ہر مذکر مسلمان قرآن مجید کے الفاظ کو منجانب اللہ عقین کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں +

یہ سچ ہے۔ کہ میں نے اس جگہ صرف مادی ترقی کی مثالیں دی ہیں۔ لیکن مادی ترقی پر تہذیب کا اصل مہم
ہے۔ اور اس کا ہر اسباب پر فخر کر سکتا ہے۔ کہ اسی نے سب سے پہلے پھول کو تیار کیا۔ لہذا مادی پہلو سے
بھی ”تہذیب“ انسانیت کے حق میں ایک نعمت محض ثابت ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی ملاحظہ فرما کر کہ ابھی تک
ہم کو تہذیبی و تہذیب کے اس بلند مقام پر نہیں پہنچے ہیں۔ جہاں کو ترقی تعلیمت ہمیں لے جانا چاہتی ہیں۔ کتنا بال اللہ کہتی
ہے۔ کہ چاند اور سورج بھی ہمارے خادم ہیں لیکن ہم ابھی تک ان کو اپنا خادم نہیں بنا سکے ہیں۔ مثلاً ہم چاہتے ہیں کہ سورج
ہمارے کھیتوں میں جل جائے۔ اور اس کی گرمی سے لے کر کھانا پکانے کے لیے تک بجلی بھی ایک نعمت ہے لیکن ابھی
ہم کو چاندنی کی بھی ضرورت ہے۔ کہ وہ بجلی کی روشنی کی قانم مقام ہو جائے۔ ابھی بدولت نہ صرف ہماری نگاہ بجلی کی
نقصان دہ چمک سے محفوظ ہو جائیگی۔ بلکہ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک اور طاقت بھی نصیب ہوگی۔ یہ ان قوانین
میں سے چند ایک ہیں۔ جو ان دونوں ابراہامی مذاہب کے انسان کو پہنچ سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ آسمان اور زمین میں لکھوں
چیزیں ہمارے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہیں۔ انسان ایک حد تک اس راز سے واقف ہو گیا ہے لیکن تمام
تعلیمت اس قوت کیلئے مخصوص ہے جس نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا۔ وہ قوت اس کا ہر جسم جس نے تمام مذاہب
مجاہد کو انسانی ترقی کیلئے بنایا۔ بھول دیا۔ گویا اسلام نے اپنی خوبیوں کی بدولت ”تہذیب“ کو ان الزامات سے
بری الذمہ ثابت کر دیا۔ جو تمدن کی طرف اس پر عائد کئے گئے ۱۰

جنگ عظیم کے نتائج بالحد

سلسلہ اشاعت اسلام، ریویو، جون ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۴۱

ترجمہ منظر انگلوی جناب شیخ منیر حسین صاحب، قندھار پریسٹریٹ لاہور پریس گورنمنٹ پبلشرز لاہور

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آج بھی بہترین معلم سیاست ہیں

سیاسی معاملات میں بھی دنیا کی جدید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ اصولوں پر کبھی امر کا اضافہ نہیں کیا۔ یہ تو بیجا چودہ سو سال گزرنے کے جبکہ شخصی حکومت ناجائز و ردی ٹہری، مراعات خصوصی کا خاتمہ ہوا۔ اور ایک عالمگیر ضابطہ تعاون دنیا میں خالص کیا گیا۔ قانون کی حکومت دنیا میں قائم کی گئی۔ اور جمہوریت کی قیادت سیادت قائم کی گئی۔ ہر گز اب تک اس غلط خیال میں مبتلا ہیں کہ جمہوریت کا عروج اور اس کے تین اہم اصولوں کی ترویج انقلاب فرانس کی شرمندہ احسان ہے لیکن حقیقت یہ کہ جمہوریت اودا اسکے اصول ثلاثہ یعنی آزادی، اخوت اور مساوات آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا میں قائم کئے گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوی اور رسول ہونے کے علاوہ مدبر اور مفکر بھی تھے جمہوریت کے اصول اس قوم میں کامل طور پر مروج کر دیئے تھے جسے آپ نے دنیا کیلئے نودہ بنایا تھا۔ آپ نے جمہوریت کی بنیاد ہی نہیں ڈالی بلکہ اس کے اصول بھی مدون فرمادیئے، مکمل پنچ اور دیگر لوگوں کی اقوام اور اہل امریکہ سب کی زبانوں پر جمہوریت اور اسکے اصولوں کا چرچا کر سیکرٹن میں کرکھی نے آج تک ان اصولوں کو غشی جامہ نہیں پہنایا۔ ہر گز اس کے جیسا کہ خود پروفیسر لیکتیکم کہتے ہیں: ”ایک عجیب بات ہے کہ جس زمانہ میں ایک دنیا غلامی کی لعنت میں گرفتار تھی اسلام میں آزادی، اخوت اور مساوات کا پرچم لہرا رہا تھا۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جمہوریت کے لفظ و نام کا کافی اور قرار دینی مفہم لیا ہے۔ بعد دنیا میں سوشلزم کی بنیاد قائم کی۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے سوشلزم کو ایک قدم آگے بڑھا کر کمیونزم بنادیا۔ پروفیسر لیکتیکم لکھتے ہیں: ”حضرت عمرؓ نے ایک مجلس جنگی اور مذہبی جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس جمہوریت میں ہر طبقے کے اصولوں کی پابندی نہایت سختی کے ساتھ کی جاتی تھی۔ خود خلیفہ ایسی سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ جیسے کہ اس کا ادائے فرائض اور مال غنیمت کی بدولت جو رقم حاصل ہوتی تھی۔ وہ عیال کی تنخواہوں پر صرف ہر جاتی تھی۔ اس مشاہیرہ میں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی شامل تھے اور صیقلہ مال میں انفاق ہوتا تھا۔ اسی قدر و ظائف میں بھی عام مہول پہنچا۔ کہ جو کچھ نفیم یا رعایا کو حاصل ہو وہ یکساں طور پر ہر فرد ملک کا حق ہے۔ لہذا ضروری اخراجات کے بعد جو کچھ پائنا ہوتا وہ جملہ افراد میں سادی طور پر تقسیم ہو جانا چاہیے۔“

آج یورپ اور امریکہ کے لوگ اشتراکیت کو ہوا سمجھتے ہیں۔ اور غالباً ٹولڈی کی کابھی غیال تھا جو اس نے لکھا ہے۔ کہ اس جنگی اشتراک کی نظام حکومت کا زوال اگرچہ اسلام کے حق میں مصرتاً بہت ہوا۔ لیکن دنیا کیلئے مفید۔ اور پروفیسر تڈ کورکی نے اس میں اس کے اسباب زوال میں سے ایک سبب یہ تھا۔ کہ یہ اصول کہ غیر عرب بھی عربوں کے مساوی الدردہ ہوں قابلِ عزت نہ تھا۔ ٹولڈی کی بھی مثل دوسرے یورپیوں نے ازاں کے اس خطبہ میں مبتلا ہے۔ کہ اسلام ایک جنگی مذہب ہے۔ خطبہ ایک مضمون ہے۔ اور چونکہ اس جگہ اس کے عناصر کا موافق نہیں۔ اس لئے صفریہ کہنا کافی ہے۔ کہ اسلام تو امن اور صلح کا علمبردار ہے۔ اسلام کے خدا کا اصول تو امن ہے۔ کیونکہ سلا م قوس صلا من رب الرحیم سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رب رحیم کو قول سلامتی ہے۔ عین سو سال کے بعد اصول اشتراکیت کو از نو آئیا جا رہا ہے۔ جس میں ہنر کی نظام حکومت قائم ہوا ہے۔ لیکن انہوں نے کہ غلط اصولوں پر کاربند ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوشلزم اور موجودہ طریق اشاعت سوشلزم میں بعد المشرقین ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق اشاعت اشتراکیت اور موجودہ طریق میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ طریق اشاعت کے علاوہ اصولوں میں اختلاف پایا جاتا ہے +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف افراد کے کیریئر کو درست کر کے سوشلزم کی مبنیاد قائم کی تھی یعنی مملکت میں جس قدر افراد تھے۔ خواہ وہ کسی طبقہ درجہ قوم یا قبیلہ سے ہوں ان سب کو انفرادی طور پر بلند کر کے اس قابل بنایا گیا تھا۔ کہ سوشلسٹ مملکت تو قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن افراد کے کیریئر کو بلند کرنے کیلئے کوشش نہیں کرتے، حالانکہ یہ بات مقدم ہے +

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعتی تنازعات کا خاتمہ کر دیا۔ اور ازبچہ کی قیادت کا قلع قمع کر دیا۔ اور آزادی اخوت اور مساوات تینوں کو بدرجہ اتم قائم کر دیا۔ تاکہ تمام اقوام عالم ایک سطح پر آکر باہمی کوشش اور تعاون سے دنیا میں امن و امان کے قیام کا موجب ہو سکیں۔ سوائس کے اشتراک کی ایک خاص جماعت کی قیادت کے حامی ہیں۔ جو جسے وہ کسان یا مزدور جماعت کہتے ہیں چنانچہ جوزف سٹالین موجودہ روسی جمہوریت پر اثر کیا رہا ہے۔ لیکن سوشلزم کیا ہے؟ لیکن سوشلزم اصل لوگیت اور مزدور انقلاب کے زمانہ کی مارکسزم ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ لیکن سوشلزم مزدور انقلاب عامہ کے نظریہ اور طریق عمل کا نام ہے، یا علی الخصوص مزدور جماعت کی قیادت کو کہتے ہیں +

قیادت ایسی طرح قائم ہوئی جس طرح تمام دوسری قیادتیں قائم ہوتی ہیں یعنی گشت و خون کے ذریعہ سے اور فلاحی نظام کی مدد سے اور زمینداروں کو تباہ کر کے اور فوجی انقلاب کر کے لیٹن نے خود اپنی تصنیف رائٹ ونگ کمیونزم میں لکھا ہے۔ جو شخص کسان یا مزدور پارٹی کے آہنی نظام کو کمزور کرتا ہے۔ وہ دراصل مزدور کے مقابلہ میں سرمایہ دار کی حمایت کرتا ہے۔ لیٹن کا جانشین پائے رفقا کی کمزوری کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا۔ الغرض مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان مصالحت کرانے اور تمام افراد کو ایک قوم بنانے کی جگہ موجودہ اشتراکیوں نے اس کے سواے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا کہ سرمایہ داروں کو تباہ کر دیں۔ اور آہنی نظام کی مدد سے پارٹیاں قائم کریں۔ افسوس کہ موجودہ اشتراکی اس پر غور نہیں کرتے کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ مزدور کی قیادت ان مصائب کا موجب نہ ہوگی۔ جو سرمایہ داروں کی حکومت کا جزو ہے نیز سبب کا اطمینان کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ جب مزدور کو قوت حاصل ہو جائیگی۔ تو وہ مزدوری کے زامہ سے نکل کر سرمایہ داری کے خانہ میں منتقل نہ ہوگا؟ خود لیٹن جو مزدوروں کا زبردست حامی بلکہ اسی جانتا کا نایب رہتا تھا۔ اور اس کا جانشین دنیا کے بترین فوڈ مختار حکمرانوں میں سے گزے ہیں۔ جن کے کارناموں کے آگے شغنی حکمرانوں کے کارنامے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی طرح نہیں جمہوریہ ترکی بھی مطلق العنانی میں کسی خود مختار بادشاہ کو کم نہیں۔ لیٹن کی طرح ان رئیسوں (.....) کے منہ کے الفاظ قانون کا ٹھکڑا رکھتے ہیں۔ ان کی ہر بات تلوار کی نوک کے زور سے منوائی جاتی ہے۔ محبت یا لوگوں کی رائے کو اپنی غلطی نہیں سمجھتا۔ پہلے لیٹن کا خیال یہ تھا۔ کہ خالص مزدوروں کی حکومت قائم کی جائے لیکن اس نے دیکھا کہ وہ بنیر کسانوں کے اس کام میں کامیاب نہیں ہو سکتا پس اُسے ان کو لامحالہ امداد طلب کرنی پڑی۔ وہ لوگ کافی جاہل تھے۔ اور ان پر صدیوں تک روسی نوابوں نے ظلم و ستم کی تھی۔ لہذا وہ بخوشی لیٹن کے ہاتھ میں آلا کاربن گئے۔ اور مزدوروں کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہ حال روس میں مزدور کی قیادت کے معنی جمہور کی قیادت کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہاں ذراعت پیشہ لوگ مزدوروں کو بہت زیادہ ہیں۔ اور ان کی اکثریت روس ہی میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں ہی حال ہی میں جس طرح ملکیت یا معدودیت کے معنی قیادت اقلیت کے ہیں۔ اسی طرح قیادت مزدور کے معنی بھی یہی ہیں۔ ان حضرات میں اس طرز عمل کے برخلاف کسی قسم کی مطلق العنانی کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ نہ اکثریت کی نہ قلت کی۔ آپ کا مشن یہ تھا۔ کہ مختلف اقوام اور قبائل میں آہنگی پیدا کریں۔ اور سب کا خون میں

منسلک کر دیں۔ آپ تو تمام بنی نوع آدم کو ایک ہی پلیٹ کا دم پر لانا چاہتے تھے۔ اور سب کو ایک قوم ایک جماعت اور ایک گروہ بنانا چاہتے تھے، جن میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ اور سب کے خیالات اور مقاصد ایک ہی ہوں اور وہ دنیا کی خوبیوں اور بھلائیوں میں یکساں طور پر شریک ہوں اور محنت میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں +

۸۔ آنحضرت صلم ایک غریفانی رہنما ہیں

بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ آپ کی ہدایت آج بھی مہیا ہو سکتی ہے۔ جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے ہو سکتی تھی۔ یہ بات بیشک اندرونِ مناک ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کے متبعین کی طرح آپ کے پیرو بھی بعض امور میں راہِ راست سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اور اسلام کی وہ ابتدائی پاکیزگی کسی قدر کم ہو گئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ مسلمان خود بھی رو بہ تنزل ہیں۔ ان حالات میں ایک طالبِ کیلئے یہنا صبر، کہ وہ براہِ راست آنحضرت صلم سے کتبِ فیض کرے۔ اور اس مقصد کیلئے اُسے بطور خود تحقیقت کرنا لازم ہے۔ بغیر سچے سمجھے دوسرے مسلمانوں کی تقلید کرنی چنداں سود مند نہیں ہے۔ خوشی کا مقام ہے۔ کہ آنحضرت صلم اور قرآنی حقتِ کن کا علم بہ آسانی مل سکتا ہے جو کتاب آپ نے رہنمائی کی خاطر دُنیا کو دی ہے۔ وہ آج بھی سیرِ محفوظ ہے جیسی کہ آپ کے سامنے تھی۔ قرآن شریف میں آج تک ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یعنی ہمارے مذہب کا سرچشمہ بھی تک پاک صاف ہے۔ ہر شخص بخوشی سی محنت برداشت کر کے سرچشمہ تک پہنچ سکتا ہے۔ آنحضرت صلم کا طرزِ عمل ایسا دلکش تھا۔ کہ آپ کے متبعین آپ پر جان نثار کرنا اپنا فرضِ یقین کرتے تھے۔ اور آپ کا ہر قول انھوں نے نہایت غور کے ساتھ دل میں فحش کیا۔ بعد ازاں اسے کتابوں میں محفوظ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مجھے نبی کریم صلم کے متعلق اپنے والدین کے علم و اوقیتِ تالیفہ حاصل ہے۔ آپ کے خیالات بھی کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔ اور افعال بھی۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلم آج بھی اسی طرح زندہ ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے اور آپ کے متبعین کی نیک نیتی اور پاک طینتی کی وجہ سے ہم کو ان احادیث کے متعلق یقین ہے۔ کہ وہ بڑی حد تک صحیح ہیں۔ علاوہ بریں ان احادیث کی تدوین کے کچھ عرصہ بعد محدثین نے ہر حدیث کو پرکھا۔ اور جو قابل اعتبار ثابت ہوئیں۔ وہ کتابوں کی خارج کر دیئے +

آنحضرت صلم کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے وقت اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے، کہ آپ کے بعض

ذاتی معاملات جو افعال اقوال اور اطوار پر مشتمل ہیں۔ اور نہایت خالص اور نجی کہلا سکتے ہیں جن کو معلوم کرنے کا کسی دوست کو بھی حق نہیں ہے۔ وہ بھی انکت ابوں میں مندرج ہیں۔ اور یہ باتیں ہمیں ان لوگوں کی ہدایت حاصل ہوتی ہیں جو آپ کو اس کو اس درجہ عزیز رکھتے تھے کہ شاید کوئی بیٹا اپنے باپ سے یا کوئی بیٹا اپنے باپ سے یا کوئی عورت اپنے خاوند سے یا کوئی ماں اپنے بچوں سے اس قدر محبت نہ کرتی ہوگی صحابہ کی محبت آپ کے ساتھ بالاتر از فضل کامل مدیم النظر و فہمید المثال تھی۔ اور اسی محبت نے انھیں محبوب کر لیا۔ کہ وہ اپنے محبوب کے فعل کو ضبط تحریر میں لے آئیں۔ اور یہ تو یہ ہے کہ آنحضرت مسلم کی پاکیزہ خصلت آج بھی ان لوگوں کے دلوں میں محبت کے جربات پیدا کرتی ہے جو آپ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ چنانچہ جن مسم یوروپین لوگوں نے خالی الذہن اور تعصب پاک ہو کر آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا ہے۔ مثلاً لین پول (Lennep) وہ یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ آپ کی شخصیت اس قدر پاکیزہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کی حیرت انگیز پاک کا مطالعہ کر لیا۔ تو وہ لامحالہ آپ کی تقلید کرنے لگے گا۔ لین پول کے الفاظ یہ ہیں :-

نجی کریم کی سیرت میں اس درجہ رافت و لطافت و سخاوت کا عنصر موجود ہے۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کی سیرت کا مطالعہ کرے۔ تو خوف ہے۔ کہ مبادا وہ آپ کی خوبیوں سے متاثر ہو کر صحیح فیصلہ سے قاصر ہو جائے کیونکہ آپ کی زندگی کے واقعات یقینی طور پر اس کے دل میں عزت اور محبت کے جذبات پیدا کر دیں گے۔ آپ نے برسوں اپنے ہم وطنوں کے ہاتھوں اپنے اٹھائیں۔ لیکن اُن تک زکی، لیکن اس اذیت دہی کے باوجود اگر کوئی شخص آپ سے مصافحہ کرتا تھا۔ تو جب تک وہ اپنا ہاتھ نہیں کھینچتا تھا۔ آپ نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ بچوں کو ان سے محبت رکھتے تھے۔ کہ اگر راستہ گلی میں گزرتے ہوئے چند بچے آپ کی نظر پڑتے تو ان پر محبت کی نگاہ ڈالے بغیر کبھی آگے نہیں جاتے تھے۔ اور اس نگاہ کے ساتھ تہنیت بھی شامل ہوتا تھا۔ ایسی وجہ تھی کہ بچے خود آپ کو محبوب رکھتے تھے۔ اور آپ کی پیاری باتیں سننے کے لئے ہمیشہ بیتاب رہتے تھے۔ آپ کی مخلصانہ محبت اور رفاقت مدیم النظر و فہمید المثال اور مردانگی اور خیریتانہ فیاضی کے سامنے انہی غین کے اعتراضات تحسین و توصیف میں ہوجاتے ہیں۔ آپ

نہایت جوشیلے تھے لیکن آپ کا جوش اس نوعیت کا تھا کہ اسے زمین کا تمک کہہ سکتے ہیں۔ یہ جوش وہ ہے۔ جس کی یہ دولت نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدم، برباد اور تباہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔
 ذرا اس اقتباس کے ساتھ جس میں آنحضرت مسلم کی دلپذیر جاذب توجہ اور رُوح افزا خصلت کی ایک حسیل دکھائی گئی ہے۔ جناب مسیح کی شخصیت کا مقابلہ کیجئے جس کا نقشہ بائبل کے اوراق میں پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ آپ کی شخصیت اعلیٰ صدیوں کے بعد بھی لین بول جیسے شخص کو جسے اسلام سے کوئی دلی تعلق نہیں جذبات محبت سے معمور کر سکتی ہے۔ جناب یسوع کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے رفقاء میں بھی اس قسم کے جذبات پیدا نہ کر سکے، حد ہے۔ کائنات کے دلی دوستوں اور ”مخلص“ مٹا کر دوسری جگہ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ایک نئے تجربہ کی۔ اور دوسرے نے سرسبز لہجہ سے

اسلام جزیرہ اور تلوار کی حقیقت

مفسر قرآن مولانا محمد علی صاحب نے اپنی تالیف تاریخ خلافت راشدہ میں اس معاملہ کا اچھی طرح احوال کر دیا، جو یہ کہ روایا جاتا ہے کہ اسلام کی اشاعت اس مہول کے ماتحت ہوئی۔ اسلام قبول کرو یا جزیرہ یا قبول کرو یا موت، چل کر نے جو ہت لال پیش کیا، ذیل میں اس کا خلاصہ مدنیہ ناظرین کیا جاتا ہے :-
 مخالفین کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم کے زمانہ میں شام عراق اور ایران میں جو مکرر لڑائیاں ہوئیں ان میں مسلمانوں کا طرز عمل یہ تھا کہ غیر مسلموں کے سامنے یہ تین چیزیں پیش کی جاتی تھیں۔ سلام یا جزیرہ یا تلوار، دوسرے لفظوں میں ان کو جبراً مسلمان بنایا جاتا تھا، اور مجبور کیا جاتا تھا کہ ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز اپنے کو منتخب کر لیں۔ چونکہ مخالفین نے اس مہول کو نہایت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ اس لئے اسکی تفصیل بہت ضروری ہو گیا، اور گو غیر غلط قسمی پیدا ہو جائے۔
 تاریخی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے بدیں الفاظ اس پیمانہ کو غیر مسلموں کے سامنے پیش نہیں کیا۔ سر ولیم مور کو اس قدر تسلیم ہے کہ سترہ صدی تک جبکہ عراق اور شام فتح ہو چکے تھے، غیر مسلموں کو بڑے ہوشیار مسلمان بنانے کا خیال مسلمانوں کے دل میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جو چھوٹے قیصر روم اور خلیفہ ایران کے دربار میں وارد ہوئے۔ ان کے متعلق بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے یہاں بھی ایسی پیمانہ پہنچایا۔ اس پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیمانہ دراصل اٹلی میٹ نہیں تھا۔

علاوہ برائی ان جنگوں میں مسلمان ہمیشہ تنہا نہیں لڑے۔ ایرانی ہم میں عیسائی فوجیں مسلمانوں کے پیش پیش لڑیں۔ اگر مسلمانوں کا مقصد ان جنگوں کو صرف یہ تھا کہ غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے تو عیسائی کس طرح مسلمانوں کے شریک حال ہو سکتے تھے؟ علاوہ ازیں مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ بہت سے

صلح نامے مرتب کیے جن کی کوششیں زفری مسلمانوں نے جزیہ یا۔ اور اسلام قبول کیا صرف یہ عہد لیا جاتا تھا کہ وہ لوگ ملک عرب کی محافظت میں حصہ لیں گے۔ مثلاً جب انطاکیہ فتح ہوئی۔ اور وہاں کے لوگوں کے سامنے جزیہ پیش کیا گیا تو جزیہ کے لوگوں نے جزیہ کے عوض مسلمانوں کے دو دشمن بدوؤں کے ہتھیاروں سے لڑنے کو پسند کیا۔ چنانچہ ان سے جو صلح نامہ مرتب ہوئی۔ وہ اسی صورت پر ہوئی۔ کہ یہ لوگ بروقت جنگ مسلمانوں کی مدد کریں گے۔ بعد ازیں فتح ایران کے دوران میں دو مرتبہ اسی صورت پر پیش ہوئی۔ ایک تو جریمان کے سردار کے ساتھ دوسرے باب کے سردار کے ساتھ۔ ان دونوں سرداروں نے جزیہ کے عوض امداد باہمی کو بنا کر صلح نامہ قرار دیا جو بھی مثال بنو تغلب کی ہے۔ جو نہ سبباً میسائے تھے۔ لیکن زکوٰۃ ادا کرتے تھے جس طرح دیہی مسلمان صرف چند مثالیں تاریخ میں اس رنگ کی موجود ہیں بہت ملن کراہ بھی ہیں۔ جن کا تذکرہ محفوظ نہ ہو سکا ہو + محض عیسائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ فریک ہونا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ مسلمانوں نے یہ لڑائیاں محض مدافعتی طور پر لڑی تھیں۔ یہ بالکل امر واقعہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے کبھی جارحانہ کارروائی نہیں کی انہوں نے جب کبھی ہتھیار سمجھائے تو حفاظت خود اختیار کی کے رنگ میں۔ بلکہ انصافاً کہا جاسکتا ہے۔ کہ مسلمان ہمیشہ جنگوں کے خیال سے سبزلے۔ اور غور و جزی سے بچنے کے لئے وہ ہمیشہ اپنی ہمسایہ قوموں کے ساتھ مصالحتی طور پر گفت و شنید کرتے کیلئے طیار رہتے تھے۔ حالانکہ یہ قومیں ان کی مٹنے کے موقع طحونہ صحتی رہتی تھیں۔ اسی لئے وہ سفیر بھیج کر لوگوں کو ان فوائد سے آگاہ کرتے تھے۔ جو اسلام لانے کے بعد انھیں حاصل ہو سکتے تھے۔ وہ لوگ غیر مسلموں کو اسلام کی تحویلوں سے آگاہ کرتے تھے۔ نہ کہ ان کے سامنے تین بھونڈی صورتیں اسکاد۔ جزیہ یا تلوار ان میں سے کبھی سفیر کو لگو جیتے تھے کہ اسلام دشمنوں کو دوست بنادینا۔ اس کو امن قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسے قبول کرنے سے تمام باہمی عداوت اور دشمنی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عربوں کی حالت اسلام لانے سے پہلے جو کچھ تھی۔ وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد جو اخوت اور محبت باہمی نہیں پیدا ہوئی۔ وہ کبھی کسی کو پوشیدہ نہیں کر سکتے اگر غیر مسلم اسلام پسند نہ کریں۔ تو بھی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ جس کی بدولت کثرت و خون رنج ہو جائے۔ اور امن و امان قائم ہو جائے۔ وہ یہ کہ عربوں کو اپنا حاکم علی تسلیم کر لیں۔ اور انھیں کچھ رقم سالانہ بطور جزیہ دیا گیا کریں۔ لیکن اگر وہ عربوں کی سیادت۔ سے بھی منکر ہوں۔ اور فساد سے بھی باز نہ آئیں جیسا کہ مصری غزوئیں اس پر گواہ ہیں تو پھر مسلمانوں کیلئے اسے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کہ وہ ان کو جنگ آزمائی کرتے۔ کیونکہ وہ تو مستقل خوراک کا موضوع تھے۔ اور سرحد کا امن ان کی وجہ سے سرحد خط میں بڑا ہوا تھا +

کیا گزشتہ جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں اتحادیوں نے اسی اصول پر عمل نہیں کیا؟ پس اگر عربوں نے اس پر عمل کیا۔ تو ہمیں کون سی قباحت لازم آگئی؟ عرب تو جنگ جہل و نفور تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ کثرت و خون کی ذلت ہی نہ آئے۔ انھوں نے کبھی کسی شخص کو تلوار کی مدد سے مسلمان نہیں بنایا۔ ہاں امن قائم کرنے کیلئے اسلام کی تبلیغ ضروری کی۔ کیونکہ اسلام الیسا مذہب ہے جو ایک پلی دشمنوں کو دوست اور اکیلا کو بھائی بنا دیتا ہے +

تمدن اسلام

رب - رحمن - رحیم مالک

بہ تسلسل صفحہ ۲۸۸ اشاعت اسلام جلد ۱۶ نمبر ۹

اردو قلم حضرت خواجہ محال الدین صاحب سبیلہ اسلام

اگر تینوں صفت انسانی یعنی مالکیت - رحمانیت اور رحیمیت انسانوں کے جزو حلق بن کر اپنی جگہ کام کریں۔ تو نہ کسی سرمایہ داری یا ملکیت پرستی کا شکوہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ اصول "اشتراکیت" کو اس کا علاج تجویز کیا جاتا +

اصول اشتراکیت نے ضروران لوگوں کے مابین کج کا انتظام کیا ہے لیکن جب عدم ملکیت مکتوبات کا اصول بہت جلد ان راہوں کو ہی روک دے گا جن سے دولت کا دنیا میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ دن جلد آنے والا ہے تو اشتراکیت کے اصولوں کا بھی خاتمہ ہو جائیگا لیکن اس شکل کو سلجھانا نہ تو موجودہ تہذیب و تمدن کے ماتھے میں ہے۔ اور نہ اشتراکیت میں اس کا حقیقی حل موجود، اس کا مجمع علاج تو یہ ہے کہ ہر انسان اپنے مکتوبات کا مالک ہو اور اس کے اختیارات ملکیت میں یہ بات دخل ہو کہ وہ اپنے مکتوبات کو جس طرح چاہے استعمال کرے دراصل قانوناً اور شرعاً لفظ ملکیت کلامی مفہوم ہے اور اس ملکیت ہی سے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسباب تہذیب و تمدن پیدا ہو رہے ہیں۔ ہاں جس غلط اصول تقسیم دولت نے دنیا کے ایسے لوگوں کو آسائش و محروم کر دیا ہے جنہیں قدرت نے کامل جوہر یا فوق عطا نہیں فرمائے یا جو طبعی کمزوریوں کے باعث ہرقدم کے کسب و تحصیل سے محروم ہو چکے ہیں جیسے قرآن نے ان کو اوپر شمار کیا ہے۔ تو ان لوگوں میں تقسیم دولت اسی اصول پر ہونی چاہیے جس طرح دولت خدائی بلا کسی امتیاز کے کل دنیا میں تقسیم ہو رہی ہے۔ اگرچہ وہ خدا تعالیٰ جس کے مشہور فراموش ارباب میں ہر ایک کا خاص

۱۵۰ مسنون پر مبنی بحث کروں گا۔ بیخفا باری کا ذکر آئیگا ۱۵۱ رب - رحمن - رحیم - مالک +

ملکیہ ہے۔ اور وہ اپنے حق مالکیت کے باعث جس طرح چاہے اپنے فیوض کو تقسیم کرتا ہے، لیکن وہ جان بھی ہے، یعنی اس تقسیم عطیت میں وہ کسی حق یا استحقاق کا بعض وقت لحاظ نہیں کرتا، بعض حالات ناگزیر میں اس کے عطیت بلا استحقاق ساقط بھی آتے ہیں۔ ساتھ ہی وہ جرم بھی کرتے یعنی مرز دور کی محنت کا مواضع اسی قدر نہیں دیتا جتنا اس کا حق ہے۔ بلکہ اس اُجرت سے کئی گنا زیادہ عطا کرتا ہے۔ کاش اسی طرح تینوں صفت ازلی یعنی مالکیت، رحمانیت اور رعیتیت انسانوں کے جزو اخلاق بن کر اپنی اپنی کام کر میں تو نہ کسی کو سرمایہ داری یا ملکیت پرستی کا شکوہ ہوتا نہ اصول اشتراکیت کو اس کا علاج تجویز کیا جاتا نہ ہم اپنے لگاؤ دنگ میں اُن کے بدن چیزوں کو پیدا کرتے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے پھر خدا کی خوشنودی کے لئے اور وہ خوشنودی از روئے قرآن صرف اسی میں ہے۔ کہ ہم میں اخلاق خداوندی پیدا ہو جائیں، ہماری کسائی کا بہت سا حصہ ہمارے رحمان اور رحیم ہونے کے باعث مساکین اور غریبوں کے ہاتھ میں چلا جاتا اور اس سے وہ مصیبت دور ہو جاتی جس نے رُوس کو کل دُنیا میں اشتراکیت کے اصول پھیلانے کی طرف راغب کر دیا ہے۔ حالانکہ ان کی بناء پر وہ کشت و خون ہو گا جب کی نظیر دُنیا میں ڈھونڈے نہ ملیگی۔ یہ ممکن ہے کہ ہمارا تمدن مادی تہذیب کے اُس نقطہ تک پہنچ جائے۔ جہاں کائنات کی کل چیزیں ہماری خادم ہو جائیں لیکن جب نئی نوع آدم کا ایک کثیر حصہ دنیوی آسائش سے محروم رہے گا۔ تو ایسی دولت اللہ ثروت کس کام کی ہوگی۔ آج کسی قوم کو دیکھ لیا جائے۔ اُس میں بڑا حصہ محرومین اور محتاجین کا ہے۔ اگر مادیت پرستی یعنی میٹر یا لزم پہلی حالت کو پیدا کرتی ہے تو اسی نے انسان میں اخلاق کریمانہ کو مٹا ڈالا ہے۔ اور تو اور مغربی گھروں میں اگر کوئی لڑکا ہزار ہا پونڈ کماتا ہے تو بھی اس کے والدین اور بھائی بہن دوسروں کے یہاں ادا کرنے درجہ کی خادمانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن سلطنت خداوندی ان دونوں اصولوں سے مجاہدانہ ہے۔ وہ اگرچہ تمام اشیاء کو اپنی حکومت کے نیچے لے آئی ہے۔ لیکن اس کی تقسیم حد درجہ کی فیاضی روا رکھتی ہے۔ جب تک یہ دونوں باتیں دنیا میں پیدا نہ ہوں گی۔ اس وقت تک حقیقی تہذیب یا آسائش و راحت انسان کو نصیب نہ ہوگی +

اس کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان کامل طور پر برسرِ حد بن جائے کیونکہ توحید کے معنی صرف یہی نہیں کہ خدا کو ایک مان لیا جائے۔ بلکہ اصل معنی یہ ہیں کہ انسان

کے حقائق میں اخلاق خداوندی کے سوائے کسی اور مخلوق کے اخلاق نہ پائے جائیں ہم لاکھ دفعہ خدا کو ایک مانیں لیکن اگر ہمارے اعمال میں صفات خداوندی کا جلوہ نظر نہیں آتا یا ہمارے اخلاق ربانی اخلاق کے نقیض واقع ہوئے ہیں تو یہ وہ شرک عظیم ہے جس کا فکر آنحضرت صلیم کو بھی اپنی قوم کے متعلق لگا ہوا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا ہے یہ میرے بعد شرک تو مٹ جائے گا یعنی مسلمان اصنام پرستی بھی نہ کریں گے۔ بلکہ ان کی دیکھا دیکھی اصنام پرست بھی خدا سے واحد کے پرستار بن جائیں گے۔ لیکن جس شرک کا مٹنا بہت ہی مشکل ہے۔ وہ شرک نے الاسباب ہے۔ الغرض سورہ نحل کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین پر آسمانی یاد شاہت اگر مادی اور اخلاقی تہذیب کے پیدا ہونے پر منحصر ہے تو وہ تہذیب صرف توحید پرستی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور توحید باری کا علم صرف الہام سے نصیب ہو سکتا ہے ۛ

گو توحید کی جو تعریف میں نے اوپر کی ہے۔ اُس نے اس بیہودہ خیال کی تو تکذیب کر دی ہے۔ جس کے ماتحت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اسلامی توحید بھی کوئی مشکل تو حید ہے؟ خدا کو ایک مان لینا تو آسان امر ہے۔ اور موٹی سی بات ہے۔ لیکن تاریخ عالم کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ کہاں تک اور کب تک انسان نے خدا کو ایک جانا؟ دُنیا نے بڑی بڑی تہذیبیں دیکھیں بعض علوم شریفہ بھی پیدا ہوئے لیکن آہستہ میں ساری اقوام قدیمہ شرک سے نجات نہیں سکیں کسی نبی کے آنے پر اگر توحید کا دور شروع بھی ہو گیا۔ تو اس کی وفات کے بعد جلد ہی ختم ہو گیا۔ چنانچہ ہندی اور عبرانی اور عیسائی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ یہ قومیں ہمیشہ ہی بُرت پرستی کرتی رہیں۔ بہر حال یہ قواب مان لیا گیا ہے۔ کہ جس شدت سے اسلام نے توحید کو پھیلایا۔ وہ نہ کسی پہلے مذہب میں موجود ہے نہ کسی تہذیب سے پیدا ہوئی اور ان واقعات نے اُس بیہودگی کا قطع قلع بھی کر دیا کہ خدا کو ایک مان لینا کچھ مشکل بات نہیں ہے میں پوچھتا ہوں کہ اگر واقعی یہ کام آسان تھا۔ تو کیوں اسلام سے پہلے دُنیا نے اسے مانگیر رنگ میں قبول نہ کیا؟ اس کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ آج بھی تمدن اور تہذیب صاحبِ علم اور بے علم اقوام کو دیکھ لیا جائے۔ وہ کہاں تک توحید پر عامل ہیں؟ ہاں

اسلام کی پُر زور تعلیم کا یہاں تک اثر ہوا ہے کہ آج تشلیت پرست اصنام پرست اور ان کے علاوہ دیگر اقوام بھی خدا کو ایک ماننے لگی ہیں۔ ہاں اپنے مجسودوں کی تشبیہ میں کہ دیتی ہیں۔ کہ وہ دراصل اسی خدا نے وحی کے بعض نشیوں کا مظہر ہیں۔ لیکن اہل علم جانتے ہیں۔ کہ توحید حقیقی کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے +

یہ بات بھی بعض وقت بطور اعتراض کی جاتی ہے۔ کہ قرآن کریم نے کیوں اس کثرت سے توحید کا ذکر کیا۔ اس بات کا جواب اس لطیف اور علمی نظام پر غور کرنے سے مل جاتا ہے۔ جو قرآن کریم نے حنات یا سیئات یا اُن کی تردید و انکسار کے متعلق تجویز کیا ہے۔ بروئے تعلیم اسلام یہ گل کی گل کا عنات خدا تعالیٰ کی صفت کا مظہر ہے۔ جو کچھ اس دُنیا میں ہو رہا ہے وہ دراصل خدا کی کسی نہ کسی صفت کی اتباع میں ہوتا ہے۔ نیکی یا بدی بذات خود کوئی حقیقت نہیں رکھتی جو ہر کسی صحیح غرض مطلوبہ کو بہتر طریق پر پورا کر سکے وہی خیر ہے۔ اور جن سے خدا کی پیدا کردہ چیزیں صحیح طریق پر استعمال نہ ہوں وہی بدی یا شر ہے۔ لہذا نیکی یا خیر وہ امر ہے جو خدا تعالیٰ کی کسی صفت کے اتباع میں ہو اور بالمقابل جو اسماء حسنہ کے خلاف ہو اور اس سے بالضرور نقصان ہوگا۔ تو اس کا نام شر ہے۔ میں ابھی توحید کے متعلق کچھ چکا ہوں کہ شرک صرف یہ نہیں کہ ایک سے زیادہ مجسود تجویز ہوں حقیقی توحید یہ ہے کہ ہمارا ہر ایک فعل کسی خلق انہی کے خلاف نہ ہو ہم جو کریں۔ وہ کسی نہ کسی صفت خداوندی کے ماتحت ہو۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو وہ امر نہ صرف حقیقی شرک ہوگا بلکہ وہی کسی خاص بدی کا موجب ہوگا۔ یعنی جو گناہ یا بدی ہم سے ہوگی۔ اس کا موجب اس طرح ایک رنگ میں شرک ہوگا۔ یعنی وہ امر شرکی نہ کسی صفت الہیہ کے مطابقت کے نہ پورا ہونے کے باعث ہوگا۔ لہذا اس کا علاج بھی ایسی صفت الہیہ کو سامنے رکھ کر تکمیل توحید کرنے سے ہوگا۔ اب یہ مسلم ہے کہ ہم سے بے شمار گناہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اُس کے علاج میں کتنا بچیم کے لئے ضروری ہے۔ کہ جہاں کسی ہی کا ذکر کرے۔ وہ اس کے دُخیم میں بھی توحید کا ذکر کرے۔ اس وجہ سے قرآن نے بار بار توحید باری کا ذکر کیا تو بالکل صحیح کیا +

یوں تو شروع سے لے کر آخر تک قرآن نے بی شمار رنگوں میں توحید ہی پر زور دیا ہے۔ اور یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا۔ کہ بعثت محمدی کی غرض و غایت ہی دُنیا میں توحید اس کے تمام نشیوں کے

ساتھ قائم کرتی تھی۔ اس کی غرض نہ تھی۔ کہ کلمہ قرآن نے یا اسلام کے بھیجنے والے نے کسی جذبہ حسد کے ماتحت تمام مجبورانِ قدیر کو تختِ اُلُوہیت سے اتارنا چاہا جیسے کہ جنابِ موسیٰ کے دس احکام ظاہر کرتے ہیں +

کتابِ خردج کے بابِ بہتم میں جہاں دس احکام کا ذکر ہے وہاں کی چوتھی آیت میں یہ لکھا ہے۔ کہ تم خدا کے سوا اور خدا کو نہ پوجو کیونکہ میں حاضر خدا ہوں۔ اور میں اپنے خلاف گناہ کی سزا چار نسلوں تک دیا کرتا ہوں۔ اس کے بالمقابل قرآن نے اس بات پر کئی جگہ زور دیا ہے۔ کہ خدا کو تمہاری توحید پرستی یا عبادت کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ان باتوں کو مستغنیٰ ہو تم ایک چھوڑ لاکھ خداؤں کی پرستش کرو۔ لیکن اگر تمہیں ان امور کی تعلیم دی گئی ہے۔ تو اس سے تمہارا ہی فائدہ متصور ہے +

اس لئے صلا اللہ علیہ وسلم کو اپنا مذہب قرار دوا اور حبرِ صادق تے تو یہاں تک نہ دیا۔ کہ صلا اللہ علیہ وسلم کئے والا بہشتی ہوتا ہے۔ وہ یہاں بھی جنت میں اور آئندہ بھی جنت میں رہے گا۔ صلا اللہ علیہ وسلم صرف کوئی مذہبی فارمولہ نہیں یہ تو دراصل ہر انسان کیلئے کلمہ کا میابی ہے یا دوسرے۔ کہ قرآن نے یا حدیث نے جہاں لفظ ”کئے“ کا استعمال کیا۔ اُس سے مراد نہیں لی کہ ہماری زبان پر وہ الفاظ جاری ہو گئے یا نہ ہوں نے انہیں تلفظ کر دیا۔ اور مقصد اصل ہو گیا بلکہ کہنے سے تو مراد یہ ہے کہ انسان کا عمل اس کے مطابق ہو۔ اب اگر لنگا۔ بصیرت دیکھا جائے

۱۵ ومن یشکر فانا یشکر لنفسہ ومن کفر فان الله غنی حمید (لہاتان)
اور جو کوئی شکر کرتا ہے۔ وہ اپنی جان کی بھلائی کیلئے شکر کرتا ہے۔ اور جو ناشکری کرتا ہے۔ تو اللہ نے نیا ترین کیا گیا ہے۔

ومن جاهد فانا یشکر لنفسہ ان الله لغنی عن الظالمین (العنکبوت غ)

اور جو کوئی جہاد کرتا ہو وہ اپنی جان کی بھلائی کیلئے جہاد کرتا ہو اللہ تعالیٰ جہانوں سے بے نیاز ہے۔

من کفر قلبیہ کفرہ ومن عمل صالحاً لکمال نفسہم عیدن (الروم غ) جو کفر کرتا ہو تو اس کا وبال (کفر) ہی پر ہو اور جو

کوئی نیک عمل کرتا ہو تو وہ اپنی جان کی بھلائی کے لئے سامان کرتے ہیں

من عمل صالحاً لنفسہ ومن اساء لہا آدم البعید (جو کوئی نیک عمل کرتا ہو تو اپنی جان کی بھلائی کیلئے اور جو کوئی برا کرتا ہو تو اس کا وبال)

ان احسنم احسنم (الفصل کوفہ وان اساء لہا آدم البعید غ) اگر تم نے نیک کی تو اپنی بھلائی ملے گی اور اگر تم نے برائی کی تو اپنے کو۔

قل ما یعزبکم ربی ولا دعاؤکم (الزمر غ) اگر میرا رب تمہاری کچھ پروا نہیں کرتا اگر تمہاری دعا نہ ہو۔

کے پانے والا یہاں بھی اور آئندہ زندگی میں ہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ کو اپنا مقبوع بنائے یعنی جس کا عمل صلا اللہ پر ہو۔ کس قدر سچا اور پاک ارشاد ہے *

اقتباس از تحفہ کرمس

حضرت خداجال الدین صاحب سلسلہ اسلام نے انبوالکرمس کیلئے ایک کتاب کا مسودہ میں کتابت طبعات کے لئے بھیجا ہے۔ جو تحفہ کرمس کے نام سے شائع ہو گی جس میں عیسائی دوستوں کو حق صداقت کی دعوت دی ہے، یہ اردو کتاب انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ دس برس میں عیسائی حلقہ میں کثرت سے مفت تقسیم ہو گی! امید ہے کہ ناظرین کرام بھی مشتاقانے کے ثرا عانت فرما کر قہل حمتا ہوں! اور ان عیسائی دوستوں کے مفصل بتوں پر بھی مطلع فرمائیں گے جس کے نام وہ تحفہ کرمس بھیجا جاتا ہے۔ یہاں میں ہم تحفہ کرمس پر چند ایدہ اخبار درج کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے جو انکشافات و اوقات اس تحفہ کرمس میں لکھے ہیں۔ ان کو آپ کے ایک ولی مہر دلنا ہو گا۔ نئے اردو میں منظم کر دیا ہے۔ اہمیت کا نظم میں لکھنا مشکل امر ہوا کرتا ہے۔ لیکن بزم محترم حضرت بق نے احکام کو نہایت خوبی سے سرانجام دیا ہے۔ اور شاعرانہ انداز میں بھی الگ ہے ہیں *

ہیں یہ نظم از حد پند ہے۔ بعض حصص کو کسی قدر تشویش کو چاہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت بق کے افشا میں بعض مقامات پر تاریخی تلمیحات بھی ہیں جنہیں سیدنا مسیح علیہ السلام سے قبل کے بعض واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ قلت گنجائش مزید اظہار قیالات کی متول ہے، باقی آئندہ خواجہ عبدالغنی سکریٹری ٹرسٹ

عرض حال از دردمند برق

بمخاطب سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام

اے وہ کہ تجھے کلمہ حق۔ حق نے کہا ہے
طاہر ہے۔ اور اک طاہرہ نے تجھ کو بنا ہے
یہ کہ گئے۔ کہ تو کلمہ حق۔ روح خدا ہے
تجھ کو جو بری۔ لمس شیطان کے کیا ہے
واللہ یہ بہتان ہے۔ یہ جھوٹ کھلا ہے
کیا حشر ترے دین کا اُمت نے کیا ہے
پیرو ترے کہتے ہیں۔ تو آپ خدا ہے
پیہم ہی دُعاؤں میں تیرا وقت کٹا ہے
ہے شرک میں تو مبد۔ ہنر عیب بُرا ہے

اے وہ کہ تیری ذات وجہ دوسرا ہے
اے وہ کہ تو بہتان یہودی کے علی الرغم
الزام سے ماں بیٹے کی فرمائی برأت
ظہیر تیری۔ اور تیری ماں کی ہے اس میں
تو کلمہ شیطان ہے۔ کہتا ہے یہودی
اے وائے صدافسوس میرے پیارے مسیح
تو نہ کن شرک۔ تیرا وعظ تھا تو حید
سجدے میں جبین تیری رہا کرتی تھی اکثر
پر آج یہ کیا قہر ہے یہ کیسا غضب ہے

ظہیر آیا ہے اُمت نے تیری تجھ کو ہی مسعود
اور تو ہی دُعاؤں میں پکارا بھی گیا ہے

موجودہ مذہبی رجحانات اور اسلام

بقلم ڈاکٹر اے آر نائسن ڈی سی این ایم۔ اے

موجودہ زمانہ میں انگلستان کے بہت سے مذہبی خیالات کے افراد اب ایسے عقاید اختیار کرتے جاتے ہیں۔ جو عملاً اسلامی معتقدات سے مشابہ ہیں۔ اور اس کا ایک ثبوت کلیسیائے انگلستان میں **سحر یک جدید** کے نام سے مل سکتا ہے۔ دوسرا ثبوت یہود اور نصاریٰ کی متحدہ انجمن نے ہم پہنچایا ہے۔ جس کے اس وقت تک پانچ اجلاس اس لئے منعقد ہو چکے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ اپنے مشترکہ ایمان باللہ کی بناء پر مذہبی اور تمدنی مسائل کا حل تجویز کریں۔ اس قسم کی آخری مجلس ۲۷ نومبر ۱۹۵۷ء کو سٹی ٹیمپل میں منعقد ہوئی۔ جس میں ہمیشہ ہمدرد افراد نے شرکت کی۔ پہلے مشترکہ مذہبی عبادت ادا کی گئی۔ اس کے بعد سر پیر اور شام کو دو اجلاس ہوئے پہلے اجلاس میں ڈاکٹر سی جی موٹن فورڈ نے مسیحیت کے متعلق یہودی زاویہ نگاہ پر تقریر کی، اور پروفیسر برکٹ نے یہودیت کے متعلق مسیحی نقطہٴ خیال پر تقریر کی۔ دوسرا اجلاس میں ڈاکٹر جون فرای نے زندگی میں روحانی عنصر کی ضرورت پر تقریر کی۔ اور سٹر جیٹس باسل ہیریٹ نے تمدنی اصلاح میں مذہب کی طاقت پر اظہار خیالات کیا۔ چونکہ جلسہ میں یہ اعلان کیا گیا تھا۔ کہ تقریریں ہبرٹ جنرل میں شائع کی جائیں گی۔ اس لئے سر دوست ان پر تنقید کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں متحدہ عبادت کے متعلق چند امور بیان کر دینا ضروری ہے۔ عبادت ایک مشترکہ رہنمائی قیادت میں ادا کی گئی۔ اور وہ ایک عاؤ گیتوں ایک زبور اور بعض مختصر دواؤں پر مشتمل تھی۔ آخر میں خدا سے برکت طلب کی گئی۔ ایک گیت تو مشہور گیت غلط تھا۔ جو اس صبح سحر شروع ہوتا ہے۔ ”سب لوگ جو اس دنیا میں رہتے ہیں“ اور دوسرا گیت۔ بھی اسی زندگی کا تھا۔ مگر اس قدر مشہور نہیں ہے۔ اس کا پہلا مصرع یہ ہے۔ ”ساری دنیا تیری عبادت کرتی گئی“۔ باقی تمام عبادت میں بھی اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا تھا۔ کہ کوئی ایسی بات

بیان نہ کی جائے۔ جس کا تعلق بالخصوص مسیحیت یا یہودیت کے ساتھ ہو۔ اگرچہ دُعا میں ”محمد قدیم“ اور ”محمد جدید“ دونوں کی اقتباسات لئے گئے تھے۔ یہ دُعا میں اس نیت کی گئی تھیں کہ (۱) شرکاء مجلس میں باہمی رفاقت پیدا ہو (۲) مفاہمت باہمی کا دروازہ کھل جائے (۳) اس جذبہ کو ترقی ہو جو خدا پرستی کی طوطا مل ہے +

دوسری عبادت ان الفاظ سے شروع ہوئی۔ قادِ مطلق خدّا جس نے کل نبی نوع آدم کو یکساں طریق پر پیدا کیا ہے، ہم ان تمام لوگوں کیلئے دُعا کرتے ہیں۔ جو تیری مرضی کے جو یا ہیں، خواہ یہ وہی ہوں یا عیسائی اور خصوصاً اس جماعت کے حق میں دُعا خیر کرتے ہیں جو یہاں موجود ہے۔ اگرچہ ہم بہت سے امتیازات اور اختلافات پا جاتے ہیں۔ تاہم ہمیں اس لحاظ سے متحد کر دے کہ ہم دونوں تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور یکساں طور پر صداقت کے طالب اور استنبازی کے جو یا ہیں۔ میری قیال ہے۔ کہ ایک ایماندار مسلمان بھی اس مجلس میں اطمینان کے ساتھ شریک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا افتخار خالص اسلامی رنگ میں ہوا تھا۔ اور یہود و نصاریٰ میں یہ حجان طبع عام طور پر نہیں پایا جاتا یہ تو قرآنی تسلیم کا عکس معلوم ہوتی تھی۔ جس کا فرمان یہ کہ یقیناً جو لوگ ایمان لائے۔ اور جو لوگ یہودی یا نصاریٰ یا صابی ہیں۔ ان میں سے جو شخص بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لا کر نیک کام کرے گا، سو اپنے رب سے اس کا اجر پائے گا۔ اور نہ وہ خوف زدہ ہوئے

تہ تمکین“ (قرآن مجید ۲: ۱۶۲) +

ہمارا خیال نہیں۔ کہ اس مجلس کے منعقد کرنے والوں نے قرآن کی اس آیت کو پیش نظر رکھا ہو۔ یا اس پر عمل کیا ہو۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کے احساسات ہی تھے اس معاملہ میں اُن کی رہنمائی کی۔ اور توفیق ایزدی ان کے شامل حال ہوئی۔ جس طرح آنحضرت صلیم کے شامل حال ہوئی تھی۔ پس ایندرونی احساس ہی تمام مختلف التخیال افراد کو متحد کرنے، اور اُن کے امتیازات

کو مٹانے اور ملن قدرتی جذبات کو نشوونما دینے

کا باعث ہے۔ جن کا نام آنحضرت صلیم نے ”مذہب“

رکھا ہے +

اسلامی نقطہ خیال شہادی فلسفہ

بقلم خان بہادر ایس ایم حسین بی۔ اے

مغربی اقوام تعدد ازدواج کو ویسا ہی قابل نفرت خیال کرتی ہیں۔ جیسا کہ ایک عورت کے کئی مردوں کے سونے کو اور مشرقی اقوام میں بھی یہ خیال راسخ ہوتا جاتا ہے حالانکہ ان میں اکثر کو سہابت کا علم نہیں۔ کہ تقریباً سارے مذاہب نے پہلی صورت کی کپڑا اجازت دی ہے۔ اور دوسری صورت کی کپڑا منع کیا ہے، وہ لوگ معاً یہ خیال ظاہر کرینگے۔ کہ پہلی صورت کو پسند کرنے اور دوسری صورت کو ناپسند کرنے سے قدیم اقوام عالم کا خیال یہ تھا۔ کہ مرد کی فوقیت عورت پر ثابت کی جائے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ اور ان دونوں باتوں کو ایک دوسرے کے محتاج کرنے کے لئے بہت سی مہنچول وجوہ ہیں۔ اسکے لئے نکاح کے مقاصد پر غور کرنا ضروری ہے، اور یہ دیکھنا بھی لازمی ہے۔ کہ وحدت زوج تعدد ازدواج اور تعدد رجال کی بناء پر وہ مقاصد کس حد تک پورے ہوتے ہیں؟

یہ بات کہ شہادی کا مقصد فرائض تسل نہیں ہے۔ سہابت سے ظاہر ہے کہ دیگر حیوانات بغیر شہادی کے، تسل جڑ جاتے ہیں۔ اور نہ انکے جذبات شہوانی پر کوئی قیود عارض کی گئی ہیں۔ یا اندک تفکر معلوم ہو جائیگا۔ کہ ازواج کے علاوہ خاص مقاصد جن کے حصول کیلئے نکاح کا طریق رائج کیا گیا ہے یہ ہیں :-

(۱) جذبہ شہوت کو قابو میں رکھنا۔ اور اس پر تہیود عاید کرنا۔

(۲) جذبہ شہوت پر پردہ ڈالنا تاکہ اس جذبہ کی تسکین کا باقاعدہ سامان ہو سکے اور وہ مقصد پورا ہو سکے۔ جسکے لئے خالق کائنات نے یہ جذبہ مخلوقات میں دیا ہے کیا ہے۔ لیکن عام زکاہوں کی پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔ اسی سنی میں قرآن شریف نے خاندان اور بی بی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے +

(۳) دماغ اور دل کو ان متضاد طریقوں یا زکاتوں کے شہوانیہ کو برنگھینے کرتے ہیں۔ اور ان کو اس

قابل بنانا کہ گھر میں بیٹھ کر بارِ اعلیٰ علم و عرفان خداوندی حاصل کیا جاسکے ۴
(۴) عورت اور مرد کو حلال نکاح میں لا کر ازاد سے محفوظ کرنا۔ تاکہ جدت پسندی کا پریشانی گنہگار نہ
سکون حیات میں خلل انداز نہ ہو سکے۔ اہل اعتدالی کی وجہ سے دونوں کی زندگی برباد نہ ہو۔

(۵) بیوی اور بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا۔

(۶) بچوں کو قوی شعور انسانوں کی سی تربیت دینے کی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا۔

(۷) زندگی کے چر خطر اور تکلیف دہ منازل میں ایک فریقہ حیات کا تمہیا کرنا جو بیچ و راحت دونوں
میں شریک ہو اور بچوں کی پرورش میں معاونت کرے ۵

(۸) انسان میں ایثار کی صفت کی روح پھونکنا۔ تاکہ وہ آئینہ بڑی قربانیوں کے کڑی طیار ہو سکے۔

(۹) شہوت کو محبت اور محبت کو خالص مودت اور مودت کو عشق الہی میں تبدیل کرنا۔

اب دیکھنا یہ کہ یہ وعدہ ازدواج یا ایک عورت کے کئی خاوند ہونے سے یہ مقاصد کہا تک

پورے ہوتے ہیں۔ وحدت ازدواج یہ تمام مقاصد پورے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ والدین میں اپنے اولاد کی

تربیت اور تعلیم کی اہلیت ہو۔ لیکن ایک امر واقعی ہے۔ کہ ہر ملک میں ان مردوں اور عورتوں کی کافی تعداد

موجود ہے جو تعلیم کما۔ اپنی اولاد کی پرورش بھی نہیں کر سکتے عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک اس قسم کے

لوگوں کو مالدار روح حاصل نہ ہو سکے۔ اس وقت تک شادی نہ کریں، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا

مغلس عورتوں کو یہ کہہ دینا کوئی عالی حوصلگی کی بات ہے۔ کہ تم شادی نہ کرو اور تمام عمر بغیر کسی

محافظ اور مددگار کے بسر کرو؟ ہرگز نہیں اس کے معنی تو یہ ہیں۔ کہ آپ انھیں آزاد نشوں میں مبتلا

کر دینگے۔ اور وہ ان جنس لائق کمزوریوں کا شکار ہو جائیں گی۔ جو ہر ملک میں پائی جاتی ہیں۔ یہ خیال

کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی مالدار مرد چند مغلس لڑکیاں اور نادار عورتوں کو شادی کر لے۔ تو یہ کجالی حوصلگی

کی دلیل ملے گی۔ اور ملک کی آئندہ بے بسودی کے خیال سے تو یہ امر متعجب ہے کہ ایک دلت شخص ایک سے زیادہ عورتوں

کے ساتھ نکاح کر کے اپنی ساری اولاد کو اعلیٰ تعلیم دے کر ملک میں ازاد قاصد کی کثرت کا

موجب ہو۔ اور مغلس مرد کے لئے مناسب ہے۔ کہ وہ قطعی شادی نہ کرے مغلس مردوں کے

موجود ہونے میں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ بمقابلہ عورتوں کے ان کی راہ میں کم آزمائشیں آتی ہیں اور

اگر آتی بھی ہیں۔ تو اس قدر ہلک نہیں ہوتیں۔ لیکن عورتوں کی حالت پر رحم نہ کرنا۔ اور ان کو غیر محفوظ

اور بیچارگی کی حالت میں چھوڑ دینا سراسر نشانِ مردی کے خلاف ہے۔ اگر ملکی دولت بے تقسیم کی گئی تو وحدتِ ازدواج کو ہول معین کرنا ایک معقول سی بات ہوتی ہے جس طرح بولسٹویک کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں ہر شخص اس قابل ہو جاتا ہے کہ نگہداشت و پرورش اطفال کر سکے لیکن موجودہ صورت میں مالدار آدمیوں کو یہ توقع کیوں رکھی جائے کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں کی ذمہ داری قبول کریں؟ اور اگر کوئی قانون ایسا بنا دیا جائے جس کی رو سے مالدار لوگوں کو پرغریب بچوں کی تعلیم و تربیت کا بار اٹھانا پڑے تو یہ تمدن و ازدواج کی ضرورت نہ ہوگی لیکن موجودہ حالات میں مقتضائے عقل ہی معلوم ہوتا ہے کہ مالدار آدمیوں کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی نہ صرف اجازت ہو بلکہ اس معاملہ میں ان کی مہمت افزائی کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس صورت میں غریب عورتوں کے بچوں کو نہ صرف مالی امداد ملے گی بلکہ ایک مالدار باپ کی حفاظت اور حمایت کا لطف بھی حاصل ہوگا۔

پس معلوم ہوا کہ تعدادِ ازدواج فی شخصہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اور اس کی محدود صورت جسکی اجازت اسلام نے دی ہے، ایک نایب فائز رساں رسم ہے جس کی بنیاد عالی حوصلگی پر رکھی گئی ہے۔ اور مسخین اس حقیقت کو عملاً فراموش کر جاتے ہیں۔ کہ اسلام نے چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا لازمی قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس امر کی اجازت دی۔ اسلام کی رُہ سے نکاح ایک یوانی معاہدہ ہے۔ اور اسکی ساری شرائط کی پابندی خاوند پر فرض ہے لیکن ایک دشمن خیال آدمی کیلئے جو مالدار بھی ہو۔ اس شرط کی پابندی ضروری نہیں۔ کہ وہ سمجھے ایک عورت کے دوسری عورتوں کی شادی کر کے انھیں فائدہ نہ پہنچا۔ ایک عورت جو کسی شخص کی دوسری تیسری یا چوتھی بی بی ہے نہ پر رضا مند ہوتی ہے۔ جان بوجھ کر ہی ایسا کرتی ہے۔ اور اسکے رشتہ دار بھی اسی کو رضا مند ہوتے ہیں۔ کہ وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ اس عورت اور اسکے بچوں کی قرار و فقی نگہداشت ہو سکیگی۔ اگرچہ بعض صورتوں میں خاوند اپنی کئی بیویوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے لیکن یہ بات بعض اُن لوگوں میں بھی تو پائی جاتی ہے۔ جو صرف ایک ہی بی بی رکھتے ہیں اور قرآن شریف نے انہی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔ کہ جو شخص یہ دیکھے کہ وہ کئی بیویوں میں دل قائم نہ رکھ سکیگا۔ وہ صرف ایک عورت پر قناعت کرے۔ اسلام نے تمدن و ازدواج کی اجازت محض اس لئے دی ہے۔ کہ یہ عالی حوصلگی کی بات ہے۔ اور ذمہ داریاں اضافہ کرتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ بیویوں کی تعداد چار سے زیادہ نہ ہو۔ اور ان میں دل کو ٹھوٹھ لکھا جائے۔

تعداد اہل لہو مقرر کر دی ہے۔ کہ ایک شخص بہت سی عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے اپنے آپ کو صدی زیادہ فائدہ داروں میں مستلذ ذکرے نبی کریم صلعم کے لہو تو یہ بات ممکن تھی کہ وہ ایک وقت میں نو بیویوں کے ساتھ شادی کر سکیں۔ لیکن آپ کے نکاح کی نوعیت بالکل مختلف تھی۔ کیونکہ جن عورتوں نے آپ کے حوالہ نکاح میں آنا منظور کیا تھا، وہ محض اسلئے کہ آپ کی ننگوانی میں مذہبی زندگی کی تکمیل کر سکیں۔ نہ کہ دنیاوی لذات کے لئے، نیز آپ کی اخلاقی اور روحانی قوتیں اس قدر زبردست تھیں۔ کہ آپ اس قدر ذمہ داری برداشت کر سکتے تھے۔ اور یہ بات عام لوگوں کو ممکن نہیں ہو سکتی +

رہا ایک عورت کا کئی مردوں کو شادی کرنا یہ بات انسانیت کے لئے مضر ہے۔ اور خود عورت کے حق میں بھی بلکہ اس کی تندرستی بہت جلد خراب ہو جائیگی۔ جو پائیلوں میں مادہ کو شہوانی جذبات سال بھر میں صرف ایک دفعہ پیدا ہوتے ہیں۔ عورتوں میں یہ خواہش مہینہ بھر میں ایک دفعہ ہوتی ہے۔ لیکن مرد کے لئے کوئی مدت مہین نہیں ہے۔ نہ چو پائے اس جذبہ کو روک بھی سکتے ہیں۔ اور وہ بلا ضرورت مادہ کے پاس نہیں جاتے۔ لیکن مردوں میں اگر دھچقل کا مادہ موجود ہے، تاہم ان معاملات میں جذبات غالب آ جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات مرد کی افراط عورت کی صحت پر بڑا اثر ڈالتی ہے۔ اسلئے اگر ایک عورت کے کئی خاوند ہوں تو پھر یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کہ عورت کی صحت بہت جلد خراب ہو جائیگی۔ اور ایسی صورت میں وہ اپنے بچوں کی پرورش بھی مناسب طور پر نہ کر سکیگی۔ پس کسی مذہب قوم نے محض عورت کی خاطر اس فیصیح رسم کی اجازت نہیں دی۔ علاوہ بریں اس صورت میں مرد پر جزوی ذمہ داری عاید ہوگی۔ کیونکہ اولاد کا حسب و نسب صحیح طور پر چین نہیں ہو سکتا۔ اور بچہ کے بالوں میں اصلی جذبہ محبت بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور قدرت نے مرد کو ایسا بنایا ہے۔ کہ وہ بیک وقت کئی عورتوں کو بار آور کر سکتا ہے۔ لیکن عورت بیک وقت کئی بچوں کو پیدا نہیں کر سکتی۔ پس قدرت کا مشا بھی یہی ہے۔ کہ بعض حالات میں مرد تعداد ازواج کر سکتا ہے۔ لیکن ایک عورت کئی خاوند نہیں کر سکتی۔ پس عورتوں کو مردوں کی حالت پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ جہاں تک تعداد نکاح کا تعلق ہے +

ان باتوں کو ظاہر ہے کہ وحدت ازدواج کی بعض حالات میں شادی کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور ایک عورت کے کئی خاوند ہونے سے عورت کی صحت پر بڑا برا اثر پڑتا ہے۔ پس وحدت ازدواج جس میں تعدد ازدواج کی اجازت ہو، مشکل کو حل کر سکتی ہے۔ میزبانی لوگ تعدد ازدواج کو پسند کرتے ہیں کیونکہ ان کی نظر میں تعدد ازدواج نفسانی خواہشات اور شہوات پرستی کا نام ہے۔ لہذا انھیں اپنے زاویہ نگاہ میں تبدیلی پیدا کرنا چاہیے تاکہ وہ اس عالی صلیگی کا احساس کر سکیں۔ جو تعدد ازدواج کی تہ میں کارفرما ہے اور جس کے معنی یہ ہیں کہ اسکا ہر نے تعدد ازدواج کو صنعت نازک کی حفاظت اور اس کی خدمت کا ایک وسیع تر میدان بنایا ہے۔ حالانکہ اس کے مردوں کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور خانگی پیچیدگیاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ یہ بات کہ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت شہوت پرستی کے لئے نہیں دی۔ بلکہ انسان میں علو ہمت اور عالی صلیگی پیدا کرنے کی غرض ہوئی ہے۔ اس امر پر غور کرنے سے ثابت ہوگئی ہے کہ اسکا ہر ایسا سنجیدہ مذہب ہے جس نے مردوں کو سونے کے زیورات اور لٹیم کے لباس استعمال کرنے کی ممانعت محض اسی لئے کی ہے۔ مبادا ان میں عیش پرستی پیدا ہو جائے۔ تو وہ محض نفسانی خواہشات کی غرض سے ایک عورت کے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کی اجازت کس طرح دے سکتا تھا؟ آنحضرت صلیم اس قدر سادہ و سلیح واقع ہوتے تھے کہ آپ کے دسترخوان پر ہوا و فستیک کوئی نہمان نہ ہو، صیتر ایک ہی کھانا ہوتا تھا۔ اور یہ اصول اس وقت بھی قائم رہا جبکہ آپ ملک عسیر کے بادشاہ ہو گئے تھے۔ پس کیا یہ مرقرین قیاس ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جو روٹی کی خواہش میں اس درجہ محتاط ہو۔ وہ عورت کی خواہش میں ایسا نفس پرست ہو گا جیسا کہ منزلی لوگ خیال کرتے ہیں؟ آنحضرت صلیم نے بیشک کئی عورتوں سے نکاح کئے۔ لیکن غلط فہمی کے لئے نہیں۔ بلکہ عیس عورتوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کی غرض سے۔ آپ کو اپنی نفسانی خواہشات پر کامل اقتدار حاصل تھا۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ پچاس سال کی عمر تک صیتر ایک بی بی پر قانع رہے۔ جو آپ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں۔ مرغن غذا میں بیشک آپ کو سوا لذت اندوزی کے اور کوئی بات معلوم نہیں ہوتی تھی۔ مگر تعدد ازدواج میں تو عالی صلیگی کے اظہار کا موقع ملتا ہے۔ اسی کو آپ پہلے بات کو محترم فرماتے ہیں۔ اور دوسری بات پر عامل۔ ان باتوں سے

اسلام کا زاویہ نگاہ، تعدد ازدواج کے متعلق بخوبی عیاں ہوکتا ہے۔ اور جب تک تعدد ازدواج کو اسلامی حدود میں رکھا جائے۔ اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نظریہ نہایت درست ثابت ہوگا۔

اگر محدود رنگ میں تعدد ازدواج کا اصول یورپ میں معمول نہ ہو جائے۔ اور وہاں لے لوگ اس کو اسی معنی میں استعمال کریں، جن میں اسلام کی مراد ہے۔ تو ہزار ہا عورتوں کی حالت بہتر ہو جائیگی۔ لیکن منہجی اتوام میں اس رسم کے متعلق اس درجہ تعصب موجود ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی بی بی یا بیچہ ہو تو۔ بھی وہ دوسری شادی کو میسر ہو سمجھتا ہے۔ اسی طرح مشرق میں بعض عورتیں اس قدر زناخ دل ہوتی ہیں۔ کہ وہ اپنے خاوندوں کو اولاد کی خاطر دوسری شادی کی اجازت دیتی ہیں۔ تاکہ وہ خود بھی بچوں کی پرورش میں حصہ لے سکیں۔ منہجی لوگ اگرچہ صنف نازک کی خاطر داری اور عزت افزائی کے بہت مدعی ہیں لیکن غور سے دیکھا جائے تو عورتوں کے حقوق یعنی ان کی بہبودی کا عملی طور پر کچھ بھی لحاظ نہیں کرتے۔ کیونکہ باوجود انتظامت وہ بکس عورتوں کی ذمہ داری لینے سے جان چراتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر وہ تعدد ازدواج پر عمل ہوں۔ تو ہزاروں عورتوں کی زندگی سنور جائیگی، لیکن ایسا نہیں کرتے۔ طرہ یہ ہے۔ کہ اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے کے بجائے دوسرا سلام کے اس دستور عمل کو شہوت پرستی کی تعبیر کرتے ہیں !! اہل حکم میں۔ جہاں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ مردوں کا بچہ کی زندگی بسر کرنا یا دولت مندوں کا تعدد ازدواج پر عمل نہ ہونا، نہایت مجرب طرز عمل ہے۔ بیشک منہجی عورتیں بھی تعدد ازدواج کو پسند نہیں کرتیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کو سمجھایا جائے۔ اور ان کے زاویہ نگاہ میں تبدیلی کی جائے۔ تاکہ وہ تعصب و تنگدلی پر غالب نہ آسکیں۔ یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو اس مسئلہ کو عملی نقطہ خیال سے دیکھ کر اپنا شارعی بنالینا چاہئے۔

تذکرہ جمیل سائیں پشاور ہلی سرکارِ عالم خزانہ کائنات کی ولادت کی تقریب پر جناب

شاہ کیہ پڑ تہذیب کے نام سے مشہور جمیل سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف شائوں اور حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ صوبائی معنوی ہر رنگ میں قابل قدر ہر صفا مت، ہر صفحہ میں تذکرہ جمیل خاص نمبر آخر پشاور ہلی ہر پڑ کے

ملکت ہر عالم چند سالہ تذکرہ کا سالانہ ہے۔

خواجہ عبدالغنی

سرکاری ٹرسٹ و ونگ مسٹر

عرضِ حال

بجناۃِ المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

شدتِ مرض میں ذیل کی باتیں اضطراراً منطوم ہو گئیں۔ واللہ میں شاعر ہوں۔ نہ کسی اظہارِ تعلیٰ سے مجھے کوئی سروکار ہے! اتفاقاً ایک دن شدتِ تکلیف میں حضرتِ حالی مرحوم کے مشہور قصیدہ الغیاثہ کا پہلا شعر ایک لفظ کی ترمیم کے ساتھ خود بخود میری زبان پر آ گیا۔ جس سے میری زبان بہت دیر تک باویدہ پُر نرم مترنم رہی۔ اسی امر نے اس نظم کی تحریک بھی کی۔ میں نے خواجہ مرحوم کے مطلع کو ہی مذکورہ ترمیم کے ساتھ اس نظم کا مطلع کر دیا۔

خدا تعالیٰ اُن احباب کو جزا خیر دے۔ جنہوں نے ان ایام میں مجھے ہمدردی اور بیمار پرسی کے خطوط لکھے اُن کی بھلائی ہے۔ کہ میرے حق میں وہ سلسلہٴ دُعاء کو جاری رکھیں۔ مجھے ایک بات نے یقین کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تصنیفِ جدید (تمدنِ اسلام) کی تکمیل بربانِ انگریزی ہو جائے۔ اسکے ستر صفحات میں جملہ مرض سے پہلے لکھ چکا تھا۔

یہ کتاب اس اگست میں ختم ہو جاتی۔ اگر نیٹی مصیبت نہ آپڑتی اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرتے
میرا ایمان ہے کہ دُعا سے وہ ہو سکتا ہے۔ جو ملا جوں سو نہیں ہو سکتا۔ اسلئے استدعا دے گا
خواجہ کمال الدین ایبٹ آباد مورفہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۸ء

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دُعا،	خادمِ پیرے وقتِ عجب آکے پڑا ہے
اے سید کونین۔ کوئی چار برس سے	بیچارہ عجب تختہ مشقِ حکماء ہے
امراض پہ امراض ہیں آلام پہ آلام	اک حابِ حنین موردِ صدخ و بلا ہے
ہر چند تنومند تو انا تھا۔ پہ آقا!	انسان تو مخلوق ہے کمزور ہوا ہے
مشرق سے جو مغرب میں ترے نام پہ پہنچا	بستر سے بھی اٹھنا اُسے دشوار ہوا ہے
آقہ اُسے مشکل ہے بس اک لفظ بھی کہنا	اعزازِ جسے حُسنِ بیاں کا بھی ملا ہے
جس نے کہ ترے نام پہ قدوں کو ملایا	اس وقت وہ سحرِ کت و بیکار پڑا ہے
قیس کا دل خُون ہوا جس کے قلم سے	ہے شانِ خدا خود ہی وہ خُون تھوک ہے
آقہ مسرے! جو کسرِ چلیپا کا تھا آلہ	وہ بسترِ امراض پہ خود خستہ پڑا ہے
ڈالا ہے مصیبت میں کلیساؤں کو جس نے	وہ آج ہدفِ تیرِ مصائب کا بنا ہے

۱۔ خلقِ انسان ضعیف +
۲۔ ایک خاص ذوقِ کریم و شاعرانہ ہے +

اک مرگ تھے دشمن کیلئے جس کے لائل وہ آج درِ موت پہ ستادہ کھڑا ہے

آمین کیجیگا دعا زندگی کچھ اور عطا ہو
تکمیل ہو اُس کام کی اُس نے جو کیا ہے

مانا کہ ترقی میں تغلّب نہ ذکا ہے بے طرح مگر جسم تنزل پڑھ کا ہے
ہے روح قوی گرچہ ولے جسم تو آد کچھ پھلے دنوں کے بھی سوا اٹھنے لگا ہے
آئینہ دل تھرے کی رونق سہی مولا! پر جسم میں کیوں اتنی نفاقت ہے کیا ہے
جینے کی خوشی مرنے کا غم کچھ نہیں لیکن ہو جائے وہ جس کام کا آغاز ہو رہا ہے

موجودہ مذہبی حالتِ عریب

اک حربہ کاری کی ضرورت ہے اگر نہ دجال چہ موت میں خود آگے گڑا ہے
جاتا ہے کوئی دن کہ رہیگا نہ یہ جس کا کوسطن الملک زمانہ میں بجائے
ہے چوٹ اسے لگی سی اب حربہ جملک یہ کوہ نمک ہے جو سمندر میں کھڑا ہے

۱۔ منزلی کلیسہ توریت نبیلین جال نام انٹی کراشٹ Anti christ آیا ہے جسے مننے والے جماعت کے ہیں جو جناب مسیح
کی تعلیم کے برعکس ہیں آج بروز روشن اور مسلمہ ثابت ہو چکا کہ منزلی کلیسیا کی تعلیم یہ ناپسندیدہ اسلام کی تعلیم کے برخلاف ہے نہ
۲۔ یس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دجال کو کوئی ہلاک کرے گا
بلکہ یہ خود پانی میں نمک کی طرح گل جاویگا۔ اگر دجال جو مراد منزلی کلیسیہ ہے۔ اور وہی ہر جگہ مذہبی قائد ہے
تو اس کا آغاز بحمد اللہ میں نے منبر میں دیکھا ہے +

جو آپ نے فرمایا تھا دجال کی بابت خود جا کے میری آنکھ نہ دیکھ لیتے
 دیکھا تھا اُسے ایک حذیر میں کشتی نے جادیکھ اُسی جا پہ وہ دم توڑ رہا ہے
 حاصل تھی اُسے جوج و ماجوج کی کشتی جن کا کہ ابھی خاتمہ نے طرچ ہوئے
 کٹ مرتے آپ میں ہی کیوں کے معاون نے شبہ یہ ہونا تھا کہ قرآن میں لکھا ہے

۱۔ آنحضرت مسلم کی خدمت میں ایک صحابی (تمیم داری) نے عرض کی کہ اس نے اپنے آپ کو مزی بکتہ نہیں پایا
 خاتمہ فرمودہ ایک جزیرہ میں گیا۔ جہاں ایک گرجا میں اس نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنا نام دجال بتلایا وہ فریو
 آنحضرت مسلم نے سن کر فرمایا کہ اس نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے حضور علیہ السلام چین میں تو شام سے لیکن پھر وہ سیر
 میں ہی ہے۔ سونچا ہے کہ آپ کا یہ ایک نہ بدست کا شفق تھا بعض نے اس جزیرہ کی تعبیر انگلستان سے
 کی ہے جہاں ایک عظیم نشان گرجا پولوس کے نام پر ہے یہی شخص ہے جس کے نام پر مشہور کرد و تصنیف کے کلیغیر
 کی نبیاء والی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب شریلا میں ہی طرف اشارہ ہے ملاحظہ ہو تحفہ کوکس مرتبہ مصنف منہ
 ۲۔ بعض متکلمین نے یاجوج و ماجوج سے مراد مس و جرمنی کر لیا ہے۔ اس زمانہ کے بعض مسلم مصنفین نے
 بھی ان واقعات کیا ہے۔ یز قیل نبی کی کتاب میں تو یاجوج کو مس کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اور طوبال اور
 اومیسک کا مالک اُسے ظاہر کیا ہے۔ یہ دو دریا رُوس میں ہیں۔ ان کے نام پر رُوس کے دو مشہور شہر
ٹوبالسک اور **امیسک** (ماسکو) آباد ہوئے۔ قرآن نے دو القرنین کے متعلق سورہ کہف
 میں یاجوج ماجوج کا ذکر کیا ہے بالمقابل ہر دو دوس اور جو سیفس غیرہ قدیم نورین نے جس قوم کا ذکر دو القرنین
 کی دہر کے ضمن میں کیا ہے وہ رُوس کے جنوب اور کوہ قاز کے شمال میں آباد تھی۔ وہیں ہی یہ دور یا بھی ترائیم
 نے یزنا یا کے یاجوج ماجوج آپس میں لڑ کر آفتابہ ہو گئے۔ ورنہ بعضہم یومئذ یسبح فی بعض و یفخ فی الصور و
 جمعہم جمعاً۔ و عرضنا جہنم یومئذ لکفرین عرضنا کہف ۹۹ و ۱۰۰
 اس جنگ عظیم میں دو قوموں کا جو دشمن انسانیت تھیں خاتمہ ہو گیا۔ یعنی **ارامت** (یاجوج) کا اور **تہداد**
 مطلق النانی کا مکمل محبت تھی۔ اور طبری ازم رومی تہداد کا جسکا منظر کامل جنتی (یاجوج) تھا +

یوں شرک تو ہر ایک جگہ ہے مگر ایسا دُنیا میں کسی اور کا بھی حشر ہوا ہے؛
 کل اُس کا کمال اور زوال آج تعجب حیرانی ہر پُرپُوں ہی نوشتوں میں لکھا ہے
 جذبہ کی پرستش تھی سبب جس کی بقا کا عقل نے خارج اُسے مَرَبے کیا ہے
 سائنس کا یہ ایک کرشمہ ہے کہ آحسہ مغرب بھی ہوا آج پرستارِ خدا ہے
 لیکن یہ خداتین ہیں کا ایک نہیں ہے یہ وہ نہیں جس پر کہ کلیسا کی بنا ہے
 ہاں ہاں وہ خدا وہ ہے جو ہے خالقِ فطرت یعنی جسے قرآن نے اللہ کہا ہے
 مذہب جو تو ہم پہ ہو مقبول نہیں ہے یہ منطق و معقول نے فرمان دیا ہے

خطاب بہ مسلماناں

ہاں ہمتِ اسلام! فدا جوش میں آجا تو ہاتھ ہلا ساتھ ترے فضلِ خدا ہے
 اے قوم جو کی سچی تو سن لینا کہ دن گرجاؤں میں تکبیر کی مقبول صدا ہے
 معمور جوشِ تیرہ میں تھر گرجے کیسے اتوار کو اب بوم وہاں بول رہا ہے

۱۵۔ ۱۹۱۳ء میں مُصَنَّف نے موسمِ گرما کی ہر اتوار لندن کے کسی نہ کسی بڑے گرجا میں اسی اُس وقت ان کینسوں میں تیل رکھنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ ۱۹۲۵ء میں میں چالیس فیصدی بھی حاضری نہ رہی تھی۔ جیسے کہ ایک کمیشن نے اپنی رپورٹ میں تسلیم کیا۔ لیکن آج حاضرین کی تعداد اُس سے بھی کم ہے۔ خود بخود درجال پانی میں گل رہا ہے + منہ

مگر جائینگے گرجا کہ ٹوٹے تھے ہیں خالی
 پر سچی و عمل کے یہ کرشمے ہیں عزیزو
 اٹھ مرؤسلمان اک برس اب بقت عمل ہے
 تو بستر نوشین پہ کیوں لیٹ رہا ہے
 کر قصد کہ ہو موردِ انعامِ الہی
 ہر ایک ملک تیری حمایت میں کھڑا ہے
 اے قوم جو کی سعی تو سن لینا اکرا دن
 گرجاؤں میں تبکیر کی مقبول صدا ہے
 اُس وقت کی نزدیکی دُوری ہر سرے ہاتھ
 ہاں ہو کے رہ گیا کہ یہ مولا کی رضا ہے
 جادیکھ حدیثوں کو اگر طالبِ حق ہے
 میں خود نہیں کہتا میرا آقہ نے کہا ہے
 ہاں کیوں نہ ہو مقبول جہاں ملتِ بیضا
 اسلام جب اک قسطِ حرقہ کی صدا ہے
 جھک جائیگی اب گردِ انِ عفتِ لاءِ رنا
 اسلام پہ جب منطقِ معقول و صدائے
 یہ فلسفہ زلیت جواب پیشِ نظر ہے
 قرآن کے اوراق سے یورپ نے لیا ہے
 تبلیغ کو جا۔ آپ کلیسہ یہ کیگا
 خطوطِ میرے دشمن کا یہاں لول رہا ہے
 کچھ تھوڑی سی ہمت کی لبِ ادا کر رہا ہے
 جو صفتِ وہ کام تو اب ہو ہی چکا ہے
 تعمیر ہی تعمیر کی اب تو ہے ضرورت
 کا ہر دم اب ختم ہوا شکرِ خدا ہے

کچھ سال جو بچائیں تو ہو جائے مکمل وہ کام کہ آغاز ابھی جس کا ہوا ہے

خادم ہیں تیرے یوں تو ہزاروں ہی پراتھ

کچھ تیری عنلامی کا مجھے شوق سوا ہے

روئے ہیں ملائکہ بھی میری نظم کو سن کر کہتے ہیں کہ اے خواجہ تیرا حال کیسے

تو رہت ہو بستر کا یہ کیا بوجھ بھی ہے یہ وقت عمل کا ہے ہی وقت و عا ہے

یہ وقت اور اس حال میں تو وہ صاف سو کیا تجھے اس بات میں کیا راز خدا ہے

تو زندہ ہے وہ کہتا ہے مروں کو بھی نہ وہ شافی مطلق ہر مرض ہی تیرے خیمے

وہ تجھ کو اٹھائے۔ تجھے میدان میں لائے مالک سے تیرے حق میں۔ یہ سب کی دعا ہے

تیرے ہی اصلاح کے سماں میں گرے

وہ واقع امراض و بلیات خدا ہے

تمدن اسلام

مصنف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب صوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جس میں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب دنیا کے لئے ہے جو دنیا کو مصائب و بھاری سزا سکتا ہے محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب مجموعہ تے گذشتہ مترجموں میں مغربی رجحان تبلیغ کا اچھی طرح کی مطالعہ کیا ہے یہ امید کامل ہے کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں کھب جائیگی اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک روادارانہ فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور ان کے دل میں محبت اسلام سے معمور ہو جائیں گے۔ یہ کتاب اُن کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کر دیگی جس سے انشاء اللہ حسبِ خواہ و شاندا زنتائج مرتب ہونگے یہی نقیض کامل ہے کہ کتاب مذکور کے مضامین جو بالا قضا نے اجمال رسالہ اسلامک یونیورسٹی ہو رہے ہیں۔ اور جس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعتِ اسلام لاہور میں لے ہو رہا ہے۔ اہل مغرب و دیگر متلاشیانِ مذہب حق کو قائل کر دیں گے کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو +

اپنے نتائج تبلیغ میں دوسرے نظیر کتابیں

جن شاندا زنتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا

مناہج المسیحیت، نبوت کا ظہور اتم

مصنف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانیہ مسلم مشن بنگلہ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں اگر اہل الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیرِ اسلام شروع کی۔ اگر مناہج المسیحیت نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً۔ تثلیث۔ الوہیت و کھتا رہ مسیح اُن کی ایک بھی ایسی رسم نہیں مثلاً عشتا کے ربانی دیوتا جو اسے سکرانت ایسا ہی ان کا ایک بھی تہوار مثلاً کرسمس ایسٹر۔ گڈ فرائڈ کے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب

کنہیات میں محبوب موجود نہ تھا۔
 ہیں۔ اور ایسا ہی وہ کلمات جو تخیل تالیسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ سب سب
 قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ العناط بھی ان ہی کے منہ سے نکلے ہوئے
 ہیں۔ گویا مرویہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہے۔ یہ بدیہہ کی کہ وہ اوقت جن کو مستند
 طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب کے
 بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ مغرب میں یہ شروع ہو گیا۔ اس اہم نامی کتاب کے بعد فضل مصنف
 نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپؐ انگریزی میں
 ایک کتاب آئی۔ ڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرتؐ سلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش
 پیرا میں پیش کیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے۔ وہ شاید ہی کسی
 اور کتاب سے مرتب ہو سکیں۔ دو صدیوں پر نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دراصل ان ہی
 دو کتابوں نے قابل مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور کیا۔ جواب تمدن اسلام کی شکل میں پیش کرتی ہے
 یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ کوئی مسلم گھرانہ خالی نہ ہو۔ ان کے مطالب تو خود بخود بخوبی ملوث
 ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن یہ کتب میں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی اُردو کا ایک بہترین لٹریچر
 ہے۔ پھر میرا یہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے۔ کہ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔
 یہ اشتہاری لفظ غلطی نہیں۔ اس کا ثبوت اسی کتاب تمدن اسلام سے مل سکتا ہے۔
 لکھائی چھپائی۔ طباعت تقطیع۔ کاغذ۔ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔
 پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت
 کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

بینات مسیحیت نبوت کا ظہور تم تمدن اسلام حوالہ
 عہد ایضاً قیمت عہد
 ذیل کے پیش کردہ قیمتیں مل سکتی ہیں:-

مسلم بک سو سائٹی۔ عزیز منزل۔ برادر تھروڈ۔ لاہور

سلم پرنٹنگ پریس لاہور میں بعد از واحد کے اہتمام چھپا کر خواجہ عبدالغنی خاں نے اشاعت اسلام لکھنؤ تھروڈ لاہور میں کیا

رجسٹرڈ ایڈیشن نمبر ۹۰

بابیت اکتوبر ۱۹۳۰ء

اشاعہ عیسائی

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد و گنگا (انگلینڈ)

زیر ادارت

نواب کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

دی و وکنگ مسلم مشن اینڈ انٹرنیٹ

العقد و کتاب مسلم بن احمد و یحییٰ بن اسود و اربابک باضا بطور جزئی شرحه فرست کے نام لکھتے ہے۔ اس فرست میں (۱) دو تنگ مسلم بن (۲) ایسا لکے یوں لکھنے کی کتاب خاں علیہ السلام لاثریری (۳) مسلم لاثریری فرست (۴) و نیز فرست شامل ہیں۔

اعراض و مقاصد

۱۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔
 ۲۔ یہودیوں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔
 ۳۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔
 ۴۔ عیسائیوں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔
 ۵۔ سکھوں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔
 ۶۔ جینوں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔
 ۷۔ بونوں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔
 ۸۔ کھنڈوں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔
 ۹۔ گھوسوں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔
 ۱۰۔ کھنڈوں کا کہنا ہے کہ ان کے عقائد کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔

لورڈ آف ہنسٹیز

۶۔ جناب شیخ محمد علی صاحب بانک انگلش دیرپوس سی مال۔ لاہور۔
۸۔ جناب شیخ محمد تمیز صاحب بانک لاہوری قلعہ۔ لاہور۔
۹۔ جناب خان بہادر غلام سرائی صاحب قریہ سسٹ۔ چانڈی (سرحد)
۱۰۔ خان بہادر مولوی غلام من صاحب آفریدی قلعہ بیت ایڈز۔ ایسیس
پہرہ پڑھت۔ ریسولوشن پشاور۔ (سرحد)
۱۱۔ جناب علی محمد خان صاحب بی۔ ایچ۔ پشور سسٹ۔ پشاور۔
۱۲۔ جناب اجازت خان صاحب پشور لاد۔ پشور۔
۱۳۔ جناب مولوی عبد الجبار صاحب بی۔ ایچ۔ پشور۔
۱۴۔ جناب محمد علی صاحب بی۔ ایچ۔ پشور۔
۱۵۔ جناب غلام محمد صاحب بی۔ ایچ۔ پشور۔
۱۶۔ جناب خواجہ عبد الغنی صاحب دسکری (سرحد)

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

۱- جناب سرمدیال محمد شفیع صاحب - کے سی یاس - آئی سی سی ہائی سائیڈ
 ڈاکٹر آف لٹریچر، پھیرٹھارٹ لاد پور (پشاور) (پشاور)
 ۲- جناب خاں صاحب سعادت علی خاں صاحب رئیس اعظم سکریٹری انجن
 ریسلمیں پنجاب لاہور
 ۳- جناب محمد بن جان صاحب بی۔ اے بی۔ ایل بی۔ ایڈووکیٹ لاہور
 ۴- جناب مکیش پرکاش صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۵- جناب کنہوشی، بد الدین صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۶- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۷- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۸- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۹- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۱۰- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۱۱- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۱۲- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۱۳- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۱۴- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور
 ۱۵- جناب محمد شفیع صاحب بی۔ اے بی۔ ایل سکریٹری ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ صاحب بہاول
 ریاست بہاول پور

ضروری ہدایات

۱۔ ٹراوسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت تمام سرکاری و مدنی کاموں میں ان کے
 نظریہ بری ٹراوسٹ عزیز منزل ہندوستان کے رول لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے
 ۲۔ جملہ تیسریں کے تمام خاصاں سرکاری و مدنی کاموں میں ان کے نظریہ بری ٹراوسٹ
 عزیز منزل ہندوستان کے رول لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے
 ۳۔ جملہ آفیس عزیز منزل ہندوستان کے رول لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے
 (۱) سالہ سالہ کاموں کے لئے ان کے نظریہ بری ٹراوسٹ
 رسالہ اسلامک ریسرچ سوسائٹی لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے
 (۲) سالہ سالہ کاموں کے لئے ان کے نظریہ بری ٹراوسٹ
 رسالہ اسلامک ریسرچ سوسائٹی لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے
 (۳) سالہ سالہ کاموں کے لئے ان کے نظریہ بری ٹراوسٹ
 رسالہ اسلامک ریسرچ سوسائٹی لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے

خواجہ عبدالغنی سکرپریسی بکنگ مسلم شن ایڈٹری میٹسٹ عزیز منزل۔ بلانڈ روتھ۔ لاہور (پنجاب)

فہرست مصنفین

رسالہ اشاعت اسلام

جلد ۱۶	باب ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء تا جمادی الاول ۱۳۵۹ھ	نمبر ۱۰
--------	--	---------

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	از مترجم	۴۰۲
۱	لیسبٹھر پورٹ	از مترجم	۴۰۲
	پادریوں کی ناکامی	"	۴۰۴
	اسلام اور مسیحیت میں زد و جد کی انفرادی حیثیت	"	۴۰۹
	آئینہ میں برطانیہ کی مذہب کی امکانی نوعیت	"	۴۱۱
۲	عالم کشف میں یوے ٹرین کا نظارہ	بقلم خواجہ عبدالحق صاحب سکرٹری لنگ اسلام آباد	۴۱۵
	ایک میرٹ انجینئر بینگلور	ایڈیٹر ٹری ٹرسٹ	
۴	الوہیت کا قرآنی تخیل	از قلم جناب وزیر احمد صاحب	۴۲۳
	مقدمہ قرآن مجید	از قلم خواجہ جمال الدین صاحب	
۵	مسیحی دُعا موجودہ میسائیت کی تردید کرتی ہے	مترجم محمد حسن صاحب سے ایل ایل بی (علی)	۴۲۵
	تہذیب بوسیدہ	دکیل بڑاچ (منقول از بسلام)	
۶	گوشوارہ آمد و فرج	از قلم الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۴۲۳
۷	ایام حج میں مسجد دو لنگ ایک چھوٹے پیمانے پر	از قلم جناب تاجانی عبدالحق صاحب	۴۲۲
۸	پرکہ منظر کا منظر پیش کرتی ہے		۴۲۵

کے لئے ایک ایسا دستور بنانا چاہیے جس سے ہر ایک کو اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
کالوں میں اور ہر قسم کے تعلقات میں جو سب سے پہلے کام لینا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنا حق اور اپنا فرض
کے لئے ایک ایسا دستور بنانا چاہیے جس سے ہر ایک کو اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
یہ قانون بھی کسی شخص کے لئے نہیں بلکہ ہر ایک کے لئے ہے۔ یہ قانون ہر ایک کے لئے ہے۔ یہ قانون ہر ایک کے لئے ہے۔
کیونکہ ہر ایک کو اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
اس لئے ہر ایک کو اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
اسی وقت جائز ہے جبکہ ہر ایک کو اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
پہلے اس وقت کا وہی میزور ہو جاتا ہے۔ اور جہاں کہیں مختلف کی جائیں اختلافات
کے باعث عیسویوں کی عبادت کرتی ہیں۔ وہاں بھی کسی شخص کی عبادت بھی جہاں ضرور ہے۔
ہر ایک کو اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
فعل بھی یہی ہے کہ ہر ایک کو اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
دیکھا جائیگا۔ اس وقت اس کا قیام ناممکن ہے۔ اس لئے کانفرنس تمام مذہبی لیڈروں کو اپیل کرتی
ہے کہ وہ اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
کلام اللہ کے وہاں جنگ میں شریک بننے سے انکار کریں۔ جس کے تعلق اس کی حکومت یا مملکت ہے۔
کا اعلان کر دے۔ کہ وہ اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
کیا ہے کہ جو جنگ جہاں آپ اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
اس وقت اور اس پر جو تحقیق ہو رہی ہے اس کے مطابق ہر ایک کو اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
جو تمام دنیا میں سب سے زیادہ تھے قوم کی رہنمائی اور اخلاق و عادات کے ساتھ نہیں کی۔
اس کے نتیجے میں کہ اسلام ہر ایک کو اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
اس کا نتیجہ تھا کہ اس کا وجود زیادہ کی ضرورت تھی کہ عبادت کا دھرم اور ان کے
برگوں کو سمجھنے کے لئے کی ضرورت تھی کہ ان کے لئے۔ کہ وہ اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔
اس کے نتیجے میں کہ اس کا وجود زیادہ کی ضرورت تھی کہ عبادت کا دھرم اور ان کے
برگوں کو سمجھنے کے لئے کی ضرورت تھی کہ ان کے لئے۔ کہ وہ اپنا حق مل سکے اور ہر ایک کو اپنا فرض سمجھنا پڑے۔

باشمل کو غیر متزلزل اور اعلیٰ ترین سند قرار دیتے ہیں۔ یہ بات صرف اسقفوں ہی پر ممکن ہو کر وہ ایک ہی سانس میں ایک چیز کو ناقص بھی قرار دیں اور کامل بھی۔ بھلا کسی کو کیا پڑی ہو کہ وہ ایسی بات کو اپنا ہادی قرار دیکھا جسکے متعلق ایسے یقین ہو کہ وہ موجودہ ضروریات کو پورا نہیں کر سکتی؟

ڈبلی اکسپریس مورخہ ۱۵ اگست لکھتا ہے کہ اسقفوں کی محنت کا نتیجہ صرف نیکلا کا انھوں نے حیات موجودہ کی متلاطم موجوں کے ساتھ موافقت کرنے کی ناکام اور اوصوری شوش کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں لیکن کلیسیا کے لیڈرشل سیاسی لیڈروں کے رہنمائی کرنے کے عوض پری کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ اسقفوں کا فرض یہ ہے کہ وہ تبلیغ کا علم بلعد کریں، لوگوں کی حققتہ روحانیت کو بیدار کریں نیکی کا مظاہرہ، مسیح کی طرح زندگی بسر کریں اور کئی تیلیا کی تشریح کریں۔ وہ کلیسیا جو لوگوں کو روحانی آگ بھرا کانے کو قاصر رہی ہو، مجالس میں بیٹھ کر سمجھوتہ کی نیت سے بحث و مباحثہ کا بازار گرم کر کے لوگوں کے دلوں میں پر قصر نہیں حاصل کر سکتی +

سندے کے رائیکل مورخہ ۱۷ اگست لکھتا ہے "اگرچہ کانفرنس نے مسائل جنہی کے متعلق روشن نظر یہ پیش کیا ہے لیکن مسئلہ طلاق میں اس کے رویہ میں کئی نمایاں تبدیلیاں نہیں آئی ہیں لیکن جیسا کہ اسقف لوگ کہتے ہیں کہ طلاق ایک امر غیر فطری ہو لیکن یہ بھی تو غیر فطری ہے کہ شادی کی میعاد میں مزید توسیع روا رکھی جائے۔ درنحالیکہ جانبین میں الفت و حرمت، شادمانی اور میل جول کا نام دلشان بھی باقی نہ رہا ہو۔ سوال یہ ہے کہ کلیسیا اس صاف صورت حال کا مقابلہ کرنے کے رجاں کیوں چڑھتی ہے؟ یہ صورت لاکھڑوم ہو لیکن اس کے وجود پر انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس مسئلہ کی طرف سے تفاعل و درزی دراصل دنیا میں مصائب کے بڑھانے کا موجب ہے۔ موجودہ زمانہ کی فتناء اسقفوں کے نظریہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ اصحاب الراءے ان لوگوں کے طرز عمل کو بنگاہ پسندیدگی نہیں دیکھتے۔ جہاں تک یہ کانفرنس ترقی اور صلہ کی حامل ہے وہاں تک ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور بقیہ امور اور رجعت پسندانہ طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں +

پادریوں کی ناکامی | پادری لوگ عرصہ دراز سے مسیح کی تعلیم کے شارحین بنے ہوئے ہیں۔ لیکن بیکار اور افسوسناک نہیں ہے کہ مسیح کی مرعومہ تعلیمات ہمیشہ ضروریات زمانہ کو

پُر کر کے سرقا صر رہی ہیں؟ ہمارے زمانہ میں پادریوں کے ان یلندہ بانگ و دعاوی کی قطعی روزبرد کھلتی جاتی ہے۔ کلیسیا کی بنیاد ہم القاطا اور غیر مستند تعلیمات پر ہے اور بحالت شہتہاہ کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی۔ عجب ہم مسیحی کے القاطا کو مستند نہیں سمجھتے۔ تو ان کے معانی اور ان کی پیاد شدہ نتائج کو کب معتبر سمجھ سکتے ہیں؟ اس بات پر غور کرنے سے کلیسیائی اہلوں میں آگے دن تبدیل وارد ہونے کا راد سمجھ میں آ سکتا ہے +

اس بات کی وضاحت منظور ہو تو جنگ کی نسبت کلیسیاء کے موجودہ خیالات کا معتابدہ ۱۳۱۷ء کے خیالات سے کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں کلیسیا جنگ کو پسندیدہ سمجھتی تھی۔ اور اس پر برکات نازل کیا کرتی تھی لیکن اب اسے مذہم قرار دیتی ہے۔ یقینی امر یہ ہے کہ کلیسیاء نے جنگ کو اسلئے مذہم قرار نہیں دیا کہ انجیلوں میں اسکی بُرائی مرقوم ہے۔ بلکہ اسلئے کہ اب حالات بدل گئے ہیں۔ اور سادہ کیلاگ کو کبھی ایک مقتدر حکومتوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ اگر انجیلوں میں جنگی اصول تلقین کئے گئے ہوتے یا مسیح کی زندگی میں ان کی مثالیں موجود ہوتیں۔ یا اگر کلیسیاء ایک لامامی محبت ہوتی تو اس قدر جلد اسیں تبدیلیاں واقع ہوا کرتیں +

اس میں کوئی شک نہیں کہ کاتولس نے ان چند مسائل پر بحث کرنے کی کوشش کی۔ جن پر خود اس کا اور مسوسائٹی کا دار و مدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عامۃ الناس کو کاتولس کی کارروائی سے بہت دلچسپی تھی لیکن ہم اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ جب تک کلیسیاء اپنے سابقہ فیصلوں کو نظر ثانی نہ کرے۔ اس وقت تک اصلاح کس طرح اُٹوٹا ہو سکتی ہے؟ جن امور کے متعلق اس کا رویہ آج ہیں مصالحاً۔ نظر آتا ہے ان کے متعلق گزشتہ زمانہ میں صدیوں تک اس نے ساندانہ طرز عمل اختیار کیا ہے۔ آجکل تحقیق کا زمانہ ہے۔ لوگ کورانہ تقلید کے طیار نہیں ہیں۔ اور حقدار علم و فنون کی ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ یہی قدر لوگ یہی جامعوں کو نفور ہوتے جا رہے ہیں۔ جو آئے دن رگرت کی طرح رگڑتی رہتی ہیں + مثلاً کلیسیاء آج رحمدلی کے پردہ میں اصول امتناع توالد و تنال کو پسندیدہ قرار دیتی ہے۔ طلاق کو مذموم سمجھتی ہے لیکن یہی فعل کے مرتکب کے ساتھ زیادہ سختی روا نہیں رکھتی۔ مگر ہمیشہ یہی عمل نہیں کیا۔ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ اصول مذکورہ (برقعہ کنٹرول) کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ نہ مردوں کی خالق ہوں میں نہ عورتوں کی اور طلاق کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ اسکی نوکسی حالت میں بھی اجازت

نہ تھی۔ اس زمانہ میں تو راہب لوگ، قریحہ وود تو داؤدین زکاچی عورتیں رکھنے کے عادی تھے۔
(ملاحظہ ہو: میسٹر کی تصنیف تجر و مصتدس) آجکل تو کسی سمجھدار آدمی کو یہ بات ثابت
کرنے کی ضرورت نہیں کہ کسی عورت کو کسی پاگل شرابی بد معاش یا جس دوہم کے مجرم کے ساتھ
والبتہ کرنا سراسر ظلم یا بے انصافی ہے۔ یقیناً محبت اور رحم والا خدا نوا ایسا قانون بھی ہرگز
نافذ نہ کرے گا۔

اسیں کوئی شک نہیں کہ مسکفوں نے طلاق کے قانون اصلاحی کی مخالفت کر کے جنسی
حالات میں ابتری اور بد نظمی کو بہت زیادہ تقویت پہنچائی ہے۔ ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے
عوض یہ لوگ اُسے دوزخ کا نمونہ بناتے تھے۔ معتدل اور تجبید زندگی کی مخالفت ان کا فرض
منصبی تھا۔ بچوں کی حالت میں اصلاح انھیں مطلق گوارا نہ تھی، لیکن اب وہ ہر قسم کی اصلاح کے
کے وکیل اور حمایتی نظر آ رہے ہیں۔ کیا یہ مازعل یکسانیت یا المام کی شان رکھتا ہے؟
ایوننگ سینڈروڈ مورفہ ۱۵۔ اگست میں طلاق کے مسئلہ کے متعلق کلیسیائی رچا
پر بصیرت افزا تصریحات شائع ہوئی ہیں۔ ذیل میں ہم قدرے طویل اقتباس ہم یہ ناظرین کرتے
ہیں۔ کیونکہ اس کا مطالعہ قارئین سے خالی نہیں ہے:-

جو اخلاقی اصول سابق میں مسلم تھے آج ان پر گراؤم نکشیں ہو رہی ہیں۔ مسکفوں کو بھی سبنا
کا علم ہو چکا ہے اور ان کیلئے دوہی راستے کھلے ہوئے تھے۔ یا تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ کشین بائبل
سیکا اور فضول ہیں۔ سابقہ اصول بدستور قائم رہتے چاہئیں۔ کلیسیاء ان کی تائید کرتی ہے
یادہ یہ کہہ سکتے تھے کہ نئے زمانہ میں نئے اسالیب کار کی ضرورت ایک قدرتی ہے۔ اسلئے کلیسیا
اس معاملہ میں موجودہ نوجوانوں کی رہنمائی کا فرض اپنے ذمہ لے لے۔ لیکن افسوس کہ ان بزرگوں نے
ان میں کسی بائبل عمل نہ کیا۔ بلکہ تحریک جدید کے ساتھ ایک قسم کا من سمجھو نہ کر لیا۔ روڈوا کا نفرنس
کی مہمیت صرف اسی فقرہ کو ظاہر ہو رہی ہے۔ کہ جن عورتوں اور مردوں کی باہم شادیاں تھیں انہوں
ان کے مابین مباشرت کا ارتکاب ایک گناہ کبیرہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اسی حقیقت
عظمیٰ کے انکشاف کے نتیجے میں پادری جمع ہوئے تھے؟ علاوہ بریں بہت سے لوگ یہ سوال کرتے
ہیں۔ کہ اس کانفرنس نے شادی اور طلاق کے متعلق کونسا تعمیری کام انجام دیا؟ اس کے

جواب میں اس کے سوائے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس کا نفرض تے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا ہے۔ کہ شادی کے نصب العین کو برقرار رکھنا جماعتی زندگی کی استواری کے لئے از بس ضروری ہے۔ اور طلاق ایک غیر فطری فعل ہے یہ سوال یہ ہے۔ کہ جب طلاق کی اجازت نہیں تو اب نظام تمدنی کو کس طرح برقرار رکھ سکتے ہیں؟ ظاہر ہے۔ کہ اگر کسی بیگناہ عورت کو کسی زانی، شرابی، جواڑی یا ڈاکو کے ساتھ ہمیشہ کے لئے وابستہ کر دیا جائے۔ تو اس عورت کی زندگی کبھی خوشگوار نہیں ہو سکتی +

علاوہ میں یہ امر کس قدر حیرت انگیز ہے۔ کہ پادری لوگ طلاق یافتہ اشخاص کی شادی گرجہ میں دوبارہ کرنے کے لئے طیار نہیں۔ لیکن انھیں اس امر کی اجازت ہے کہ وہ سرکاری طور پر شادی کر سکتے ہیں، جسے ہم (civil marriage) کہتے ہیں؛ کیا اس طرح وہ لوگ کلیسیا کی تعلیم کے مطابق، گناہ کی حد تک بسر نہیں کرتے؟ اس پُرطرح یہ کہ ان لوگوں کو گرجہ کی مقدس رسم یعنی پاک شراکت میں شریک کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ لوگ گناہگار ہیں۔ تو انھیں رسوم گرجہ میں کس طرح شریک کیا جاسکتا ہے؟ حقیقت ہے۔ کہ حسبہ ابیاں کانفرنس کے ارکان کی اخلاقی بُزدلی سے پیدا ہوئی ہیں +

شادی کو ایک معاہدہ دیوانی ہے۔ قدیم زمانہ میں اسکو جائداد پر قبضہ پانے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ نیز تمدنی برکات بھی مد نظر تھیں۔ جب مسیحیت کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا تو پوپ نے اپنے اقتدار کو پائدار بنانا چاہا۔ چنانچہ یہ خیال عوام کے دلوں میں پیدا کیا گیا۔ کہ پوپ کو اس معاہدہ میں دست اندازی اور تصرف کا اختیار ہے۔ اور رفتہ رفتہ اسے ایک سیکر امنٹ یعنی رسم مقدسہ بنا دیا گیا ہے۔ یسوع نے تو اس قسم کی تعلیم کہیں دی نہیں۔ اور نہ یہ بات کسی طرح ثابت ہو سکتی ہے؛ اوائل مسیحیت میں رسوم مقدسہ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور تیرھویں صدی تک ان کی تعداد بھی مقرر نہیں کی تھی۔ اس سے پہلے کوئی ان کی تعداد پانچ بتاتا تھا؛ کوئی تین +

آخر کار سات پر قرار نصیب ہو گیا۔ یہ شاید اس لئے کہ سات ایک مبارک ہندسہ ہے + اسی طرح بائبل کی کتابوں کی تعداد کے متعلق مدتوں تک اختلاف رہا ہوتا رہا آخر کار یہ طے پایا۔ کہ ساری کتابوں کو گرجہ میں رکھ دیا جائے۔ روحِ مقدس صلی اور قلبی کو علیحدہ علیحدہ کر دی۔

چنانچہ لکھا ہے کہ صبح کو معجزانہ طور پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو گیا۔ اور صلیح اناجیل بائبل کے قاری کر دی گئیں۔ سبب کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ شروع سے لے کر آخر تک کلیسیائی تاریخ میں صلیح اور فریب کے کام لیا گیا ہے۔ آج کوئی سمجھدار آدمی اس دہشتان کو پرکھ کر زیادہ وقیع نہیں سمجھ سکتا بیشک کلیسیا اور اس کے لوازمات مجملہ الہامی ہیں۔ مگر یہ الہام یسوع یا خدا کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ بل فریب قلمی اور دھوکہ کی طرف سے۔ اور یہ باتیں انسانی خیالات کی آمیزش کا نتیجہ ہیں +

یسوع کی مزمومہ مغیر تعلیمات کو انجیل کے ایک یا دو ابواب میں سما سکتی ہیں باقی ماندہ نہ الہامی ہے اور نہ مستند بلکہ پادریوں اور راہبوں کی کارستانی ہے۔ مثلاً یسوع کی جائے پیدائش چہرہ بھی ہے اور بعیت اللحم بھی ظاہر ہے۔ کہ وہ ایک وقت میں دونوں جگہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس کا شجرہ نسب بھی مختلف بیان کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خود پولوس اپنے اہلاد کے بعض سوانح حیات سے ناواقف تھا یہی سمجھنے کے بنیادی اصولوں میں بھی حیرت انگیز اختلافات پاتے جاتے ہیں۔ اگر یہ اصول الہامی سمجھتے تو یہ بات نہ ہوتی۔ جا بجا انسانی تصرفات کے نشان پائے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے اعتلاط بھی موجود ہیں۔ پس آل یہ کہ کلیسیا کی مزمومہ الہامی تعلیمات کس پردہ میں پوشیدہ ہیں +

ڈیلی سپر لڈ سورف ۱۵۔ اگست، لکھنؤ۔ پادریا جان کینگے کہ کلیسیا اسلئے اقتدار ضائع کر رہا ہے۔ کہ وہ سمجھ سے مبرا ہوتا جاتا ہے۔ اور اسکی زندگی تو محض اُن تعلیمات پر ہے جو عوام کے فائدہ کا موجب ہوں۔ بیشک یہ صحیح ہے۔ لیکن جہاں تک عوام کی ضروریات کا تعلق ہے کلیسیا ان کو سمجھنے کی کبھی بھی کوشش نہیں۔ وہ تو ہمیشہ ہر قسم کی ترقی کی مخالفت کرتی رہی ہے۔ اگر وہ عوام کی ضروریات کا احساس کر سکتی تو کبھی اُن کے مفاد کی دشمن نہ ہوتی +

اس نے (کلیسیا) تو برابر لوگوں کے مفاد کی مخالفت کی ہے۔ اور آج بھی کر رہی ہے اندریں حالات وہ کس طرح توقع کر سکتی ہے کہ عوام ملت اس کی اتباع کرینگے؟ کیا کلیسیا نے تحریک انساند مسکرات کی مخالفت نہیں کی؟ اور کیا اپنے گروں کے دروازے ان لوگوں پر بند نہیں کئے۔ جو شراب کے خلاف وعظ کرتے تھے؟ غالباً اسکی وجہ یہ ہوگی کہ شراب کی فروخت سے گرجہ کو بھی آمدنی ہوتی تھی۔ اسی طرح لنکا شائر کی میکٹریوین پچوں کی مشقت بیجا کی اصلاح بھی

کلیسیاء کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ ایجوکیشن بل کے پاس سونے میں بھی ہی مخالفت دکھائی۔ صدر ہیکہ تمدنی اصلاحات کی بھی مخالفت کی۔ اسی طرح آج بھی شادی اور طلاق کے مسائل میں اصلاح کی مخالفت کر رہی ہے۔ جوں نے صاف کہہ دیا ہے۔ کہ انگلستان کے قوانین طلاق اس ملک کیسٹے کس طرح باعث افتخار نہیں ہیں۔ با انہمہ کلیسیا پائے آپ کو الہامی جماعت سمجھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غلطی خوردہ ہے۔ اور اگر یہ عمومی ان حالات پرستی ہے۔ جو بانی کلیسیاء کی تعلیمات کے منافی ہیں تو صبر یہی ایک نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ سارا کھیل ایک صو کو کی ٹٹی ہے۔ اور ان تمام باتوں کا نتیجہ وہی نکلیگا۔ جو اس لیمبیتھ رپورٹ کا نکلا یعنی شاندار ناما کمی جو رپورٹ کے ہر صفحہ پر ہوتا ہے +

اسلام اور مسیحیت میں توحید کی انفرادی حقیقت

بہتے قانونوں اور حجاب عدالت بھی اس معاملہ میں ہمنوا ہیں۔ کہ موجودہ زمانہ میں عورتوں کو مردوں کو زیادہ حقوق حاصل ہیں لیکن ابھی تک متناقض حالات موجود ہیں۔ جو تمدنی اور قانونی امور پر کلیسیائی گرفت کی شہادت دیتے ہیں مثلاً مسیحی دنیا میں جب کسی عورت کی شادی ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے ذاتی نام کی ہمیشہ کیلئے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ عورت کی عیندائی خواہ مٹے یا ہے کم از کم اس رسم کی اتنا تو ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ مسیحیت عورت کے مرتبہ کو بلند کر دیا ہے۔ وہ سراسر غلطی پر ہیں۔ یہ خیال عام ہے۔ اور مسیحی تاریخ سے ناواقفیت کی بناء پر پیدا ہوا ہے +

یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس مضمون کو جو مسٹر رابرٹ گر لور نے ایوننگ سٹنڈرڈ ٹورنٹو ۱۹ فروری ۱۹۳۳ء میں شائع کیا۔ ہماری تفسیر کے ساتھ پڑھا تھا۔ اس مضمون میں اس رسم کی نوعیت کو بونٹی آتشکارا کیا گیا ہے۔ اور ناظرین کی اسکے استدلال کی درخواست کی گئی ہے :-

”اب کہ عورتوں نے ان دشواریوں پر فتح حاصل کر لی ہے۔ جو ان کی سیاسی اور اقتصادی دیت بین الرجال کے معاملہ میں حاصل تھیں۔ اور انھوں نے اعتماد علی النفس حاصل کر لیا ہے۔ اور انھوں نے انھوں کی شرطوں میں بھی تبدیلی کر لی ہے۔ تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ مردوں کے ہاتھوں اپنی خواری اور بیچاری کو کس طرح رو رکھ سکتی ہیں؟ مثلاً جب ایک عورت میری سمجھ نامی شادی کرتی ہے تو پادری اس کی ایک خاص انداز میں کہتا ہے۔ مسز ولفرڈ لسن! براہ کرم آخری مرتبہ

اس مرتبہ نکاح کرے لیکن اس کی شخصیت برابر قائم رہیگی۔ وہ چاند نہیں کہ عارضی طور پر منور ہو وہ تو ایک سورج ہے۔ اور اپنا ذاتی نام اور قانونی شخصیت رکھتی ہے۔ بی بی کا عدالتی مرتبہ بھی ہے جو اس کے خاوند کا ہے۔ مسلمان مستکوہ عورت جملہ معاملات اور داد و ستد میں بالکل آزاد ہے۔ اس کو اپنی جائیداد کو فائدہ اٹھانے اور اسے حسبِ صحتی خرچ کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ خاوند کو اس کے ذاتی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں +

آئینہ نسل میں طانی مذہب کی مکانی نوعیت | ہم ڈاکٹر بارز بشپ آف بینکرم کی تحریرات پر پیشہ

دیکھی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نہ اس کو ردہ انقلاب انگیز اور اسلامی تعلیمات کے قرین بتی ہیں بلکہ اسلئے بھی کہ وہ موجودہ رجحان طبع کا آئینہ ہوتی ہیں۔ چند ماہ ہوئے موصوف نے چرچ ٹائمز میں آئینہ نسلوں کے مذہب کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے تھے ذیل کا اقتباس اس لائق ہے کہ ہر مسلمان خود کے ساتھ پڑھے +

سترہویں صدی کے آخر میں جو سائنٹیفک تحریکیں ابھریں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹھارہویں صدی کے آغاز میں لائڈ مذہبیت کا دو شروع ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ اسی میں بھی ایسا ہی ہو گیا ہے۔

”تحریک جدیدہ“ دراصل مسیحی تعلیمات کی نئی شکل کا نام ہے۔ جو علوم جدیدہ کی بدولت اسے نصیب ہوئی ہے۔ اور ان علوم کی روشنی جس قدر زیادہ پھیلتی جا رہی ہے۔ اسی قدر وہ تمام عقاید جو ان علوم کے مخالفت میں باطل ہوتے جا رہے ہیں۔ کلیسیا کو زیادہ عوام الناس پر اُن علوم نے اپنا رنگ جمالیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کلیسیائی حلقہ اقتدار کی باہر لائڈ مذہبیت برسرِ عروج ہے۔ اور اگر روشن خیال اور عالمِ دفاصل ارکانِ کلیسیا نے اس دباؤ کے دغیہ کا علاج نہ کیا تو یقیناً پادریوں میں بھی اس کا پھیلاؤ نا کچھ مشکل نہ ہو گا۔ اور مجھے تو اس کے آثار ابھی سے نظر آ رہے ہیں +

لیکن ال یہ ہے کہ تحریک جدیدہ کن اصولوں کی تلقین کرتی ہے یعنی عوام الناس کو چونکہ یہ سوال اکثر صحاب کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے میں عملاً اس کا بیلک کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ مسیحی مذہب کو سمجھنے کی گنجی مسئلہ ارتقاء ہے بہر حال وہ اصول یہ ہیں :-

(۱) فعلِ تخلیق جس کی بدولت اجرامِ فلکی اور بنی آدم دونوں وجود میں آئے ایک ایک قدرت

اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور فعل بلا مقصد نہیں ہے۔ اس کے پس پردہ قدرت اور ارادہ کو دہن
 چیزیں کام کر رہی ہیں۔ اور چونکہ اس فعل کا نتیجہ تخلیق انسان ہے۔ جو ایک احسنیاتی حیوان
 ہے۔ یعنی احسنیاتی نصب العین رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے فعل تخلیق ایک مقصد کے
 ماتحت ہو رہا ہے۔ اسی بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا بقول یسوع مسیح ہمارا باپ ہے، ہم سے
 ایک روحانی تعلق رکھتا ہے +

(۱۲) یہ کائنات معقولیت پر مبنی ہے۔ لیکن اگر انسانی زندگی موت کے ساتھ ختم ہو جائے
 تو پھر اس کی معقولیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہم مانتے ہیں۔ کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہوگی +
 (۱۳) خدا کو باپ یقین کرنے کے بعد لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ انسان کا فرض ہے
 کہ اس دنیا میں خدا کی بادشاہت قائم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائے +

(۱۴) انسان جنہاں کے طور پر آزاد اور خود مختار ہے۔ اسی کو خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جواب
 ہوگا۔ حقیقت تجربہ کر بھی ثابت ہے۔ لہذا ابدی اعمال کی پاداش بھگتنا ضروری ہے +
 (۱۵) یسوع کی عزت اور منزلت اس امر پر مبنی ہے۔ کہ ہم اس کے روحانی علم اور اختیار اور
 رہنمائی اور خدا نمانی کا احساس کریں۔ اس کے علاوہ جو باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ چنداں وسیع
 نہیں ہیں +

غرض مختصر طور پر تحریک جدیدہ ان امور کی تلفظ کرتی ہے۔ سبھی طور پر مفصلہ ذیل امور لائق
 توجہ ہیں۔

(۱) تحریک جدیدہ کائنات کو دو حصوں میں منقسم نہیں کرتی۔ ایک فطری اور دوسرا
 ماوراء الفطری بلکہ کل کائنات خدا ہی کی ہے۔ اس کی رہنمائی اور حکومت ہر جگہ ہے۔ سوائے اس کے
 جہاں اس کا مقصد اس اختیار کے منافی ہو جو اس نے بندوں کو دے رکھا ہے۔

(۲) یہ تحریک کلیسیائی رسوم کو فطری رسوم کے مقابلہ میں نہیں رکھتی۔ بلکہ ان کا انیال
 ہے۔ کہ خدا اپنے آپ کو مختلف طریقوں میں ظاہر کرتا ہے۔ پاک شراکت افضال الہی کے دیگر
 ذرائع کو بالاتر نہیں ہے +

(۳) اسی طرح یہ تحریک یسوع کو انسانیت کے بیروں یا بالاتر قرار نہیں دیتی۔ وہ خدا بھی تھا اور انسان بھی

اور یہ اتحاد یا اتصال اسلئے ممکن ہے اور ممکن الوقوع ہے۔ کہ الوہیت کا رنگ ہر شخص میں کم و بیش موجود ہے۔ اور اس معاملہ میں ہم چوتھی اور پانچویں صدی کے عفت یا مروتیہ کا اعادہ کر رہے ہیں۔ جن کی صحت و صداقت مسلم ہے ۴

(۴۱) ہم تسلیم نہیں کرتے کہ بائبل اغلاط اور مسامحات سے پاک ہے بلکہ اس میں مختلف مراتب کی روحانی صداقتیں مندرج ہیں۔ اور چونکہ ان کتابوں کے لکھنے والے انسان تھے۔ اسلئے ان پر غلطی بھی ہوئی۔ لہذا ہمارا فرض ہے کہ سونا پر کھ کر ایک جگہ جمع کر لیں۔ اور بیل کھیل کو پس پشت ڈال دیں۔ تحریک جدیدہ کی تعلیم جو میں نے اجمالاً اس جگہ بیان کر دی ہے۔ اب سے نصف صدی بعد عموماً مروج ہو جائیگی۔ اور کلیسیائی مذہب قرار پا جائیگی۔ ممکن ہے چرچ آف انگلینڈ کو اس وقت تک لوگ فراموش کر چکے ہوں گے، یا آپس کے نزاعات سے اس کا خاتمہ بالآخر ہو جائیگا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو ۴

ڈاکٹر موصوف نے بائبل اور یسوع کے متعلق جو تصریح کی ہیں وہ خاص طور پر اہم ہیں۔ **چرچ ٹائمز** نے جو تنقیدی مقالہ اس مضمون کے متعلق لکھا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ڈاکٹر موصوف کے خیالات اسلامی تعلیمات کے کس قدر نزدیک ہو گئے ہیں ۴

”ڈاکٹر بائرنز نے اپنے حلقہ افر میں اپنے معتقدات کی جو تصریح فرمائی ہے، اس کو غور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنی ٹیز منہ مہیب بہت قریب ہو گئے ہیں انھوں نے یہ کہہ کر کہ پاک فخر اکٹافضال اسی کے دوسرے ذرائع سے افضل نہیں ہے، کلیسیائی معتقدات کی تردید کر دی۔ اسی طرح یہ کہہ کر کہ الوہیت کا رنگ کم و بیش ہر شخص میں پایا جاتا ہے انھوں نے یسوع کی یکتائی کا قلع قمع کر دیا۔ اگرچہ ڈاکٹر موصوف کی یہ تصریح وسیع المعانی ہے لیکن نیکے زاویہ نگاہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ یسوع اور دوسرے انسانوں میں نوعیت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق ہو تو مرتبہ کا رتیب موصوف نے کنواری عورت سے پیدا ہونے، صلیب پر اور دوبارہ جی اٹھنے کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ یہ کہیت ان کی نظر میں یہ دکھا پھیرکا مذہب امیدہ انگلستان کے باشندوں کا مذہب ہو گا۔ اور جو کچھ یعنی جس قدر عقائد اس مذہب کے خلاف ہوں گے۔ وہ پادروں پر جائیں گے۔ اور اسے پچاس سال کے بعد چرچ آف انگلینڈ

خریک جدیدہ میں تبدیل ہو جائیگا۔ ممکن ہے تنازعات باہمی اس کا خاتمہ بالآخر ہی کر دیں !!
 کی مراد اس تنازع سے غالباً وہ سلسلہ تنازعات ہوگا۔ جو ان کے برہنہ کے پیش پور
 ہونے کے بعد وہاں جاری ہے۔ لیکن اتنا ہم ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان کے وہاں تشریف
 لیجانے سے پہلے کوئی تنازع برہنہ کے گرد و نواح میں موجود نہ تھا۔ لیکن جب سیر میکڈونلڈ
 ڈاکٹر صاحب بوصف کو وہاں بھیجا ہے۔ تنازعات کا وہ سلسلہ شروع ہوا ہے۔ کہ کسی طرح ختم ہونے
 بجائیں نہیں آتا۔“

بہر کیف ڈاکٹر صاحب ایک مسلم کی طرح یہ بیان رکھتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح یوسف حجاز
 اور یحییٰ و دوزل کا بیٹا تھا اور ماجورا درلم تھا۔ اخلاقی صفات کا مالک تھا۔ اور خدا کے برگزیدہ
 بندوں میں سے تھا۔ نئی نوع آدم کا بہت بڑا محسن اور خیر خواہ خواہ تھا۔ وہ نہ خدا کا بیٹا ہے۔ اور
 نہ اس کائنات کا خالق ہے۔ بائبل کے متعلق جو کچھ ڈاکٹر صاحب بوصف نے لکھا ہے۔
 وہ دراصل قرآن مجید کی ان آیات کی صلائے باز گشت ہے۔ اور انہوں نے اپنے قول سے
 اُن کی تصدیق بھی کر دی ہے :-

وَأَن مِّنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونُ السَّيِّئِينَ بِالْكَلْبِ لَتَحْسِبُوهُ مِنَ الْكَلْبِ
 وَمَا هُمْ مِنَ الْكَلْبِ وَلَيَقُولُنَّ هُمْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُمْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
 وَلَيَقُولُنَّ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (آل عمران آیت نمبر ۷۷)
 اور تحقیق بعضے ان میں سے البتہ ایک فرقہ ہے۔ کہ مڑتے ہیں زبانوں اپنی کو ساتھ کتاب کے
 تو کہ جادو تم اس کو کتاب سے اور نہیں وہ کتاب ہے اور کہتے ہیں وہ نزدیک اللہ تبارک
 کے سے ہے۔ اور تمہیں وہ نزدیک اللہ کے سے اور کہتے ہیں اوپر اللہ تم کے مجھوٹا اور
 وہ جانتے ہیں کہ ہم دروغ گوئی کر رہے ہیں) +

یعنی وہ گفتگو میں اور محسوس ہوئے خواہ صاحب اور دیگر نہایت
 مکالمات ملیے { رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اس میں جتنی بھی
 ہیں۔ یہ مکالمات سلفین اور دیگر نہایت گفتگو کرنے والے مسلمانوں کے لئے مفید
 ہیں۔ پچھلے ۱۰۰ مجلد ۱۰۰ +

مینجر مسلم ایک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برائڈر تھروڈ۔ لاہور۔

عالم کشف میں یوٹے میں کا نظارہ

بقلم خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری و دکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریچر ٹرسٹ

ایک حیرت انگیز پیشگوئی

سید مقبول احمدی۔ اے۔ اے۔ تھے اپنے ایک فاضلانہ مضمون میں جو مئی ۱۹۱۳ء کے اسلامک ریویو میں شائع ہوا ہے۔ 'نشر و انتشار' کے عنوان سے قرآن کی ایک نبوت سے بحث کی ہے۔ اور مقدس کتاب کے مندرجہ ذیل اقتباسات پیش کئے ہیں :-
 قسم ہے منتشر کرنا والے کی جبکہ وہ منتشر کرے۔ اور قسم ہے بھاری بوجھ اٹھانے والے کی، قسم ہے تیزی کر چلنے والوں کی جبکہ وہ تیزی کر زمین پر چلیں، قسم ہے اُن لوگوں کی جو فرامینِ فیم کرتے ہیں، یقیناً جس چیز سے تم کو دھمکایا گیا ہے۔ وہ ضرور واقع ہو کر رہیگی اور دینِ ایزدی قائم ہو کر رہیگا (سُورۃ الزمریت) وَالَّذِينَ آمَنُوا فَالْحَمْدُ لَهِ وَوَقَرًا، فَالْجَنَّةُ لِيُسْرًا، فَالْمَصْنَعَةُ امْرَأًا، اَلْهٰذَا لَوْ عَدَّوْنَ لَصَادِقٌ، وَاِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ (ع آیات ۶ تا ۷)

قرآن مجید میں کئی سورتیں اور آیات مندرجہ بالا آیات کے علاوہ بھی موجود ہیں جو اس طوطا اشارہ کرتی ہیں۔ کہ ایک دن ایسا ضرور آئیگا۔ جبکہ اسلام عالمگیر ہوگا۔ قرآپا جائیگا۔ ان آیات میں اسی موعودہ زمانہ کا نقشہ و صامت کے ساتھ کھینچا گیا ہے۔ اور اس کی مختلف کیفیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور آخر میں اسلام کی حقانیت کے اثبات کا تذکرہ کیا گیا ہے جس کی طوطا مندرجہ بالا اقتباس کی آخری آیت میں بھی اشارہ موجود ہے +

الفاظ بہر کیف ہمارے تخمیلات کی قطعی تصاویر ہیں لیکن اگر وہ سنئے، جس کا ذکر کیا جائے۔ ہنوز پردہ خفایں ہو۔ تو اس کا بیان خواہ کیسا ہی واضح کیوں نہ ہو، مگر کے

دماغوں میں کسی قسم کا حقیقی تخیل پیدا نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ایک دوشواری اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر پہچان کسی ایسی کتاب میں مذکور ہو جس پر مختلف نوازین میں حاشیہ لکھی ہو چکی ہو، تو وہ بیان بہت پیچیدہ ہو جائیگا۔ کیونکہ مفسرین عموماً اپنے زمانہ کے حالات کو سامنے رکھ کر تفسیر کیا کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ خشنے جس کا بیان مرقوم ہے ابھی ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے وہ لوگ اسکے متعلق کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔

لیکن اگر وہ کتاب خدا کی طرف سے ہو تو یقیناً ایہام اور تشبیہ پر پاک صاف ہوگی اور نہ اس میں شاعرانہ انداز پایا جائیگا۔ اس کتاب کے الفاظ کے وہی سیدھے سادے معانی قبول کئے جائیں گے۔ جو ہر وقت کی کتاب میں مل سکتے ہیں کسی قسم کی تاویل یا کھینچ تان کی ضرورت نہیں۔ مجملہ قرآنی پیشگوئیوں میں یہی اصول کار فرما ہے۔ اس کتاب میں موجودہ زمانہ کی چیزوں کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے گویا کسی نے اُن چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بیان کیا ہے۔ لیکن یہ بات موجب حیرت نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید عالم الغیب خدا کا کلام ہے جس کی نظر میں ماضی حال اور آئندہ تینوں زمانے یکساں ہیں۔ قدماء کی تفاسیر قرآنی پیشگوئیوں کی حقیقت سے آشنا نہیں کر سکتیں۔ ان پیشگوئیوں میں ایک خوبی یہ ہے کہ ان میں تاویل کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر ہم متن کے لفظی معانی بیان کر دیں۔ وہ بھی حقیقت کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔ اور موجودہ حالات کا نقشہ ہمارے سامنے آ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر آیات مذکورہ بالا کو لے لیجئے۔ پہلی آیت میں جو لفظ ”درس“ آیا ہے۔ اسکے لفظی معنی بکھیرنے پھیلانے یا منتشر کرنے کے ہیں لاسلی پیمائات کے موجودہ ”براڈ کاسٹنگ“ یا نشر و انتشار کا لفظ استعمال کیا ہے اور ”درس“ کے لغوی معنی یہی ہیں۔ یہی حال دوسری آیات کا ہے لیکن چوتھی آیت اور بھی حیرت انگیز ہے یعنی قسم کر ان لوگوں کی جو حکومت یا احکام تقسیم کرتے ہیں۔ لفظ ”امر“ کا ترجمہ مینڈیٹ کیا گیا ہے۔ اس کے معنی حکمرانی، حکومت یا حکم کے بھی ہیں۔ اور یہ الفاظ انجمن بین الاقوامہ پر پورے طور پر صادق آتے ہیں۔ جس کا وجود ہمارے زمانہ میں ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ اور بڑے جماعت کے جہں کا حکم حکومت تقسیم کرتا ہے۔ اور قرآنی عبارت کا لفظی ترجمہ بھی یہی ہے۔

لیکن عہدِ مغربی کے حکمرانوں کو پڑے کہ مکے اور مدینہ کے بارے میں کوئی
 وہ ساری چیزیں یاد رکھیں کہ انہیں معلوم ہے۔ کہ وہ اس عہد کے زمانہ میں
 پذیر ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ نے کشتی طوری اس سواری کو مشاہدہ کیا تھا۔ چونکہ
 اس زمانہ میں کوئی شے آپ کے قرب و جوار میں ایسی تھی جو اس کشتی کی طرح کامیاب ہو سکتی
 اس لئے آپ نے اس کا نام بیان نہیں فرمایا لیکن آپ نے مصلحتاً دل تفریح کے لئے اس کو بھڑائی ہے۔
 ”ایک سواری نکلی جو شاہِ سمرقانی کی گولی ہوگی۔ شام کو مغرب کی طرف سے آئیگی۔
 کو مشرق کی طرف روانہ ہو جائیگی۔ مختلف ممالک کا اسباب اور سامان ایک جگہ کو دوسری جگہ لائیگی
 آگ اور پانی کو ملکر چلیگی۔ مختلف مقامات پر سافوں کو بٹلانے کے لئے آواہیں نکالیں گی۔ اور
 جہاں جائیگی ایک بادل دھوواں اُس کے ساتھ ساتھ ہوگا۔ اس طرح پورے گرنے کو معلوم ہو جائیگا
 کہ انحضرتؐ کی قوت کشف کس قدر زبردست تھی۔ آپ نے صدیوں پہلے اس سواری کو بخور دیا
 تھا۔ مگر آپ نے نام نہیں بتایا۔ لیکن لگاڑی کی تصویر اس کو بت نہیں دیتی جا سکتی۔
 انحضرتؐ مسلم یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ وہ جمال اس سواری کو استعمال کرے گا۔ بائبل
 میں جس شخصیت کو انٹی کرائیٹ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ اُسے وہ جمال کے نام سے منسوب
 کرتے ہیں۔ اور اگر مروجہ کلیسا کی تعلیمات حضرت مسیحؑ کی تعین کردہ نہیں ہیں۔ بلکہ مشرکین
 کے خیالات کا آئینہ ہیں۔ تو بھروسہ سراسر سمیٹ کے معافی ہیں۔

ضروری عرضداشت

ہم اپنے قارئین کو مطلع ہیں کہ اس بار کی انگریز شام کیلئے پوری کوشش کرنا چاہیے۔ تمام دور و مکان میں
 یہی سلام کریں کہ انہیں حضرت مسیحؑ کا نام ہے۔ اور حضرت محمدؐ کو ان کے نام کی طرف سے
 ماوراءِ حجاز میں پیرا کرنا ہے۔ اگر ہر مہینہ میں اپنے ماضی کم از کم ایک فریاد کریں۔ تو اس بار
 کے ذریعہ ہم کا بول بھلا ہو۔ اور وہ ہر مہینہ بخور ہو گا۔

مینجر سائنس لٹریچر اسلام۔ عزیز منزل برائے ہر مسلمان

یورپین اصحاب کے ساتھ چند مذہبی مکالمات

بقلم ایم۔ ایس۔ فاروقی

نوٹ منجانب اڈیٹر اسلامک ریویو :- اس مضمون کو چسے ہائے دست فریخ محمد صدیق فاروقی نے لکھا ہے بڑی خوشی کے ساتھ رسالہ میں شائع کرتے ہیں۔ اسکی وجہ صرف یہی نہیں کہ اس مضمون میں خوش پسند نغمہ سالہ تجاربِ جہان کو سرسلاہ جنگ میموریل ہوس و دنگ میں رہ کر حاصل کئے گئے بیان کئے ہیں۔ بلکہ اس کی یہ بھی نگاہ ہر سوتا ہے۔ اگر مسلمان نوجوان تھوڑی سی توجہ کریں تو اپنے اوقات کو تبلیغِ مہذبہ اسلام میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص پر فرض ہے کہ اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچائے اور آنحضرتِ مسلم کی عزت کو بوجہ وجہ قائم رکھے +

ہم اسلام کا مذہب میرے اور میرے مخاطب دونوں کیلئے توجہ جہت ثابت ہوا۔ یہ مکالمہ چند سال پہلے دو دنگ میں شائع ہوا تھا۔ جبکہ میرے ذہن پر کام پھرو تھا۔ کہ نو واردوں کو مسجد کی سیر کر اؤں ایک دن ایک شہر میں روئے کی تھوڑی سی خانہ مسجد دیکھنے آئی۔ وہ بیڑہ تھی۔ اور چونکہ اس کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ مجھے میسرانی بنا لیتی تو اسکی نوع کو فائدہ پہنچے گا۔ اسلئے اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ فرما دیجئے کیا ہے؟ اگرچہ مجھے اس کے اس سوال کو میرے تو ضرور ہوا۔ لیکن چونکہ میں دورانِ قیام انگلستان میں بائبل کا مطالعہ کافی کر چکا تھا۔ اس لئے میں نے انہیں ان کے ساتھ جواب دیا۔ کہ حضرت مسیح خدا کے برگزیدہ رسول تھے۔ اور انھوں نے وہی تعلیم دی ہے۔ جو انبیائے سابق نے دی تھی۔ اور آنحضرتِ مسلم نے بھی یہی تعلیم دی۔ مگر انہیں اس تعلیم میں رنگِ حدت پایا جاتا ہے اور ان سبھوں نے خدا کے متعلق بھی یکساں تعلیم دی ہے حضرت مسیحؑ نے وہی تعلیم دی ہے حضرت محمدؐ نے دی تھی۔ اور آج کے آنحضرتِ مسلم نے جب اس خانہ میں نے یہ گفتگو سنی تو ششدر رہ گئی۔ اور چونکہ توقف کے بعد وہیں گیا ہوں۔ لیکن کیا آپ یہ یقین نہیں رکھتے کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ ہر شخص بائبل پڑھ چکا ہو۔ وہ کس طرح خدا کا بیٹا تسلیم کر سکتا ہے اس نے پوچھا کہ میں نے جواب دیا کہ اگر مسیح خدا کا بیٹا تھا۔ تو جب اسے صلیب دی گئی۔ تو اس نے

یہ کہیں کہا۔ اہل ملی لہا مستحق ہی تھے خدا ان سے میرے خدا اتنے مجھے کہیں چھوڑ دیا؟ کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ جو شخص خود خدا ہو یا خدا کا بیٹا ہو۔ وہ دوسرے خدا کو کچا لے؟ اور کیا یہ بات ممکن ہے کہ خدا اپنے آپ کو یا اپنے اکلوتے بیٹے کو فراموش کر دے؟ کوئی سمجھدار آدمی متبع حدیث کا ترک نہیں ہو سکتا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ خدا اپنے آپ کو فراموش کر چکا تھا۔ اور مدد کے لئے جج پکار مچا رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اُس خاتون کو کہا۔ آپ کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے؟ اُس نے حمایتِ نبوی کی کے ساتھ کہا۔ میرے پاس تمہاری بات کا کوئی جواب نہیں؟ اس کے بعد وہ رخصت ہو گئی۔ چند روز کے بعد مجھے ایک کتاب برصوبل ہوئی۔ جس کا نام تھا۔ ہم دکن کی کس طرح ہو سکتے ہیں؟

اس مکالمہ کے مقابلہ میں اب میں دوسرا مکالمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جو کشمیر نامی جہاں پھیرے اور ایک رومن کیتھولک خاتون کے مابین واقع ہوا۔ جس میں لندن کے پینانگ جبار ہا تھا۔ حنّ اتفاق کر میری اسکی گفتگو ہوئی۔ اور چونکہ میں نے اُسے مذہب کا دلدادہ پایا۔ اس کو یہ سوال کیا کہ آپ کے معتقدات کیا ہیں؟ اُس نے جواب دیا میں تین اسرار پر ایمان رکھتی ہوں۔ پہلی بات مسیح کا کنواری مریض پیدا ہونا دوسری بات مصلوب ہو کر دوبارہ زندہ ہو جانا تیسری بات تثلیث میں التوحید یعنی تین خدا ل کر ایک خدا ہوتے ہیں۔

میں نے اُس خاتون کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا۔ کہ بھلا ان اسرار پر ایمان لانے سے آپ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ جن کو نہ کوئی سمجھا سکتا ہے۔ اور نہ وہ سمجھ میں آتے ہیں۔ اس کو تو آپ اُس مذہب پر ایمان لائیں۔ جس کے اصول موافق عقل ہوں یسوع کا دوبارہ زندہ ہو جانا۔ دراصل کوئی راز نہیں۔ کیونکہ انجیل ہی کے مطالعہ سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ جب یسوع صلیب پر رہے نہیں تھے۔ راولوں کے بیان کے موافق یسوع کے ساتھ دو چوروں کو بھی صلیب دی گئی تھی۔ اور جب تینوں کو صلیب اتارا گیا۔ تو ان چوروں کی ٹانگیں تو توڑ دی گئی تھیں۔ لیکن یسوع کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا۔ اس کو صرف چند زخم آگئے تھے۔ اور جس عرصہ تک وہ صلیب پر لٹکا رہا وہ وفات کیلئے کافی تھیں ہو سکتا یقیناً اُسے زندہ۔ لیکن بحالہ مشی صلیب سے اتارا گیا۔ اور جب کچھ وقت کافی نہ لگتا تھا۔ اگلے آگے دھات پر کوئی قلعہ شہادت پہنچا سکتا۔ پس جبکہ وہاں ہی

یقین تو اس کے دوبارہ زندہ ہونے کا نہیں ہے۔ اصل مودوبارہ زندہ نہیں ہوتا۔ یہ تو صرف
ذہن ہاں جملہ اسکے طبقہ کے جو ہر بات کو راز و خزانہ کے مادی ہوتے ہیں۔ اس کو کبھی ایک
راہ بنالیا۔

اب بھی اگر کوئی شخص کسی خطرناک حادثہ یا مہلک بیماری کو جانبر ہوتا ہے تو ہم ہتھارہ کے
برگ میں کہنیا کرتے ہیں کہ شخص دوبارہ زندہ ہوا ہے۔ یا اس نے دوبارہ زندگی حاصل کی ہے
غرض کہ اس طرح میں نے اسکے ایک راز کی تو حقیقت بیان کر دی۔ اور اگر مجھے وقت ملت تو
میں دوسری باتوں کو بھی صاف کر دیتا۔ کیونکہ نا ممکن ہے کہ تین ایک ہو جائیں یا ایک تین ہو جائے۔
علاوہ بریں اقامت تلاش کی صفات باہر مختلف ہیں۔ اس لئے وہ تینوں کبھی ہرگز ایک نہیں ہو سکتے
راہی نوع کی پیداوار کا مسئلہ تو اگر اس کے متعلق یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ نوع کی پیدائش
کے وقت تک مریم تنواری تھیں تو اس میں کوئی راز کی بات نہیں۔ کیونکہ سائنس کی بدولت
معلوم ہو چکا ہے کہ جس کے حیوانات صرف ایک نوع یعنی فرد جس سے پیدا ہوتے ہیں یا حقیقت تو یہ
کہ ابتداء تمام حیوانات جنسیت سے مشروط تھے۔

جب میں دوبارہ اس خاتون کو ملا تو میں نے دریافت کیا کہ بائبل کے متعلق آپ کا کیا
خیال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بائبل تو محض ایک ادبی حیثیت رکھتی ہے۔

تیسرا مسئلہ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن میرے لئے نہایت حیرت انگیز ثابت ہوا۔ اور میں
یقین کرتا ہوں۔ کہ میرے مخاطب کے لئے بھی ایسا ہی ہو گا۔ ایک دن ایک نوجوان خاتون
مسجد دیکھنے آئی۔ وہ دراصل ہمارے رازوں کی تلاش میں تھی۔ کیونکہ اس نے مسجد کی ہر چیز یعنی
منبر، محراب، گزلیں اور گنبد غرض کہ جملہ باتوں کو غور کر دیکھا بھالا۔ اس مسجد کے گنبد میں کوا قفس
کی روشنی چھڑکائی ہے۔ اور اندر وہ مسجد کو منور کرتی ہیں۔ اسے چیز بدل چکی۔ جس کی وہ تلاش
کرتی تھی۔ چنانچہ اس نے دریافت کیا کہ کتب خانوں کا بیت کہاں رکھا ہوا ہے؟ اس
سوال کو سن کر میں معلوم ہوا۔ کہ بجلی آسمان کو گزرتی۔ میں مستحضر رہ گیا۔ کہ یا الہی یا جبرائیل
میرا جبرائیل کے بارے میں سچ ہو گیا۔ اور ان کے ہونے سے شعلے نکلنے لگے۔ لیکن میں نے ضبط
ہونے کا پایا۔ اور کہا کہ تم نے ان جنت پرست نہیں کیا۔ یہاں وہ ہر جنت خلد و احد کی پرستش کا

حکم دیتا ہے۔ اور سو ایک خدا کے اور کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ منکر وہ خالق خود اور مخلص ہو گئی ہے۔
اس واقعہ کو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مغرب میں اسلام کے متعلق کس قدر غلط فہمیاں اور
اور بگڑائیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ سب بریں لاکھوں عیسائی ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم مسلمان
یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ تو بھی کسی دیوی دیوتا کا نام ہے۔ لیکن یہ مر قہ
طمانیت بخش ہے کہ اب حقیقت آشکارا ہوتی جاتی ہے۔ اور یہی لوگ رفتہ رفتہ اس صداقت کے
معترف ہوتے جاتے ہیں۔ کہ تین خدا ایک خدا نہیں ہو سکتے۔

جبکہ میں انگلستان سے رخصت ہونے والا تھا۔ تو میرے ایک اسکولی دوست جو دو لنگ
سے پانچ میل کے فاصلہ پر رہتا تھا۔ مجھے اپنے یہاں تو ٹھوکیا۔ اور لکھا کہ میرے الدین میرے
بہت دوستی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اس وقت سی تھے۔ مجھے خوشی ہو کہ ان کے تباہ و خرابات کا
موقوفہ ملا۔ یہ خاندان پانچ افراد پر مشتمل تھا۔ ماں باپ اور تین بچے۔ انہیں کو باپ مذہب سے
دیادہ و ادبی رکھتا تھا۔ بہر کیف انھوں نے دو بار ملاقات میں کہا کہ کچھ عرصہ ہو گیا ہے
یہ روک و ٹوٹ میں ایک پادری کا وعظ سنا تھا۔ اس نے بسبیل مذکورہ اسلام کا ذکر بھی کیا تھا۔ کو
اسلئے ہیں غور ہو کر آپ اسلام کے متعلق مزید واقفیت ہم پہنچائیں۔ لہذا مجھے جو حقد ہو سکا
اسلام اور بانی اسلام کے متعلق انھو اطلاعات ہم پہنچائیں۔ اور یہ بتایا۔ کہ قرآن خدا کے
کی پرستش پر بہت زور دیتا ہے۔ اور آدم سے لے کر محمد تک جملہ انبیاء کا مذہب اسلام
کے سوا ہے اور کچھ نہ تھا۔ پھر میں نے قرآن مجید اور انجیل میں فرق بیان کیا اور
کہا کہ بائبل اس لائق نہیں کہ اسے خدا کا کلام کہا جائے۔ اور دراصل وہ اس مرتبہ
کی مدعی بھی نہیں ہے۔ وہ تو ایک ادبی کتاب ہے۔ اور اس میں یسوع کے متعلق جو کچھ لکھا
ہے۔ وہ محض واقعات ہیں جو انجیل نویسوں کو مختلف ذرائع سے معلوم ہو سکے۔ اور ان میں
یانا دیوی کے اختلاف مزاج کی وجہ سے بائبل میں سفید پتہ ناقص پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ
سے تمام خاندان مت اثر ہو لاء اور ان کے باپ نے تو یہاں تک کہا کہ اس موضوع پر ایک کتاب
لکھی جائے تو بہت مناسب ہے۔ اس فیملی کو اپنے والد ماجد کے ترجمہ قرآن کا ایک
نسخہ مل گیا اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں کچھ عرصہ تک اور وہاں رہتا تو یہ خاندان مسلمان ہو جاتا

نصف مسلمان تو یہ لوگ پہلی ہی ملاقات میں ہو گئے تھے +

اب میں اس قسم کے مکالمات کی ایک نظر اور پیش کر دینگا۔ جس سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ مجھے ان مکالمات میں کس قدر کامیابی ہوئی +

”کثیر نامی جہاز پر ایک نوجوان مومن یا مسیح! مٹھی! اٹھا کر تاقیاء ایک دن جبکہ میں اس کی اس
الحد ذرا ہی سرتنگ آچکا تھا۔ تو نرمی کے ساتھ سوال کیا۔ کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ وہ اس
سوال کو سن کر چونک پڑا۔ کیونکہ اس سے پہلے کسی نے اس سے یہ سوال نہیں کیا تھا بہر کیف
اس نے مجھ پر پوچھا۔ کیا آپ عیسوع پر ایمان نہیں رکھتے؟ میں نے کہا۔ بیشک میں حضرت مسیح
کو خدا کا ایک برگزیدہ و مومل مانتا ہوں۔ لیکن میں اُن کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ خدا کیلئے
ہے۔ اسکے بیٹا بیٹی نہیں ہے۔ اس کے بعد گفتگو کا رخ بائبل اور قرآن کی اضافی خوبیوں کی طرف
پلٹ گیا میں نے کہا۔ کہ اگر یہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ کی اختراع ہوتا۔ تو بائبل کی طرح آپ بھی
بہت سے معجزات اپنی طرف منسوب فرما لیتے۔ لیکن تمام قرآن چھان ڈالئے آپ کو کہیں یہ بات
دیکھی اس کے بالمقابل قرآن نے بائبل کے بہت سے معجزات کا غلط ہونا ثابت کیا ہے۔ اور ان کو ہر
قدرتی بن رکھا ہے۔ چنانچہ میں نے حضرت یونس کا قصہ بیان کیا کہ بائبل کہتی ہے کہ انہیں پھیل نکل گئی تھی۔
لیکن بائبل میں تردید کرتا ہے۔ قرآن مجید صرف یہ کہتا ہے۔ کہ پھیلنے نے اُن کو مرنے میں لیا۔ لیکن نگاہیں
ان واقعات سے وہ اس درجہ متاثر نہ ہوئے کہ اُس نے اپنے زانو پر ہاتھ مار کر کہا۔ واقعی یسوع خدا کا
بیٹا نہیں ہو سکتا۔ پھر اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ میں تمہارے نبی کو محبوب نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ اُنھوں نے
تعدا زاد دین کی اجازت دی ہے میں نے جواب دیا۔ کہ تعدا زاد دین کا حکم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے بھی موجود رہا
ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام یعقوب و داؤد و سلیمانؑ یہ سب انبیاء جن کا بائبل میں مذکور ہوا ہے۔ اُس نے
پہلے ہی۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ رسم اس قدر مروج تھی۔ کہ اس پر کسی قسم کی قید ہی تھی
قرآن مجید نے اس رسم کو محدود ہی نہیں کیا۔ بلکہ یہ بھی صراحت کر دی۔ کہ اگر ایک شخص عدل قائم نہ کر سکے
تو کہیں بی بی پر اکتفا کرے۔ اس کو ثابت ہوا۔ کہ قرآن کا منشاء وحدت از دواج ہے نہ کہ تعدا زاد دین
ہاں بعض حالات میں تعدا زاد دین موجب رحمت بھی ہو سکتا ہے۔ اور اخلاق اور بصفت مشاہد بھی گھاتا
ہے۔ اور اگر بائبل مثلاً عیاشی اور زنا کاری کو گناہ قرار دیتا ہے۔ یہ حالات اگرچہ مستثنیات میں سے ہیں لیکن اگر

واقع ممکن ہے اس بڑے قدر و ادوار کی اجازت دی گئی ہو بلکہ حکم نہیں دیا گیا۔ اگر یہ سب سب کا نظام ہر نوع کامل ہو تو وہاں وحدت از دواع کا قانون ہی نافذ ہو گا۔ وہ شخص ان باتوں سے سجد متاثر ہو اور کہنے لگا اب میرے دل میں تمہاری ہی کی قدر و منزلت پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ اور کھانے کے وقت بھی اس نے انہی الفاظ کا اعادہ کیا +

الوہیت کا قرآنی تحنیل

آیت فطری اور آیت ادعائی

ایک ملحد عموماً یہ نظریہ پیش کیا کرتا ہے کہ خدا کا تخلیق ارقت کا شرمندہ احسان ہے۔ اور اس کے اس قول پر بظاہر دلائل بھی بہت معقول مل سکتے ہیں۔ انسان کی خواہش پیش کا تقاضا تھا کہ کوئی نہ کوئی شے ایسی ہو جسے وہ معبود بنا سکے۔ خوت اور اُمید کے جذبات کے ساتھ اپنی بچی اور کمزوری کے احساس نے انسان کو اس طرف اغب کیا کہ وہ کسی غیر مشرود قوت کے سامنے تسلیم ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھوں کو بُت بنائے۔ اور ان کو پوجنے لگا۔ اور تنہا طے کے لئے سنت شے نام اشرار شروع کر دیئے۔ اور رفتہ رفتہ جن باتوں کو وہ محترم اور محرم سمجھتا تھا۔ انہیں اس معبود کے منسوب کر دیا +

اُسے چل کر اُسے اپنے عقائد میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی مثل اُس بُت پرست کے جو ہر روز بُت کے سامنے ناز و بھول لاکر کھتا ہو۔ اور باہی پھول پھینک دیتا ہو۔ اسی طرح انسان نے معبود اُن پائے خیالات میں پشت ڈال دیئے اور نئے نام اور نئی صفات اپنے معبود سے منسوب کیں۔ نیز خیال ہے کہ اگر الہامی مذہب بھی نظریہ کی اصلاح نہ کر سکیں۔ تو پھر ایک ملحد اپنے خیالات یا فیصلہ میں ہی بیان ہے۔ لوگوں نے صفت الہیہ کو انسانی قوتوں اور صفت پر قیاس کیا ہے جو یہی کیا کیا جاتا ہے کہ مروجہ کلیسیائی مذہب نے اس معاملہ میں ترقی کا قدم اٹھایا ہے۔ اور یہ کہ خدا محبت ہے تو دنیا کو

نیک ایک نئی صنعت کے روتناس کیا ہے نیز یہ بھی بتایا کہ خدا نے مصلوب ہو کر اپنی محبت کا ثبوت بھی ہم پہنچا دیا۔
 کہ جبکہ اس طرح کے رسل انسانی دنیوی ضابطہ جہنم سے محفوظ اور دنیوی محبت کی لائن پر پاک ہو گئی ہیں اس
 مسئلہ پر مشاطہ مشیت سے نظر نہیں ڈالنا لیکن یہ کہتے کہ باز نہیں رہتے کہ آئیت قطری یا ان لوگوں کے
 طرز عمل کو اپنے آپ کو بھی کہتے ہیں اس ادعائی عقیدہ کی تائید نہیں ہوتی انہیں یہ جھٹک لوں بہت بڑی ہوئی ہے
 ہی بیگانہ ہیں جیسے وہ لوگ ہمارے سمجھتے ہیں +

حضرت خواجہ کمال الدین نے اس سال کچھ صنعت میں لکھو خواجہ صاحب کر دیا کہ اسلام کا پس منظر کوہِ خدا
 مشیتیں و حلولیں سے پہلے ہی کردہ ہوا بالکل مختلف ہے حقیقت یہی ہے جس کا خواجہ صاحب نے لکھا کہ انسان
 نے اپنے اخلاق خدا کی طرف متوجہ نہیں کئے بلکہ خدا ہی نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ اور یہی صلاحیت اور
 استعداد کہہ دی کہ وہ اخلاقِ انسانی کی پروری کر سکے فطرت انسان کی پرورش کو ہزار ہا سال پہلے موجود
 ہو، اور وہ اپنی فطرت و عمارت میں ان اخلاق کا اظہار کرتی ہو، جن کو آج ہم اپنی خصوصیت خیال کرتے ہیں۔ اور فطرت کیا ہے؟ خدا
 کی حکمت یا لہجہ کا آئینہ ہے یہی شاخ و برگ کا اخلاق تنازعہ ہمارے نہیں بلکہ خدا کے عطا کردہ ہے +
 علاوہ یہ کہ قرآن شیعہ میں ان اخلاق حسنہ کا بھی ذکر ہے جو انسان کو مخصوص نہیں ہو سکتے خواہ وہ کچھ
 انہماک کا آئینہ بن جائے یہ ایک بات ہے مثلاً

قل اللهم ملک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک من تشاء وتوزن تشاء وتقدر من تشاء وتقدر من تشاء
 تشاء میدک الخیر انک علی کل شیء قدير (۲۵:۲۱) کہہ کیا اللہ مالک ملک کے دینا ہے تو ملک کو چاہے اور وہ زمین لیتا ہے کہ
 جس کو چاہے اور دولت تیار ہے جو چاہے دولت تیار ہے جو چاہے پھر آج ہمارے خیر کے تحقیق تو اہل ہر چیز کے قادر ہے +
 ان قدر الفاظ کی صداقت جنگِ عظیم کے دوران میں اور اس کے بعد کوئی ثابت ہو گئی ہے جس کے قیاس و دراباد
 موصول ہوئے یہ وہ ایک جگہ وہ لوگ جنہیں سچے جن کا کوئی حق نہ تھا بہت اشخاص بلند مرتبہ پر فائز ہوئے
 اور بہت دلیل خواہ بہت اہل بحال یہ کہ کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں؟ کیا اگر خدا میں سال کے
 ماحول پہلے سے دشمنی حال ہے تو ان شیعوں کے نزدیک تو جب تک ایسے افسانے اس کو پہلے ہی دونا نہیں ہوئے
 گویا یہ خیال کہ خدا کے ہاتھ میں تصور کی جڑیں سرسبز ہیں کیا وہ بیکور جن حرم صادق اور قادر ہو سکتے ہیں؟ کہ یہ کہ یہ
 انہماک کے زوال کی غفلت خاتمہ ہی نہیں کہ کہ کلبہ کی دنیوی کا نظریہ اس معاملہ میں لائق اعتماد ہو لیکن یہ کلیہ
 اس کے مخالف ہیں جس نے ہم کو یہ خیال کر لیا کہ یہ تعلیم پیش کر سکتی ہے؟

حقلین کو پورا کرتی ہیں۔ قدرت کے ہر مظاہر میں ایک نظم و سن اور پابندی مہول بھی موجود ہے جس کی نگرانی کس قسم کی فاسد کے ذریعہ ہوتی ہے غور کرنے پر یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کثرت کا فرمانے میں ان حوادث کے احیاء بھی کر کے پُر تمیز میں مسدود نہیں؛ اس مقام پر میں نے کارخانہ قدرت کے صرف ان خصوصیات کا ذکر کیا ہے جن کا لحاظ انسان کیلئے بھی ضروری ہے چنانچہ قرآن کریم انسان کے سامنے خدا کو بطور مہذب و متین کرنا، تو ساتھ ہی ساتھ چند صفت اہمیت کو بھی ہمارے نقل کیلئے منتخب کر لیا ہے، اور علوم حاضرہ نے محدود درجہ تک نئے حصول کے ذرائع بھی بتا دیئے ہیں۔

اب سوال یہ سوچا کر کیا متذکرہ بالا قائلہ قد اصول اس دنیا کے تحت میں ہر چیز سے کہتے تھے جو انسان میں نہ ملتی تھی اسے بھی قائل نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ جو مشکوک ہے کہ دنیاویات مذکورہ کی تعلیم وہ عظیم الشان ہتھیار ہیں جن کی طرف انھیں منسوب کیا جاتا ہے، تاہم آج ان کے سوا اور اسی تعلیمات کے ساتھ کثرت کئے جاتے ہیں؛ لیکن ہم ان بزرگوں کو مصلحتاً صادق سمجھتے ہوئے ہرگز ایسے جوابات قبول کرنے میں ایلان کو نہیں قرار دے سکتے۔ مشہور ہے کہ گوتم بدھ ہر شے میں تلکیٹ اور جابہی کے آثار اور ان سب کے انسان کے گناہوں کا نتیجہ خیال کرتے تھے جو دنیاویات ان کے نزدیک نجات انسانی کی صرف ایک صورت تھی؛ اور وہ کیا انسان حلقہ نفس کے علاوہ دنیا کو اپنے حرام کے اپنے کو فنا کر دے، ممکن ہے کہ اس مہول کو جو آج گوتم بدھ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کوئی کاسرین نفس کشی سے تعبیر کرنے کی کوشش کرے لیکن اس مذہب کے بڑے بڑے پیروں کا گوتم بدھ کے اس مہول کو اٹھ دینا وہی کمال قطعاً تعلق کا مترادف جاتا ہے۔ اسی طرح قدیم یونان کسی شے میں حقیقت نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کو ہر چیز ایک صوکر دیا یا نظر آتی تھی۔ جتنے کر انسان کو دنیا میں ایک خود غلط شخصیت سمجھتے تھے اسی کو وہ تیاگ (حرک دنیا) کی تعلیم دیتے تھے، اور اسی کو حقیقت تک پہنچنے اور اللہ کی حالت حاصل کرنے کا ذریعہ خیال کرتے تھے۔ مذہب ایک فقیر جو فرائض بندیت کے بارگاہ کو سبکدوش ہو کر دنیا سے الگ رہ کر رہتا ہے اور تیاگ کر کے جنگل چلا جاتا ہے ہندو مہول مذہب کے اعتبار سے انسانیت کا بہترین نمونہ ہوتا تھا۔ مجھے اس مقام پر ان ہندو فاضل فلسفوں کے مشن و فتح پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے لیکن یہی نہیں کہ ایسی تعلیمات انسان کے ان تمام قومی پرانی پھر دیتی ہیں۔ جن کو وہ ظاہر کرتی ہے کہ ان میں کچھ تعلیمات کچھ تکمیل کیلئے کافی سالانہ ہم ہوتا ہے، لیکن ان کے پچھلے تو سوا اس کے کہ وہ ایک کثرت مسودہ اور مضحکہ منقولہ میں صرف ہو، ان کو اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ ایسی تعلیمات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے متفقین اپنے تمام

کا کہ وہی مشعل سر کے مجبور محسن بن بیٹھتے ہیں۔ قیوم ہندوستان میں یہ فلسفے رائج تھے، ان کو مادہ پرست
میزا جو کہن ہو کہن میں ملا دے بغیر ہو گئیں بھلا اس امر کے کہ اس نے اپنے مستعین کو مادی ترقی سے
بالکل بے بہرہ کر دیا اور اس کے معز نتائج کو انکار بھی نہیں ہو سکتا +

معز علی عیسا ثبوت | نے اس راہ میں بکثرت اور آگے بڑھ کر اس کو بھی بدترند ہی تسلیم ہی اور کر دیا کہ
انسان کی پیدائش مصیبت کے ذریعہ انسان کو ایک مجبور اور غفلت آمیز و کامیابی کی قابلیت کا نہیں رکھتا
ہوئی عقائد کا اثر تھا۔ کہ ترقی و ترقی کے عیسائی ممالک مادی ترقی کو غفلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، کیلون اور اس کے
ہم خیال عیسائی علماء اسی عیسائی تعلیم کے اثر سے کہتے تھے کہ انسان اس میں کامل نہیں ہے اور خدا کی مقدر نشست کا
کوٹھاک کرتا ہے۔ ان کی آرزو تھی کہ اس وجود انسانی کو جو خدا کے نزدیک تمام قابل نعمت اشیاء کا مجموعہ ہے کوئی بڑا
زلزلہ آکر فنا کر دے +

میں بھروسہ رکھتا ہوں کہ کیا عقاید بالا کا ایک مستند کوئی روحانی یا مادی ترقی کر سکتا ہے اگر گنا قانون
فطرت کی مدد سے کو سکتے ہیں اور گنا فطرت انسانی کا ایک جز ہے۔ تو بلاشبہ ہم کسی قانون کے تعمیل کی قابلیت
نہیں رکھتے اور اس قسم کی ذہنیہ کسی تہذیب تمدن کی موجود نہیں ہو سکتی۔ پس جو شے زندگی میں کامیاب
بن گئی ہے اس پر طریقہ عمل پر مہذب و تمدن کے جاسکتے ہیں۔ وہ منہ قانون فطرت کی اطاعت سے ہوا

اسلام

نہی یعنی میں قانون فطرت کی اطاعت کو کہتے ہیں۔ اس بنا پر جناب مسیح موجودہ عیسائی عقاید کے ہرگز ذرا آئیں ہو
میلہ یعنی ایل کی بجائے بخوبی ثابت ہو گا کہ مادہ حاضر عیسائیت کے برعکس ان کائنات کے مشہور محسن بھی ہے اور بندہ کا
اسانی باپ بھی وہی ہے۔ اولاد سے کلا بے بیٹے ہیں باپ کی خاصیتیں اچھی ہیں یا بُری بلکہ موجودہ
ہیں۔ ہاں یاد رہے کہ ماحول کے اثرات سے موروثی خاصیتیں تمام و کمال بیٹے میں ظاہر ہوتی ہیں تاہم
ایک شے یہ آدمی کی اولاد میں خلقت باپ کی نفسی ضرور موجود ہوگی خواہ وہ خوف و غم سے اس کو ظاہر نہ کرے صحیح
صالح اس کے دماغ کی اصلاح کر دے لیکن اسکی فطرت ہی ہے جو اسے اپنے باپ کے ورثہ حاصل
ہوئی ہے۔ یہی صہر میں انسان جس کی خلقت میں عیسائی تعلیم کے مطابق مصیبت کا وجود پایا جاتا ہے
کیونکہ آسانی باپ سے پیدا ہو سکتا ہے؟ لہذا انسان کے عہدہ مصیبت کے اعتقاد کی طرف رجحان
خداوندی میں انتہائی بے لوثی ہے اور دوسری جانب جناب مسیح کی ذات گرامی پر صریح اخترا ہے۔ جنہوں نے

خدا ایک سائنس کیلئے اپنے فکر و عمل کو اس بلند مرتبہ عالمی تعلیم کو ایک نئے نظیر مہل پیش کیا جو موجودہ
 عیسائی تعلیم کا پیدا کردہ کرہ اور پست ہمت انسان خالق عالم سے دُعا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی حق
 شکست والی مقدس تعلیم ایسے گنہگار انسان کے سر پر کرے +

مگر تھا کہ ہم ان عیسائی عقاید کو ہادی برق جناب مسیح کی اصلی تعلیم پر جاننے والی ضرورت
 نظر انداز کر دیتے لیکن نہایت افسوس ہے کہ تعلیمات مذکورہ کو حضور وادید کہنے کے بعد موجودہ پھیلنے
 بجیہ اور اراق بھی ضروری اور مفید تعلیم کی خالی نظر آتے ہیں۔ اگر الہام آئی ان ضروری تعلیمات پر خاموشی
 اور عالم کاٹنا کے بے شمار بے پائے اثرات کی خبر اور مستغنی اور انسان کو بھی ان عزائم قدرت کو بیکار محض
 سمجھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ تو وہ الہام الہام نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی چیز بیکار نہیں ہے ہر چیز کا ایک مقصد
 اور وہ مقصد ہمارے تھما میں پہنچا ہے۔ عیسائی بیاض میں ان اور اراق کو سادہ دیکھ کر ہمیں
 کہنا پڑتا ہے کہ اگر خدا کے مجسمہ مجھے نے مذہب کے ذریعہ سے خالق کے فیض بخش مخلوقات کو ہم پہچان
 نہیں سکتے تو ہم خیال کرنے پر مجبور ہیں کہ خالق کا یہ کمال کا رہتا ہے کہ وہ بے شمار لیکن ایسا خیال
 کرنا ان کی قدرت و صنعت میں عیب جوئی کا مراد ہے ایسا ہرگز نہیں۔ اور مخلوقات میں کوئی شے بھی بیکار
 نہیں ہے الہامات خداوندی کا خاص مقصد ہونا چاہیے کہ اس سے نعت انسان کو باخبر کرے ان کو
 انسانی تصرف میں لانے کی تعلیم دیں۔ قرآن کریم کی حکمت آمیز زبان آیہ کریمہ ان فی خلق
 السموات والارض والخلقات السبل الخ میں انسان کو لفظ بلفظ یہی تعلیم دیتی ہے +
بعض کا خیال ہے کہ مذہب کو امور دنیاوی کو کوئی سروکار نہیں ہے چنانچہ ان کا مشورہ ہے کہ

مسیح کی حکومت اس دنیا کی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک مذہب کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ خالق کی
 سادہ طور پر عبادت کی جائے۔ انکی تہمید و تہجد ہے اس کے اسامات پر ہم سکر بھیجیں اور اپنی نجات کے ذرائع دریافت
 کریں لیکن جب ہم سبھی دعا پر غور کرتے ہیں اور مضمون دعا پر نظر ڈالتے ہیں تو ان تمام اقوال کی قطعی تردید
 ہوتی ہے اس کو انکار نہیں کہ عبادت گزاری ہمارا فرض ہے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن قدرت اور نسیا الہیہ
 کو مہمل رکھ دیتے کہ ہمارے طریق پرستش پر عبادت کا صرف لفظی طلاق باقی رہ جاتا ہے
 جو حقیقی معنوں میں عبادت نہیں ہے۔ مگر کہ عبادت فرض ہے۔ اس لئے انسان میں عبادت کا مادہ

بھی غلط ناموجود ہے لیکن یہ مادہ اکثر ان اشیاء کی طرف بھی جمع ہوا ہے جنہیں مجہودیت کی مطلق کوئی علامت
 نہیں اہلاد آدم کوئے کہ چھتر تک مختلف مظاہر قدرت کو انسان وقتاً فوقتاً اپنا معبود قرار دیتا ہے۔ خدا کے
 بنسبت عبادت گزاروں کی طرح ثبت پرتی نے بھی انسان میں عبادت کے نہایت بلند خیالات سمجھی تھی یہاں
 کہتے ہیں: اور بسا اوقات اُن دعاؤں نے جن کا مخاطب خود ساختہ اصنام کی طرف تھا معبود حقیقی
 کی پرستش کی طرح خلوص نیت اور آداب بندگی کا بھی بیدار نگاہ ہوا۔ اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ اسی
 مادہ عبادت نے جو معبود حقیقی کی بارگاہ میں کام آنے کے لئے ہم کو روایت ہوا اسی انسان کو کس طور پر
 گمراہ کر دیا۔ اس سبب ثابت ہو چکا ہے کہ محض مادہ عبادت کا وجود اور اس کا کسی نوع پرستہاں کافی نہیں بلکہ ضرورت
 اس امر کی ہے کہ انسان اس فطری مادہ کو صحیح رہتہ پر قائم کر کے اس کا مقصد پورا کرے جو منفرد حکم الہی میں کہ
 ہی عبادت بخاری میں لکھن ہے: +

اب میں اپنے حق کو بدل لال بنائیں کروں گا کہ تم آئینہ سے بے خبر ہو کر انسان صحیح معنوں میں عبادت
 نہیں کر سکتے۔ احسانات الہی ہو بندہ جس قدر واقف ہو گا۔ اسی قدر انسان کا درجہ شکر گزاری بھی بڑھتا جائیگا
 لیکن عیسائی تعلیم انسان کو تجریم معصیت قرار دیکر اسے شکر گزاری سے روکتی ہے، ہم خدا کا شکر اس جا پر ادا نہیں
 کر سکتے ہیں، کہ اس نے ہمیں محض معصیت کے مشق کا آلہ کار بنایا ہے۔ اور ہمیں اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہم
 ہی کے ساتھ ایک جنگ میں مصروف ہیں جو ہم کو آہستہ آہستہ ہلاک کر دے لیکن ہمارے سامنے جب لاکھوں
 جہیز ایسی آتی ہیں جن میں ہر ایک ہمارے لئے بیکر مٹھید و کار آمد ہے تو ہمارا دل بھی شکر سے کبیر ہو جاتا ہے۔
 اور کائنات کے بیش بہا اور غیر محدود خزان کا علم جن کا ہر جزو ہماری بھینٹ و آسائش کے لئے موجود ہے،
 ہمارے درجہ شکر کو اور بھی زیادہ بلند کر دیتا ہے +

پس اگر الامامات | خداوندی کا مقصد یہ تھا کہ بندہ خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کرے جس کو اصطلاح

میں عبادت کہتے ہیں تو وہ الامامات بالکل ناقص ہیں اور قطعاً اپنا مقصد ادا نہیں کرتے جو انسان کو ان مقصد
 خزان کے دریافت کرنے اور مصروف میں لانے کا حکم نہیں دیتے ہیں روزانہ ہم کو مختلف حاجتیں پیش آتی رہتی
 ہیں۔ جن کی تمام امتداد زماہ کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ اور ہم ان روز افزوں ضروریات کو رفع کرنے
 کرنے کیلئے نئے نئے ذرائع بھی تلاش کرتے ہیں۔ مگر جب ہم کو یہ معلوم ہو گا۔ کہ حدودیات مذکورہ
 کیلئے کرنے کا سامان پہلے ہی کو ختم ہے اور اس کو کامیاب کرنے کے لئے محض اپنے رحم و کرم سے

جزیرہ باسٹل قبل سپرہ کر دیا تھا تو اس قادر مطلق کی جناب میں ہماری شکر گزاری کی کئی انتہا نہ رہی۔
 علم نے ہر صاحبِ علم کو غور کرنے پر ملام ہو گا۔ کہ وہ دستِ قدرت ہر طرف اپنے کائنات دکھا رہا تو ہم ان کی تعلیم
 اور زیادہ کر سکیں؟ کیا ہر چیز صد یا پوشیدہ چیزوں کا ایک حیرت انگیز خزانہ ہے جس میں ہر ایک نفع انسانی کی
 تکمیل کیلئے موجود ہے؟ کیا انسان کے مفیدہ کا کوئی حصہ نہ ہے کا علم یقیناً احساسِ تشکر کو اور بھی لطیف کر دے گا لیکن
 اگر عبادت میں خدا کی عظمت و بزرگی کا احساس داخل بھی شامل کر لیں تو ہم ایک جاہل انسان بن جاتے ہیں
 سے بے خبر ہونے کے باعث کافی طور پر عبادت نہیں کر سکتے۔ اور ہم اس نتیجہ پر پہنچتے
 ہیں کہ وہ الہام جو اس باب میں خاموش رہ کر انسان کو نعمتِ الہیہ کی دریافت کرنے کی تعلیم
 نہیں دیتا اپنا حقیقی مقصد بھی پورا نہیں کر رہا ہے الہام کا مقصد صرف اسی طور پر پورا ہوتا ہے کہ
 وہ انسان کو حصولِ علوم کی تعلیم دے۔

انسان کے لئے ایک حتمی قانون بھی نہیں ضروری ہے۔ اور ہر مذہب کچھ نہ کچھ اصول اخلاقیات
 سکھاتا ہے لیکن ہم ثابت کر چکے کہ وہ ناقص ہیں اگر ہمارے پاس چند معجزہ اشیاء بھی ہیں تب بھی
 ان کے تحفظ اور اختیار کے حرص و آز کو بچھنے اور اپنے طمع نفس کو روکنے کیلئے ایک حتمی قانون درکار
 ہے طمع نفس کے روکنے کی ضرورت اس حالت میں پڑتی ہے جبکہ دوسروں کے پاس وہ چیزیں ہیں جن کے
 ہم بھی خواہشمند ہیں لیکن کسی سبب سے ان کو ہم خود حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کو کسی حتمی قانون کے تدوین
 کیلئے لازمی ہے کہ کچھ کارآمد مقبیہ اشیاء پہلے سے موجود ہوں، لیکن اگر ہماری مملو کات بہت محدود ہیں تو
 کسی منظم قانون کی ضرورت نہیں صرف چند عام قواعد جیسے تحصیل کے احکام مشرو (Don Commune)
 و Land Revenue میں ملتی ہیں سوسائٹی میں قیام اس کو نظم کیلئے کافی ہونے لگے جس کا لازمی نتیجہ یہ
 ہو گا کہ ہر مذہم اخلاقی اور روحانی قوی معطل رہے گی، لیکن یہاں مذہم قادر مطلق کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے۔ اگر
 ہمارے قوی معطل اور مرد جان قوی معطل رہیں گے، لیکن یہاں مذہم اخلاقی اور روحانی قوی معطل نہیں حاصل ہوتا
 لہذا وہ مذہب | جو اپنے پیروں کو خزانہ قدرت کے استعمال کا طریقہ نہیں بتاتا مکمل مذہب ہو گا
 جو ہماری نہیں کر سکتا۔ اس جگہ یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ قدرت نے ہماری ضروریات کی تمام چیزیں
 سپرہ کر دی ہیں اب یہاں ان فرض ہر کام کے برتنے کا طریقہ دریافت کریں، قدرت کی وہ دنیاوی اشیاء
 محکمہ کو سپرہ کر دینے کے بعد ختم ہو جاتی ہیں لیکن یہ خیال غلط ہے اور علوم موجود مکمل دنیاوی ہیں

کہ ترمیم کرتی ہے خدا کے نعمات ہزار ہا سال تک بیکار اور لان کے فوائد مسئلہ پڑے رہے ہیں مگر خدا کے
 آخری کلام قرآن کریم نے خزانہ قدرت کو اپنے مصرف میں لانے کی ہم کو تعلیم دی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس
 تعلیم ربانی سے نازل ہونے پر قبل انسان اپنی جہالت کی وجہ سے بالکل اٹلے راستہ پر جا رہا تھا اور بجائے اسکے
 منطابق قدرت کو اپنا مصلح کر کے مصرف میں لانے اور ان کے فوائد اٹھانے انسان ان میں بعض کو مرتبہ
 عبودیت دیکر خود کو ان کا فرمانبردار بنا رکھا تھا اور باوجودیکہ نظام قدرت کے خادم ہونے کی حیثیت سے ترقی تھی
 لیکن ہم ان کے خدمات کو بعض احسان بزرگانہ سمجھ کر ان کی پرستش اور بھی زیادہ کرتے تھے تو اگر گھر کا
 مالک بن بیٹھا تھا اور آقا نے اپنے کو عظام بنا رکھا تھا اس کی ثابت ہوتا ہے کہ محض نعمت الہیہ کی تخلیق
 مقصد عبادت کے لئے کافی نہیں بلکہ با اوقات برکس نتائج بھی پیدا کرتی ہے اس لئے نہایت ضروری ہے
 کہ اہم آئی خزانہ قدرت کے دریافت کرنے کی سعی کنیم دے۔ تاہم بتاتی ہے کہ باوجودیکہ خزانہ قدرت نازل
 ہو موجود ہیں اور انسان کو ان کے استعمال کے علوم حاصل کرنے کا سرفہ بھی تھا۔ تاہم انسان اپنے کو
 مخلوقات کا خادم سمجھ کر ایک خلاف فطرت صورت میں مدت دراز تک مبتلا رہا اور کسی طرح اپنی اصلاح
 نہ کر سکا۔ بالآخر قرآن کریم نے نازل ہو کر انسان کی آنکھیں کھول دیں اور اعلان کر دیا کہ مخلوقات جن کے
 تمہیں جہالت کہہ رہی ہیں آقا اللہ مہربود سمجھتے ہو دراصل تمہارے ماتحت اور عظام ہیں۔ اور تم ان کے مالک
 اور آقا مصرف ہی نہیں بلکہ کتاب بن گئے ایک قسم آگے بڑھ کر ارشاد فرمایا کہ مخلوقات میں کوئی شے مہربود
 نہیں اور ہر ایک کا مقصد حرکت ہے کہ وہ انسان کیلئے مفید و کار آمد ہو اس اعلان ربانی نے ہمارے تمام سو
 جھوتے تخیل کو سیرا کر کے بہت تھوڑے عرصہ میں تہذیب تمدن کی تاریخ میں وہ زبردست انقلاب پیدا
 کر دیا جس کی بنیادیں خال نہیں مل سکتی الہامات قرآنیہ کے ماتحت مسلمانوں نے موجودہ علوم و
 فنون کی بنیاد ڈالی جس کی عمارت روز بروز مستحکم اور شاندار ہو رہی ہے۔

لیکن ساتھ ہی سچی واضح ہو کہ یہی علوم و فنون انسانی مہربود کے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتے
 ہیں، اگر مادی ترقی کی ضروریات کے لحاظ سے ایک ایسا جنس لاق اور روحانی قانون نافذ نہ کیا جائے
 جو تہذیب و فراز پر نظر رکھتے ہوئے علوم و فنون کے استعمال میں ایک متوال قائم رکھے مزی تہذیب کی موجودہ
 خرمناک صورت سے اس مقولہ کی صحت بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ خدا کی نعمتوں کا ایک مصرف یہ بھی ہے

طلبہ الہیہ مدرسہ دعوتیہ اسلامیہ ۱۴۱۱ھ - ۱۴۱۲ھ - ۱۴۱۳ھ - ۱۴۱۴ھ - ۱۴۱۵ھ - ۱۴۱۶ھ - ۱۴۱۷ھ - ۱۴۱۸ھ - ۱۴۱۹ھ - ۱۴۲۰ھ - ۱۴۲۱ھ - ۱۴۲۲ھ - ۱۴۲۳ھ - ۱۴۲۴ھ - ۱۴۲۵ھ - ۱۴۲۶ھ - ۱۴۲۷ھ - ۱۴۲۸ھ - ۱۴۲۹ھ - ۱۴۳۰ھ - ۱۴۳۱ھ - ۱۴۳۲ھ - ۱۴۳۳ھ - ۱۴۳۴ھ - ۱۴۳۵ھ - ۱۴۳۶ھ - ۱۴۳۷ھ - ۱۴۳۸ھ - ۱۴۳۹ھ - ۱۴۴۰ھ - ۱۴۴۱ھ - ۱۴۴۲ھ - ۱۴۴۳ھ - ۱۴۴۴ھ - ۱۴۴۵ھ - ۱۴۴۶ھ - ۱۴۴۷ھ - ۱۴۴۸ھ - ۱۴۴۹ھ - ۱۴۵۰ھ - ۱۴۵۱ھ - ۱۴۵۲ھ - ۱۴۵۳ھ - ۱۴۵۴ھ - ۱۴۵۵ھ - ۱۴۵۶ھ - ۱۴۵۷ھ - ۱۴۵۸ھ - ۱۴۵۹ھ - ۱۴۶۰ھ - ۱۴۶۱ھ - ۱۴۶۲ھ - ۱۴۶۳ھ - ۱۴۶۴ھ - ۱۴۶۵ھ - ۱۴۶۶ھ - ۱۴۶۷ھ - ۱۴۶۸ھ - ۱۴۶۹ھ - ۱۴۷۰ھ - ۱۴۷۱ھ - ۱۴۷۲ھ - ۱۴۷۳ھ - ۱۴۷۴ھ - ۱۴۷۵ھ - ۱۴۷۶ھ - ۱۴۷۷ھ - ۱۴۷۸ھ - ۱۴۷۹ھ - ۱۴۸۰ھ - ۱۴۸۱ھ - ۱۴۸۲ھ - ۱۴۸۳ھ - ۱۴۸۴ھ - ۱۴۸۵ھ - ۱۴۸۶ھ - ۱۴۸۷ھ - ۱۴۸۸ھ - ۱۴۸۹ھ - ۱۴۹۰ھ - ۱۴۹۱ھ - ۱۴۹۲ھ - ۱۴۹۳ھ - ۱۴۹۴ھ - ۱۴۹۵ھ - ۱۴۹۶ھ - ۱۴۹۷ھ - ۱۴۹۸ھ - ۱۴۹۹ھ - ۱۵۰۰ھ - ۱۵۰۱ھ - ۱۵۰۲ھ - ۱۵۰۳ھ - ۱۵۰۴ھ - ۱۵۰۵ھ - ۱۵۰۶ھ - ۱۵۰۷ھ - ۱۵۰۸ھ - ۱۵۰۹ھ - ۱۵۱۰ھ - ۱۵۱۱ھ - ۱۵۱۲ھ - ۱۵۱۳ھ - ۱۵۱۴ھ - ۱۵۱۵ھ - ۱۵۱۶ھ - ۱۵۱۷ھ - ۱۵۱۸ھ - ۱۵۱۹ھ - ۱۵۲۰ھ - ۱۵۲۱ھ - ۱۵۲۲ھ - ۱۵۲۳ھ - ۱۵۲۴ھ - ۱۵۲۵ھ - ۱۵۲۶ھ - ۱۵۲۷ھ - ۱۵۲۸ھ - ۱۵۲۹ھ - ۱۵۳۰ھ - ۱۵۳۱ھ - ۱۵۳۲ھ - ۱۵۳۳ھ - ۱۵۳۴ھ - ۱۵۳۵ھ - ۱۵۳۶ھ - ۱۵۳۷ھ - ۱۵۳۸ھ - ۱۵۳۹ھ - ۱۵۴۰ھ - ۱۵۴۱ھ - ۱۵۴۲ھ - ۱۵۴۳ھ - ۱۵۴۴ھ - ۱۵۴۵ھ - ۱۵۴۶ھ - ۱۵۴۷ھ - ۱۵۴۸ھ - ۱۵۴۹ھ - ۱۵۵۰ھ - ۱۵۵۱ھ - ۱۵۵۲ھ - ۱۵۵۳ھ - ۱۵۵۴ھ - ۱۵۵۵ھ - ۱۵۵۶ھ - ۱۵۵۷ھ - ۱۵۵۸ھ - ۱۵۵۹ھ - ۱۵۶۰ھ - ۱۵۶۱ھ - ۱۵۶۲ھ - ۱۵۶۳ھ - ۱۵۶۴ھ - ۱۵۶۵ھ - ۱۵۶۶ھ - ۱۵۶۷ھ - ۱۵۶۸ھ - ۱۵۶۹ھ - ۱۵۷۰ھ - ۱۵۷۱ھ - ۱۵۷۲ھ - ۱۵۷۳ھ - ۱۵۷۴ھ - ۱۵۷۵ھ - ۱۵۷۶ھ - ۱۵۷۷ھ - ۱۵۷۸ھ - ۱۵۷۹ھ - ۱۵۸۰ھ - ۱۵۸۱ھ - ۱۵۸۲ھ - ۱۵۸۳ھ - ۱۵۸۴ھ - ۱۵۸۵ھ - ۱۵۸۶ھ - ۱۵۸۷ھ - ۱۵۸۸ھ - ۱۵۸۹ھ - ۱۵۹۰ھ - ۱۵۹۱ھ - ۱۵۹۲ھ - ۱۵۹۳ھ - ۱۵۹۴ھ - ۱۵۹۵ھ - ۱۵۹۶ھ - ۱۵۹۷ھ - ۱۵۹۸ھ - ۱۵۹۹ھ - ۱۶۰۰ھ - ۱۶۰۱ھ - ۱۶۰۲ھ - ۱۶۰۳ھ - ۱۶۰۴ھ - ۱۶۰۵ھ - ۱۶۰۶ھ - ۱۶۰۷ھ - ۱۶۰۸ھ - ۱۶۰۹ھ - ۱۶۱۰ھ - ۱۶۱۱ھ - ۱۶۱۲ھ - ۱۶۱۳ھ - ۱۶۱۴ھ - ۱۶۱۵ھ - ۱۶۱۶ھ - ۱۶۱۷ھ - ۱۶۱۸ھ - ۱۶۱۹ھ - ۱۶۲۰ھ - ۱۶۲۱ھ - ۱۶۲۲ھ - ۱۶۲۳ھ - ۱۶۲۴ھ - ۱۶۲۵ھ - ۱۶۲۶ھ - ۱۶۲۷ھ - ۱۶۲۸ھ - ۱۶۲۹ھ - ۱۶۳۰ھ - ۱۶۳۱ھ - ۱۶۳۲ھ - ۱۶۳۳ھ - ۱۶۳۴ھ - ۱۶۳۵ھ - ۱۶۳۶ھ - ۱۶۳۷ھ - ۱۶۳۸ھ - ۱۶۳۹ھ - ۱۶۴۰ھ - ۱۶۴۱ھ - ۱۶۴۲ھ - ۱۶۴۳ھ - ۱۶۴۴ھ - ۱۶۴۵ھ - ۱۶۴۶ھ - ۱۶۴۷ھ - ۱۶۴۸ھ - ۱۶۴۹ھ - ۱۶۵۰ھ - ۱۶۵۱ھ - ۱۶۵۲ھ - ۱۶۵۳ھ - ۱۶۵۴ھ - ۱۶۵۵ھ - ۱۶۵۶ھ - ۱۶۵۷ھ - ۱۶۵۸ھ - ۱۶۵۹ھ - ۱۶۶۰ھ - ۱۶۶۱ھ - ۱۶۶۲ھ - ۱۶۶۳ھ - ۱۶۶۴ھ - ۱۶۶۵ھ - ۱۶۶۶ھ - ۱۶۶۷ھ - ۱۶۶۸ھ - ۱۶۶۹ھ - ۱۶۷۰ھ - ۱۶۷۱ھ - ۱۶۷۲ھ - ۱۶۷۳ھ - ۱۶۷۴ھ - ۱۶۷۵ھ - ۱۶۷۶ھ - ۱۶۷۷ھ - ۱۶۷۸ھ - ۱۶۷۹ھ - ۱۶۸۰ھ - ۱۶۸۱ھ - ۱۶۸۲ھ - ۱۶۸۳ھ - ۱۶۸۴ھ - ۱۶۸۵ھ - ۱۶۸۶ھ - ۱۶۸۷ھ - ۱۶۸۸ھ - ۱۶۸۹ھ - ۱۶۹۰ھ - ۱۶۹۱ھ - ۱۶۹۲ھ - ۱۶۹۳ھ - ۱۶۹۴ھ - ۱۶۹۵ھ - ۱۶۹۶ھ - ۱۶۹۷ھ - ۱۶۹۸ھ - ۱۶۹۹ھ - ۱۷۰۰ھ - ۱۷۰۱ھ - ۱۷۰۲ھ - ۱۷۰۳ھ - ۱۷۰۴ھ - ۱۷۰۵ھ - ۱۷۰۶ھ - ۱۷۰۷ھ - ۱۷۰۸ھ - ۱۷۰۹ھ - ۱۷۱۰ھ - ۱۷۱۱ھ - ۱۷۱۲ھ - ۱۷۱۳ھ - ۱۷۱۴ھ - ۱۷۱۵ھ - ۱۷۱۶ھ - ۱۷۱۷ھ - ۱۷۱۸ھ - ۱۷۱۹ھ - ۱۷۲۰ھ - ۱۷۲۱ھ - ۱۷۲۲ھ - ۱۷۲۳ھ - ۱۷۲۴ھ - ۱۷۲۵ھ - ۱۷۲۶ھ - ۱۷۲۷ھ - ۱۷۲۸ھ - ۱۷۲۹ھ - ۱۷۳۰ھ - ۱۷۳۱ھ - ۱۷۳۲ھ - ۱۷۳۳ھ - ۱۷۳۴ھ - ۱۷۳۵ھ - ۱۷۳۶ھ - ۱۷۳۷ھ - ۱۷۳۸ھ - ۱۷۳۹ھ - ۱۷۴۰ھ - ۱۷۴۱ھ - ۱۷۴۲ھ - ۱۷۴۳ھ - ۱۷۴۴ھ - ۱۷۴۵ھ - ۱۷۴۶ھ - ۱۷۴۷ھ - ۱۷۴۸ھ - ۱۷۴۹ھ - ۱۷۵۰ھ - ۱۷۵۱ھ - ۱۷۵۲ھ - ۱۷۵۳ھ - ۱۷۵۴ھ - ۱۷۵۵ھ - ۱۷۵۶ھ - ۱۷۵۷ھ - ۱۷۵۸ھ - ۱۷۵۹ھ - ۱۷۶۰ھ - ۱۷۶۱ھ - ۱۷۶۲ھ - ۱۷۶۳ھ - ۱۷۶۴ھ - ۱۷۶۵ھ - ۱۷۶۶ھ - ۱۷۶۷ھ - ۱۷۶۸ھ - ۱۷۶۹ھ - ۱۷۷۰ھ - ۱۷۷۱ھ - ۱۷۷۲ھ - ۱۷۷۳ھ - ۱۷۷۴ھ - ۱۷۷۵ھ - ۱۷۷۶ھ - ۱۷۷۷ھ - ۱۷۷۸ھ - ۱۷۷۹ھ - ۱۷۸۰ھ - ۱۷۸۱ھ - ۱۷۸۲ھ - ۱۷۸۳ھ - ۱۷۸۴ھ - ۱۷۸۵ھ - ۱۷۸۶ھ - ۱۷۸۷ھ - ۱۷۸۸ھ - ۱۷۸۹ھ - ۱۷۹۰ھ - ۱۷۹۱ھ - ۱۷۹۲ھ - ۱۷۹۳ھ - ۱۷۹۴ھ - ۱۷۹۵ھ - ۱۷۹۶ھ - ۱۷۹۷ھ - ۱۷۹۸ھ - ۱۷۹۹ھ - ۱۸۰۰ھ - ۱۸۰۱ھ - ۱۸۰۲ھ - ۱۸۰۳ھ - ۱۸۰۴ھ - ۱۸۰۵ھ - ۱۸۰۶ھ - ۱۸۰۷ھ - ۱۸۰۸ھ - ۱۸۰۹ھ - ۱۸۱۰ھ - ۱۸۱۱ھ - ۱۸۱۲ھ - ۱۸۱۳ھ - ۱۸۱۴ھ - ۱۸۱۵ھ - ۱۸۱۶ھ - ۱۸۱۷ھ - ۱۸۱۸ھ - ۱۸۱۹ھ - ۱۸۲۰ھ - ۱۸۲۱ھ - ۱۸۲۲ھ - ۱۸۲۳ھ - ۱۸۲۴ھ - ۱۸۲۵ھ - ۱۸۲۶ھ - ۱۸۲۷ھ - ۱۸۲۸ھ - ۱۸۲۹ھ - ۱۸۳۰ھ - ۱۸۳۱ھ - ۱۸۳۲ھ - ۱۸۳۳ھ - ۱۸۳۴ھ - ۱۸۳۵ھ - ۱۸۳۶ھ - ۱۸۳۷ھ - ۱۸۳۸ھ - ۱۸۳۹ھ - ۱۸۴۰ھ - ۱۸۴۱ھ - ۱۸۴۲ھ - ۱۸۴۳ھ - ۱۸۴۴ھ - ۱۸۴۵ھ - ۱۸۴۶ھ - ۱۸۴۷ھ - ۱۸۴۸ھ - ۱۸۴۹ھ - ۱۸۵۰ھ - ۱۸۵۱ھ - ۱۸۵۲ھ - ۱۸۵۳ھ - ۱۸۵۴ھ - ۱۸۵۵ھ - ۱۸۵۶ھ - ۱۸۵۷ھ - ۱۸۵۸ھ - ۱۸۵۹ھ - ۱۸۶۰ھ - ۱۸۶۱ھ - ۱۸۶۲ھ - ۱۸۶۳ھ - ۱۸۶۴ھ - ۱۸۶۵ھ - ۱۸۶۶ھ - ۱۸۶۷ھ - ۱۸۶۸ھ - ۱۸۶۹ھ - ۱۸۷۰ھ - ۱۸۷۱ھ - ۱۸۷۲ھ - ۱۸۷۳ھ - ۱۸۷۴ھ - ۱۸۷۵ھ - ۱۸۷۶ھ - ۱۸۷۷ھ - ۱۸۷۸ھ - ۱۸۷۹ھ - ۱۸۸۰ھ - ۱۸۸۱ھ - ۱۸۸۲ھ - ۱۸۸۳ھ - ۱۸۸۴ھ - ۱۸۸۵ھ - ۱۸۸۶ھ - ۱۸۸۷ھ - ۱۸۸۸ھ - ۱۸۸۹ھ - ۱۸۹۰ھ - ۱۸۹۱ھ - ۱۸۹۲ھ - ۱۸۹۳ھ - ۱۸۹۴ھ - ۱۸۹۵ھ - ۱۸۹۶ھ - ۱۸۹۷ھ - ۱۸۹۸ھ - ۱۸۹۹ھ - ۱۹۰۰ھ - ۱۹۰۱ھ - ۱۹۰۲ھ - ۱۹۰۳ھ - ۱۹۰۴ھ - ۱۹۰۵ھ - ۱۹۰۶ھ - ۱۹۰۷ھ - ۱۹۰۸ھ - ۱۹۰۹ھ - ۱۹۱۰ھ - ۱۹۱۱ھ - ۱۹۱۲ھ - ۱۹۱۳ھ - ۱۹۱۴ھ - ۱۹۱۵ھ - ۱۹۱۶ھ - ۱۹۱۷ھ - ۱۹۱۸ھ - ۱۹۱۹ھ - ۱۹۲۰ھ - ۱۹۲۱ھ - ۱۹۲۲ھ - ۱۹۲۳ھ - ۱۹۲۴ھ - ۱۹۲۵ھ - ۱۹۲۶ھ - ۱۹۲۷ھ - ۱۹۲۸ھ - ۱۹۲۹ھ - ۱۹۳۰ھ - ۱۹۳۱ھ - ۱۹۳۲ھ - ۱۹۳۳ھ - ۱۹۳۴ھ - ۱۹۳۵ھ - ۱۹۳۶ھ - ۱۹۳۷ھ - ۱۹۳۸ھ - ۱۹۳۹ھ - ۱۹۴۰ھ - ۱۹۴۱ھ - ۱۹۴۲ھ - ۱۹۴۳ھ - ۱۹۴۴ھ - ۱۹۴۵ھ - ۱۹۴۶ھ - ۱۹۴۷ھ - ۱۹۴۸ھ - ۱۹۴۹ھ - ۱۹۵۰ھ - ۱۹۵۱ھ - ۱۹۵۲ھ - ۱۹۵۳ھ - ۱۹۵۴ھ - ۱۹۵۵ھ - ۱۹۵۶ھ - ۱۹۵۷ھ - ۱۹۵۸ھ - ۱۹۵۹ھ - ۱۹۶۰ھ - ۱۹۶۱ھ - ۱۹۶۲ھ - ۱۹۶۳ھ - ۱۹۶۴ھ - ۱۹۶۵ھ - ۱۹۶۶ھ - ۱۹۶۷ھ - ۱۹۶۸ھ - ۱۹۶۹ھ - ۱۹۷۰ھ - ۱۹۷۱ھ - ۱۹۷۲ھ - ۱۹۷۳ھ - ۱۹۷۴ھ - ۱۹۷۵ھ - ۱۹۷۶ھ - ۱۹۷۷ھ - ۱۹۷۸ھ - ۱۹۷۹ھ - ۱۹۸۰ھ - ۱۹۸۱ھ - ۱۹۸۲ھ - ۱۹۸۳ھ - ۱۹۸۴ھ - ۱۹۸۵ھ - ۱۹۸۶ھ - ۱۹۸۷ھ - ۱۹۸۸ھ - ۱۹۸۹ھ - ۱۹۹۰ھ - ۱۹۹۱ھ - ۱۹۹۲ھ - ۱۹۹۳ھ - ۱۹۹۴ھ - ۱۹۹۵ھ - ۱۹۹۶ھ - ۱۹۹۷ھ - ۱۹۹۸ھ - ۱۹۹۹ھ - ۲۰۰۰ھ - ۲۰۰۱ھ - ۲۰۰۲ھ - ۲۰۰۳ھ - ۲۰۰۴ھ - ۲۰۰۵ھ - ۲۰۰۶ھ - ۲۰۰۷ھ - ۲۰۰۸ھ - ۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ - ۲۰۱۱ھ - ۲۰۱۲ھ - ۲۰۱۳ھ - ۲۰۱۴ھ - ۲۰۱۵ھ - ۲۰۱۶ھ - ۲۰۱۷ھ - ۲۰۱۸ھ - ۲۰۱۹ھ - ۲۰۲۰ھ - ۲۰۲۱ھ - ۲۰۲۲ھ - ۲۰۲۳ھ - ۲۰۲۴ھ - ۲۰۲۵ھ - ۲۰۲۶ھ - ۲۰۲۷ھ - ۲۰۲۸ھ - ۲۰۲۹ھ - ۲۰۳۰ھ - ۲۰۳۱ھ - ۲۰۳۲ھ - ۲۰۳۳ھ - ۲۰۳۴ھ - ۲۰۳۵ھ - ۲۰۳۶ھ - ۲۰۳۷ھ - ۲۰۳۸ھ - ۲۰۳۹ھ - ۲۰۴۰ھ - ۲۰۴۱ھ - ۲۰۴۲ھ - ۲۰۴۳ھ - ۲۰۴۴ھ - ۲۰۴۵ھ - ۲۰۴۶ھ - ۲۰۴۷ھ - ۲۰۴۸ھ - ۲۰۴۹ھ - ۲۰۵۰ھ - ۲۰۵۱ھ - ۲۰۵۲ھ - ۲۰۵۳ھ - ۲۰۵۴ھ - ۲۰۵۵ھ - ۲۰۵۶ھ - ۲۰۵۷ھ - ۲۰۵۸ھ - ۲۰۵۹ھ - ۲۰۶۰ھ - ۲۰۶۱ھ - ۲۰۶۲ھ - ۲۰۶۳ھ - ۲۰۶۴ھ - ۲۰۶۵ھ - ۲۰۶۶ھ - ۲۰۶۷ھ - ۲۰۶۸ھ - ۲۰۶۹ھ - ۲۰۷۰ھ - ۲۰۷۱ھ - ۲۰۷۲ھ - ۲۰۷۳ھ - ۲۰۷۴ھ - ۲۰۷۵ھ - ۲۰۷۶ھ - ۲۰۷۷ھ - ۲۰۷۸ھ - ۲۰۷۹ھ - ۲۰۸۰ھ - ۲۰۸۱ھ - ۲۰۸۲ھ - ۲۰۸۳ھ - ۲۰۸۴ھ - ۲۰۸۵ھ - ۲۰۸۶ھ - ۲۰۸۷ھ - ۲۰۸۸ھ - ۲۰۸۹ھ - ۲۰۹۰ھ - ۲۰۹۱ھ - ۲۰۹۲ھ - ۲۰۹۳ھ - ۲۰۹۴ھ - ۲۰۹۵ھ - ۲۰۹۶ھ - ۲۰۹۷ھ - ۲۰۹۸ھ - ۲۰۹۹ھ - ۲۱۰۰ھ - ۲۱۰۱ھ - ۲۱۰۲ھ - ۲۱۰۳ھ - ۲۱۰۴ھ - ۲۱۰۵ھ - ۲۱۰۶ھ - ۲۱۰۷ھ - ۲۱۰۸ھ - ۲۱۰۹ھ - ۲۱۱۰ھ - ۲۱۱۱ھ - ۲۱۱۲ھ - ۲۱۱۳ھ - ۲۱۱۴ھ - ۲۱۱۵ھ - ۲۱۱۶ھ - ۲۱۱۷ھ - ۲۱۱۸ھ - ۲۱۱۹ھ - ۲۱۲۰ھ - ۲۱۲۱ھ - ۲۱۲۲ھ - ۲۱۲۳ھ - ۲۱۲۴ھ - ۲۱۲۵ھ - ۲۱۲۶ھ - ۲۱۲۷ھ - ۲۱۲۸ھ - ۲۱۲۹ھ - ۲۱۳۰ھ - ۲۱۳۱ھ - ۲۱۳۲ھ - ۲۱۳۳ھ - ۲۱۳۴ھ - ۲۱۳۵ھ - ۲۱۳۶ھ - ۲۱۳۷ھ - ۲۱۳۸ھ - ۲۱۳۹ھ - ۲۱۴۰ھ - ۲۱۴۱ھ - ۲۱۴۲ھ - ۲۱۴۳ھ - ۲۱۴۴ھ - ۲۱۴۵ھ - ۲۱۴۶ھ - ۲۱۴۷ھ - ۲۱۴۸ھ - ۲۱۴۹ھ - ۲۱۵۰ھ - ۲۱۵۱ھ - ۲۱۵۲ھ - ۲۱۵۳ھ - ۲۱۵۴ھ - ۲۱۵۵ھ - ۲۱۵۶ھ - ۲۱۵۷ھ - ۲۱۵۸ھ - ۲۱۵۹ھ - ۲۱۶۰ھ - ۲۱۶۱ھ - ۲۱۶۲ھ - ۲۱۶۳ھ - ۲۱۶۴ھ - ۲۱۶۵ھ - ۲۱۶۶ھ - ۲۱۶۷ھ - ۲۱۶۸ھ - ۲۱۶۹ھ - ۲۱۷۰ھ - ۲۱۷۱ھ - ۲۱۷۲ھ - ۲۱۷۳ھ - ۲۱۷۴ھ - ۲۱۷۵ھ - ۲۱۷۶ھ - ۲۱۷۷ھ - ۲۱۷۸ھ - ۲۱۷۹ھ - ۲۱۸۰ھ - ۲۱۸۱ھ - ۲۱۸۲ھ - ۲۱۸۳ھ - ۲۱۸۴ھ - ۲۱۸۵ھ - ۲۱۸۶ھ - ۲۱۸۷ھ - ۲۱۸۸ھ - ۲۱۸۹ھ - ۲۱۹۰ھ - ۲۱۹۱ھ - ۲۱۹۲ھ - ۲۱۹۳ھ - ۲۱۹۴ھ - ۲۱۹۵ھ - ۲۱۹۶ھ - ۲۱۹۷ھ - ۲۱۹۸ھ - ۲۱۹۹ھ - ۲۲۰۰ھ - ۲۲۰۱ھ - ۲۲۰۲ھ - ۲۲۰۳ھ - ۲۲۰۴ھ - ۲۲۰۵ھ - ۲۲۰۶ھ - ۲۲۰۷ھ - ۲۲۰۸ھ - ۲۲۰۹ھ - ۲۲۱۰ھ - ۲۲۱۱ھ - ۲۲۱۲ھ - ۲۲۱۳ھ - ۲۲۱۴ھ - ۲۲۱۵ھ - ۲۲۱۶ھ - ۲۲۱۷ھ - ۲۲۱۸ھ - ۲۲۱۹ھ - ۲۲۲۰ھ - ۲۲۲۱ھ - ۲۲۲۲ھ - ۲۲۲۳ھ - ۲۲۲۴ھ - ۲۲۲۵ھ - ۲۲۲۶ھ - ۲۲۲۷ھ - ۲۲۲۸ھ - ۲۲۲۹ھ - ۲۲۳۰ھ - ۲۲۳۱ھ - ۲۲۳۲ھ - ۲۲۳۳ھ - ۲۲۳۴ھ - ۲۲۳۵ھ - ۲۲۳۶ھ - ۲۲۳۷ھ - ۲۲۳۸ھ - ۲۲۳۹ھ - ۲۲۴۰ھ - ۲۲۴۱ھ - ۲۲۴۲ھ - ۲۲۴۳ھ - ۲۲۴۴ھ - ۲۲۴۵ھ - ۲۲۴۶ھ - ۲۲۴۷ھ - ۲۲۴۸ھ - ۲۲۴۹ھ - ۲۲۵۰ھ - ۲۲۵۱ھ - ۲۲۵۲ھ - ۲۲۵۳ھ - ۲۲۵۴ھ - ۲۲۵۵ھ - ۲۲۵۶ھ - ۲۲۵۷ھ - ۲۲۵۸ھ - ۲۲۵۹ھ - ۲۲۶۰ھ - ۲۲۶۱ھ - ۲۲۶۲ھ - ۲۲۶۳ھ - ۲۲۶۴ھ - ۲۲۶۵ھ - ۲۲۶۶ھ - ۲۲۶۷ھ - ۲۲۶۸ھ - ۲۲۶۹ھ - ۲۲۷۰ھ - ۲۲۷۱ھ - ۲۲۷۲ھ - ۲۲۷۳ھ - ۲۲۷۴ھ - ۲۲۷۵ھ - ۲۲۷۶ھ - ۲۲۷۷ھ - ۲۲۷۸ھ - ۲۲۷۹ھ - ۲۲۸۰ھ - ۲۲۸۱ھ - ۲۲۸۲ھ - ۲۲۸۳ھ - ۲۲۸۴ھ - ۲۲۸۵ھ - ۲۲۸۶ھ - ۲۲۸۷ھ - ۲۲۸۸ھ - ۲۲۸۹ھ - ۲۲۹۰ھ - ۲۲۹۱ھ - ۲۲۹۲ھ - ۲۲۹۳ھ - ۲۲۹۴ھ - ۲۲۹۵ھ - ۲۲۹۶ھ - ۲۲۹۷ھ - ۲۲۹۸ھ - ۲۲۹۹ھ - ۲۳۰۰ھ - ۲۳۰۱ھ - ۲۳۰۲ھ - ۲۳۰۳ھ - ۲۳۰۴ھ - ۲۳۰۵ھ - ۲۳۰۶ھ - ۲۳۰۷ھ - ۲۳۰۸ھ - ۲۳۰۹ھ - ۲۳۱۰ھ - ۲۳۱۱ھ - ۲۳۱۲ھ - ۲۳۱۳ھ - ۲۳۱۴ھ - ۲۳۱۵ھ - ۲۳۱۶ھ - ۲۳۱۷ھ - ۲۳۱۸ھ - ۲۳۱۹ھ - ۲۳۲۰ھ - ۲۳۲۱ھ - ۲۳۲۲ھ - ۲۳۲۳ھ - ۲۳۲۴ھ - ۲۳۲۵ھ - ۲۳۲۶ھ - ۲۳۲۷ھ - ۲۳۲۸ھ - ۲۳۲۹ھ - ۲۳۳۰ھ - ۲۳۳۱ھ - ۲۳۳۲ھ - ۲۳۳۳ھ - ۲۳۳۴ھ - ۲۳۳۵ھ - ۲۳۳۶ھ - ۲۳۳۷ھ - ۲۳۳۸ھ - ۲۳۳۹ھ - ۲۳۴۰ھ - ۲۳۴۱ھ - ۲۳۴۲ھ - ۲۳۴۳ھ - ۲۳۴۴ھ - ۲۳۴۵ھ - ۲۳۴۶ھ - ۲۳۴۷ھ - ۲۳۴۸ھ - ۲۳۴۹ھ - ۲۳۵۰ھ - ۲۳۵۱ھ - ۲۳۵۲ھ - ۲۳۵۳ھ - ۲۳۵۴ھ - ۲۳۵۵ھ - ۲۳۵۶ھ - ۲۳۵۷ھ - ۲۳۵۸ھ - ۲۳۵۹ھ - ۲۳۶۰ھ - ۲۳۶۱ھ - ۲۳۶۲ھ - ۲۳۶۳ھ - ۲۳۶۴ھ - ۲۳۶۵ھ - ۲۳۶۶ھ - ۲۳۶۷ھ - ۲۳۶۸ھ - ۲۳۶۹ھ - ۲۳۷۰ھ - ۲۳۷۱ھ - ۲۳۷۲ھ - ۲۳۷۳ھ - ۲۳۷۴ھ - ۲۳۷۵ھ - ۲۳۷۶ھ - ۲۳۷۷ھ - ۲۳۷۸ھ - ۲۳۷۹ھ - ۲۳۸۰ھ - ۲۳۸۱ھ - ۲۳۸۲ھ - ۲۳۸۳ھ - ۲۳۸۴ھ - ۲۳۸۵ھ - ۲۳۸۶ھ - ۲۳۸۷ھ - ۲۳۸۸ھ - ۲۳۸۹ھ - ۲۳۹۰ھ - ۲۳۹۱ھ - ۲۳۹۲ھ - ۲۳۹۳ھ - ۲۳۹۴ھ - ۲۳۹۵ھ - ۲۳۹۶ھ - ۲۳۹۷ھ - ۲۳۹۸ھ - ۲۳۹۹ھ - ۲۴۰۰ھ - ۲۴۰۱ھ - ۲۴۰۲ھ - ۲۴۰۳ھ - ۲۴۰۴ھ - ۲۴۰۵ھ - ۲۴۰۶ھ - ۲۴۰۷ھ - ۲۴۰۸ھ - ۲۴۰۹ھ - ۲۴۱۰ھ - ۲۴۱۱ھ - ۲۴۱۲ھ - ۲۴۱۳ھ - ۲۴۱۴ھ - ۲۴۱۵ھ - ۲۴۱۶ھ - ۲۴۱۷ھ - ۲۴۱۸ھ - ۲۴۱۹ھ - ۲۴۲۰ھ - ۲۴۲۱ھ - ۲۴۲۲ھ - ۲۴۲۳ھ - ۲۴۲۴ھ - ۲۴۲۵ھ - ۲۴۲۶ھ - ۲۴۲۷ھ - ۲۴۲۸ھ - ۲۴۲۹ھ - ۲۴۳۰ھ - ۲۴۳۱ھ - ۲۴۳۲ھ - ۲۴۳۳ھ - ۲۴۳۴ھ - ۲۴۳۵ھ - ۲۴۳۶ھ - ۲۴۳۷ھ - ۲۴۳۸ھ

کہ ان کے ذریعہ دوسری نعمتیں ہلاک کر دی جاتی ہیں قول نے قواعد اخلاقیہ کو کمزور کر رکھا ہے۔ اور
 آج انسان جہنستانِ عالم میں سیر کرتے وقت ایک دہندے کی طرح اخلاقی روشنیوں کو پا مال کر رہا ہے۔
 الہام ربانی کی وسیع اور جامع نظر نے اس اندیشہ ناک مرض پر فہرہ کر کے پہلے ہی اس کا علاج بھی تجویز کر دیا اور
 وہ علاج یہ تھا کہ ہماری مادی ترقیاں ایک سخت اخلاقی قانون کے ماتحت وضع پائیں تاکہ ہم اعتدال سے
 تجاوز نہ کر سکیں یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں بھی قرآن مجید فرائضِ قدس کو اپنے مصرف میں لانے کی ہم کو تعلیم دیتا
 ہے۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ مکارمِ اخلاق اور صلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے تاکہ قرآن مجید نے اپنی
 مختصر عبارت (ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار انما کے گورہ
 میں مادیاتی کا دور یا بند کر دیا ہے اور بلاشبہ الہامِ خداوندی کا یہ حکمت آفرین جزوِ تعلیم و علوم و فنون کی
 بنیاد کے لئے قیامت تک آفتاب کا کام دیکھا، اے کریم کی صداقت بھری تعلیم پرانے نئے عمل بھی انسان کو
 ارتقاء مادی کے اعلیٰ منازل تک پہنچا دیکھا، سہولت کے لئے ہم اے کریم کا ترجمہ پیش کرتے ہیں یقیناً
 آسمانوں اور زمین کی پیدائشیں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشانی ہے
 جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں لیٹے یاد کرتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر
 کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے رب تو نے اسے بیفائدہ پیدا نہیں کیا تو پاک ہے میں نہیں آگے
 خدا کے بچا۔ ہمارے رب جس کو تو آگ میں داخل کرے یقیناً اس کو تو نے سوا کیا اور ظالموں کا کوئی
 مردگار نہیں ہے۔

قرآن کریم کے اس حکمت آمیز اصول کے مطابق اگر انسان تعلیم قرآنی کے دوشِ بدوش فیضِ علم و فن
 میں قسم رکھے تو یقیناً صحیح اور حقیقی مسنون میں وہ حکومتِ خداوندی جس کی جناب میں سب سے دعا مانگی تھی اس دنیا کی
 سرزمین پر پھر قائم ہو سکتی ہے ۛ

(باقی دارد)

آئینہ حسنہ { اس مختصر مسلم کا کامل نوزد بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ مسرت
 معرغہ زندہ و کامل نبی { مقبولیتِ عامہ حاصل کر چکی ہے۔ یہ کوہِ طہ کرانے کے سواے چلہ نہیں رہتا۔ کہ
 حضرت محمد مسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو وہ آپ کی ذات پاک ہے با حقیقت و کمال (۱۶)

دعوتِ نبی نامِ نبیر مسلم ملکِ سائے۔ عزیز منزلِ پائندہ رتھروڈ لایہ آتی چاہیں

تہذیبِ جدیدہ

از قلم الامام خواجہ کمال الدین

تہذیبِ جدیدہ اگرچہ منزلِ مقصودِ مذکور بہت پیچھے ہے لیکن بلا ترقی کر رہی ہے بعض عناصرِ فطرت بھی انسان کے محیطِ اقتصاد میں آ گئے ہیں۔ اگر کسی حد تک عناصرِ اربعہ پر مبنی حکومت قائم ہو جی کر ترقی کی بجائے خام بجلی کو اودھ دن نزدیک ہے جبکہ سیارے بھی اس کے خادم بن جائینگے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے :-

وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنَّجْمُ مَسْحُورَاتٌ بَا مِرَّةٍ

یعنی اس لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو تمہارا مطیع بنا دیا کہ اگر تمہارے بھی مٹی کے حکم کو تمہارے محکوم بنائے گئے ہیں۔ سورۃ النحل آیت ۱۲

لیکن ترقی ہی خطہ میں کیونکہ اس کی بانی سبانی مغربی دنیا ہی جو مختلف امراض کا شکار ہو رہی ہے اور اس کی تہذیب بھی سببِ فساد ہے اور یہ حالت جسکی بدولت اوجہم انسانی کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اور بہت جلد ایسی طبیعتی کمزوری لاحق حال ہو جائیگی کہ آئندہ ترقی کی استعداد ہی نوعِ آدم میں مطلق باقی نہ رہے گی۔ اگر تندرست جسم کی وجہ تندرست دماغ کا وجود ممکن ہے تو تندرست جسم نفسِ اشتہائی و دہشتی پر منحصر ہے۔ صورتِ حال یہ ہے۔ آج کل مذہب میں تہذیب کے مجملہ کفرِ اخلاقی بلایوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں جن کی وجہ کر دو یا تین نسلوں کے جو جسمانی طور پر نسلِ انسانی بالکل تباہ اور برباد ہو جائیگی اور ترقی بند ہو جائیگی مثال کے طور پر نسلِ امراض ہی کو لے لے جیسے جنہوں نے ہمارے نسل پر آفت طاری کی ہے۔

جنہو۔ نیر ہارک کے متعلق مسٹر لڈوانی رقمطراز ہیں۔ ”خود پادری ڈاکٹر ہرگز کے وطن میں جذباتِ جنسی کو ضبط کرنے یا مقررہ مذہبی قیود پر

کناجیہ پیکرین کے ملک میں ہر روز بچاں لاکھ تر قبیل نہ واقع پذیر ہوتا ہے۔ اور ۹۸ فیصدی طوائفیں امراضِ تناسلی میں

گرفتار ہیں حالانکہ امریکہ کا قانون بھی ان معاملات میں نہایت سخت ہے اور ناکاری کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں ہے

کہا جاتا ہے کہ صرف نیویارک میں ہر سال لاکھ بچپس ہر دہائی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بچپس لاکھ مریض صحتِ شراب و خمر میں مبتلا

ہو کر ملاح کرنے چاہتے ہیں اور پندرہ لاکھ سالانہ حمل سائٹلئے جاتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار اگرچہ نسبتِ حیرت انگیز ہیں۔

لیکن یہ صحیح کیونکہ جن جنورائے کمال کے ہیں اور یہ نتیجہِ حکومت اور مرد کو آٹھادی دے دینے کا اور ان قیود کے اٹھانے کا

جو منہاج کو ان عیسویوں کے بارے میں ہے۔ جن ۱۹۰۰ء میں مشرقِ وسطیٰ میں پورے کشتیوں پر یاد کر کے ترقی سالانہ رپورٹ میں

مغربی ممالک میں تو پہلے ہی کوشش پیش میں مستند کمیٹی ہو رہی ہے اور جو لوگ آئندہ پیدا ہونگے۔ وہ ناقص خلقت اور کمزور ہونگے۔ لہذا جلد مضبوطی کر سٹ جائیگے۔

اطباء نے اس مصیبت کا علاج پککاری لگا نا تجویز کیا ہے لیکن اس کا کامیابی حاصل ہو جائے۔
 اور اس انسان امرض پر غالب آجائے لیکن اس فعل کو کینڈہ چل کر ٹی خرابیوں کا احتمال ہے کیونکہ ایک طرح کا جسمانی نقص
 ہو جائیگا اور اخلاقی امرض بھی قدر ضرورت ساں ہو گا جس قدر روحانی کفارہ جو کلیسیا مغرب نے تجویز کیا +

اس دنیا میں مزار کا خوف لوگوں کو بڑا نہیں کرنا رکھتا ہے۔ چنانچہ قانون عداالت اور معا

کا نام ہی جلا پر ہوتا ہے۔ اور تینوں باتیں انسان کو بڑا کر دیتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مغرب ترقی سے

بہت سی امتیازی برائیوں کو جرائم کی فہرست کے خارج کر دیا ہے جس کی وجہ تمدن کی بنیادیں ہل جائیگی۔ کفارہ

کے عقیدے نے اہل مغرب کے دلوں کو آئندہ سزا کا خیال نہ اٹل کر دیا۔ اگر مغربی ممالک مشرقی ممالک سے عیاشی

اور بدکاری میں بڑھ گئے ہیں۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ کفارہ کے عقیدہ نے لوگوں کو گناہ معصوم کر دیا ہے فطرت کی طرف

سے جانے کی شکل میں سزا کے نڈل کے خوف نے لوگوں کو علاج معالجہ کی طرف مائل کیا تاکہ مجرمین امرض

کا شکار نہ بنے سو فیصد میں کہ امرض کا علاج ہو جائے تو لوگ بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر خوب دل کھول کر

عیاشی میں مصروف ہوتے ہیں ضرورت ہے کہ انسان خوف تباہ ہونے کو بچایا جائے لیکن قریح پکاری ہے

ذریعہ دو اپنا چنے کا انتظام ہے۔ تو لوگ خواہ مخواہ عیاشی کی طرف مائل ہونگے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جسمانی حالت خراب

ہوتی چلی جائیگی۔ اور اسکی بدلت بہت سے امرض پیدا ہونگے اور انہیں کو ایک مرتضیٰ قبل از وقت میں معفی بھی ہے لہذا جسم

اخلاقی تحکیم کی نگہ کیوں نہ کریں ہمارے جسمانی استحکام لگانے کی ضرورت ہی ملاقہ نہ ہو؟

لیکن سلی بدکاری کے علاوہ اور بہت سی برائیاں بھی ہیں جو سائنس کے نظام کو برباد کئے دیتی ہیں اور

منہ ب اقدام کو گھن کی طرح کھائے جاتی ہیں۔ ان اقوام نے زہر پٹی کیسیں ایجاد کی ہیں۔ اور

خمار تین۔ تاکہ اپنے دشمنوں کو تباہ کریں۔ اور انکے علاوہ تشنگی مسل اور دق بھی یہی نتائج پیدا کر رہی ہیں

زنا کاری کا بازار گرم ہے اسکے علاوہ فرسٹ خوری قمار بازی قریب ہی شریفانہ ترقی ان میں جنس لطیف

القیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۴ میں بیان کیا کہ ہر کمین ہر آل جرائم کی کثرت ہوتی جاتی ہے کہ بچانے چکلوں اور عیاشی کے

اڈوں کا صفایا کر دیا کہ شکل نہیں۔ کیونکہ وہ سب پولیس کے علم میں ہیں لیکن وقت تو یہ ہے کہ صرف قریب ایک سو... ہنگام خالی

ہیں۔ جو دراصل مسکائی اور نظری بازی کا مرکز ہیں۔ اور ان کی نظر چاہیں ہر سانی کی نظر میں ہیں جو سپر

ہر جاتی ہیں۔ اور صحیح بچنے ہی پھر ماضی۔ پولیس میں ہر کم کے اجساد کو قمار ہے +

کے افراد جن میں بہت سے قتل و قمار، لوٹ مار، نسلی تعصبات، سود خوری، سرمایہ داری، جنگ متعصبانہ، کرپشن، دزدانوں کے حقوق کو ملحوظ رکھا جائے اور سب سے بڑھ کر غیر اقوام پر دست تعدی و دباؤ کو ختم و خیر و نیچوں کا بڑھکوں کے ساتھ گستاخی کرنا اور جملہ اخلاقی اور تمدنی قیود کا بالائے طاق رکھ دینا ہمارے زمانہ کا مظہر ہے امتیازی پر لوگوں نے جھل آوارگی کو آزادی سمجھ رکھا ہے یہ حالات سجدہ خفا کی ہیں اور ان کو دیکھ کر امید کے متعلق کوئی خوشگوار رائے نہیں کی جاسکتی۔ مغربی دنیا کے بہت سے شہروں کا دھچکا لہو ہوا ہے جو پہلی آنی کا ہوا، چنانچہ امریکہ کا مشہور اخبار نشان وقت لکھتا ہے: ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا حشر دہی ہوگا جو رومی اور دیگر اقوام کا ہوا، جن کی مشہور پرستی اور عیاشی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ آخر کار اسی کی بدولت وہ لوگ شرب عذروں اور سوتیلی میمت، دوزخ میں جا گئے اور آج ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا“۔

سوال یہ ہے کہ کیا ایسی حالت قابل قدر ہے؟ انہیں تو اس بات کا ہرگز جوگ موجودہ حالات پر غور کر رہے ہیں وہی اپنے افعال کو صورت حال کو بیکر بہتر بنا رہے ہیں۔ جب اس دنیا ہی میں عذاب الہی ہم پر مسلط ہو رہا ہے تو ہمیں مرنے کے بعد عذاب کی کیا فکر ہو سکتی ہے؟ بد اخلاق تو بمنزلہ ایک پھوڑے کے ہے جس کی وجہ سے سارا جسم سڑ کر برباد ہو جاتا ہے لیکن ال سیجے کہ اس بیماری کا علاج کہاں ہے؟ مادی تہذیب تو اس مرض کا اولہ کرنے کو بھی ناچھہرے اور پھیال مسیحیت کا ہر تہذیب اور مسیحیت کے مالکان ان امراض کو پیدا کرنے میں۔ اور ان مجرمین کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ امریکہ ہر سال اپنے فارن مشن پر کروڑوں روپیہ خرچ کر رہا ہے اور مشن جہاں سیکڑوں پادری مختلف ممالک میں بھیجتا ہے تاکہ وہاں کے لوگوں کی خلاق حالت درست ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود خلاق ہو کر رہے سہتے ہیں مسیحیت امتحان کی کسوٹی پر آزمائی گئی۔ اور یہ تو یہ ہے کہ نا کا کلمہ ہی جہاں میں اس مذہب کا گڑبڑ ہوا، خسران، سود خوری اور قمار بازی، عیاشی اور زنا کاری، بیچاروں اس کے ساتھ ساتھ پہنچے ہیں۔

اس معاملہ میں مختلف مذاہب نے جو تعلیم دی ہے اس کا باہمی موازنہ چنداں سود مند نہیں کیونکہ درخت اپنے پھل کو پہچانا جاتا ہے، مشرق مغرب سے پاکیزہ تر ہے اور مشرقی اقوام میں مسلمان پاکیزہ تر ہیں اور پاکیزہ تر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور محض بانی دعویٰ نہیں بلکہ تمدن و رفتار کی تائید ہو سکتی ہے۔ بلا شک بیرونی اقتصادی دباؤ کی وجہ سے کمزور ملک مالی طور پر کمزور ہو گئے ہیں لیکن خلاق طبقہ ہنوز کوئی کمزوری پیدا نہیں کرتی ہے اور اسی کی بدولت بہت کمین ہے کہ ایک نہ ایک دن کامیابی حاصل ہو کر سچی صورت پیدا ہوگی۔ اگرچہ مسلمان زیادہ تر گرم ممالک میں آباد ہیں لیکن تناسلی امراض میں گرفتار نہیں ہیں۔ اور اگرچہ مالک نہیں ہیں تاہم سلامی ممالک

میں اس قدر ریکاری نہیں ہے جس قدر مغربی ممالک میں۔ اور یہ بات کہ باپ و بیٹوں کو متعلق ہو اور بیٹا موٹر میں سوار ہو اسلامی ممالک میں دھوٹے نہیں مل سکتی۔ اسلام ہر آدمی کو انسان بنا دیتا ہے۔

اس کا حقیقی سبب علوم کرنا چند اہل فتنہ انہیں ہے۔ اسلام ایک قابل عمل مذہب ہے، اور اسکے عملی اصولوں کی بدولت یہ فتنہ گار تباہ پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن مجید ناقابل عمل حنلاقی اصولوں کی کتاب نہیں ہے جیسے محض خیال آرائی کی گئی ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے مذاہب نے بھی حنلاقی تعلیمات دی ہیں لیکن اسلامی کتاب اور تعلیمات نبوی میں ایک خانہ استیاری پائی جاتی ہے۔ قرآن و حدیث میں فلسفہ اخلاق کے محض اصول ہی بیان نہیں کئے گئے ہیں۔ اور نہ غیر مربوط طریق پر اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ بلکہ تشبیح الامثال کے پیکر کی طرح اسلام نے ہر برائی کا پتہ لگا کر اس کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہر معاملہ میں غور و فکر کی ہے۔ اور ہر برائی کی تشخیص کی ہے۔ اور اس کے دفعہ کی صورتیں بتائی ہیں۔ ایک مفسر نے ممکن ہے اس بیان میں کچھ شک کرے لیکن اُسے چاہئے کہ صورت حالات کا موازنہ کر کے اُن کے اسباب کا پتہ لگائے۔ تہذیب بھی ناکام رہی ہے اور مسیحیت اور دیگر مذاہب کا بھی یہی حشر ہوا ہے۔ اُنہیں بھی ایکن ہے لیکن کامیاب اس کے مالہ و اعلیٰ کو جاننے کیلئے اس کی تعلیمات پر غور کرنا چاہئے جو قابل عمل بھی اور لائق قبول بھی ہیں۔ اس جگہ چند قرآنی آیات نقل کئے دیتا ہوں جن کو اور مسند رو بہ بالا پر روشنی پڑتی ہے دوسرے مذاہب نے بھی ان برائیوں کا ذکر کیا ہے لیکن اسلام نے انہیں ہر ایک پر کافی توجہ دی ہے۔ اہل کتاب نے کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی جو انسانی حنلاق کیلئے کسی نہ کسی رنگ میں مفید ہو سکتی ہو۔ سوال یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عربوں کی حنلاقی حالت ہوں درجہ خراب تھی کہ دنیا کی تاریخ میں ان کی نظیر نہیں مل سکتی، کس قوت سے انہیں از سر زندگی عطا کی؟ کس تعلیم کی بدولت وہ تمام برائیوں کو تائب ہو گئے؟ اسلام اگر یہ چاہئے مائیں باقتصادی طور پر کم از کم وہ کیا ہے لیکن اس کامیابی پر غور کرنا چاہئے۔

قتل :- یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتل ...

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الاباب لعلکم تتقون (۲: ۱۷۸، ۱۷۹) اے ایمان والو!

قتل کے معاملہ میں قصاص لینا فرضِ عہد دیا گیا ہے۔ ... اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی کے لئے کچھ کھینچو!

تا کہ تم کوئی اختیار کرو +

غیور جنسی نہ ناپاکی کے لحاظ سے قتل کے بعد دوسری برائی بننا کارہا ہے۔ کیونکہ اسکی جاء پر ناپاکی

مُحْسِنوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اگرچہ موجودہ زمانہ میں عیاشی نے مغربی لوگوں کے اندر عاصیہ اخلاقی کو بہت کھڑکڑا کر دیا ہے، لیکن جلد یا بدیر یہ حالات ختم ہونے ضرور ہیں۔ جبیں مہذب دنیا میں زنا کاری کی کثرت کے حالات پڑھتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے اس کا وہ فیہ صرف اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے ممکن ہے۔ قرآن فرماتا ہے: وَلَا تَقْرَءُوا لَآئِلَآئِہِۦ اِنَّہِۦمْ کَلَامٌ فَاحْشُوْهُ وَسَاۤءُ مَسٰجِلَہِۦ (۱۷: ۲۲) اور زنا کے پاس بھی مت جاؤ کیونکہ وہ ایک کھلی گھڑی بیعتی ہے اور برا طریق ہے +

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحدٍ مِّنْہُمَا مائتَہ جلدۃً وَلَا تَاْخُذْہُمَا سَلٰۤتٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَلِیَشْہَدَ عَلٰیہُمَا طَآئِفٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ الزانی صلاتکم الزانیۃ او مشترکث والزانیۃ صلا یتکھما الزانی او مشرک وحرمة ذالک علی المؤمنین ۚ ترجمہ زانیہ اور زانی دونوں کے سرسوسنٹے لگاؤ اور اللہ کے دین میں کسی قسم کی مہربانی کو حاصل نہیں ہونا چاہیے۔ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہے کہ زمین کی ایک جماعت ان کی سزا کا مشاہدہ کرے زانی سوائے زانیہ یا مشرک کے اور کسی کے ساتھ شادی نہیں کرے گا۔ اور زانیہ سوائے زانی یا مشرک کے اور کسی کے ساتھ شادی نہیں کرے گی، کیونکہ یہ بات یوموں کے لئے حرام ہے + (۲۲: ۲۲) قرآنی تعلیمیت کے ماتحت ہر عورت پر ایہ قرار فرض ہے، جیسا کہ نبی کریم کے زمانہ میں دستور تھا، کہ میں نہ چوری کروں نہ زنا کاری نہ اپنے بچوں کو قتل کر دوں اور نہ طوفان لاؤں گی باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں (۲۲: ۲۲)۔

تیسرا سوال کہ زیادہ بچے جبکہ تران مجید نے عورتوں کے لئے یہ قرار تجویز کیا تھا۔ اور آج بھی یہ قرار برقرار ہے۔ اور خصوصاً مغربی عورتوں کے لئے اس کا وجہ نہایت ناطق ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ کی عرب عورتوں کے کیونکہ آج مہذب مغربی ممالک میں بڑا بچہ کی جائز تعلقات کو جو عمل قرار پاتے ہیں تو بچے شکم مادر ہی میں ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ضبط ولادت کے ذمہ میں جو اطفال کشتی عمل میں آتی ہے۔ وہ تو آج کل کا فیشن سمجھا جاتا ہے، اسی جہم کی طرف اور اسی کے روکنے کیلئے قرآن مجید اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَکُمْ خَشِیۡتُ اِمْلَاقَ یَحْنَنَ ۚ فَرَزَکُمْ وَاٰکُلًا ۚ قَتْلَہُمْ کَانَ خَطَاۡءً کَبِیْرًا ۝۱۷ (۱۷: ۱۷) اور غلشی کی وجہ سے بچی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم روزی دیتے ہیں۔ اُن کو اور تم کو بیشک اُن کا ماننا بڑی غلطی ہے، تم بچے مت قتل کرو، بغیر نکاح کے عورتوں کو رکھنے کے ہول کی بھی بڑی مذمت کی گئی ہے۔

اعتدالی یا معتدلی خادیں کی سخت مخالفت کی گئی ہے (۱۱)

قمار بازی اور شراب خوری :- اے ایمان والو مسکرات اور قمار بازی (بچروں پر قربانی چڑھانا اور جہنم کے ذریعہ تقسیم کرنا یہ سب ناپاکی کی باتیں ہیں۔ اور شیطان کا کام ہے ان کو بھوکھ بنا کر تم کو غلام بنا کر۔ شیطان چاہتا ہے کہ مسکرات اور قمار بازی کی بدولت تمہارے اندر رفاقی پیدا کرے اور ذکرِ آئین کو باز رکھے پس کیا تم محتاط رہو گے؟

فریب دہی :- حولا تا کلاوا امور الکمر بنیکم بالباطل (۱۲) اور دعا بازی کو اپنی جائیدادوں کو آپس میں مست ہڑپ کر جاؤ +

جنگ و جدال :- اگر حفاظت خود اختیار کی کا موقع آجائے تاکہ ان کے غلام ہو مصلحت اس کے موقع کے مطابق جنگ کرنا صرف حفاظت خود اختیاری کی حد تک ایک یقینی اور لادبی امر ہے جس کی محنت میں کسی کو کام نہیں ہوتا مگر چھ صلیح کا خاتمہ اذہ انسانیت کا مسلم ہو کر آیا تھا۔ لیکن وہ صلیح لے کر نہیں آیا بلکہ آگ اور تلوار سمیٹے کیلئے آیا تھا اگر اسکے بس کی بات ہوتی تو وہ ایسا ہی کر دکھاتا تھا۔ اس نے اپنے شاگردوں کو ہتھیار خریدنے کیلئے ضرور کہا تھا۔ لیکن انہوں نے اسے کوئی مناسب موقع ہتھیار چلانے کا دلا اس نے جنگی قانون کی تدوین لسلوں کیلئے ضرور کیا اور اسکے متبعین نے اس معاملہ میں بڑی مثالیں قائم کر دیں +

مستاد اور اندر دہی دونوں طبقوں نے خون کی ہولیاں کھلی ہیں۔ اور آج بھی سی کھیل میں مصروف ہیں مختصر کیا انسان کو جنگی دشمنوں کی سخت ضرورت تھی۔ ایک جنگجوئی کی ضرورت تھی۔ جو جنگ و جدال کے دامن سے بچنے کے لئے صلیح کے ہم لفظ اندر کو بالانے دنیا میں بڑا تصادم برپا کیا۔ یہی اسرائیل و راجندر اور کرشن ان بھوں نے اپنے دشمنوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا اور مخالفت کے کیمپ میں انہوں نے شہری اور جنگی میں کوئی تمیز دہ نہیں رکھی +

ہمارے دامن ہیکل میں نیویں نے صورت حال میں اصلاح کی کوشش کی تھی لیکن جنگ عظیم نے تمام انہوں کو بلا طاق رکھ دیا کیونکہ اس میں نیویں کے فیصلہ کاروں پر کسی ایسا ہی نشتہ کی طرح اثر نہیں تھا جو ان کے آگے تسلیم کرنے +

مختصر یہ کہ نیویں نے غریبی ہے۔ آپ خدا کی طرف سے آفریں پنہام لے کر آئے۔ اور اگر آپ کے زمانہ فقیر کو یہ پیام کرنے کا موقع پیدا نہ ہوتا تو نیویں آپ خدا کی طرف سے کچھ دہ باقی رہ جاتا۔ یہ بھی آیت -

اللہ کی وجہ سے اصل مکمل ہو گیا۔ یہ صورت ایک مستقل باب کا محتاج کر رہی تھیں اس لیے تفصیلی تبصرہ پر قلم کرنا چاہیے۔
یہ آیات قرآنی اور سنت نبوی کو جو مکمل مرتب ہو سکتے ہیں ان کو جمع کئے دیتا ہوں :-

(۱) مسلمانوں کو صرف اُن کو لڑنا چاہئے۔ جو ان کے خلاف جنگ اُدا ہوں۔ اور علی میں جنگ کی حدود سے
بچنا نہ کریں یعنی حدودِ محبوری پھنسا رہے ہوں +

جنگِ جدل انہم میں جائز ہے مگر محض دفاعی رنگ میں۔ جارحانہ پیش قدمی کی اجازت نہیں۔ وہاب
کی بعض سچی اقوام کی جنگیں اپنی نوعیت کے محاکمہ اسلامی نہیں ہیں۔ بلکہ بیرونی ہیں۔ دونوں میں جنگِ بل بوازہ ہو چکی ہے
یہودی جنگیں قطع کرنے کیلئے کی جاتی تھیں۔ اور راجہ مندیر کرشن وغیرہ بھی اسی نیت سے لڑتے
لیکن اسلامی جنگوں کا مقصد انسانوں کو فہ کرنا نہ تھا بلکہ صرف ان کے مصلحت بل میں اپنی جانوں کی حفاظت کرنا +
ذیل میں چند آیات نقل کرتا ہوں جن کو بنیادی پہلو پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ و قاتلو اہل الذین یقاتلونکم
والذین یقاتلونکم ولا تقاتلوا اللہ لا یجبال المعتدین و اقاتلوہم حیث نفقوہم
واخرجوہم من حیث اخرجوہم و اقاتلوا من اشد من القتل ولا تقاتلوہم عند المسجد
الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم قاتلوکم کذلک جزاء الکافرین۔ فان انتہوا
فان اللہ غفورٌ رحیم۔ و قاتلوہم حتی لا تكون فتنة و يكون الدین للہ
قلت انتہوا فلا عدوان الا علی الظالمین (۲: ۱۹۰ تا ۱۹۳) ترجمہ۔ یعنی مارو ان کو
جس جگہ پاؤ اہل کفر۔ دو ان کو جہاں سے انھوں نے تمہیں نکالا۔ اور دین کو ہلکا نہ کرنا۔ قتل کرنے سے زیادہ
سخت ہے۔ اور دلو ان کو جس جگہ تم کے پاس جب تک کہ تم کو دلوں میں جگہ پھر اُردہ لائیں تو ان کو مارو یہی
سزا ہے۔ نہ کہ ان کو پھر اُردہ باز آئیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور دلو ان کو جب تک کہ باقی ہے فساد اُڑ
حکم ہے کہ بعض اُردہ باز آئیں تو ان کو مارو یا دینی نہیں محض انصاف پر (سورہ بقرہ آیات ۱۹۰ تا ۱۹۳)
تعصبت انسانی :- جو عرب کے بانی مہمانی نبی آغضرِ مسلم نے آخری حج کے موقع پر جو خطبہ فرمایا جس کے
کچھ حصہ اب آپ نے اس دنیا کی رحلت فرمائی کہ انھیں تعصبت انسانی کو پورے طور پر مٹا دیا۔ فرماتے ہیں۔
میں نے زمانہ قدیم کی امارت کو پامال کر دیا۔ عربوں کو غیر عربوں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اور غیر عربوں کو عربوں
پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم ہی سے پیدا ہوئے۔ قرآن و احادیث میں ہر ایک
اپنی خاصیت پر جو غرور ہے انھیں زیادہ تر کرتے ہیں لیکن مساوات میں ان اس کے اس زیر دست و کیلئے ہم

لھذا جرمہ عندہم بھروسہ خوف علیہم ولا ھو یجوز ان ۛ یا ایھا الذین
 اصبتوا اتقوا اللہ وذر ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا
 فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رساۃ من اللہ ولا تظلمون
 ولا تظلمون (۲۷۵: ۲ تا ۲۷۹) یعنی جو لوگ کھاتے ہیں سود دیکھیں قیامت کو مگر
 جس طرح اٹھتا ہے۔ وہ شخص جس کے وہیں کھودے ہیں شیطان نے لپٹ کر یہ اس ٹوکراؤں سے
 کہا کہ سود کرنا بھی تو ویسا ہی ہے جیسا کہ سود لینا، حالانکہ اللہ نے حلال کیا سوداً اور حرام کیا سود کو
 پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور باز آیا۔ تو اس کا ہر جو اے ہو چکا۔ اور اس کا حکم اللہ کے
 اختیار ہے۔ اور جو کوئی پھر کرے وہی ہیں دفع کے لوگ یہ ہی ہیں ہینگے۔ جو لوگ ایمان لائے۔ اور عمل نیک
 کئے۔ اور قائم رکھی نماز اور دی زکوٰۃ اُن کو ہر بدلہ ان کا اپنے رکبے پاس اور نال کو ڈرہگا نہ خوف
 اور نہ وہ غم کھا سینگے۔ اے ایمان والو! اللہ کی اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود اگر تم کو یقین ہے پھر اگر نہیں
 کہتے۔ تو خبردار ہو جاؤ۔ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تم کو پہنچے یہی اصل مال
 تمہارا، نہ تم کسی پر ظلم کرو۔ اور نہ کوئی تمہارے اوپر ظلم کرے ۛ

یا ایھا الذین اصبتوا اصلا تا کلو المرئوا ضعافاً مضاعفۃً و اتقوا اللہ لعلکم
 تفلحون و اتقوا النار الی الی اعدت للکفرین۔ اے ایمان والو! موت کھاؤ سود و دوزخ
 دونوں۔ اور اللہ کی شاہد تمہارا بھلا ہو۔ اور پچاس آگ کی جو طیار ہوئی کازوں کے واسطے۔
 دہل عمران ۱۲۹ و ۱۳۰ ۛ

حضرت الدین | وقضیٰ دینک ولا تعبد ولا ایاہ وبالوالدین احسانا ہ
 اما یبلغ عندک الکبر احدہما او کلہما فلا تقتل لھما اُف ولا
 تنھرہما وقل لھما قولا کسیراً ۛ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ
 وقل رب ارحمہما کما ربینی صغیراً ابنی اسرائیل آیت ۲۳ و ۲۴ لعلکم دیاتیرے بے
 کر ہو جو اس کے سوائے کسی کو اور مال باپے بھلائی کرو۔ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک
 یاد و نسی تو ذکر اُن کو ہوں اور نہ میرا کہ اُن کو اور کہ اُن کو بات دہ کی اور بھلائی کے آگے کندھے
 کا زینے کر کے نیاز کرو کہ ملے بیلن پر دم کر جیسا کہ بالائے اُنھوں نے مجھ کو چھوٹا سا ۛ

نقشه تفصیل آدم مشرق کنک اسلامیک و لوگوئی خا و در جدول

[illegible]

نقشه ۲ تفصیل آمدن زیر و رفتن آب به ماسه

تاریخ	کریغبر	اسمائے محلی صاحبین	پالی	آند	روپیہ
۲-۹-۲۰	۴۶	جناب خواجہ کمال الدین صاحب بزرگ	۱۲۷۸۰۲	۱۱	۴۳۱
	۴۷	" " " " " "	۱۲۷۸۰۳	۱	۳۶۸
۱۵ ۹/۳۰	۴۸	جناب خان بہادر ربیع علی خان صاحب بہاولپور		۰	۱۶
	۴۹	ایچ۔ اے خان صاحب رتنگری		۰	۱۰
۹ ۹/۳۰	۵۰	ایم۔ اے کریم صاحب اورادپالی		۸	۷
	۵۱	احمد حسین صاحب لکھنؤ		۰	۲۵
		میزان		۸	۶۵۳

نقشه تفصیل خرج مسلمین و اسلامیان و کتب در دستشان و انکسار باب و حجت و حجت

تاریخ قبضہ	تفصیل خسرو	پائی	آن	روپیہ
۱۸۸۳	۱۔ ایل خزاہ علی اعظمی مسجد ککاباٹ انت ۱۹۳۶ء۔۔۔۔۔ ۳۱ پونڈ			
	۲۔ علیہ ادنیٰ ۔۔۔۔۔ ۱۰۔ ۱۲ پونڈ			
	۳۔ ساکرا اخراجات ۔۔۔۔۔ ۸۔ ۶ ۱/۲			
	۴۔ سرفیج نام مسجد دو کنگ ۔۔۔۔۔ ۱۰۔ ۳۔ ۲ پونڈ			
	میزان ۔۔۔۔۔ ۱۱۶			
	میزان بل نمبر ۱۶۸۔۔۔۔۔ ۱۰۔ ۱۱۲ پونڈ یا سکھ ہندی			
	۶۔ نم۔۔۔۔۔ ۱۵ روپیہ بنتے ہیں۔۔۔۔۔ عبد الحمید صاحب			
۱۵۴۸	تامہ مقام امام مسجد دو کنگ کو بنڈی تار تاج ۱۱۳۹ کو بھیج دئے گئے۔۔۔۔۔	۶	۲	
۱۱۵۸۹	میزان ۔۔۔۔۔	۹	۱۱	

ایام حج میں مسجِدِ وُکُوفِ کُنُک
ایک چھوٹے پیمانہ پر مکہ معظمہ کا منظر پیش کرتی ہے
از قلم جناب قاضی عبدالحق صاحب

از قلم جناب قاضی عبدالحق صاحب

ان اول بیت وضع للناس للذي ببكة مُباركاً وهُدًى للعالمين +
ترجمہ - پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا یقیناً وہی ہے۔ جو کسی پر برکت دیا گیا اور
جہانوں کے لئے ہدایت ہے۔ آل عمران ۹۵ آیت

۱۶۹۷ء میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہائے مسلم مشن و کنگ (انگلستان) نے۔

..... مسجد و کنگ کے متعلق ایک نہایت ہی دلچسپ ہیں سنایا۔ اور فیصہ حضرت خواجہ صاحب

ان چند احباب سے کیا۔ جو قیامِ کھنڈ میں آپ کی شرفِ ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ جہیں نے اُس خانہٴ خدا کو جو مدتوں سے مقفل پڑا تھا نو مہینے کے بعد میں کھولا تو مسجد کا تمام فرش حصّہ خاکشاک و حجر متعفن اشیاء سے ملوث تھا۔ جو مسجد نہ کُورہ کے مدتوں بند رہنے کی وجہ سے جمع ہوئی تھیں۔ پھر میرا رنگا ایک جی متعفن لیل پر پڑی۔ جو ایک گوشہ میں پڑی تھی۔ اور جس پر قرآنِ کریم کی ایک بربیکالی کھی تھی۔ جسے میں نے بطور تغاؤل کھولا۔ تو اس میں ذیل کے مقدس الفاظِ صنم کے شریع میں اسی پہلی سطر میں مجھے نظر آئے سات اول بیت وضع للناس للذی ببکة مُبرکاً و

حَدَّثَنِی الْمُعَلِّمِینَ +

ملاحظہ فرمائیے۔ مکہ کا دوسرا نام ہے۔ زمزمہ گزشتہ میں اس کے ثنوی سننے ایک ایسا مقام تھا۔ جہاں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب موصوف نے ان کلمات طیبہ کو بطور پیشگوئی سمجھا۔ اور آخر کار یہ پیشگوئی عمل پوری ہوئی۔ ان پاک لفظا سے حضرت خواجہ صاحب بہت ہی متاثر ہوئے۔ آپ اسی جگہ مسجد کے سر در پرستہ فرش پر ڈبڈبائی آنکھوں سے خالق اکبر کے حضور سرسجود ہو گئے۔ اور ایک ننھے بچہ کی طرح نار و قطار روئے۔ اور اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا۔ تو میں دوق کر کہہ سکتا ہوں کہ ذیل کی دعا اس حالت میں پوری ہوئی ہے۔ آپ کی زبان مبارک پر جاری تھی +

”اے خالق اقوام اے قادر مطلق خدا! تو نے ہی مشرق میں مکہ معظمہ کو مسکے پاک مقام بنایا اور تیری ہی وجہ سے مسلم قوم ہر سال اس مقدس شہر کی طرف کھینچی چلی جاتی ہے۔ بارگاہ اہم بصد عجز و نیاز کھینچی ہیں۔ کہ اس مسجد کو متبرک شریک نہ بنائے۔ چونکہ یہ دعا ایک مخلص و مضطر قلب سے نکلی تھی۔ اس لئے اس میں سبب الدعاء نے اسے صرف قبولیت بخش دیا +

حضرت خواجہ صاحب موصوف نے زندگی میں بہتر ایک گزشتہ میں دعا میں کمال تھی۔ چونکہ آپ کو تبلیغ دین کا شروع ہی ہوا تھا۔ اس لئے اس جذبہ تبلیغ نے آپ کو مجبور کر دیا۔ کہ آپ اپنی طبیعت و کلمات چھوڑ کر انگلستان چلے جائیں اور اسلام کی مقدس فریضہ کی انجام دہی میں شہادتہ روز آپ نے ان تحکیمات انجام دیں۔ اس زلیخہ کی دادیگی میں اہم قسم کے آدم آسائن کو اپنے پرچام کر دیا۔ اور آقا کار میں ہی آپ سخت علیل ہوئے۔ شروع شروع میں طبی مشورہ کہ تو آپ نے نظر انداز کیا۔ جس کا غیاز و حیرانوں بگھٹنا پڑا۔ کیونکہ آپ کے طبی مشیروں نے چند ماہ کے آرام کیلئے آپ کی ایک طبیعت سے اسیں شک تھیں کہ تبلیغی کارزار میں آپ کو عظیم التظہیر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے یہ دہنا اس مقدس فریضہ کو انجام دیا اور اسی اہمک نے آخر کار ہر جگہ پر آپ کو آن لٹایا ہے۔ گزشتہ تین سالوں میں مختلف آلام و امراض کا آپ تھوڑے وقت میں ہر سہ ہاں میں کھیل دیرینہ فوایدیں فلاح قلب۔ مملکت میں تھیں۔ آپ ایک نئی تہذیب کی طرح راہ حق میں کام کرنے کرنے کرنے کے لئے ہر وقت ہی تیار رہے ہیں۔ کیونکہ آپ نے جو عہدہ اس زیج کو جو نوجوان سنگلاخ سرزمین یورپ میں آپ نے بویا تھا۔ ایک مشرق کی شکل میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ قادر مطلق خدا نے آپ کی اس دعا کو کہ مغربی مسجد دو گنگ شریک نہ بن جائے۔ صرف قبولیت بخش دیا کہ ایک کلیل طالت نے اس مسلم دنیا میں ایک انتشار و بے ایمانی بپا کر دیا ہے۔ لیکن یہ حکم مولانا میں پیش قیمت نہ کی کہ مسلمانوں کیلئے اور مملکت کو دی ہے +

مگر مسئلہ کے حل کا عظیم کاغذ ہے۔ لیکن منظر اگر کسی نے یورپ ہی دیکھا ہو تو وہ مسجد دو گنگ کی عین لاشعہ

سکا جہان کو دیکھ لے بہر حال دنیا بھر کے مسلمان مسجد کے بنان میں اپنی اپنی قوم کی نمائندگی کرتے اور مسجد کے سجاوٹ اور روادار کے حضور رخصت ہو تے۔ اور خالق اکبر کی اسی طرح کی حمد و ثناء کرتے ہیں جس طرح کہ گوگرد کے مقدس مقام پر کی جاتی ہے۔ تمام دنیا بھر مسجد و گنگ ہی ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں ملک و جگہ کے امتیاز کا چھوٹے سے پیادہ پر نظر آتا ہے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جب پہلے ہی مسجد و گنگ میں تشریف لے گئے تو اس دن آپ ایک اور عجیب واقعہ سنا تے ہیں۔ سال ۱۹۱۱ء میں جب آپ مسجد و گنگ و سر سالار جنگ سیمینل میں اور اس کے متعلقہ اشیاء کا جائزہ لینے کیلئے دو گنگ گئے۔ تو مسجد میں قبل از دوپہر پہنچے۔ غار نظر کا وقت آگیا۔ شیخ نور احمد بلال آپ کے رفیق سفر تھے۔ جو نہایت ہی تہی درپہیز گار تھے۔ اور جن کی قسمت میں مسجد و گنگ کا مؤذن اول ہوتا مقدر تھا۔ شیخ صاحب مرحوم احاطہ مسجد کی طرف بڑھے مڑی ہے۔ کہ پہلی اذان چوسر کار دو عالم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دی گئی۔ اس کا وقت بھی ظہر ہی تھا مسجد و گنگ میں اس پہلی اذان کے وقت ایک دگداز مؤثر منظر دیکھنے میں آیا حضرت بلال دو گنگ جب حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کے موقع پر پہنچے۔ تو جذبہ عشق و محبت کے ہیجان سے آپ کی آواز بھر گئی۔ اور آپ راز و قطار روئے لگ گئے۔ اس وقت اپنی فوج کو بلا دینے والے منظر کو دیکھنے والے صرف حضرت خواجہ صاحب ہی تھے۔ اور وہی اس وقت واحد پرستار تھے جنہوں نے اس دعوت اول پر لبیک کہا۔ اختتام اذان پر حضرت شیخ نور احمد صاحب بلال مرحوم سے اس احسان قلبی کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اذان بلال (جو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مؤذن تھے) تو اقوام عالم کو اپنی طرف متوجہ لائی۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قائم مقام ہونے کی میں اپنے میں اہلیت نہیں دیکھتا یہی ایک خیال تھا جو میرے دل میں گزرا۔ اور جس کو میں زار و زار روئے لگ گیا +

لیکن شیخ مرحوم کی مبارک روح تو جنت میں سرور و شادان ہو۔ کہ تیری دعا مقبول ہو گئی۔ آج مسجد و گنگ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ رنج مسکن سے مسلم احباب جو حق و عیدین کے روز اس مقام مقدس کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں + میں آج شیخ صاحب مرحوم کو الفاظ بالا میں مخاطب کرتا ہوں جو آج ہم میں نہیں ہے +

میرا مضمون نامکمل رہیگا۔ اگر میں مسلمانوں کی طرف سے شاہی خاندان یحیٰ پال

کی خدمت میں ہر لیتھوگرافک و احتیاج پیش د کروں۔ کیونکہ مسجد دوکنگ میں ممتاز شاہی گھرانہ کا ہی مسلم دنیا کو ایک علیحدہ خاص ہے۔ ڈاکٹر لینئر انجمنی نے بھوپال کے زر کثیر سے مسجد دوکنگ کی تعمیر سندھام کے اوائل میں ڈاکٹر موصوف نے لندن میں ایک چٹھی شائع کی۔ جس میں انھوں نے مسجد دوکنگ کے متعلق چند شرائط کا اعلان کیا اس اعلان کا مضمون یہ تھا کہ مسجد مذکورہ چند منتخب احباب کے لئے مختص ہے۔ اور کسی صورت میں بھی ایسے انگلستان میں اسلامی تبلیغی جدوجہد کا مرکز خیال نہ کیا جائے۔ اور وہی مسجد انگریزوں کو مسلمان بنانے کی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے مرکز بن سکتی ہے لیکن آنے والے واقعات نے ڈاکٹر موصوف کے الفاظ کی تکذیب کر دی۔ مسجد دوکنگ بفضل اس وقت و صورت ہر طائفی جزائر میں مذہبی۔ اسلامی تبلیغی سنگ دو کا مرکز ہی ہے بلکہ ایک مستقل اسلامی شن کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ جس کے ذریعہ ہزاروں حبیبہ خواتین حلقہ بگوش اسلام پہنچے ہیں۔ مسلم شن دوکنگ کی موجودہ تبلیغی کامرانی کو دیکھ دیکھ کر علیا حضرت مروجہ بیگم صاحبہ بھوپال کی روح مبارک کیلئے دل بردائیں نکلتی ہیں۔ کیونکہ یہ پودا انہی کا لگایا ہوا ہے۔ اور یہ امر موجب طمانیت ہے کہ موجودہ سرکار بھوپال کی مروجہ والدہ محترمہ نے توسیع مسجد کے لئے ایک گرافت در رقم مرحمت فرمانے کا اس وقت وعدہ فرمایا۔ جبکہ آپ آخری بار مسجد دوکنگ تشریف لے گئیں۔ اور آپ نے مجوزہ توسیع مسجد کا

سنگ بنیاد بھی اس وقت رکھا۔ امید واثق ہے

کائنات عید انشاء اللہ تعالیٰ عمارت جدید کی

چار دیواریں ہی منائی جائیگی۔ کیونکہ

خدمت زمستان کی وجہ سے خیریت نماز

ان ایام میں سیدان میں

اداکرئی منتظران کی

کفریات میں مجبور ہو جو نہ تھے۔ جتنے کہ جناب مسیح کے ہیں ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کئے تھے ہیں۔ اور ایسا ہی وہ کلمات جو تخیل نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ سب سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ لفظ خدا بھی اُن ہی کے مُتَنَزَّہ تھے ہیں۔ گویا مروی عیسائیت نہ سب کفریات کا ایک کال چربہ ہے۔ یہ بدیہہ ہے کہ وہ اوقات جن کو مُستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ مذہب میں یہ شروع ہو گیا۔ اس اہمادی کتاب کے بعد ضل صنف نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمد عربی کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ اپنے انگریزی میں ایک کتاب آئی۔ ڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرت مسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرا میں پیش کیا یہم کہہ سکتے ہیں کہ مُصَنَّف کی ان دو کتابوں نے جنتا ج پیدائے۔ وہ شاید کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ دو صد کو پرفسور ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ اصل ان ہی دو کتابوں نے جنل مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور کیا۔ جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش آتی ہے یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ کوئی مسلم گھر اُن کو خالی نہ ہو۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی ہولناکی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن یہ بحث میں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی اُردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے۔ کہ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ اشتہاری لفظ غلطی نہیں۔ اس کا ثبوت اسی کتاب تمدن اسلام سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی۔ طباعت تقطیع۔ کاغذ۔ حجم کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

بینات مسیحیت نبوت کا ظہور اتم تمدن اسلام حقل
 عتبار ایضاً قیمت غفر

ذیل کے پیش کردہ قیمتیں مل سکتی ہیں:-

مسلم بک سو ساٹھی۔ عزیز منزل۔ براند رتھر وڈ۔ لاہور

مسلم پبلیکیشنز لاہور میں سال بعد از واحد کے اہتمام چھپ کر خواجہ عبدالغنی مخدوم اشاعت اسلام لکھنؤ سے ڈاک سے شائع

اپنے نتائج تبلیغ میں دوسرے نظیر کتابیں

جن شانوار تاج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا

مینابج ایحیثیت و نبوت کا ظہور اتم

مصنف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جامع المسائل

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں ہر اگر کو ال الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تو دوسری کتاب نے
مذہبی قلوب میں اس انہدام کے بعد تیسرا سلام شرف کی۔ اگر یہ ایسا مسیحیت نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ مروجہ عیسائیت
کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں۔ مثلاً ایتھیت۔ الوہیت و کفارہ مسیح بن کی ایک بھی ایسی رسم
نہیں مثلاً عشاء کے ربانی دیوار اجڑے سرکرامنٹ ایسا ہی ان کا ایک بھی خواہنا کھانے
ایسٹر۔ گڈ فرائڈے وغیرہ جس کے رب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب

بسترِ دین بختہ

دوشنبہ برسرہ

اشاعہ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک یونیورسٹی انگریزی مجریہ مسجد و کنگ (انگلینڈ)

زیر ادارت

خوابِ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

۷۰۹۲۳.

HOLY PROPHET MUHAMMAD AT THE HOTEL METROPOLL, NORTHUMBERLAND AVENUE,
LONDON, W.C. 2, ON TUESDAY, SEPTEMBER 30, 1930, AT 8. P.M



At the farthest end of the picture on the dais are seen, from right to left, Maulvi 'Abdu 'l-Majid, M A , Imām, The Mosque, Woking; Brigadier-General Blakeney, C M G., D.S.O.; Lord Headley, the Chairman of the Society; and Mr. Habeebu 'llah Lovegrove, the Secretary.

فہرست مضامین رسالہ اشاعتِ اسلام

جلد ۱۶	باب فیروز سہیل ۱۳۹۱ء	بانی مجاہدی لٹرائی ۱۳۹۱ء	تجربہ ۱۳۹۱ء
نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	سفرات	از خرم	۴۵۰
	تفہیم	"	"
	برایہ علم کی سہولت و تفریح کے علم کا ایک لادنیہ	"	۴۵۰
	نہایت بزرگ و جہشام سے کیا	"	"
	کہ بہت بڑی چیزیں ہیں	"	۴۵۳
	دنیا کے حق میں حکایت کا ایک لغوی پہلو	"	۴۵۴
	کلیسا کی نظریات اور لوگوں کے خیالات میں جہلات	"	۴۵۶
	مختصر علم کی تیسری بار کا ایک پہلو میں اصل کا تبصرو	بقلم فرخسری پر خاشا ستری بی۔ ایچ۔ ڈی۔	۴۵۷
۲	سوال جواب	بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۴۶۱
	میرتبہ بان	"	"
۳	فیضِ اختر علی رحمہ اللہ	جناب الحاج محمد علی صاحب بیسی	۴۶۳
۴	استغفار	جناب خواجہ جلال الدین صاحب بیسی	۴۶۴
۵	لوگوں کے لیے دیربردار اور دیرپا کے نام کی مٹی	جناب حافظ غلام سرور صاحب	۴۶۶
	سجیہ اور اس مسئلہ	مترجم ترجمہ اقران دیگر بیسی	۴۸۴
	آج کے بچے کی تہذیب کا نوجوانوں کا اشیا	فناش سکریشی دو گنگ ترسٹ	۴۸۶
۶	موت و زندگی اور حیات و موت کا تعلق	از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۴۸۹
۷	خروجِ قرآن	"	"
	خروجِ انسانی	"	"
	اسلام و تہذیب	"	"
۸	قصص قرآنیہ	از علم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۵۱۳
	قرآن مجید کے اسرار کی تفہیم	"	۵۱۸
۹	اقتباس از احادیث نبوی	"	۵۲۰

پیشہ ورانہ تعلیم

تعلیم و تحقیق کی روشنی میں

اشاعت اسلام

باب ۱۲: نومبر و دسمبر ۱۹۹۳ء

نمبر ۱۱۱۱

جلد ۲۰

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو ایک نہایت ہی خوبصورت اور پُر شکوہ نوٹ سے زینت دیا جاتا ہے۔
 ہمیں بھارتیہ عظیم کی مسلم سوسائٹی حضرت نبی کریم صلم کا یوم ولادت، بزنی لندن کے
 مشہور ہول ہوٹل ۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو منعقد ہونے والے بروز شنبہ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۳ء کو وقت نہر کے
 شام نماز ہے۔ یہ تصویریں سب سے دور تک ایک شاندار کردہ میں مرقع پلیٹ فارم پر
 چار نمایاں ہستیاں گریسڈوں پر بیٹھی نظر آرہی ہیں۔ ان کے واہنہ طرف سے سب سے اول تو
 جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے امام مسجد دوکتنگ ہیں۔ دوسرے جناب ریگیسٹر
 جنرل بیکیٹی۔ سی۔ ایم۔ جی۔ ڈی۔ اے اور تیسرے عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقا چھ
 سوسائٹی منڈگور اور چوتھے جناب مسٹر حبیب اللہ لوگرو دیر سوسائٹی ہیں *
 ذیل میں اس یوم ولادت کی سیدہ تقریب کی مفصل روشنی دیا جاتا ہے۔

برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی نے تین صلا کاؤ لندن بنا دی ہیں جو اقصیٰ سے منایا
 ۱۹۹۳ء کو برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی نے دی ریٹ آف لارڈ ہیڈلے بالقا چھ کی اہم صدارت
 حضرت نبی کریم صلم کا یوم ولادت مشہور ہول ہوٹل لندن میں منایا۔ پہلے منڈگور کی جگہ
 اس عظیم الشان تقریب کے بالکل غایان خان تھی۔ اس اجتماع کثیر کا اس وقت نوٹ
 بھی لیا گیا۔ جو سالہ حاضر کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے *

و قطعاً ضرر سے بیشتر ہی مختلف مذاہب و ملت کے اخوان و خواتین ہٹلے ہوئے ہیں جو حق و باحق آئے فرسودہ ہو گئے۔ تاکاؤن چند عظیم الشان انسانوں کے حین کی یاد نسل انسانی کے ذمہ پیش کیے والی جا چکی ہے۔ اپنی عقیدت کے پھول پیش کریں۔ یہ جہاں ہندوستانیوں، افغانوں، مصریوں، شاہیوں، سکھوں، ہندوؤں، انگریزوں، مسلمانوں و مسلمان ائمہوں، ایرانیوں، عربوں، فلسطینیوں اور مراکشوں پر مشتمل تھا۔

ایک نمایاں خصوصیت جس نے اس تقریب کی اہمیت کو چار چاند لگا دیئے۔ وہ اسلامی ممالک اور غیر مسلم دوستوں کے تمام سفارتی نمائندوں کا اس اجتماع کثیر میں موجود ہونا تھا۔ ہر ایک سیلنسی مصری منسٹر، منسٹر حجاز و نجد، افغانی سفارتخانہ کے سفیر جلسہ میں رونق افروز تھے۔ افغان منسٹر ہر ہائس جناب سردار شاہ ولی خان صاحب نے ازراہ لطیف سوسائٹی کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا۔ لیکن علامت طبع کی وجہ سے شرکت نہ کوسکے۔

ٹھیک ۸ بجے تمام کے مایع جناب لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقاب نے گزشتی صدارت کو زینت بخشی۔ اور اسی وقت سامعین کی عکسی تصویر ملی ٹی۔ ملا و بقرآن کریم کے بعد جس کا ترجمہ منسٹر حبیب اللہ صاحب دبیر سوسائٹی نے کیا۔ اس شب کی کارروائی ختم ہوئی۔

صاحب صدر نے اپنے ابتدائی ریمارکس میں لندن نظامیہ مسجد کے کام کی ترقی کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسجد مذکورہ کے حساب آمد و خرچ سے متعلق چند تشریحی کلمات فرمائے۔ اس کے بعد مسجد نظامیہ کے حساب کے سلیٹس شیٹ (باعت یا) کی مطبوعہ کاپیاں حاضرین جلسہ میں تقسیم کی گئیں۔ اس کے بعد جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ فی امام مسجد دوکنگ کو جناب صدر نے حضرت نبی کریم صلیم کے سوانح حیات پر ایک مختصر تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا۔ مولوی صاحب موصوف کے بعد بریگیڈیئر جنرل آرڈی۔ بی۔ بلیکینی سی۔ ایم۔ جی۔ ڈی۔ ایس۔ نے حضرت نبی کریم صلیم پر لکھ دیا۔ جنرل موصوف کو مسلمان نہیں۔ لیکن حضرت نبی کریم صلیم کے دل سے ملاح۔ والدہ و خدیا بچے بچے ہیں۔

ہمارے ناظرین کرام پیشتر مسرور ہو گئے۔ جرنل مذکورہ کے دل میں عشق نبوی کی چمکا رہی کوشش گانے والی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہائے دولنگ مسلم کی شہرہ آفاق کتاب دسی آئی۔ ٹویل جہد افٹ ہے۔ جس کی ایک کاپی فلسطین وفد کے سکریٹری جناب جمال حسینی کی وساطت سے جرنل موصوف تک پہنچی کتاب مذکورہ کے مطالعہ سے جرنل مذکورہ کے دل میں محبت رسول اکرم صلم مگر گئی آپ نے کئی ایک نخبوں میں حضرت نبی کریم صلم پر لیکچرے چکے ہیں۔ ایسے ایسے رنگوں میں خواجہ اطہر صلم کو سامعین کے سامنے پیش فرماتے رہے ہیں کہ اس رحمت سرائی میں ایک پیشانی مسلم بھی اُن سے گرتے سبقت نہیں لے جاسکتا۔ آپ نے اپنی تقریروں کے ایک سلسلہ میں ایک شاندار تقریر کیا اسلام دُنیا کے ان کا کلیہ بردار ہے کے موضوع سے ۵ مئی ۱۹۳۷ء کو سنگپوری۔ سیل سٹریٹ لندن۔ ایس۔ ڈیٹیو میں فرمائی۔ جرنل موصوف نے دوران تقریر میں حاضرین جلسہ سے حضرت نبی کریم صلم کی سوانح حیات کے مطالعہ کی استدعا کی۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب دی ایڈیٹل فیٹ کے مطالعہ کے لئے خصوصیت سے زور دیا۔ پھر کتاب مذکورہ کی ایک کاپی سنگپوری مذکور کی لائبریری کے ممبروں کے مطالعہ کیلئے اپنی طرف سے مفت پیش کی + جرنل موصوف نے اپنی تقریر کے پہلے حصہ میں جو آئندہ کی صحبت میں انشاء پیش ناظرین کرام ہوگی۔ حضرت نبی کریم صلم کی زندگی پر ایک انوکھے اعداد چھوٹے انداز سے روشنی ڈالی۔ اس تقریر کو ہمارے ان دوستوں نے جو حلقہ مدحانیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ از حد پسند کیا۔ لیکن مذکورہ کے نکات کی بیک بوریٹ اور چمک کی مدد سے تشریح کی گئی +

اس کے بعد جناب لاڈ ڈیڈلے بالقاب نے جناب عبداللہ موصوف علی آئی۔ سی۔ ایس کو مدعو کیا۔ تاکہ وہ بھی اسی موضوع پر چند ایک خیالات کا اظہار کرے۔ اس کتاب کا مدح و ترغیب کا طور اتم المردت بی بی کاملہ جو جرنل مسلم کی سوانحی ماحول پر لکھتی ہیں عارف

فرمائیں۔ اور اس موقع کے شکریتہ کا دوٹو حصے کرہ میٹرو سٹی نے جوڑ کیا پاس کرنے کے لئے ملاو
 فیصلہ ہوئی۔ جسکے بعد مختصر طور پر سامعین جلسہ کی چپکے سے خاطر کی گئی +
 یہ تقریب سعید ہرزنگ میں کامیاب ہوئی اس تقریب کے منتظمین و مجوزین ہمارے
 دلی شکر یہ کہے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اسے کامیاب بنانے میں اُن تھک کوششیں
 کیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق مزنی دنیا شدید غلط فہمی میں مبتلا ہے
 اس دروغ باقی کے قلع قمع کرنے کیلئے اس قسم کے جلسہ ہر ایک توجہ و امداد کے مستحق ہیں +
 حاضرین جلسہ میں پروفیسر لیون اُن کی اہلیہ سر عمر حیات خاں ٹوانہ اہلیہ پوکیٹین ملٹن لیڈی
 ہسٹیلے بلقاہ سیردار اور اہلیہ صاحبہ قبل علی شاہ اور سٹر مار میڈوک پکنہال موجود تھے +

کیا جمہوریت ایک مغربی صول ہے؟

برطانیہ کی عربی بولنے والی جماعت نے ۲۹ اگست ۱۹۷۱ء
 کو ٹیٹل میٹر اپول میں جبہ کے روز ہز سبیلینی پریویر

کرم حامد کے اعزاز میں ایک شاندار ضیافت دی۔ صاحب موضوع نحاس پاشا کے عہد وزارت
 میں وزیر مالیات تھے اور آجکل وفد پارٹی کے کچھ اس وقت مصر میں برسر اقتدار کو سڑکی جڑل میں۔
 آپ اُن وفد کے بھی ایک رکن رہ چکے ہیں جو کچھ عرصہ پہلے از گلستان میں برطانوی حکومت کے ذرا
 سے مصر و انگلستان کے تعلقات پر گفت و شنید کرنے آیا تھا۔ اور جب زار علول پاشا
 کی پارٹی کو حکومت برطانیہ سے مخالفت کے مجرم میں جلاوطن کیا گیا تھا۔ تو صاحب موضوع
 بھی اُن کے ہمراہ تھے +

مختلف اقوام کے صحابہ مثلاً مصری۔ ہندی۔ عراقی۔ شامی عرب افغان
 اور انگریز ایٹ ہوم میں شریک تھے۔ تاکہ وہ اس مقصد کے ہمدری کا اظہار کر سکیں جسکے
 حصول کیلئے وفد پارٹی کو شان ہے +

جاء اور نوادہ کو فراموش حاصل کرنے کے بعد پروفیسر موصوف زبردست تالیفوں کی گنج میں
 تحریر کرنے لگے۔ یوہی عمیر المجید ایم۔ ای۔ ایم مسعود و گنگ تے بحیثیت صدر جلسہ
 لکچرار کا تہدات کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہم وہاں صرف پروفیسر موصوف کی شخصیت کا احترام

کرنے کیلئے مجھ نہیں تھے۔ بلکہ ہم ان کے باطن پر ہی اپنی کاغذیں بکھرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے
عورت کو نہیں اور ان کے عقیدے پر کہ آپ صاحبان اُمّیہ و ملومات ساتھ لیکر یہاں کو رخصت ہو گئے۔
اس کے بعد پھر دخیس صاحب نے حب ممول ہمارے دشمن انداز میں تقریر شروع کی، یہ جسکے من
میں انھوں نے کہا کہ یہ نیاں بالکل غلط ہے کہ جمہوریت مغربی ملک کی شرمندہ اہمات ہے
اور اسلئے مشرق کیلئے سوزوں نہیں ہے۔ جمہوریت مشرقی لوگوں کی روزمرہ زندگی میں کافی
نظر آتی ہے اور وہ وہیں اصحاب مشرقی ممالک کا سر کپ چکے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں اور
انہیں جس قدر عربی بولنے والے اصحاب بودہ باش رکھتے ہیں، جنہوں نے مجھے اس جلسہ میں
تقریر کرنے کی حوصلہ بخشی ہے وہ بھی اس حقیقت کے خبردار ہیں۔ ان کی زندگی جمہوریت پر بسر ہوتی ہے۔ اور
اس لئے مناسب ہے کہ ان پر حکومت بھی اسی قسم کی ہو۔ حضرت مسیح اور آپ کے حواری انھیں صرف مسلم اور آپ کے
صحابہ پر سب کے جمہوریت پر عامل تھے +

صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ڈرتے ڈرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے اس کو فرمایا
اے بھائی تم غور و فکر نہ کیوں ہو؟ میں تو محض اُس عورت کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں خشک کیا چوڑا
موش کھایا کرتی تھی +

خلفاء جیسا کہ سب جانتے ہیں، ہمیشہ راکم و منتجب ہوتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لوگوں
سے کہا تھا، اگر میں افضل الناس میں نہیں ہوں لیکن تم نے مجھے مار کے لئے منتخب کیا ہے۔
انہیں بجز ان حکومت کوں تہریر نہ کرتا۔ اور اگر تم کو غلطی ہو تو مجھے موصول کر دینا، اسی طرح
ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے عمر ابن العاص کو سرزنش کی کہ یہ لوگوں نے
لیکھ لکھی کے ساتھ نا انصافی کی تھی۔ اور کہا۔ تم انسانوں کو عسلاہم جانتے ہو۔ حالانکہ ان کی
مانوں نے تو ان کو آزاد و جنا تھا۔ اس کے بعد صاحب صدر کی درخواست پر سرکارِ کائنات پوریم
نے خلیفہ کی تجویز پیش کی۔ اور عسلاہم عبد اللہ یوسف علی ایم بی بی بی ای ویو
نے ان کی تائید کی +

دنیا کے قیام کے حامی کا اتحادی ہو، جبکہ عظیم کے بعد یہ سب سے شہرہ آفاق ہے

مصریح کجف میں آ رہا ہے۔ کہ روحانیت سے دنیا کو فائدہ پہنچایا نہیں؟ وہی اس پر اعتراض ہے۔
۲۹ جون ۱۹۳۳ء میں دو مضامین اسی بحث پر شائع ہوئے تھے +

برکیت ہم مسلمان تو برفلاف سبکی احباب کے روحانیت کو ہیں لئے بہت مفید یقین کرتے
ہیں کہ یہ طریق دنیا کو حقیقی کی طرف مائل پہنچنے سے روکتا ہے۔ کیونکہ روحانیت کی تعلیم یہ ہے
کہ خدا ہمارا سب کا خالق اور رازق ہے۔ اور سب لوگ آپس میں۔ مخلوق بھائی ہیں۔ موت کے
بعد بھی زندگی کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ جزا و سزا ہر حق
روحانی ترقی کی کوئی حد نہیں ہے اور ادوارح میں مکالمہ و رابطہ باہمی ممکن ہے +

رابطہ ادوارح کے مسئلہ پر بہت کچھ من طعن ہوئی ہے۔ لیکن بایں ہمہ روحانیت و فزول
ترقی کو دہی ہے۔ اور اسکے معنی یہ ہیں کہ کلیسیا کی تعلیم میں ضرور کوئی نقص ہے۔ جو یہ طریق
لوگوں میں قبولی عام حاصل کر رہا ہے۔ ہماری نظر میں وہ نقص ہے کہ کلیسیائی تعلیمات حیات
بعد الموت کے متعلق نہایت مبہم ہیں۔ اور آئندہ زندگی کو اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے
کہ جو لوگ اداائے فرض میں قاصر رہیں گے۔ انہیں سخت عذاب ہو گا۔ اور یہ بات لوگوں کو آئندہ
زندگی پر عقیدہ رکھنے سے باز رکھتی ہے۔ روحانیوں کی تحریکات دیکھ کر ہم یہ غمازہ کر سکتے
ہیں۔ کہ انہوں نے ابھی تک امام غزالی اور علامہ ابن عربی کی تصانیف کا
مطالعہ نہیں کیا۔ اور وہ اسوۂ اسلام کے باطنی پہلو سے ناواقف ہیں۔ جس وقت وہ مطالعہ
کا مطالعہ کریں گے۔ تو انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسلام ان کا حقیقی دوست اور معاون ہے
اور یہ بات سمجھتے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کس قدر افسوس ہے کہ یہ لوگ بائبل کی اپنی تعلیمات کا
غماز تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے ناکافی اور مبہم ہونے کے باعث تو خود روحانیت
عالم وجود میں آئی پس لازم ہے کہ یہ لوگ اب اپنی تو یہ اسلامی تعلیمات کی طرف مستوفت کریں کہ
یہاں ان کو نعمتِ مظنی نصیب ہو سکتی ہے +

حقیقت تو یہ ہے کہ جو مذہب یا طریق انسان کو ابدیت رُوح کا درس دیتا ہے۔
وہ نفعِ ہم کی بہت جری خدمت انجام دیتا ہے۔ اور بلا شک روحانیت نے انسانوں کو لاہریت
اور اللہ کے گونج میں گرنے سے بچایا ہے۔ اللہ خدا تمہارا خالق پران کا ایمان قائم کیا ہے۔

اسلئے ہماری نظریں یندہ بوائے تحسین ہی پر وغیرہ میک ڈوگل اپنی تصنیف ”موج اودیم“ مطبوعہ نیو یارک ۱۹۷۸ء میں لکھیں :-

”جزا کی امید اور سزا کے خوف سے قطع نظر کر کے ان عقائد کا عام انسانوں کی طبائع پر نہایت مفید اخلاقی اثر مرتب ہو سکتا ہے کہ ہم اس کلفظ انداز نہیں کر سکتے۔ یہ بالکل ایک استثنائی امر ہے کہ مارکس اریٹیس یا کلسلے جیسے بعض افراد محض ذاتی کوشش کو اخلاقی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن بنی نوع آدم بحیثیت مجموعی روحانی اعتقاد سے متحرک ہو کر اخلاقی زندگی نہیں بسر کر سکتے۔ بلکہ انکی روزمرہ زندگی بھی ہر من شہات میں آجائے۔ یہ عقیدہ کہ موت کے بعد بھی زندگی ہوگی، اگرچہ ہمیں اس زندگی کا مطلق علم نہ ہو۔ ہمارے اندر یہ یقین پیدا کر سکتا ہے کہ ہم عالم رنگ و بو سے فزوں تر عالم کائنات میں ہیں۔ اور انکی بدولت ان مباحث کا سد باب ہو سکتا ہے۔ جو تمدن اور تہذیب کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔“

کلیسیائی نظریات اور عام لوگوں کے خیالات میں اختلاف | البیٹیجہ کانفرنس اور ماڈرن چرچ میں کانٹریس کی قراردادوں تجویزوں اور فیصلوں کو پڑھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ آج کے دن کلیسیاء اور عوام کے خیالات میں بعد المشرقین موجود ہے۔ اور آخر الذکر طبقہ اسلامی طریق حیات کیلئے بنیاب نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر زندگی کے تمدنی پہلو یعنی نکاح اور تعلقات مابین زن و مرد کو لے لیجئے۔ آج کل تمام یورپین مرکزدں میں طلاقوں کی بھر مار ہو رہی ہے خلیہ دوی کے متعلق پست خیالات اور عقد نکاح کو حقیر گرداننے کی وجہ سے سچی ممالک کا اخلاقی مہار روز بروز پست ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ پہلی زندگی میں نقائص اور قریباں گونا گونا گویاں ہیں۔ حالانکہ فیملی لائف تو موجودہ تمدن کی مینیا د ہے +

کلیسیاء کے عمائدین اب خواب غفلت سے بیدار ہو رہے ہیں۔ اور خیالی کو مبادا نوجوان طبقہ نہ رہے بلکہ دستبردار ہو جائے۔ میدان گل میں آ رہے ہیں +

ہم نے گزشتہ پرچم میں لمبیتھ کا نفرنس کا ذکر کیا تھا۔ لیکن ربط کلام کی وجہ سے ہم اس کی کوٹھن کا ذکر دوبارہ کرتے ہیں۔ جو جنسی استلاق کے مسئلہ سے متعلق کچھ طرقات سے طائر ہے۔ کا نفرنس مذکور نے قرار دیا۔ کہ ہمارے خداوند نے جو نظریہ نکاح کا پیش کیا ہے۔ ہمیں مجملہ اخلاقی مسائل کا حل موجود ہے۔ جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کس طرح ہمارے خیال میں اس قسم کے ریڈولیشن پاس کرنے سے دشواری کا حل نہیں ہو سکتا ؟

کیونکہ لوگ کا نفرنس کی نظر میں معتمد نظریہ نکاح کو قبول کرنے کیلئے لیا نہیں ہیں۔ جب تک ان کے سامنے مادی مثالیں موجود نہ ہوں۔ اور اس کے علاوہ وہ کس طرح طیار ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ان کے خداوند نے ان لوگوں کو ذہن میں مطلق نہیں رکھا۔ جو عادی شراہو ہیں۔ یا کسی مافی یا چھائی عارضہ کی وجہ سے ناقابل ہیں۔ جن کے اطوار جوانوں کے سے ہیں ؟

مورن آف سینٹ پال نے ایک اور دلچسپ تجویز پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ جو لوگ دائمی معاہدہ نہ کر سکیں ان کو اجازت ہو نا چاہئے۔ کہ کلیسیا کی بجائے کسی رجسٹریشن آفس میں جا کر نکاح پڑھالیں (یہ نکاح زلیقین کی مرضی سے ٹوٹ سکتا ہے) اور یہ معاہدہ ایک پرائیویٹ حقیقت رکھیں گا، کلیسیا کی نظر میں مستند نہ ہوگا۔ کیونکہ کلیسیا صرف انہی شادی کو جائز قرار دے سکتا ہے جن میں زلیقین دائمی رفاقت کا عہد کر چکے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آئندہ حالات سے کون خبردار ہو سکتا ہے ؟ لہذا کسے بڑی ہے۔ کہ کلیسیا میں جا کر دائمی رفاقت کا عہد کرے ؟

آنحضرت صلیم کی سیر مبارکہ پر ایک نیا فصل کا تبصرہ

بقلم پروفیسر ہری پرشاد شاستری بی ایچ ڈی

کویتھی اور شاعری کی لذت حاصل کرتے ہیں۔ جب ہم افلاطون یا شکسپیئر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمارے خیالات میں یلندی پیدا ہوتی ہے۔ جب ہم شکسپیر کا چارہر کے فلسفہ اور شکسپیئر کے اعلیٰ اخلاقی تعلیم پر غور کرتے ہیں تو رُوحوانی طور پر اعلیٰ درجے کے ملنے کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم کسی عظیم الشان شخصیت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس کے کارناموں کو سامنے رکھتے ہیں۔ تو ایک ایسی قلبی راحت حاصل ہوتی ہے جسے

بہرہ الفاظ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ میں صرف اس شخصیت کو عظیم الشان کہتا ہوں جو صدائے
 سے حصول اور تمدن کے زنجیر میں بنی نوع آدم کی معاون ثابت ہو۔ کیونکہ صداقت مطلوبہ خودی
 شخصیت میں ضم ہو جاتی ہے۔ اور ایسی شخصیت کا اثر ہمارے قلوب پر اس درجہ ہوتا ہے جس کا جواب
 کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ اس شخصیت کی بدولت ہم صرف اخلاقی اور روحانی طور
 ہی ترقی نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارے شعور ذاتی میں بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہم اس حیرت انگیز
 میدان کی جھلک حاصل کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے لئے باعث تقویت اور رامت ثابت ہوگا
 ظاہر ہے کہ ہم عقل یا حواس کے ذریعہ سے خدا کو معلوم نہیں کر سکتے۔ لیکن اس شخص کی زندگی
 کو دیکھ کر ہمارے اندر خدا کی ہستی کا جب ذاتی علم پیدا ہو سکتا ہے جس نے خود تجرنبہ ذاتی کی بناء پر
 خدا کی ہستی کا علم حاصل کر لیا ہو۔ ایسے شخص کی صحبت میں رہ کر ہمارے اندر جرئت اور ہمدردی اور
 روحانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں۔ کہ محمد الرسول اللہ اسی اس علم اور
 عظیم الشان شخصیت کے مالک تھے اور غالباً آپ ان لوگوں کے خاتم تھے جو وقتاً فوقتاً بنی نوع آدم
 کی ہدایت کے لئے خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے ہیں +

آپ عرب کے ایک نہایت ذہین اور شہور خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بچپن ہی بگڑاؤت بخاری
 اور حدیث گسری آپ کا طریق حیات تھا۔ آپ بچپن ہی کو غور و فکر کے عادی تھے۔ اور اخلاقی زندگی بسر کرنے
 کیلئے آپ کو دنیاوی علوم کی ضرورت تھی کیونکہ دنیاوی طور پر دشمن انسان صرف وہی جزوی صداقت کسی
 دوسرے کو سکھا سکتا ہے جو آپ ماں کے پیٹ ہی کرے کر پیدا ہوئے تھے۔ جوانی آپ نے اپنے جہاد فی سبیل اللہ
 دنیا کو دکھا دیا کہ ایک شخص ایمان دار ہر گز بھی کامیاب اتنا جہاد نہیں کر سکتا ہے۔ اگر حکیم گفتگو شناس کو آپ کے تجربات
 اصولوں کا علم ہوتا تو وہ تجارتی معاملات کو مذموم قرار دیتے۔

آپ نے حضرت حمیر کعبہ کے ساتھ شادی کر کے یہ بات دنیا کو دکھا دی کہ مہمانی و مہبوتی ایک
 عارضی ختم ہے۔ اور شادی کا رشتہ اخلاقی و مہبوتی پر مبنی ہونا چاہئے۔ واضح ہو کہ حضرت حمیر کعبہ
 نظا ہری دولت کے علاوہ روحانی دولت کے بھی مالدار تھے۔ اور صداقت کے حصول کی خواہش ان کے قلب
 میں ہمیشہ زندہ تھی +

انحضرت کی حقیقی عظمت شان عمر کے چالیس سال میں ظاہر ہوئی۔ جبکہ آپ نے محض پانچ

بلند اخلاقی اصولوں کی طاقت اور روحانی اور باطنی قوتوں کی بناء پر خدا کی سعی کا اپنے نفس میں مشاہدہ کیا۔ اور محسوس کیا کہ دنیا کو توحید ذات باری تعالیٰ کی عظیم الشان صداقت کے ذریعہ کرانا اور ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاقی دستور العمل ان کی رہنمائی کیلئے پیش کرنا چاہئے۔ اور اس کی تائید کرنا کہ آپ کی قوم کو جو مادیت کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ اور صرف مہمانی لذتوں کو مقصود حیات قرار دیتی تھی ایمان کی غویں کو نا آشنا تھی۔ اور توحید باری کے فائدوں کو سمجھا نہ تھی، ایک ملم رہائی کی ہشت ضرورت تھی۔ اور بلا شک عربوں کی ضرورت پوری ہوئی۔ یہ دنیا کی تاریخ میں ایک نیا ہیبت عظیم الشان آواز ہے جبکہ آپ نے ظاہر میں اس صداقت کو دریافت کیا کہ سوائے خدا کے اور کوئی ہستی لائق ستارش نہیں۔ یہ حقیقت ایک ایسی قوت ثابت ہوئی جس نے رومہ الکبر کے کعبہ غلامی اور نغزادی فضو نوجری پر مبنی قبی قبا کا راستہ دکھا دیا۔ اور یورپ میں ایک نئے تمدن کا افتتاح کر دیا۔ آپ نے اپنے مذہب کا نام اسلام رکھا جس کے معنی ہیں صلح اور امن۔ اور اس کی تائید ہے کہ آپ کا مذہب دائمی صلح اور امن کا علمبردار ہے جس کی بدولت انسان کی مضطرب نوع کو سکون اور جنت میں غرق شدہ انسانیت کو خدا کا حقیقی علم حاصل ہو گیا +

اگر آنحضرت صلعم خدا کی طرف سے نہیں تھے تو پھر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ خدا نے کبھی کسی شخص کو نبی بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہی نہیں۔ اور نبوت کا تخیل کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا + اس پاک نبی نے جو تعلیم دوسروں کو دی پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ آپ کی شخصیت جمہوریت، رواداری، اخلاق حسنہ، محبت، سخاوت اور سادگی کا نمونہ تھی۔ آپ دنیاوی نعمات، عزت اور سطوت سے بے نیاز تھے۔ آپ خدا اور سچائی ان دو چیزوں کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اور حتیٰ الوسع ان دونوں کی پیروی آپ کا مشغلہ حیات رہا۔ آپ نے کبھی باطل کے سامنے تسلیم نہیں کیا آپ کبھی کسی شخص سے مرغوب نہیں ہوئے آپ کی شجاعت فوق العادت تھی + آپ نے ان باتوں کی تعلیم نہیں دی۔ جن پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا۔ آپ نے ان امور کی تعلیم دی جن پر شخص مال ہو سکتا ہے اور اس عمل کی بدولت اس کے اندر روحانی ترقی پیدا ہو نا ایسی چیز آپ غریبوں کی محبت ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ نے دنیا کو زکوٰۃ کا اصول بھی سکھایا۔ جس پر اگر سب لوگ عمل کریں تو دنیا میں بغلیں یکدم کا فوراً ہو جائے۔ آپ نے مسکرات کے استہلال کی ممانعت

غزائی اور حکیم آف کرساٹھ سے تیرہ سو برس پہلے ناقد فرمایا۔ جس پر امریکہ آج عمل کر رہا ہے اور
جاپان ملک کرنے کی فکرمیں ہے۔ کیونکہ جاپانی دوس خراب کے کثرت استعمال کی وجہ غزائی
پستی کی آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ علم حاصل کرنے کے لئے
چھین جانے سے بھی گریز مت کرو۔ آنحضرت کے زمانہ میں چین پر خاندان ٹینگ حکومت
کر رہا تھا۔ اور اس زمانہ میں وہاں علم و فضل کا بڑا چرچا تھا۔ جب یورپ جہالت میں مبتلا تھا۔
اور جبکہ یورپ کے دوالحکومتوں میں جادوگرئیوں کو زندہ جسٹایا جاتا تھا۔ اور جبکہ یورپ
کے لوگ علم و حکمت سے اس طرح نہ پختے تھے۔ جیسے کوئی ساتپ پٹھو سے اس وقت
اسلم کے شیعین اسپین کے گاؤں میں ہزارں جاری کر رہے تھے۔ اور لوگوں کو سائنس اور
حکمت کی طرف مبلایا ہے تھے۔ اور (آرٹ) فنون لطیفہ فلسفہ اور لٹریچر کا درس دے رہے تھے
یورپین فلسفہ میں ابونصر فارابی اور ابو بکر رازی کا نام سونے کے حرفوں سے لکھا
ہوا ہے +

مذہب کی طرح اسلام صرف ایک مذہبی تحریک ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمدن اور تہذیب
کا زبر دست محمد و معاون ہر جس طرح مذہب کے شمالی ایشیا میں تہذیب پھیلائی۔ اسی طرح اسلام
نے شمالی افریقہ اور یورپ کے لوگوں کو تمدن بنایا۔ اسطو کا فلسفہ مسلمانوں ہی کی بدولت یورپ
میں پہنچا۔ کیونکہ مسلمان اپنی اسطو کے فلسفہ پر درس دیتے تھے۔ کا مذہبی مسلمانوں ہی کی
بدولت یورپ میں پہنچا۔ قصراً جس کا نقشہ لندن کے قصر بلورین میں نظر آتا ہے۔ مسلمانوں
کے فن تعمیر کا ایک اعلیٰ سامونہ ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی آرٹ پاکیزگی کا مجسمہ ہے +
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی و مطلق سروکار نہ تھا۔ آپ کی نظریں صرف خدا ہی تمام تعلیم
اور توحیف کا سرادار ہے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ لوگو! میں بھی تم جیسا ایک انسان
ہوں۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں آپ کی نگاہوں میں یکساں تھے جس طرح خدا کی نگاہوں میں
آپ مسلم اور غیر مسلم دونوں سے یکساں سلوک فرماتے تھے +

لہذا دکان رنج و الم اور روایات پارینہ سے آزادی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ
یہ ہے کہ انسان اپنے فطری ذاتی کو لامحدودیت کی قضا و میں منتقل کر دے + اسی لئے آنحضرت صلی

نئے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ ہر روز پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچ کر اپنے آپ کو نجات اور مردانہ کامیابی بنائیں۔ سلاہر ہے۔ کہ کوئی مذہب اس کو بلند تر تعلیم نہیں دے سکتا۔

سوال و جواب

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

علاقہ پنجگل (ہندوستان) سے ایک دوست نے دو سوالات میرے پاس روانہ کئے ہیں:-
(۱) اگر اسلامی قربانی کا مقصد گناہوں کا کفارہ اور اگر تاہو تو کیا پھر یہ اسلامی رسم کی نذر ہے؟
یہی ارکے کا سنا ہے، مشابہ نہیں ہوگی؟

(۲) اگر ملائکہ کے منہ تو آئے فطریہ میں تو پھر ملائکہ کے انسانوں کے پاس آنے کا کیا مطلب ہے؟
میں نے مقصد ذیل جواب ان کی خدمتیں روانہ کیا ہے۔ جسے ہر تیارین کرتا ہوں۔
عید قربان | قرآن شریف کی تعلیمات کے موافق، قربانی سے گناہ معاف نہیں

ہو سکتے۔ اسلام تو عمل اور ذمہ داری کی تعلیم دیتا ہے۔ لہذا وہ کسی ایسے عقیدہ کو پسندیدہ قرار نہیں دے سکتا جس سے قوت عمل مرود ہو جائے یا ذمہ داری کا احساس مفقود ہو جائے۔
قربانی کی رسم ابتدائے آفرینش سے جاری ہے۔ اور ہل کا مقصد صرف قربانی ہی تھا جیسا کہ لفظ عید سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہم حیوانی ایک مقوی اور خوش ذائقہ غذا ہے جو قربان کو میسر نہیں آتی تھی۔ اسی کو قربانی اور دیگر صدقات کا مقصد اصلی ہے کہ غریبوں کو بھی اس لذت سے بہرہ اندوزی کا موقع دیا جائے۔ اور یہ اعمال اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اقبال حسنہ رفتہ رفتہ انسان کے اندر سیلان لگتا ہو کہ وہ درگاہ اور بالکل دور کر دیتے ہیں۔ نیز گنہ گار کو خدا کی نظر میں مقبول بھی بنا دیتے ہیں۔ نہ کو کاری کیلئے یعنی کسی نہ کسی قسم کی قربانی کی ضرورت ہے، کیونکہ ہمیں یقیناً اُن چیزوں سے جن کو ہم محبوب کہتے ہیں۔ مفارقت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ گناہ کے معنی حقیقتاً یہ ہیں کہ وہ چیزیں جو اُن کے جانو مقبوضات سے محروم کر دیا جائے۔ لیکن اگر ہم نہ کو کاری کی خاطر اپنی محبوب چیزیں

کو قربان کر دیں، تو لامحالہ ہمارے اندر یہ خواہش کبھی پیدا نہ ہوگی۔ کہ ہم دوسروں کے اعمال پر قابض ہو جائیں۔ پس اعمالِ حسنہ بیکاری اور بڑائیوں سے باز رکھتے ہیں۔ اور خدا کو فخر آنے ہیں۔ قربانی کا یہی مطلب ہے، لیکن اُس کے سنے کفارہ گناہ نہیں ہو سکتے۔ ہاں اُس کی بدولت گناہ کرنے کی قوت رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہے +

افسوس سبب کا ہے۔ کہ قربانی کی رسم کو کفارہ کا رنگ دیدیا گیا۔ لہذا کبھی یہاں حاصل نہیں ہے اور طبیعت انسانی ابتداء ہی کو یہ چاہتی ہے۔ کہ اپنا بوجھ دوسروں پر ڈال دے۔ اور یہ رجحان ہے جس کو خُشے الوسع قائل کرنا چاہئے۔ ورنہ ہمارے اندر خود داری کا احساس کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اس فطری کمزوری کے باعث انسان ہمیشہ کسی ایسی شے کا آرزو مند رہتا ہے۔ جو اُس کے بڑائیوں کا کفارہ ہو جائے یعنی ہی تنہا ایسا مسیح نہیں جسے انسان نے اپنے ہی بوجھ کیلئے تراشا ہو وہ تو اس سلسلہ کا خاتم ہے۔ جو وقتاً فوقتاً کفارہ گناہ ہوتے رہے ہیں۔ یسوع سے پہلے ہی بہت سے مسیح اس دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں۔ جن کو خدائی صفات سے متصف کیا گیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی جان بنی نوع آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے قربان کر دی ہے۔ جسے بخوشی موت گوارا کی سوائے حضرت یسوع کے جنہوں نے خدا سے یہ مالک تھی۔ کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہِ مُجھ پر مل جائے۔ صلیب میں یہ تجویز نجات دہاں بہت پرستوں کے عقاید سے اخذ کی گئی ہے۔ اوائلِ کلیسیاء کے بزرگوں نے اُسکے عوض اپنے عقاید پیش کر کے اس کی کوشش کی۔ اور رفتہ رفتہ بہت سے مشرکانہ عقاید کلیسیاء میں داخل ہو گئے۔ تاکہ اُسے عوام کی نظروں میں قبول حاصل ہو سکے +

حقیقت یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کا خون اور گوشت خدا کو نہیں پہنچتا۔ اس رسم کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کے اندر دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کی روح پیدا ہو جائے اور ان کی صورت ہی ہے۔ کہ انسان استیلا کو نظر نہ رکھے کہ خدا کی نظر میں خون اور گوشت کی وقعت نہیں بلکہ دلی پاکیزگی کی وقعت ہے، چنانچہ قرآن تعظیم فرماتا ہے: اللہ کلمات (قربانی کے جانوروں) کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا۔ بلکہ صرف تمہارا تقویٰ پس اُس نے اُن کو تمہارا خادم بنادیا ہے۔ تاکہ تم اللہ کی طرائی بیان کر سکو۔ کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اور جو لوگ تم کو کاہن۔ انھیں تو مغربی مستندوں +

اس آیت سے پہلے آیت بھی خاص طور پر لائن تو ہے کہ ارشاد ہو چکا ہے :-

”ملاؤ ٹول کو ہم نے اللہ کے مذہب کا تمہارے لئے ایک نشان بنایا ہے۔ یہیں تمہارے لئے
بھت کچھ بھلائی ہے۔ پس جب وہ ایک قطاریں کھڑے ہوں تو ان پر خدا کا نام پڑھو۔ اور
جب وہ تہج ہو چکیں تو ان کا گوشت کھاؤ۔ اور غریبوں کو کھلاؤ جو قانع ہوں اور فراق میں تقسیم
کرو۔ پس ہم نے ان کو تمہارا خادم بنایا۔ تاکہ تم شکر گزار بندے بن سکو“ ۱

اس آیت کا آخری فقرہ یعنی ہم نے ان کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ تاکہ تم شکر گزار بندے
بن سکو۔ خاص طور پر لائق توجہ ہے۔ انسان کے اندر جو ہیمنیت پائی جاتی ہے۔ وہ اُسے
سرکشی کی طرف راغب کرتی ہے۔ لہذا اگر ہم کسی راہ پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔ تو لازم
کہ اس ہیمنیت کا قلع قمع کریں۔ اور یہ بات تمدن کیلئے از بس ضروری ہے۔ قربانی اس
امول کو ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتی ہے۔ اور یہ ہمیں حقیقت سے خبردار بناتی
ہے جانور کو ذبح کرنے سے یہیں درپردہ تسلیم حاصل ہوتی ہے۔ کہ جس طرح حیوان ذبح ہوا۔ اسی طرح ہم بھی
اپنی میوانیت کو ذبح کریں۔ اور جو شخص اس نکتہ کو نہیں سمجھتا وہ محض ایک صیتی جانور کی جان
کا خون کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اُسے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا ۲

ملائکہ

ملک بمعنی زشتہ مستعمل ہوتا ہے۔ اس لفظ کے دو معنی ہیں۔ ایک تو قوے انسانیہ اور قوے
فطریہ جو کائنات میں جلوہ گر ہیں۔ دوسرے وہ ذی جس مخلوقات جو ان قوا کو بروئے کار
لاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ملائکہ کو اس جامعے کے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو حکم الہی کے مطابق کام کرتی ہیں
اور شیت الہی کی تعمیل کرتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا**
نَارَ اللَّهِ وَقُوْدَهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ صَالِبُونَ
اللَّهُ مَا هُمْ وَلَا يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۱ ترجمہ۔ اے ایمان والو
اور اللہ سے بچنا اور اپنی جانوں کو اپنے لوگوں کو آگ سے کرانید من اس کا آدمی اور
پتھر ہیں۔ اور اُوپر اس کے مقر ہیں زشتے سخت دل (اور) نور آور نہیں تا زمانہ
کرتے اللہ کی جو حکم کرے ان کو اور جس حکم کا حکم دیا جاتا ہے اُسے بجا لاتے ہیں۔
الفرز کائنات میں ہر شے اپنا از من منصبی نہایت ہمواری کے ساتھ پورا کرتی ہے

یعنی کسی مدظلہ امور کے ماتحت کام کرتی ہے۔ اسکی حرکات سے یا منی کی کسی صحت کا اور اس کے افعال سے عقل کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی بات سے علاوہ دوسری باتوں کے موجود ہونے کے حامیوں کو خدا کی ہستی کا یقین دلایا۔ قطرات نے جن شیاؤ کو جس جگہ رکھ دیا، اگر ان کو اس جگہ سے ہٹالیا جائے تو وہ اپنا منقرض فرض ادا کرنے سے قاصر رہ جائیگی، لیکن جب انسان ان اشیاء کو صحیح طریق پر استعمال کرتا ہے۔ تو وہ بدستور کام چیتے لگتی ہیں۔ گویا فی الحال کل نے تھوڑا سا کام انسان کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ اسکی شہادت ہے۔ لہذا اگر محمد انسان کے علاوہ چند دیگر ہستیاں بھی پیدا کر دے۔ جو اس کے احکام کی تعمیل کریں اور کائنات میں عمل چل کرے۔ تو کیا بیجا ہے؟ کائنات میں اور اس نہیں پایا جاتا لیکن تو بھی اس کے افعال میں اسکی صحت اور تہواری ضرورت پائی جاتی ہے۔ لہذا اثبات کے یہ قطرات خدا کی مخلوق اور وہ یا تو خدا کی ممتی میں کام کر رہی ہو یا اس مخلوق کی جسے خدا نے اس کام کیلئے پیدا کیا ہے۔ اسی مخلوق کو قرآن نے ملائکہ کا نام دیا ہے۔ اگرچہ ملائکہ میں نظر نہیں آتے لیکن خدا بھی تو غیر مٹی ہے۔ اور انسانی عقل خدا کی پیدا کردہ ہے۔ اور اسی طرح ہمارے اجماع میں جن میں عقل کا رونا ہے۔ پس کیا خدا ہی مخلوق نہیں بنا سکتا۔ جو وقتاً فوقتاً انسان کے پاس آسکیں۔ اور خدا کا پیغام اس سے پاس لاسکیں جیسا کہ ہم الہامی کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ نہ محض تو اس بات میں کوئی دشواری نظر نہیں آتی۔ اور نہ بات ناممکن ہے۔

ناظرین رسالہ اشاعت اسلام کی خدمتیں ضروری التماس

رسالہ ہذا کی فنا و بقا سوز غریب اللہ سالہی پر منحصر ہے۔ کیونکہ یہ تو بے پھل محمول ممتی ہے اور آپ کی مدد تو بے حد ضروری ہے۔ اس وقت تک کہ حلقہ اشاعت میں قدرتیں ہوں کہ سالانہ اخراجات مکمل کر سکتے ہیں۔ ہر ایک ناظر رسالہ کی خدمت میں ہر روز ہاتھ سے اپنے حلقہ افزوں کو کم از کم صد فیصد سالانہ مالی اعانت فرمائیں۔ کیونکہ اسے کوئی شوق رسالہ کا قیام کو ہی واجب ہے۔ اسلئے جملہ سوز غریب اللہ دو جلد پر مریا و ضرور فراہم فرما کر جنل حشرات ہوں۔

حنا دم۔ مینجر رسالہ اشاعت اسلام براڈر تھر روڈ عزیز منزل لاہور

تذکرہ اسلام

انسانی مذہب کا مفہوم نام اسلام ہے

پہلے صفحہ ۳۸۲۔ اشاعت اسلام علیہ نبیہ

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

ہم نے ان اوراق میں بار بار دکھایا ہے۔ کہ از روئے تعلیم و زمانہ تھا کہ اسلام جس کی پیروی کا نام مذہب ہے۔ اس لئے دنیا کو دیا گیا۔ کہ انسان اس پر عمل کر کے نجات کی زندگی پائے۔ ایسا ہی خدا کی اطاعت یا عبادت بھی خدا کے لئے بتائے ہوئے توفیق کی پیروی کا نام ہے۔ جن پر مکر و بالاتفاق یعنی ہر۔ دہرہ کہ جہنم کی باتیں ادا کی جائیں۔ اہل ان کا نام مذہب رکھا جائے۔ لہذا قرآن نے اگر اس مذہب کا نام اسلام رکھا۔ اور اس کا نشان کا لا الہ الا اللہ پر عقیدہ رکھتا اور اس پر عمل کرنا ٹھیک یا تو یہ تو حقیقت امر ہے۔ اور ہماری بہتری کے لئے ہے۔ یہ وہ بات نہیں جس کے قبول کرنے سے ایک انسان سب سے اول پائے گئے۔ اور قوم اور پھر اپنے وطن کی بہتری سے الگ ہو جائے۔ کیونکہ ہر گنہگار میرا ہی پر عمل کر۔ بلکہ یہ تو وہ بات ہے۔ جس پر ہر ایک آدمی عمل کی عمل دنیا پہلے سے عمل کر رہی ہے۔ اسلام کے لفظی معنی بھی خدا کے قوانین پر ہی چلنے سکے ہیں۔ لا الہ الا اللہ پر عمل کرنے سے مراد ان قوانین فطریہ کو اپنا معمول بنانا ہے۔ جو دنیا کے ہر ایک کام سے وابستہ ہیں۔ اور جس کا وضع کرنے والا صانع قدر ہے۔ گویا ہر فرد بشر کا مذہب لا الہ الا اللہ یا اسلام ہے۔ نچلے وہ زبان کر کے نہ کہے اسی حقیقت کو قرآن نے ذیل کی آیات میں ظاہر فرمایا۔ ولہ واسلم من فی السموات والارض طبعاً وکھادکھا اذ ال عمران فتح انبیاء کوئی بھی چیز نہیں جو احکام الہیہ پر نہ چلے یعنی ہر ایک

۱۔ وذلک امرت وانا اول المسلمین (النم ۱۰) فاستقم کما امرت (ہمد)
۲۔ اوکمل علی حدیث من دہر وادلک ہر المعلقون (جہود ہی حدیث پر ہیں اور وہی حدیث پائے ہیں)

چیز مجبوراً احکام کی اطاعت پر مجبور ہے۔ اور اسی کا نام اسلام ہے۔ یہی سلسلہ میں فرمایا۔
 قن بیتیہم غیر الا سلام دیناً قلن لقیل مسندہ وھونے صلاۃ خیرۃ من الخیرین۔ یعنی
 اگر تم اپنی زندگی کیلئے کوئی طریق غیر اسلام طریق اختیار کرو گے۔ تودہ قابل قبولیت نہ ہوگا
 اور اس پر چلنے سے یقیناً نقصان ہوگا۔ تمہارے لئے صحیح راستہ اسلام ہی ہے یعنی جس
 شعبہ زندگی کو تمہارا تعلق ہے۔ یا جن امور سے تمہاری روزی و فیر کا تعلق ہے۔ ان سب
 کے لئے خدا تعالیٰ نے قانون بنا رکھے ہیں۔ انہیں تو انہیں پر چلو گے تو خدا کے نزدیک
 بھی مقبول ہو گے۔ دنیا میں بھی تمہارے لئے اعمال تسلیم کئے جائیں گے۔ اور تم مرزا محال ہو جاؤ
 لیکن اگر ان قوانین کی اطاعت نہ کی تو یقیناً تم نقصان کا منہ دیکھو گے اس بصیرت
 اور حقیقت کو قرآن کریم نے ایک اور جگہ تو فرمایا۔ بل من اسلم وجہ اللہ وھومن قلہ
 اجرک مستحبہ ولا خوف علیہم ولا ھرجیزون۔ ہر ایک شخص اسی کو بخش میں ہے
 کہ وہ اپنی محنت میں اجر پاے۔ اور وہ غم و فکر سے آزاد ہو جائے۔ سو اس امر کے متعلق قرآن
 کہتا ہے کہ بیشک تم میں جو شخص اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو قبول کر لیا۔ اور اپنے عمل کو
 کہ اس کے مطابق رکھنے کا ارادہ کر لیا۔ کیونکہ لفظ اسلام کے یہی معنی ہیں (ایک بات کو مقید کرنا
 قبول کر لینا اور پھر اس پر چلنے کیلئے طیارہ چڑھانا) پھر اس کے مطابق صحیح اعمال کرے گا۔
 (وھومن) تو ایسے افسان سے لئے اس آیت میں ارشاد ہو رہی ہے کہ ان کی محنتوں کا اجر تو اس کے
 رب یعنی اس کے پالنے والے کے پاس ہے یعنی انکی ربوبیت کرنیوالا اس کو اس اہواہ اور گل
 کا اجر دے گا۔ اسی امر کا نام اسلام ہے۔ پھر دنیا میں کن کامیبا انسان ہے جہاں مومن میں
 مسلم ہیں۔ لہذا مذہب کا نام عیسائی یا ہندو یا یوڈی رکھنا تو محض مقامی یا انفرادی اہم کی طرف
 اشارہ کرتا ہے اگر انسان مذہب کا کوئی موزوں کر موزوں نام ہو سکتا ہے۔ تو اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ لہذا
 اگر کوئی انسان اپنے کسی تعلیم کردہ امر کا نام اصول زندگی رکھے۔ اور اُسے دوسرے انسانوں کے
 سامنے اس طرح پیش کرے کہ وہ اس پر عمل ہوں تو دیکھنا تو یہ ہوگا۔ کہ اس کی یہی تعلیم انسانی
 بلجوڑی و فلاح کے مناسب حال یا نہیں۔ اور اگر صورت حال یہ ہے تو آگے سے سمجھ لیں
 قبول نہ کریں

ہم تو دنیا کی سلطنت میں زندہ تکیا نہیں رہ سکتے جب تک اس کے بجائے نہ بنائے جو ان کی بیوی
نکلیں اور نہ جانک جہانیاں کا تعلق ہی ہمارے تو اختیار میں بھی کچھ نہیں۔ ایک مرد دشمن کی طرح
ہم مقررہ راہ یعنی تو زین فطریہ پر چلتے ہیں وہ دوسری مخلوق انہی کی طرح ہم بھی تو ان انہی کی پری پری میں گمراہی کا
نم و آئین بن سکتے ہیں۔ اسلام رکھا اور اس حقیقت کی طرف اشارے بالائے اشارہ کیا کہ تم طوائف و کفر و مسلمان
سب مل کر تو زین فطریہ پر چلتے ہو اس لئے مجبور ہو +

ہاں جہانیاں کے علاوہ کچھ تھوڑی سی باتیں ہیں جن میں ہم اپنی اقتضاء کے لئے استعمال کر لیتے ہیں۔ ان امور کے متعلق فرمایا۔ کہ وہاں بھی پہلے ہی اصول تجویز کردہ کام نہیں گے اور اگر تم اس کے برخلاف چلو گے تو نقصان میں رہو گے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ قرآن کریم نے زندگی کے جو اصول بتلائے ہیں مبنی وہ اصول جنہوں نے ہماری اقتضائے اپنے پر حکومت کرتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے تجویز کردہ ہیں یا انسان کے اس امر کے فیصلہ کرنے کے لئے بہترین شہادت صحیفہ قدرت ہے میں نے ان میں جو چند اصول لکھ دیئے ہیں۔ اور باقی میں تو بعض کا بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ لیکن یہ بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان میں ایک بھی اصول ایسا نہیں۔ جو نہ صرف ہماری انفرادی بلکہ قومی اور ملکی مصلح و کامیابی کا ذمہ دار ہو۔ اور تو انہی قدرت کے مطابق ہو +

ضروری اعصداشت

میں نے گزشتہ ادراق میں یہ کھلایا ہے کہ انسانی تمدن و تہذیب کی بنیاد مجھے تعلیم قرآن و انمول سے وابستہ ہے۔ اور حقیقت فطرت الاری ہے (۱) انسان کا خواص الاشیاء اور قوانین فطریہ سے واقف ہونا اور اس کے مطابق عمل کرنا (۲) انسان کا تشبیہ باطلائی حستہ ہونا یا دیگر ممکن بالوضاحت دکھلا چکا ہوں۔ کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے کا عالم جس کے عناصر اور اس کے قوانین انسان کے خدا بنے ہوئے تھے۔ جس وجہ سے انسانی تمدن میں کسی قسم کی ترقی ناممکن تھی۔ قرآن کریم نے معرفت انسان کو اس غلطی پر نکالا بلکہ وہ راہ بھی جوہر کی جس سے

توحید کا اعتراف ہی پسند والا عقول والے انسانوں کے لئے مستحق ہے۔ اگر انسان سپید انھی طرح کے عقیدہ پر ہے
 کہ یا وہ جب لامتناہی ہونے کے قابل ہی نہیں۔ اس لئے اس جگہ جو یہاں کہ متقدم انسان بننا
 غیب یا حقیقہ سوسائٹی کا پلاؤں پر۔ چنانچہ قرآن کریم نے جب ربانی مصلحت کے منہ سے خبری
 انسان کو ملتا ہے تو اس کے فطری بوجھ میں کیا فرمایا کہ وہ بطبعاً خصیم میں ہے۔ اسے اسی
 فطرت کے مطابق کیے انسان کو توحید پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ اور توحید پرستی کا ایک بڑا نشان ہے۔
 تو دیا کہ وہ عقول کے لئے کسی دوسرے مخلوق کے اخلاق کو بطور نمونہ اپنے سامنے نہ رکھے۔
 انہیں جن اخلاق مخصوص ہوں ان کے انسانی زمین پر خدا کا نائب بن سکتا ہے۔ یا بالفاظِ خدا و مجتہدین کی
 ۴ کہ کھنکھاتے ان اخلاق کو خدا تعالیٰ نے اپنی ذات سے منسوب کیا۔ اور ان کو ایمان میں ملایا
 ہی پھر خدائی تعلیم کیلئے وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام بھی بھیجے جنہوں نے اخلاقِ آئینہ پرست
 ہو کر اپنی مقدس ذات کو انسان کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا +

اجملہ سے آفرینش کو آج تک بہت سی قومیں برسرِ عروج آئیں۔ مگر وہ سب کچل کر اشدھی،
 کالہدی، بابتی، فینقی، ہندی، ساسانی، قرلی وغیرہ اقوام نے۔ یکے بعد دیگرے ختم ہو گئے۔
 تہذیب و تمدن کا ڈھکڑ بھایا۔ لیکن ان سب کی تہذیب و بائگ دہلی یہ کہہ رہی ہے۔ کہ جب تک لوگ
 عہدِ کفر کے حامل رہے۔ وہ طاعت کے مالک رہے۔ اور جب وقت وہ اس وہرِ طبع کے ختم ہو گئے
 وقت کی سرِ قلم کاریں نہ ہو جو اہل کفر کے ختم ہو گئے۔ وہاں اس وقت کوئی چیز بھی انہیں تفریق نہیں
 سے نہ بچا سکی۔ آج ہمارے زمانہ میں یورپین اقوام برسرِ اقتدار ہیں۔ ان کے عروج کا
 باعث بھی ان کا کفر و کفر ہی ہے۔ لیکن اب ان اقوام کے درباب پر اس قیام پر بھی کچھ لکھنا
 کی جگہ کو رہی بالآخر ایک دن کسی قوم کی جہاں اسی کا مروجہ ہو جاتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ان اقوام
 میں بگڑا ہوا ہو رہی ہے۔ خصوصاً جس پیش پرستی نے گوشت و دھڑ دھڑ میں دھواں بکھڑا کر دیا

لے من ویشکر قاتلہ ویشکر لنفسہ من کفر فان اللہ تعالیٰ جسے اپنی جگہ انسان کو عبادتِ خدا کی ضرورت ہے
 ہے۔ اور اس کا اپنا قائم ہے۔ اور اگر انسان کو کفر کا ہوا اختیار کرے یا خدا تعالیٰ سے بے نیاز ہو کر
 کرنا دے کہ خدا تو مستحق ہے۔ اسے انسان کی عبادت نہیں اور بالذات حمید ہے (سورہ فہم)
 ان مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کا خاص خصیم ہیں (مخلوق انسان کو بطور مصلحت کے مقرر کیا ہے اور اس کے لئے
 ان کے لئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا خاص خصیم ہیں (مخلوق انسان کو بطور مصلحت کے مقرر کیا ہے اور اس کے لئے

اور مغلیہ دہلی کو برباد کر دیا۔ وہی پیش رفتی پہلے سے بھی زیادہ ان اقوام کے لیے نظر آنے لگی ہے۔
واللہ اعلم بالصواب

مغربی اقوام کی ترقی کو تو صرف دو ڈھائی سو برس گزرے ہیں لیکن ان کے پہلے ہی کوئی قوم چار پانچ سو سال سے زیادہ قوت و شوکت کی مالک رہی۔ ہاں مسلمان خلافت معمولی کم و بیش ہزار سال تک بمراسم رہے۔ اس کا باعث صرف ان کی وہ مخصوص سیرت تھی جو ان سے پہلے کسی قوم کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ نیز نہ کہ یہ وہ کیرکڑ تھا جو احلاقِ انبیاء کے قالب میں حل چکا تھا۔ ہر حال انسانی سیرت کی تکمیل کیلئے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کے سامنے اپنی صفات کو پیش کیا ہے۔ قرآن کو اگر تدبیر سے دیکھا جائے۔ تو اس کتاب میں ہر ایک بھاری سے بھاری غرض یہ ہے۔ کہ انسان کو جو انیت کے نکال کر ان بہترین احلاق سے متصف کر دے جنہیں قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے اپنی طوٹ منسوب کیا ہے۔ اور اس میں وہ ذہن پر خدا کا نائب ہو کر حکومت کرے۔ اس نگاہ سے قرآن پاک گل گل سات عنوانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ اس کتاب مقدس میں بطور مرکز کے کام کرتی ہے۔ دوسرے اس کی صفات ہیں تیسرے حسنات و سیئات یعنی ان امور کا ذکر جنہیں اعمال صالحہ کہا جاتا ہے۔ اور وہ باتیں جو رنگ مصیبت پڑھانے والی ہیں۔ اگر قرآن کے بیان کردہ حسنات و سیئات کو غور سے دیکھا جائے تو قرآن کریم نے انہی چیزوں کا نام حسنات رکھا ہے جو خدا تعالیٰ کا صفات مختلفہ کی مقتضیات ہیں بالمتقابل جہاں ان صفاتِ انبیاء کے برخلاف چالچل اختیار کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا نام سیئات یا گناہ رکھا ہے اور حق الامر بھی یہی ہے۔ چوتھی بات جو قرآن میں آئی ہے وہ سنن و شرائع ہیں یعنی وہ باتیں جن پر عمل کرنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ ان شرائع کی حقیقت کو اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہی باتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے ایک انسان میں خلاق کیسے پیدا ہوجاتے ہیں۔ پانچویں بات یہ کہ قرآن کریم نے حنا کے مظاہرہ و تینا کے مظاہرہ کا بطور غور کیا ہے جس کو مراد و گورہ ہیں یعنی ایک گورہ انبیاء علیہم السلام کا اور دوسرا گورہ مخالفین کا ان دونوں گورہوں کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو بھی یہی بات نظر آتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو صفاتِ انبیاء کا رنگ انسان میں پیدا کرنے کیلئے بطور نمونہ ہو کر آئے۔ اور مخالفین ان کے لئے رہنما بن گئے۔

وہی لوگ تھے جن کے اخلاق انطلاق الہی کے میں متضاد تھے۔ چنانچہ بات جب کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے وہ مظاہر قدس ہیں جس کی طرف صفات کثرت کی تسبیح میں قرآن نے اشارہ کیا۔ اس کو محض صفت کے جو کچھ کائنات میں پیدا ہوا ہے۔ وہ انھیں صفت الہیہ کا مظہر ہے۔ چنانچہ جہاں ان مظاہر کی طرف قرآن نے لہجہ ان کو سبق آموزی کے لئے متوجہ کیا۔ وہاں کسی نہ کسی صفت الہیہ کا بھی ذکر کیا۔ جس کا ذکر صفت قدس کے اس مظہر کا تھا۔ مثلاً آیات مندرجہ البقرہ رکوع ۹۹ جو زمین و آسمان کی پیدائش اور اختلاف قلیل و کثیر کے باعث ہوا ازل کا چلتا اور ان سے بادلوں کا پیدا ہونا زمین کو سیراب کرنا اور ایسا ہی ان کے ذریعہ سمندر میں جہازوں کا چلنا وغیرہ یہاں ان نظام انسان کی پرورش کیلئے کیا گیا ہے۔ اور انسان کی یہ پرورش اسلئے ہوئی کہ خدا تعالیٰ رحمن اور رحیم ہے۔ اس کی رحمانیت تو یہ چاہتی تھی کہ انسان کی رہنمائی کے لئے وہ چیزیں پیدا کر لے جن کا پیدا کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اور جب انسان خدا کی پیدا کردہ اشیاء سے فائدہ اٹھائے تو اس کی شان رحمانیت اس محنت کا عوض اچھے کوئی دے۔ اسلئے اس آیت میں کل نظام غشی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کو صفت رحمانیت رحمانیت سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ بقاضائے رحمانیت زمین اور آسمان اور اختلاف قلیل و کثیر ان سے بادل پیدا کئے اور سمندر میں کشتیاں چلائیں۔ لیکن جب ان دونوں امور کو انسان نے فائدہ اٹھایا مثلاً زمین میں کثرت و زری کی اور دوسری طرف جہاز رانی کی تو اس کی محنت کا اجر کتنی رحمانیت کے باعث انسان کو عطا فرمایا۔ یہاں بات جب کہ قرآن کریم میں ذکر ہے وہ بہشت و نزع ہے۔ بہشت میں ہی لوگ جائیں گے جو یہاں تصف باخلاق آئیں۔ اور نزع ان لوگوں کی اصلاح کیلئے مقرر ہو گیا ہے جو یہاں اپنے آپ کو اس رنگ میں نگین نہ کر سکے۔ بہشت کیا ہے۔ انسان کے اعمال نیک اور اخلاق حسنہ کی محسوس سرور بخش اور آرام دہ کی تصویریں ہیں۔ اور نزع اعمال سیئہ و اخلاق ذمہ کے مقابلہ کیلئے ایک شفا خانہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ وَلَمَّا مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ آلِهِ وَاتَّخَذَ آلُوهَ الْآدَمِ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو دفع کا نام "آلہ" یا "مارکھا" ہے۔ اس آیت سے پہلے آیت ہے وَمَّا مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ آلِهِ تعویذ عیثہ الراضیہ ان دونوں آیات کو مراد ہے۔ کہ میزان عدل میں جس کے اعمال حمد بھاری نکلے وہ ہمیشہ کی راحت میں ہوگا لیکن جس کا وزن کم نکلا۔ اُسے اس کی پور کرنے کیلئے نزع میں بھیجا جائیگا۔ جس کی کوئی کوئی ایک ماہیں طرح پاتے ہیں کہ نفع کے نقص کے ذریعہ میں کوشش کرتی ہے کہ اس کو شل ان نقص کو دور کر دے۔ اور نزع کا حامل ہوگا۔ نزع پیدا ہی اس لئے ہے کہ اگر وہ اس میں کوشش نہ کرے تو قابل انسان کو نہ ہوگا۔ اور نزع سے ان الفاظ مقدس میں نزع کا نامہ و زخم کی مارکھا ہے۔ محنت

الفرق کل قرآن کریم صفت تہذیب کی تشریح ہے۔ انسانی کیر کڑ کا دیور بنانے کے لئے تہذیب کی شکل ہو۔ احباب تہذیب کو کہتے ہیں کہ جب انسان کی تمدن میں ترقی کر جائے اور حسب ضرورت اشیائے راحت پیدا کر لے تو ان کا اور کا جسم اور روح کا تقسیم و ولت بھی چاہتا ہے۔ کہ وہ انسانیت خود سے عزتیں ہو کر اپنے مرکز و محسوس کے لئے نفع بخش بن جائے اور چونکہ خود نے تعلیم پر ان انسان کو ذرا لایا ہے، اپنی طرف اس لئے منسوب کیا ہے کہ ان انسان کو انسان کی عزت دے کرے۔ اس لئے لازم تھا کہ اس کی کتاب جہاں ایک طرف تہذیب کی کتاب ہو، وہاں دوسری طرف وہ ان صفت کا بھی مفصل طور پر ذکر کرے۔ چنانچہ کل ممتحن سے محمد بن دنیا کو دیکھ لو، وہ یہ یہ تو سب کے ہاں ہے۔ لیکن ان کی ذہنی خلق نے نے یہی دو یہ یہ سیان کے لئے اسباب و ذریعہ کر رکھا ہے۔

ان صفت انہی میں ہیں کہ قرآن کریم نے اہمیت کے ساتھ اشارہ کیا اور جس پر کائنات کا قدہ نہ خاہر ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی صفت وحدت ہے۔ قرآن کریم کی اس تعلیم سے ہی نظر آتا ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے وحدہ لا شریک سے جو چاہتا ہے، کہ انسان بھی اپنی صفت میں مجازی طور پر اپنے اندر کائنات کا رنگ پیدا کرے۔ اسی کی کتاب کو وہ پائے محسوس میں ممتاز و ممتاز ہو رہا ہے۔ اور اسی صفت سے انسان میں اتحاد علی التمس جیسی علی صفت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔

باقی آئندہ

تہذیب کریم
اس کتاب میں صفت تہذیب کی تشریح ہے۔ انسانی کیر کڑ کا دیور بنانے کے لئے تہذیب کی شکل ہو۔ احباب تہذیب کو کہتے ہیں کہ جب انسان کی تمدن میں ترقی کر جائے اور حسب ضرورت اشیائے راحت پیدا کر لے تو ان کا اور کا جسم اور روح کا تقسیم و ولت بھی چاہتا ہے۔ کہ وہ انسانیت خود سے عزتیں ہو کر اپنے مرکز و محسوس کے لئے نفع بخش بن جائے اور چونکہ خود نے تعلیم پر ان انسان کو ذرا لایا ہے، اپنی طرف اس لئے منسوب کیا ہے کہ ان انسان کو انسان کی عزت دے کرے۔ اس لئے لازم تھا کہ اس کی کتاب جہاں ایک طرف تہذیب کی کتاب ہو، وہاں دوسری طرف وہ ان صفت کا بھی مفصل طور پر ذکر کرے۔ چنانچہ کل ممتحن سے محمد بن دنیا کو دیکھ لو، وہ یہ یہ تو سب کے ہاں ہے۔ لیکن ان کی ذہنی خلق نے نے یہی دو یہ یہ سیان کے لئے اسباب و ذریعہ کر رکھا ہے۔

شیر خدا حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی ستر پرست کے کھول

از قلم جناب محمد علی صاحب الجمال سلسلہ (مبہنی)

جب اہتمام پرستی راج مسکون پر مسلط تھی۔ اور تمام دنیا ہر کا مذہبی و دہنی نصیب تارکی کے اٹھا کر گڑھے میں ٹھوب تھا۔ بُت پرستی تو اہم پرستی نے ضمیر انسانی کا گلا گھونٹا ہوا تھا۔ عصیانِ جہل تھا۔ ہر جگہ اُردو ساثر تھی۔ اُس وقت اسلام نہایت ہی خاموشی کے ساتھ ایک قلبِ مطہر میں نشوونما پا رہا تھا۔ اور وہ قلب مبارک ایک دُرِ قیمتی بچے عربی کا تھا +

آفتابِ اسلام۔ ایک قلبِ مطہر میں مخفی نقاب کے اندر مستور تھا۔ جو طلوع ہو کر دنیا کو اجالا کرنے والا تھا۔ اور گھنے بادلوں کے درمیان جنہوں نے اُفقِ دنیا کو تاریک کیا ہوا تھا۔ آفتابِ عالمیت کی طرح طلوع ہونے کا منتہی تھا۔ طلوعِ اسلام کی اصلی غرض تاریکیِ اتحاد پرورش کرنی اور اُسے اُس رہائی دور میں منور کرنا تھا۔ جو بناتِ اسلام میں فطرتاً مکرور ہے۔ اسلام کی ہمیشہ سوری یہ دلی خواہش رہی ہے کہ نسلِ انسانی میں مساوات کے اعلیٰ ترین اصولِ ترویج پاجائیں۔ اور بنی نوعِ انسانی عالمگیر اخوت کی برکات سے بامِ حرقی پڑھنے جائے۔ اور ان اُمویں اسلام دنیا بھر کی رہنمائی کرتے لیکن بعثتِ اسلام کی پیشتر اشارہ ربی ایک شیر خدا کے آمد کی خبر دے رہا تھا۔ تاکہ وہ اُفقِ عالم پر نمودار ہو کر محبتِ دینی میں سرکارِ دو عالم کا ہاتھ بٹاے۔ اور آپ کے دوش بدوش کھڑا ہو کر سینہ سپر ہو۔ اور شیخِ اسلام کو بادِ صحر کے اُن تند جھونکوں کی محفوظ کرے۔ جو اُسے بھانپے پر آمادہ تھے +

اس میں کچھ شک نہیں کہ بعثتِ اسلام کی پیشتر ایک ایسے جبری مرد خدا کی ضرورت تھی جو نہ صرف اسلام کو دشمنوں کی اُن گنت حیلہ سازوں و فریبوں سے محفوظ رکھے۔ بلکہ انسانی تدریجی نشیب و فراز کا تجربہ حاصل کر کے نیکی و پرہیزگاری کے سونفیا نہ اوجِ کمال پر اُنھیں پہنچا دے + اور کہ جو نہ بہ اسلام کی نشر و اشاعت میں خیر بنی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہاتھ بٹاے۔ اور اپنی ذات سے شجاعتِ سخاوت۔ فراغت و نجابت۔ فیض و حلم۔ رفق و مروت کا بہترین نمونہ پیش کرے +

اللہ والوں کی وہ مخفی و راز داران جماعت جو آغاز عالم سراب تک سسنگ عزالت میں گونشنے لگی۔
اب اپنے نور تاباں کی یکا یک تہلی و چمک دمک سے نگاہ انسانی کو چکا چوند کرنے لگی۔
و دنیا کو ایک ربانی نور کو حضرت محمد صلم کی ذات طہر سے منور کر چکا تھا۔ آپ کے بعد اب اس نور کا
پرتو اتنی عالم پر ہنویا سونے لگا۔

۱۳ رجب المرجب کی تاریخ ایک زبردست ہستی کی یوم سپہ افش کی وجہ سے قابل یادگار
ہے محن کعبہ کے اندر ایک دُربے بہا اپنی پوری چمک دمک میں درخشاں و تاباں تھا
یہ اُسی شکل ربانی کا ایک حصہ تھا۔ جو جامعہ انسانی میں نمودار ہوئی۔ اور کہ جو انسانی
ممکومت و تعزز کی فلک الافلاک فہت کو منور کرنے کیلئے آگے بڑھی۔ یہ وہ شیر خدا تھا
جس نے زمین پر قدم رکھتے ہی مذہب حقہ اور قادر مطلق خدا کی وحدانیت کی اشاعت
میں حضرت رسالت مآب صلم کا ہاتھ بٹایا۔ یہ وہ اعلیٰ شخصیت تھی جس نے سب سے اول نبی
اسلام (صلعم) کے ربانی مشن کی توسیع و اشاعت کے بیڑا اٹھانے کی قسم کھالی۔ اور یہی
وہ مرد خدا تھے جنہوں نے اوائل زمانہ میں جبکہ اسلام کی تائید کے لئے ابھی کوئی بھی آگے
بڑھنا نہ تھا اسلام کی صیانت فرمائی۔

مسلمانوں سے یہ امر بوشیدہ نہیں کہ یہ معزز شخصیت حضرت علی بن ابوطالب ہیں۔ جو
مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔ اور جنہوں نے اسلام کی خدمت میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔
جن کی خدمات جلیلہ اگرچہ فوق العادہ تھیں۔ لیکن بہت ہی کم لوگ اس قسم کے عطیاتِ الٰہی
کے مورد ہوتے ہیں۔ سرکارِ علیؑ نے سن شعور پر پہنچتے ہی ایسا ارادہ و فاکیشی بہتقلال و سخاوت
کا وہ بہترین نمونہ پیش کیا۔ جو تاریخ عالم میں مدیم النظیر ہے۔ ذیل کی روایت میں حضرت
نبی کریم صلم قریش و حبشہ کو اپنی امداد کیلئے مدعو کرتے ہیں۔ حضرت علیؑ کی زندگی کا عملی پہلو نظر
آتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلم نے قریش کو مخاطب کیا۔ اور دریافت
فرمایا۔ کہ تم میں سے حمایت کی اشاعت میں میرا معاون و مددگار کون ہوگا۔ اس پر ویر
نیک ستاؤں۔ اور کسی نے بھی قریش میں سے لبیک نہ کہا۔ اسی امر کا آپ نے پھر اعادہ فرمایا۔
اس وقت حضرت علیؑ نے جن کی عمر اٹھ وقت فقط تیرہ سال کی تھی۔ نہایت ہی جوانمردی سے

جواب دینے کی جسارت کی۔ آپ ایک نامعلوم گوشہ سے استاد کھڑے ہو گئے۔ اور دوائے
 پڑھ کر آپ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری ناچیز خدمات حاضر ہیں۔ سرکارِ دو عالم نبی کریم
 صلیم نے آپ کو سینہ مبارک سے لگالیا۔ اور فرمایا۔ کہ اے علی! تو میرا خلیفہ اور وزیر ہے۔
 اس کے بعد حضرت علیؑ نے ہر ممکن طریق پر حضرت سرکارِ دو عالم صلیم کا ہر ہم میں
 ہاتھ بٹایا۔ اور یہ وہ حقیقت نفس الامری ہے۔ جس سے تمام مسلم دنیا آگاہ ہے۔ تاریخ
 اسلام کے صفحات حضرت علیؑ کی شجاعت۔ ایثار۔ نسل انسانی سے ہمدردی۔ پیار سائی
 زہد و عروج۔ اور ذہنی استعدادوں کی امثال سے معمور ہیں۔ اگرچہ مناقب علیؑ محتاج
 بیان نہیں۔ لیکن تاہم ہر تعلیمیافتہ آدمی کا یہ فرض منصبی ہے۔ کہ جہاں تک اسکے حیطہ
 قدرت میں ہو۔ جناب علیؑ کی محبت و احترام کو دل میں جگہ دے۔ آپ کی شجاعت۔
 نیکی۔ پیار سائی اور نیک کارناموں کی تصدیق کرے۔ ہجرت کی رات حضرت علیؑ حضرت
 رسالت مآب کی جگہ پر اپنی زندگی کی ذرا بھر بھی پرواہ نہ کر کے سو گئے۔ جس شجاعت
 دلیری اور ایثار سے حضرت علیؑ نے حضرت نبی کریم صلیم کی جان کی خاطر اپنی جان تقصیل
 پر رکھی۔ اور حسب قدر اسلام کی شاندار خدمات آپ نے سر انجام دیں۔ یہ سبھی کارنامے
 عظیم حقیقتاً عظیم النظر و نمایاں ہیں۔ آپ کی جانہا زاد خدمت اسلام اور نبی جان
 کو جو کھوں میں ڈال کر سرکارِ دو عالم صلیم کی بیش بہا زندگی کو بچانا۔ یہ سبھی امور اس سچی و خلص محبت
 کا پتہ دیتے ہیں۔ جو جناب علیؑ بننے کے قلبِ مطہر میں رسالت مآب کی جاگزین ہو چکی تھی۔ ہستی اسلام
 کے استحکام کے لئے جو سرفروشانہ خدمات آپ نے انجام دیں۔ وہ حقیقت تاریخ
 عالم میں آپ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ جناب علیؑ ہی ہر اس مرکز و رزم میں کود
 پڑتے تھے جو عدوان اسلام کی تعداد کو کثیر سے آن پڑتا تھا۔ یہ حضرت علیؑ کی ہی شخصیات
 تھی۔ جو شیر نستان کی طرح صفت دشمن کو چیرتی ہوئی۔ سرکش گردن دراز جنگجوؤں
 اور مشہور و معروف نبرد آزماؤں کا قلع قمع کرتی ہوئی ایک قلیل عرصہ میں عدوان اسلام
 کی تمام افواج کو تتر بتر کر کے ناختانہ طور پر پھر اپنے کمپ میں واپس آتی تھی۔ میدان کارزار
 میں آپ ایسے عظیم العقول جو ہر دکھاتے۔ کہ چھوے دوست و دشمن دیکھ کر ششدر رہ جاتے۔

اور فرجہ خمیں بلند کرتے۔ یہ ان رزم میں آپ بیباک۔ نڈر اور دلیر سپاہی تھے لیکن حجۃ مسجد کے اندر زہد و توہم۔ حلم و رفق۔ تقویٰ و پارہنائی کا مجسمہ تھے۔ آپ کے معصوم چہرہ پر خشیتہ اللہ کی وجہ سے آنسوؤں کی جھڑی بندھی رہتی تھی۔ محنت خلافت پر ہمیشہ جبر و مشقت کی طرح تھے۔ لیکن گھر میں ایک غریب و مفلس انسان تھے۔ بعض اوقات تمام رات ایک بوسیدہ چٹائی پر بیٹھے بیٹھے لمحہ بھر آنکھیں بند کئے بغیر عبادت الہی میں مگن رہتے۔ جب کثرتِ اشغال سے لباسِ مبارک پھٹ جاتا۔ تو خود اپنے ہاتھوں انکی مرمت فرماتے۔ بسا اوقات جب آپ مسجد کے منبر پر کھڑے ہوتے۔ نوربانی علم و معارف کے دریا بہا دیتے۔ آپ فرمایا کرتے۔ کہ جو کچھ کسی نے پوچھا ہے۔ وہ مجھ سے آج کل ہی پوچھ لے۔ لیکن بعد ازاں آپ کو کفِ افسوس ملتا ہوگا۔ جب میں آپ لوگوں میں مل ہوگا۔ اور آپ تب بکھٹا شینکے کہ ہم نے فلاں فلاں امور دریافت نہیں کئے بعض اوقات آپ کو یہودیوں کے باغات میں بھی محنت و مشقت کرتے دیکھا گیا ہے۔ سیاسی امور کی بعض پیچیدہ گتھیوں کے سلجھانے میں آپ ایک آلِ اندیشِ مدبر تھے۔ اسلامی قوانین اور فوجداری فیصلوں کے نفاذ میں آپ ہماری ہی اعلیٰ پایہ کے نفع تھے۔

استعداد

تبدیلیِ مطبع کے باعث اکثر کاغذ و بر وقت نہ نکل سکا۔ البتہ وہ جاگروں میں نکلا اور ایسے ہی ہر ماہ میں ایک نمبر کی کمی واقع ہو جاتی رہی ہے۔ اسلئے ہی پسند کیا گیا۔ کہ کہ ماہ و نمبر کا ڈبل نمبر شائع کر کے اس کی تلافی کر دی جائے۔ البتہ اس تلافی کیلئے ایک عظیم الشان فائدہ بھی ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کا مضمون اس لئے ایسا ہی تھا۔ کہ اسے بلا قضا و شائع کیا جائے۔ سو ڈبل نمبر نے اس مضمون کو یکجا شائع کرنے کا موقع دیا۔

خواجہ جلال الدین منیر برسالہ اشاعتِ اسلام لاہور

ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ فویمیر مدبر سیدہ مسیحی اور لڈیوارک کے کھلم کھچی

غازی جاگیر سنگاپور

۱۶۔ اپریل ۱۹۶۹ء

محترم جناب ڈاکٹر ذومیر صاحب۔ میں اور میرا بچہ جس کے آپ کو دو کنگ مسجد سے میرا ترجمہ قرآن شیعہ بھیجا۔ اور جس نے آپ سے مسلم ورلڈ کے جنوری نمبر کے لئے استدعا کی۔ آپ کی عنایات کے از حد ممنون ہیں +

ہم دونوں نے آپ کی تحریرات کا بتقرق مطالعہ کیا ہے۔ مجھے اسید واقف ہے کہ کربلہ حاضرہ مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کی دلچسپی کا موجب ہو گا +

محترم ڈاکٹر صاحب! آپ اور آپ کے ہم عصر عیسائی مُت و میری ناقص رائے میں اسلام کیلئے وہ مفید کام انجام دے رہے ہیں۔ جو یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کے لئے کئے۔ حضرت یوسف کے بھائیوں کا مکرو حیلہ۔ حضرت یوسف کے خواب بُردا ہونے پر انکی عظمت و کمزورت کا موجب ہوا۔ اسی طرح آپ اور آپ کے مہنہ و شریک کار عیسائی مبلغین میں وجہ انفرجی و مفاد اسلام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ واللہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون ترجمہ۔ اور اللہ اپنے اُوپر غالب ہے۔ مگر اکثر لوگ (اس را کو) نہیں جانتے + میں آپ کو بتاؤں گا کہ کس طرح آپ کی اپنی تحریرات تائید اسلام کر رہی ہیں اور عیسائیت کا بطلان کرتی ہوئیں انکی جڑوں کو کاٹ رہی ہیں +

شومی قسمت سے آپ کی اپنی تصنیفات ہی آپ کے کذب و افترا کو بے نقب کرنے میں میری مدد و معاون ہیں۔ اور اغراض اسلام کو تقویت پہنچا رہی ہیں۔ دُنیا کا نقشہ جس میں اسلامی ممالک۔ اُن کی آبادی اور دیگر اسلامی تفصیلات دکھائی دیتی ہیں۔ اور کوہ آپ کے سوال کے پہلے صفحہ کو مزین کئے ہوئے ہے۔ یقیناً ہمارے لئے بہت ہی مفید و قابلِ قدر ہے۔ کیونکہ اس پر ایک سری نظر سے وہ ٹھوس و پیوستہ مسلم دُنیا نظر آتی ہے۔

جو مقدس شہر مکہ کے ارد گرد شمال۔ جنوب مشرق۔ مغرب میں پھیل ہوئی ہے۔ آپ درہنہ ہوتے
خدمت اسلام کر رہے ہیں۔ اور اس طرح سے گویا تمام نسل انسانی کو آپ دکھا رہے ہیں کہ پہلے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن کس قدر عالمگیر اور کامیاب تھا۔ اسلام کڑواؤں کو دو حصوں میں منقسم کر رہا ہے
ایک تو محدود بے دین یورپ (یورپ کے متعلق یہ ذیل شان العطاء آپ کے نام نگار کے ہی
استعمال کئے ہوئے ہیں۔ جو آپ کے مسلسل رسالہ کے صفحہ ۳۸ پر موجود ہیں) اور دوسرے ہمارے
چینی پڑوسی۔ چین میں مسلمانوں کی آبادی آپ دو کروڑ بتلاتے ہیں۔ چونکہ میں ایک مدت مدید
تک چین میں رہا ہوں یہ چینی علم و ادب کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اور سینکڑوں مسلم چینوں
سے ملنا جلتا رہا ہوں۔ اسلئے میں وثوق سے اسکی تردید کرتا ہوں۔ کہ یہ اعداد و شمار غلط
ہیں۔ چین میں کم از کم چار کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ بہر حال یہ تو ایک چھوٹی سی تفصیل ہے
حقیقت الامر تو یہ ہے۔ کہ ہم مسلمان جبل الطارق سے لے کر پکن تک ایک سہ سکنہ ری
کی طرح ہیں۔ جو مغرب کی تشریف کے بالمقابل مشرق کی بہتات و تکاثر اور توحید الہی
کو پیش کر رہے ہیں۔ اور درحقیقت ہم ہی اُمتِ وسطیٰ ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی آیات مبارکہ
ہیں قرار دیتی ہیں۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ ترجمہ۔ اور اس طرح ہم تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ
بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو۔ اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔ البقرہ آیت ۱۴۳
رسالہ مسلم دنیا اس حقیقتِ فرض الامری کا شاہد ہے۔ آپ اور مسلمان یونین اسلام کے
نئے مزدبغ ہیں +

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ ترجمہ۔ اور اس طرح ہم نے میری طرف قرآن عربی وحی کیا ہے۔ تاکہ تو بہتوں کے مرکز
کو دورا نہے۔ اور ان (سب کو) جو اسکے ارد گرد ہیں۔ الشوریٰ آیت ۷۔ یہ ایک برا الہجی ہے
کہ آپ ایسے عہد و اسلام اسلام کے خلاف زہر آلود عیسوی تحریکات مسلم ورلڈ کے نام سے
شائع ہو رہی ہیں۔ اور شاید متعدد ری میں لکھا جا چکا ہو۔ کہ کوئٹہ کے آئینہ نقض یورپ
امر یکہ کو بھی اسلامی ممالک دکھائیں جس طرح کہ وہ اب ایٹیا و افریقہ کو دکھاتے ہیں۔ اور شاید

خداوند تعالیٰ کو اسلام کے مسلم دشمنوں کے ہاتھوں ہی معلوم اسلامی کی ترویج و نشر منظور ہو گیا کیونکہ
اس سے پیشتر ایسے واقعہ ہو چکے ہیں۔ اور اعلیٰ پھر ایسے واقعہ ہوں وہ جو اول ہی اول
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آزار دینے والے تھے۔ وہی آخر کار آپ کے محمد و معاون ہوئے اور انتہی
کی اولاد بیرونی ممالک میں قرآن کریم کے مبلغ و علمبردار ہو کر نکلے۔ خصوصیت مذہب
اور عیسائیت کی آڑ میں جو تبلیغ آپ کر رہے ہیں۔ جب اس طرز تبلیغ کا راز آپ کے بچوں
اور پوتوں پر منکشف ہو گا۔ تو امید کامل ہے۔ کہ وہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام ہی
کرینگے۔ عیسائی مبلغین صدیوں سے ترکوں کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا کر دیا کوڑھ
دے رہے ہیں۔ اور یہ امر واقعہ آپ کے اپنے ہی معنوں سے آشکارا ہو گیا ہے یہ
رقطراز ہیں۔

”کہ اس امر کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جو نظر انداز نہیں ہو سکتا۔ قریباً ایک صدی
گزری جبکہ اہل امریکہ نے مشرق قریب کے متعلق رائے قائم کی۔ اور وہ قائم کردہ رائے
مشرقیوں کی ہی تھی۔ لیکن اس میں اہل امریکہ کا قصور نہیں۔ اہل امریکہ کو اول تو
کوئی علم نہیں ہوا۔ اگر ہوا۔ تو غلط اور وہ بھی تعصب آمیز۔ اسلئے اہل امریکہ کا مشرق
قریب کے متعلق غلط رائے قائم کرنے کی ساری ذمہ داری عیسوی مبلغین پر عاید ہوتی ہے“ +
ایہ تحریر رسالہ زیر بحث کے صفحہ ۱۷ پر درج ہے۔ محولہ بالا حوالہ مسٹر ایڈورڈ میٹارل -
ایو بیسٹ پروفیسر سٹری کولمبیا یونیورسٹی کے مضمون سے ہے +
جناب ڈاکٹر ابوین ہم عصر مبلغین کی طرح دنیا کو غلط خبر دے رہے ہیں۔ جب وہ یوں
رقطراز ہوتے ہیں۔ کہ

”اسلام سے مراد محض مذہب ہی نہیں۔ بلکہ مسلم اقتدار کی وسعت اور غیر مسلموں سے
نبرد آزما ہوتا۔ اسلام کے اساسی اور اہم اصولوں میں سے ہے (۱) کلمہ شہادۃ (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) حج
ذیل میں ہم اسلام کے اساسی اصول بیان کرتے ہیں۔ اول۔ ایمان باللہ۔ ملائکہ۔
کتاب ایمان رسل بلا توفیق +

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَکُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا تَفَرَّقُ مِنْ اَحَدِهِمْ۔۔۔ سلام

وَقَالُوا سَمْعًا وَاطْعًا - ترجمہ: اشیاء اور اسکے فرشتوں اور ان کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ ہم نے سنا اور ہم نے فرما تب جاری کی۔ سورہ ۲ - آیت ۲۸۵ *

مندرجہ بالا سب سے پہلا اسلام کا اساسی اصول ہے۔ جس کا تعلق محض اعتقاد ہے۔ اب ذیل میں ان چار اصولوں کو لکھا جاتا ہے جن کا تعلق اعمال سے ہے :-

(دویم) نماز پنجگانہ بموہ نماز جمعہ۔

(سوم) زکوٰۃ کی ادائیگی۔

۱ چھاروا) ماہ رمضان میں دن کے وقت روزے۔

(پنجم) زندگی بھر میں ایک دفعہ مکہ معظمہ حسب استطاعت حج کرنا۔

مندرجہ بالا اصول خمسہ سے ہر وہ مصنف بخوبی آگاہ ہے۔ جو اسلام پر کچھ لکھنے کو قلم

... ہے۔ اور یہی اصول ہائے خمسہ۔ پانچ ارکان اسلام کے نام سے مشہور ہیں ان

اسی اصولوں میں معلوم نہیں۔ ڈاکٹر ابو یوسف کو غیر مسلموں سے برسرِ پیکار ہونا کہاں سے

نظر آگیا۔ قوانین جنگ مشہور و معروف ہیں۔ اور بار بار ان کا قرآن کریم میں تکرار کیا گیا

ہے۔ جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَقَاتِلُوكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ

لَا يُحِبُّ الْعَٰتِدِينَ ۚ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقْتُلُوهُمْ وَآخِرُ حَرْبِهِمْ حَيْثُ

آخِرُ حَرْبِكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

حَتَّىٰ يَفْتُلُوكُمْ فِيهِ فَاَنْ تَقْتُلُوهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ جِزَاءُ الْكَافِرِينَ ۚ

فَاَنْ أَنْتَهُوا فَاِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ ۚ وَتَكُونُ فِتْنَةٌ

وَيَكُونُ الدِّينُ لِلَّهِ فَاَنْ أَنْتَهُوا فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ الْظَالِمِينَ - ترجمہ - اور

اللہ کی راہ میں ان لوگوں کی جنگ کرو۔ جو تم سے جنگ کرنے ہیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ

اللہ زیادتی کرنے والوں کی پیار نہیں کرتا۔ اور جہاں اُن کو پاؤ مارو۔ اور انہیں نہ کھالو۔ جہاں سے

انہوں نے تمہیں نہ نکالا ہے۔ اور فتنہ قتل سے بڑھ کر سخت ہے۔ اور مسجد حرام کے قریب

ان سے جنگ نہ کرو۔ جب تک کہ وہ اس کے اندر تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں۔ پھر اگر وہ تم سے جنگ کریں۔ تو تم ان کو مارو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ رُک جائیں۔ تو انہیں سختی سے دلا۔ رحم کرنے والا ہے۔ اور ان سے جنگ نہ کرو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور وہیں حضرت اللہ کے لئے ہو۔ پھر اگر وہ رُک جائیں۔ تو سزا ظالموں کے سوا کسی کے لئے نہیں۔

البقرہ آیت ۱۹۰ تا ۱۹۳ +

مندرجہ بالا قرآنی آیات آپ پر واضح کر دی گئی۔ کہ آپ کے نامہ نگارانہی ترمیمات میں کہاں تک راسخی پر ہیں۔ جس جنگ کا آیت ہالامیں ذکر ہے۔ وہ محض اندفاعی اور عادیانہ جنگ ہے +

اذن للذين يقتلون بائعهم ظلما - ترجمہ - ان لوگوں کو اجازت دیجیٹھی جن سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اسلئے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ سورۃ الحج - آیت ۳۹ - آپ کے نامہ نگارانہ شایہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی کے معدوم ہوتے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن جب تک مشیت ایزدی نہ ہوگی مسلم معدوم نہ ہونگے۔ اور آپ لوگوں کو کفیت سے منع ہی ملے رہتا ہوگا۔ لیکن ہمیں شک بھی نہیں۔ کہ ایک مسلم راہ خدا میں اپنی زندگی نذر کر کے اسے اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ سمجھتا ہے۔ اگر آپ ایک مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ برسرِ پیکار ہونگے تو وہ یقیناً راہ حق میں لڑتے لڑتے شہید ہونا ہی پسند کریگا۔ لہا ما کسبت وعليها ما اكتسبت۔ لیکن براہِ کرم راسخی کو ماتھ سے نہ چھوڑیں۔ ڈاکٹر یو جیٹ۔ اور انکے معاصرین و مسیحیت مسلمانوں کو یوروپین تیر و تعنگ کے زیرِ شکنجہ ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ رسالہ زبور کف کے صفحہ ۱۱ پر قسط از ہیں :-

میں نے قبضہ جانے کی حکمت عملی کا ضمتہ ذکر نہ کیا ہے۔ اور اس قسم کا تسلط فقط ان ہی مقامات پر ہو سکتا ہے۔ جہاں ریلوے۔ جنگی جہازوں اور طاقتور کلوں کی مدد سے کام لیا جاتا ہے +

یہ امر بخمسہ ایسا ہے۔ کیونکہ بھانڈا اب بھوٹ گیا ہے۔ اور سرستہ اب افشا ہو گیا۔ مسلمانانہی جو عیسائیوں سے برسرِ پیکار ہو رہے ہیں۔ بلکہ عیسائی۔ ریلوے۔ جنگی جہازوں اور طاقتور

کلوں کے ذریعہ ان پر تسلط چاہیے ہیں“ ۴

اب میں مسٹر جی۔ ڈبلیو۔ ہنٹر کے مضمون وسط ایشیا میں اسلام کو لیتا ہوں وہ مختصر ہے
 تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ان کے (مسلمانوں) اپنے قوانین ہیں۔ کئی صدیوں کے دوران میں اسلام
 کو دنیا کو دکھانے کا یہ موقع ملا۔ کہ اس نے وسط ایشیا کی اقوام کے لئے کیا کچھ کیا۔ اس کے
 اپنے ہی کمال کا جواب دہی میں ہے اور بدترین ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے ہمارے لئے اور شومٹی قسمت سے
 مسٹر جی۔ ڈبلیو۔ ہنٹر کیلئے دوسرے مضمون ”ابتدائی ترکوں کی کہانی“ مصنفہ لی بیوٹن
 صفحہ ۲۲۔ ۷ میں مثبت جواب موجود ہے۔ اس کتاب میں میں کم از کم صفحہ ۳۳ اور ۳۴ کا
 اقتباس ضرور منج کرونگا۔ تاکہ آپ کو قائل کروں۔ کہ کس طرح ترکوں کے صرف ایک ہی خاندان
 (سلجوق ترکوں) نے اپنے لئے اور دنیا کیلئے کیا کیا کام کئے۔ آپ کا لبر۔ وردمان۔
 نامہ نگار رقمطراز ہے۔ کہ اس ترکی سلطنت کی وسعت کا مقابلہ سلطنت روم کے زمانہ
 اوج و کمال سے کیا جاسکتا ہے۔ سلجوق مدت مدید تک ملک شہاہ کے زیر نگیں رہے بالپ اسلام
 کا جانشین تھا۔ ملک شہاہ اور اسکے مشہور وزیر اعظم الملک کے وقت میں سلجوقی ولایت ثروت
 میں نمایاں ترقی ہوئی مادہ استقامت یک بڑی بھاری سلطنت بن گئی۔ تاریخ اسلام میں اس کا
 عہد سلطنت نہایت ہی دلخشاں گذرا ہے۔ سکولر۔ پینورسٹیاں۔ شفاخانے۔ مراۓ مساجد
 سرسریں۔ اور شہر تعمیر کئے۔ وہ زمانہ ایک بڑی بھاری تعمیر کا زمانہ گذرا ہے۔ علوم و فنون کے ہم
 مرکز صرف ایک جگہ بلکہ کئی ایک جگہ قائم ہو گئے۔ علم و ادب۔ علم طبیعت یا آسمان کے مابین
 نظر امتحان کیجئے جانتے لگے۔ فارسی۔ علم و ادب کی زبان قرار دی گئی۔ اور عربی۔ مذہبی
 سائنس کی۔ یہ زبانیں آج تک ترکی میں مروجہ چلی آتی ہیں۔ اسی ترکی سلطنت کے زیر استقام
 عمر خیام نے فارسی میں رباعیت لکھیں۔ اور الغزالی جو عموماً فاضلہ مغرب میں سب سے بڑا انسان
 شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے بھی اسلام میں ہی ختم لیا۔ اور اسی زمانہ میں اس نے عربی میں فلسفی و
 اخلاقی تصنیفات کیں۔ اسلام کے سٹینٹ فرانسس۔ جلال الدین رومی نے اناطولی
 سلجوقی عہد میں اپنی شہرہ آفاق رزمیہ نظم اخلاقیات لکھی تھی۔ بالآخر ابن سینا
 جوززہ وسطی کا ادبی سین اور بڑا فلسفی و طبیب تھا۔ اس نے آزادانہ مذہبی خیالات کو

میش کیا۔ جنہوں نے کرا اور راسخ الاعتقاد مسلمانوں کو چوںکا دیا۔ بالآخر ابن سینا کی طبی نصیحت عیسائیت کا دستور قرار دی گئیں۔ اور قریباً دو صدیوں تک ابن سینا کی ہی طبی تصنیفات یورپ اور اوروں میں کورس مقرر ہوتی رہی ہیں +

الفرض ترکی سلطنت ایک ہفت زبان سلطنت تھی۔ جس کے علمبردار ترک تھے جو کہ بہت سی اقوام و تہذیب کی نمایندگی کرتے تھے۔ ترکی فن تعمیر پر انہوں نے بہت سے شاہکار اپنے پیچھے چھوڑے۔ اور اسی طرح بہت سی فارسی نظمیں اس عہد ہائونی کے جانفزا اور قوت بخش تاثرات ہیں جنکی وجہ سے اسلام کو از سر نو تقویت حاصل ہوئی۔ جس نے انہیں تابعدار پیدا کر دی۔ اور دینی محاربین کو پسپا کرنے کی ہمت دلائی۔ تہذیب و تمدن نے ترکی اقتدار کے باعث گیارہویں صدی کے دوران میں مغربی دنیا کے تمام حصص سے بڑھ کر ترقی حاصل کی۔ اس تہذیب سے یورپ کو دو دنوں طرح ایک تو اس اتحاد سے جو مجاہدین نے قائم کیا اور دوسرا جو ہسپانیہ کے ذریعہ ہوا۔ بڑی تقویت پہنچی۔ الفرض عہد سلجوقی۔ تاریخ عالم میں تعمیری عہد گذر رہا ہے +

حالات بالا فقط ایک مسلم خاندان کے متعلق ہیں جنہوں نے وسط ایشیا اور یونیا بھر کی سڑک بہبود کے لئے بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔ اور ان حقائق و مشاہد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ سوال پوچھتے کا حق رکھتے ہیں کہ عیسائیت نے ابتدائی ایک ہزار سال میں تو رہیں کیا کیا۔ گذشتہ پانچ صدیوں میں جو ترقی ہوئی ہے۔ اس کا سہرا اسلامی تعلیمات کے سر پر ہے۔ کاغذ۔ بارود۔ اور ہائیڈرو پلاننگ کی ایجاد کا شاید تہذیب یورپ ادعا کرے۔ لیکن پندرہویں صدی میں یہ کہاں تھیں۔ ان تمام اختراعات کو مسلمانوں نے یورپ میں لایا تھا (چسکے لئے انسائیکلو پیڈیا برطانیہ کی نویں طباعت میں تہذیب پر مضمون ملاحظہ ہو) ہم پوچھتے ہیں کہ عیسائیت نے انیس صدیاں یورپ میں حکومت کرنے کے بعد اپنے پیروں کی اخلاقی حالت کو درست کرنے میں کیا کام کیا۔ ہم سوال کا جواب میں خود دینے کی کوشش نہ کر دنگا۔ بلکہ آج شب آف کلچر ہی ایسی جواب دہی کر دینگے۔ ذیل کا مضمون میں سنگ پور ری پریس برادر بڑھ نمونہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۳۷ء کے صفحہ ۱۲ سے نقل کرتا ہوں +

سنجیدہ اور اہم مسئلہ آرچ بشپ آف کنٹربری کا نوجوانوں کو امتیہ

لندن - بروز ۵ - اپریل ۱۹۹۷ء

مشنر ہیں میں تقریر کرتے ہوئے آرچ بشپ آف کنٹربری نے ظاہر کیا کہ خود کو دیکھو
انما کے کینڈو جوان جو کہ بالکل ممبر خیال کئے جاتے ہیں موص اوقات علوتاً ایسے طریق کو کشتی شجر
کے جو کرہ ہوتے ہیں جو کہ زمانہ سابق میں ضمیر انسانی کیلئے موجب ننگ تھا جس کو نو نیر لڑکیوں کیلئے
قیامت افزا بدنتائج پیدا ہو سکتے ہیں اپنے تا شفع کیا کہ مردوزن کا کھلا غلط ملط جو کہ ایک متراء
جدید ہے اس حکومت ہی جیسا سوز نتائج پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے

جامہ الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقاً - ترجمہ حق آیا
اور باطل بھاگ گیا تحقیق باطل بھاگنے والا ہی تھا

یورپ اور امریکہ کی مروجہ اخلاقی اتری کا اظہار میرے لئے سخت تکلیف دہ
امر ہے لیکن میں ایسا کرنے پر مجبور ہوں۔ کیونکہ خود آپ بشپ کنٹربری لوگوں کو اس اخلاقی
تباهی سے متنبہ کرنے پر مجبور ہیں۔ میں نے ایک مدت میں لندن پیرس نیویارک شکاگو سیانفرانسکو
بونیس ایس۔ یورپ اور امریکہ کے دیگر مقامات میں گزاری ہے۔ لیکن ان ممالک کے
لوگوں کی اخلاقی حالت باوجود تہذیب حاضرہ کے یا انکی وجہ سے نہایت ہی اندوہن ہے۔
میں نے جو ایک وقت میسوری کٹرین کا ایک زبردست قلم تھا۔ اب کھلے بندوں دہریہ ہے۔
میری گواہی جو مرد و عورت کا محبہ زہاٹھنا چڑا ہی فرانس اور اٹلی میں فوج حق گھر موجود ہیں۔ تمام یورپ
میں اس کے کلب گھر ہر جگہ موجود ہیں۔ عیسائیت۔ باوہ نوشی قمار بازی۔ زنا۔ اور ہر قسم
دیگر ہزاروں بیویوں کے اندر ماحجر۔ عیسائی ممالک کو اپنے وطن میں ہی ناکامی ہوئی ہے
لیکن ان کامی کے باوجود بھی وہ عیسائیت کے لامنی عقائد معصوم لوگوں کے گلے مزے چلے جا رہے ہیں۔
قمار بازی۔ زنا زور وں پر ہوتا چلا جا رہا ہے جہاں کہیں بھی عیسوی حکومت برسر اقتدار ہوتی ہے۔ اور
جہاں کہ عیسائی حکومت ریلوے۔ حربی جہازوں اور تباہ کن کوں کے ذریعہ سے اپنے وقار
اقتدار کو قائم کر سکتی ہے۔ قومی جہندہ انجیل کے پیچھے بے نصیب ہوتا چلا جاتا ہے لیکن عیسائے اور انجیل

کے ساتھ ساتھ شرا بخوری بھی اپنا قدم جماتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام نئی نوع انسان کو قمار بازی سے باز رکھے۔ گساری اور مروجہ ہلاکت من تجار و حتر عاصی سے جن کی طرف آپ بشارت صائب کنظر بری نے اپنی تقریر منشن ہوئی ہے اس اشارہ کیا ہے محفوظ رکھے نجات اب صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ لوگ اسلام قبول کر لیں۔ اور خدا تعالیٰ کی سعی طرح عزت و احترام کریں۔ جہاں کہ وہ جتن کر لیں لیکن عیسائی مبلغین نے اسلام کے خلاف آنکھوں پر تعصب کی عینک چڑھائی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مسٹری نے جسٹس آف بالی کو لکھ دیا ہے۔ ”اگر اسلامی روایات میں دجال کی تاریخ کے اس مختصر خاکے کو اختتام پر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے دجال کو ایک رنگ میں پٹے مذہب اور آئینات میں جگہ دیدی ہے۔ نصف طبائع کی نگاہ میں اس قسم کے امور نہایت ہی ختم نہ کر رہے ہیں۔ لیکن اگر مسٹری نے جسٹس کو واقعی اس پر ایمان ہے جو اٹھلے تے سطور بالا میں لکھا ہے۔ تو جن براہین و دلائل کی ان کے پاس پونجی ہے۔ اس سے لے کر وہ ہمارے مقابل پڑتے ہیں لیکن یہ یقین کامل ہے۔ کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور نہ ہی ان میں تقابلی مسئلہ سرکار دو عالم حضرت نبی کریم صلعم جناب مسیح ابن مریم کی تصدیق کے کوئی مضبوط ثبوت ہے۔ لیکن کس قدر ظلم عظیم ہے۔ کہ پیر و ان مسیح اس مصدق حقیقی کو دجال کے مذہب ام سے یاد کر رہے ہیں۔ آخر دجال کون ہے؟ وہ جو مصدق ہے۔ یا وہ جو جناب حق کے احکام کی سر تابی کرتا ہے۔ کیا مسیحی متبعین اپنی سمجھ کے مطابق احکام خداوندی کی تعمیل کر رہے ہیں۔ کیا وہ اپنی انجیل کے پتے فرمانبردار ہیں۔ آپ کے نامہ نگار مسٹر دل۔ ایچ۔ ف آف رنگون۔ برما کے مضمون ”برہما میں اسلام“ میں کچھ جواب دیتا ہے۔ مسلمانان برہما کا ذکر کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں۔ کہ مسلمانوں کا مذہب مردانہ ہے۔ اور ان خرافات کی ادائیگی میں جو قرآن کریم مسلمانوں کے ذمہ مایہ کرتا ہے۔ مسلم لوگ یہیں کچھ سبق دے سکتے ہیں۔ جن کی ہمیں ضرورت ہے۔ اس پر ہم و فضل کی برکات نازل ہوں۔ جو ہدایت کی اتباع کرنے۔

السکام علی من اتبع الهدی

تفصیل آمد				تفصیل خرچ			
ردیف	مبلغ	تاریخ	محل	ردیف	مبلغ	تاریخ	محل
۱	۱۰۰	۱۹۳۸	مدرسه اسلامیہ یوپیو	۱	۱۰۰	۱۹۳۸	مدرسه اسلامیہ یوپیو
۲	۶۰	۱۳۶	مدرسه وفتہ (سرای محفوظ)	۲	۶۰	۱۳۶	مدرسه وفتہ (سرای محفوظ)
۳	۸۰	۲۰۶۵	میزان	۳	۸۰	۲۰۶۵	میزان

آزیری فائشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریچر ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ لاہور

نقشہ الفصیل اہل اسلام مشرق و کنگد و سلا کی روایت و کتب خانہ در سیدہ و ان لکھنؤ ماہ اکتوبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	روز و شب	اسماء گرامی معنی صاحب	پانی	آد	روپیہ
۱۲۳۵	۱	جسٹس ایس فخر محمد راجہ محمدی بدین	-	-	-
۱۲۳۶	۵	آغا محمد وکندہ وکندہ تفصیل دین	-	-	-
		آد بابت ماہ مئی ۱۹۳۳ء	-	-	-
		آد بابت ماہ اگست ۱۹۳۳ء	-	-	-
		تصفیہ بد روپیہ و نصف بد مرشد کل مرشدان	-	-	-
		اس کے معنی صاحب	پانی	آد	روپیہ
۱۲۳۷	۴	دریختہ منشی امامت محمد اکبر پادشاہ مرشد	-	-	-
		قسط چھام	-	-	-
۱۲۳۸	۵	جسٹس فخر محمد صاحب لائبر مرشد	-	-	-
۱۲۳۹	۶	عبدالحق صاحب گرام فخر اکبر مرشد	-	-	-
		بد مرشد	-	-	-
۱۲۴۰	۸	دریختہ نیاز محمد نذر آباد مرشد	-	-	-
۱۲۴۱	۹	امیر زلفا الدین صاحب گرام	-	-	-
۱۲۴۲	۱۰	محمد زلاب صاحب باہر پال	-	-	-
		بد مرشد	-	-	-
۱۲۴۳	۱۱	دریختہ نیاز محمد نذر آباد مرشد	-	-	-
۱۲۴۴	۱۲	امیر زلفا الدین صاحب گرام	-	-	-
۱۲۴۵	۱۳	محمد زلاب صاحب باہر پال	-	-	-
۱۲۴۶	۱۴	بد مرشد	-	-	-
۱۲۴۷	۱۵	دریختہ نیاز محمد نذر آباد مرشد	-	-	-
۱۲۴۸	۱۶	امیر زلفا الدین صاحب گرام	-	-	-
۱۲۴۹	۱۷	محمد زلاب صاحب باہر پال	-	-	-
۱۲۵۰	۱۸	بد مرشد	-	-	-
۱۲۵۱	۱۹	دریختہ نیاز محمد نذر آباد مرشد	-	-	-
۱۲۵۲	۲۰	امیر زلفا الدین صاحب گرام	-	-	-
۱۲۵۳	۲۱	محمد زلاب صاحب باہر پال	-	-	-
۱۲۵۴	۲۲	بد مرشد	-	-	-
۱۲۵۵	۲۳	دریختہ نیاز محمد نذر آباد مرشد	-	-	-
۱۲۵۶	۲۴	امیر زلفا الدین صاحب گرام	-	-	-
۱۲۵۷	۲۵	محمد زلاب صاحب باہر پال	-	-	-
۱۲۵۸	۲۶	بد مرشد	-	-	-
۱۲۵۹	۲۷	دریختہ نیاز محمد نذر آباد مرشد	-	-	-
۱۲۶۰	۲۸	امیر زلفا الدین صاحب گرام	-	-	-
۱۲۶۱	۲۹	محمد زلاب صاحب باہر پال	-	-	-
۱۲۶۲	۳۰	بد مرشد	-	-	-

بہارِ آرماء جون جولائی ۱۹۷۷ء کو کتب خانہ گلستانِ رسالہ ماہ اکتوبر صفحہ ۳۴۴ میں سرشار نے جو بھی ہے۔ مکتوبی

نقشه تفصیل از مسلم شن و فنگ اسلام و کتب و کتب در هندستان و کتب و کتب در هندستان

[illegible]

نقشہ ۲ تفصیل آمد ریزہ وقت بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	اسم سے منسلک صاحب	تاریخ	نمبر	اسم سے منسلک صاحب
۱۲۶۹	۵۲	جناب میرزا حسن فیروز پور	۱۲۶۸	۵۴	جناب کبیر علیہ السلام صاحب بنارس
۱۲۶۹	۵۳	مرفوت جناب میرزا محمد علی صاحب بنارس	۱۲۶۸	۵۵	جناب میرزا محمد علی صاحب بنارس
		مختلفہ ذیل :-	۱۲۶۸	۵۶	مرفوت جناب میرزا محمد علی صاحب بنارس
		۱- جناب میرزا محمد علی صاحب بنارس	۱۲۶۸	۵۷	عاقب میرزا محمد علی صاحب بنارس
		۲- میرزا محمد علی صاحب بنارس	۱۲۶۸	۵۸	عاقب میرزا محمد علی صاحب بنارس
		۳- میرزا محمد علی صاحب بنارس	۱۲۶۸	۵۹	جناب میرزا محمد علی صاحب بنارس
		۴- میرزا محمد علی صاحب بنارس			میرزا

مقتضی تفصیل در مسلمانان اسلامیت در هندوستان بابت ماه اکتوبر ۱۹۳۰

تاریخ	روز	موضوع	مبلغ	نوع
۱۶۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء	۶۰	۶۰
۱۷۰	۱۳	بل امپرٹ برٹ دفتر لاہور تفصیل ذیل:- اہمیت تار مشعلہ ۱۰۰ روپے - تار مشعلہ ۱۰۰ روپے - تار مشعلہ ۱۰۰ روپے - اہمیت کتابت ضروری آمد داشت ۱۰۰ روپے - دفتر بنائی لفافہ جات و جلد کتابت ۱۰۰ روپے - محصول اکبر برائے دفتر ۱۰۰ روپے - سیاہی برائے دفتر ۱۰۰ روپے - مزدوری رسالہ اعلیٰ درجہ ۱۰۰ روپے - تنخواہ مہرانی برائے اہمیت ۱۰۰ روپے - طاہرہ بیگم ۱۲ روپے - بٹہ پک ۱۲ روپے - تار مشعلہ ۱۰۰ روپے - اہمیت تار مشعلہ ۱۰۰ روپے - ۱۰۰ روپے - ۱۰۰ روپے - بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء	۱۰۰	۱۰۰
۱۷۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۳۰ء	۶۰	۶۰
۱۷۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۳۰ء	۶۰	۶۰
۱۷۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۰ء	۶۰	۶۰
۱۷۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۳۰ء	۶۰	۶۰
۱۷۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۳۰ء	۶۰	۶۰
۱۷۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۳۰ء	۶۰	۶۰
۱۷۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۳۰ء	۶۰	۶۰
۱۷۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۳۰ء	۶۰	۶۰
۱۷۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۸۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۹۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۹ء	۶۰	۶۰
۱۹۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۱۹۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۱۹۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۱۹۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۱۹۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۱۹۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۱۹۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۱۹۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۱۹۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۲۰۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۲۰۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۲۰۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۸ء	۶۰	۶۰
۲۰۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۰۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۰۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۰۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۰۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۰۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۰۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۱۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۱۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۱۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۱۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۱۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۷ء	۶۰	۶۰
۲۱۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۱۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۱۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۱۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۱۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۲۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۲۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۲۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۲۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۲۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۲۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۲۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۶ء	۶۰	۶۰
۲۲۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۲۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۲۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۵ء	۶۰	۶۰
۲۳۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۴۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۵۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۴ء	۶۰	۶۰
۲۵۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۵۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۵۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۵۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۵۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۵۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۵۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۵۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۵۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۶۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۶۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۶۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۳ء	۶۰	۶۰
۲۶۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۶۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۶۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۶۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۶۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۶۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۶۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۷۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۷۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۷۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۷۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۷۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۲ء	۶۰	۶۰
۲۷۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۷۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۷۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۷۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۷۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۸۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۸۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۸۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۸۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۸۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۸۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۸۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۱ء	۶۰	۶۰
۲۸۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۸۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۸۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ء	۶۰	۶۰
۲۹۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۷	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۸	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۰۹	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۱۰	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۱۹ء	۶۰	۶۰
۳۱۱	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء	۶۰	۶۰
۳۱۲	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء	۶۰	۶۰
۳۱۳	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء	۶۰	۶۰
۳۱۴	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء	۶۰	۶۰
۳۱۵	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۱۸ء	۶۰	۶۰
۳۱۶	۱۳	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۱۸ء	۶۰	

تفصیل مہرج مسلم مشن اسلام آباد درمندن پاکستان بابت اکتوبر ۱۹۴۳ء

تاریخ	میزان	تفصیل خرچ	پانی	آئہ	روپیہ
۱۶۳	۱۱	پرانے بل دوکنگ تفصیل ذیل :- (۱) الف - اخراجات مید جولان ۱۹۲۹ء ب - اخراجات مید جولان ۱۹۲۹ء ج - کرایہ مکانی و کرایہ خیرہ اور بی بی بل د - سٹیشنری کاغذ تار و کھولہ اور کھولہ (۲) خرید کتب برائے زوخت ستمبر ۱۹۲۹ء (۳) قیمت قرآن شریف خریدہ از دار الفکر اسلام آباد (۴) اخراجات عیدہ شکی برتن وغیرہ	۶	۱۱	۱۳۶۳
۱۶۴	۱۲	بروئے نقشہ نمبر ۱۱، اٹم نمبر ۱۲، بروئے عیدہ الحاجی صاحب دوکنگ سے آمد بابت ماہ مئی ۱۹۳۰ء ۵ - ۱۸ - ۵۴ پونڈ و آمد اگست ۱۹۳۰ء ۵ - ۶ - ۱۲ - ۱۲ پونڈ بھجی - جوکل ۱۰ - ۱۲ - ۱۰ پونڈ بقی ہے - مسند چہ بالا بلوں کل رقم فروغ مبلغ ۱۱ - ۱۶ - ۱۰۵ پونڈ میں سے - آمد وضع کرنی گئی - اور باقی رقم جو ۱۱ - ۱۲ - ۳ پونڈ رہتی ہے - جو برسکہ ہندی ۹ - ۱۲ - ۸۸ پونڈ بقی ہے - اور کہ - خر مولوی صاحب کو بذریعہ ڈرافٹ نمبر ۱۱ - ۱۲ پونڈ بل لاہور میں ۶ کو بھیجی گئی - بقیہ رقم جو بل نمبر ۱۶۸ میں سے نکلی گئی - بروئے عبدالحجید صاحب کو نمبر ۱۱ - ۱۲ پونڈ بل لاہور میں ۶ کو بھیجی گئی - بل امپرٹ برائے دفتر لاہور تفصیل ذیل :- سٹیشنری بل - ٹیمپلٹس سٹیشنری کم - محصول ڈاک برائے دفتر ۵۵ کرایہ دفتر برائے ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء - محصول ڈاک سٹیشنری وغیرہ ماہ ستمبر میں جو حضرت خواجہ صاحب پرینڈ مشن نے ایٹ آباد میں کار مشن میں خرچ کیے - تفصیل حسب تفصیل حسب ذیل ہے :- روزانہ ڈاک سے - رجسٹریاں - تاریں - محصول ہر وغیرہ ۱۱ سٹیشنری عیدہ - میزان ۱۱ ہر روز ۱۰ - سوتری - بیوی ۶ - سیاہی برائے دفتر ۱۱ - خام ۱۱ بل امپرٹ برائے دفتر لاہور تفصیل ذیل :- بیمہ خط ۱۲ - محصول ڈاک دفتر لاہور ۵۵ - واپسی رقم جو غلطی سے دفتر مشن میں جمع ہو گئی تھی - برائے کتابت حساب مشن در سالہ اشاعت اسلام ہے - سٹیشنری عیدہ ۱۱ - ٹیمپلٹس برائے مختلف خطوط ۵۵ روپے - پین پتیں بھجوانی ۲۸۰۰ - اخراجات برائے اسپیل ۱۱	۱۲	۱۲	۱۳۶۳
۱۶۵	۱۱	میزان	۹	۱۱	۱۳۶۳

ماہ رجب میں زکوٰۃ

آپ کی زکوٰۃ کا بہترین مصرف یورپ میں اشاعت اسلام ہے۔ ادائیگی
زکوٰۃ کے وقت دوکنگ مسلم مشن کو یاد رکھیں +
خواجہ عبدالحق سکرٹری

موضوع مشران

تہذیب انسانی

اسماء الہیہ

ہماری سب سے کچھ افتادہ پانے کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے اپنی وصیہ کردہ کتاب کی تشریح کیا جو قرآن پر ہوگی کتاب انگریزی میں ہو اور مضمون جس کا ترجمہ دہلی میں ہو۔ سال اسلامک ۱۰۱۰ء انگریزی مجریہ نویں صدی میں شائع ہوگا لیکن ہم نے قارئین کرام کی دلچسپی کیلئے اسے سب سے پہلے شائع کیا ہے۔ مضمون کا نقل نہیں ہوگا کہ اسے سرری نگاہ سے دیکھا جائے اور پھر سالہ کو تہذیب کی نوکری میں پھینک دیا جائے۔ مضمون ہمارے روزانہ دستور العمل کا بادی ہونا چاہیے۔ بدقسمتی سے ہم نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ اسمائے الہیہ کو خوش قلم قطعات میں لگا کر خستہ کار ہوگی دیوار پر لٹا کر دیا جاتا ہے۔ کائنات اہم ان قطعات کو خاندان کی دیواروں پر چسپاں کرتے۔ اور پاتے اخلاق ان باتوں سے مرتب کرتے۔ تو نئے الواقعان قطعات کا دیواروں پر آویزاں کرنا حقیقی ہر گز موجب ہو جاتا۔ و اللہ اعلم بحال موجودہ طریق کے ماتحت تو وہ کائنات کی آرائشی تصویر یا ان قطعات میں کوئی ترقی نہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون کو ہمارا احباب غور سے دیکھیں +

خواجہ عبد الغنی

سکڑی دو رنگ مشن ٹرانسپ

آج یہ امر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کائنات کے ایک ایک قدم پر اور اس کی ہر ایک گنجائش ایک ایک ان نمل قانون حکومت کر رہا ہے۔ ان قوانین کا نام اگر مذہب ہے تو مذہب انسانی الہیہ رکھا ہے۔ تو علمی دنیا انھیں قوانین فطریہ کہتی ہے۔ ان ہی کی کامل اطاعت پر انسان کو سائنس میں وہ فلاح و بینواری پیدا ہو جاتی ہے کہ جسے تہذیب و تمدن کہتے ہیں۔ لہذا اگر انسان کا فرض اولین حصول تہذیب و تمدن ہے۔ تو اس کا مسلک مذہب وہ ہونا چاہئے جس سے ان قوانین کی اطاعت کی تعلیم کرے۔ چنانچہ قرآن نے اس مذہب کا نام سکھایا رکھا ہے۔ جس کے

عقلی بہتے اطاعت قوانین آئینہ ہے۔ اور مسلم وہ ہوتا ہے۔ جو ان قوانین پر کامل انقیاد کے ساتھ چلتے +

موجودہ تہذیب نے یہ آزمی روشن کر دیا ہے۔ کائنات میں صرف جہانی قوانین ہی کام کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ اخلاقی ضوابط بھی کار فرما کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جہاں کائنات میں مخلوقات کی پیدائش۔ پرورش اور ان کے نشو و نما کیلئے قوانین مرتب ہو چکے ہیں۔ وہاں رزم بخشش عفو اور جزا و سزا وغیرہ کے قانون بھی کام کرتے دکھائی دیتے ہیں +

مصری تہذیب سے چل کر موجودہ تہذیب مغرب تک اگر تہذیب ہائے مختلفہ کا مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ نظر آتا ہے۔ کہ جس قوم نے جس حد تک ان دو قوانین کی عزت کی اُسی حد تک اُنھیں تمدن تہذیب نصیب ہوئی۔ اُن سب تمدن قوموں میں ہر ایک مسلم قوم ہی ایسی نظر آتی ہے۔ جنہوں نے بحال انقیاد و درودوں قسم کے قوانین کی پیروی کی +

یہ اسی کامل اطاعت کا نتیجہ تھا۔ کہ اسلامی تہذیب اپنی نوعیت اور وسعت میں عبادی تہذیبوں سے بڑھ گئی۔ مغربی تہذیب یہ کہ اگر جمہوریت میں مسلم تہذیب پر فوق لگئی۔ تو اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ مغربی تہذیب اسلامی تہذیب کی فتح میں جاری ہوئی۔ اسلام نے بھی یورپ میں ہر موجودہ علم و فن کی بنیاد رکھی۔ اور انھیں کمال کی ایک حد تک پہنچا کر اپنے کئے کئے کو اہل مغرب کے حوالے کر دیا۔ جس پر مغربی لوگوں نے اضافہ کیا۔ خود ہمیش پرستی کے باعث قوانین مذکورہ بالا سے لاپرواہ ہو گئے۔ پھر جو ان کا حال تھا سو بڑا برا حال مغرب نے اپنی مذکورہ بالا فقیہ کے باوجود ڈیڑھ سو برس میں ہی وہ اسباب پیدا کر لئے۔ جو نو صد برس کی کامل تمدن کے بعد مسلمانوں کو جہاں کے کتارہ پر لے آئے۔ یعنی اہل مغرب نے تعلیمات کے باعث قوانین اسلامیہ سے مودگراتی کر لی۔ تاہم اس امر کی بنا پر کہ ہر تہذیب پر تھا اپنی اس وقت آئی۔ جب کوئی قوم خرق و فخر اور سیاسی کاری کے انتہائی مقام پہنچ گئی +

لَا تَزِدُ الْإِسْلَامَ نَافِلًا نَعْلًا قَرِيبَةً أَمْرًا مَتَرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فَنَزَّلْنَا

تدویرا یہ ترجمہ مجسم کی بنی کو ہلا کر تاج پر ہے یہاں تو خال لوگوں کی کثرت کر دیتے ہیں تو وہ وہاں تا زمانہ نکلتے گئے ہیں تو یہی اللہ کے مذہب کی مزاد اور جاتی ہو رہے ہیں +

بعض کسبیتہ ماحولت بہ خلیفۃ فادلتک اصحاب الناس فیہا خالون

مسلم تہذیب سے پہلے رومی تہذیب بننے کمال پر تھی۔ اس کا آفری مرکز شہر ممبئی تھا لیکن ممبئی ہی عیسیت، عہد اخلاق میں انتہا تک پہنچ گیا۔ آج مغرب کا ہر مرکز تہذیب ممبئی کی ٹٹھا ہوا ہے۔ عیسائیت کا وہی قیادہ ہی ہر مغرب پر چلائی تو عیسائیت کے ساتھ ساتھ ہر جگہ سائنس کی طرح موجود ہوئی ہے لیکن اگر موجودہ تہذیب کے ایک عظیم الشان مرکز یعنی دیویارک (امریکہ) کو دیکھا جائے۔ تو جہاں ایک طرف پونے سیسے آسائش و کامیابی کا وہاں سینہ برس رہا ہے۔ وہاں قتل و قاتلہ ڈکیتی و دغا بازی مروجہ فریب سفلی ایک نہایت ہی خوبصورت اور عمدہ بنا رنگ میں ترقی کر رہی ہے۔ اس تہذیب کے بزرگین خط و خال یہ ہیں کہ صنفی کج خلقیوں میں عورت مرد کے مقابل میں اگر مرد سے چار قدم آگے جاتا چاہتی ہے۔

پھر ان قوموں میں غیر قوموں کی طرف نفرت اور ان کا ان پر تشدد اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ ان کی نظیر کسی تہذیب سابقہ میں نظر نہیں آتی۔ ان حالات کو دیکھ کر خود دانا یا ان مغرب پر کاراٹھے ہیں کہ بیماری یہ تہذیب نہ صرف ناکام ہی ثابت ہوئی ہے بلکہ ہمیں قدم بہ قدم ہلاکت کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس نظام کو دیکھ کر ہم اسی نتیجہ پر آتے ہیں کہ اگر انسانی تہذیب و تمدن خالصہ قوانین فطریہ کے علم و اطاعت پر منحصر ہے۔ تو اگر ان دو قوانین میں کسی ایک قانون سے بھی منہ پھیر لیا جائے تو تہذیب کا خاتمہ ہو جاتا ہے +

مسلمانوں نے صدیوں تک ان دو قوانین کی عزت کی۔ اور وہ اہل اللہ و عرشا کی ساری پیہدا کئے جس سے وہ ایک ہزار برس تک مستغنیس ہوتے رہے۔ بالمقابل مغرب نے جہاں عیسائیوں کو کال پیدا کیا۔ لیکن ضابطہ اخلاق کے چھوڑنے پر ایک ڈیڑھ سو برس کے اندر دنیا منہاس کے ہونے کے قریب آ پہنچے + آج تک ان قوانین الہیہ کا علم انسان کو دو طریق پر ہوا ہے یا تو مطالعہ فطرت (سائنس) نے انسان کو ان قوانین سے آگاہ کیا یا الہام الہی نے اس ساطے میں انکی راہنمائی کی۔ گو یہ بھی ظاہر ہے کہ آخر الذکر قول الذکر کے مقابل ہمیشہ یاد و مفید اصول و اصول واقع ہو رہا ہے۔ یعنی سائنس ایک مدت کی کاوش پر بھی ان نتائج صحیحہ تک نہیں پہنچتی جہاں الہام انسان کو آسانی سے پہنچا دیتا ہے۔ علامہ ازیں ان قوانین انسانی طبع میں بٹھانے اور ان میں انکی پیروی کی طرف مائل کرنے کے لئے سائنس کے مقابل الہام نے آسان تر اور زیادہ مؤثر راستہ اختیار کیا ہے +

جو کہ کیم نے وہاں پائے اختیار کیے ہیں ان کو اخلاق و ادب و خطبات پر عمل کرنے کے
 ممکن ہو سکے اور اس کے لیے کیم نے جو اصول بیان کیے ہیں ان سے خدا تعالیٰ کی ان صفات کو سمجھ سکتے ہیں
 ان صفات و اخلاق کے اصول منضبط ہو سکتے ہیں۔ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ تعلیم قبول کی بجائے کوئی
 مثال بھی ایک واضح اور مؤثر تر تشریح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں خالق حقیقی سے محبت اور اکی
 لطاعت کا جذبہ کچھ اس قسم سے انسان کی فطرت میں مُرسم ہے۔ اسی جذبہ کی تسکین کیلئے انسان
 نے پتھر سے چل کر اور اپنی نوع تک ہر مخلوق کو اپنا معبود قرار دیا۔ ہر ایک زمانہ نے اپنے اپنے
 معبود کے اخلاق میں نگین بننے کی کما حقہ کوشش کی۔ چنانچہ قرآن کریم نے بھی اسی انسانی طبیعت
 کو سامنے رکھ کر اس کے آگے اخلاق خداوندی کا ایک نظام اِبتغ رکھ دیا۔ علاوہ ازیں
 اصول فی الغرہ عموماً عام فہم نہیں ہوتے۔ اور اگر سبوں بھی تو ان پر چلنا چننا اور غوطہ پیچ نہیں ہوا کرتا
 مغرب کیلئے قبول تعلیم کردہ انجیل نتیجہ غیر ثابت نہ ہوئے۔ مگر انھیں اصولوں کی پیروی انسان
 بہ ضلالت و غیبت کر لیتا ہے۔ اگر اس کا معبود و محبوب ان اخلاق کا مظہر ہو یعنی جسے وہ اپنا
 خدا سمجھتا ہے۔ وہ ایسے صفات سے متصف ہو کہ جن سے اصول مذکورہ بالا پیدا ہو سکیں۔
 ہاں بعض وقت خود صفات کچھ ایسے باریک ہوتے ہیں۔ کہ ان کے سمجھنے سے عام انسان قاصر
 ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں اگر مندرجہ القوم ضوابط انسان کے سامنے ان صفات کی پیروی
 کرنے کے لئے رکھ دیئے جائیں تو ان کی پیروی کرتے کرتے خود بخود پیروی کنندہ میں صفت
 مطلوبہ پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم نے جیسے میں نے ذکر کیا یہ دونوں طریق اختیار کئے ہیں۔
 گوئی اللہ کو پر یاد نہ دے دیا ہے۔ بلکہ انسان کا مذہب ہی اسے قرار دیا +

ہر ایک شے کا مفہوم دو قسم میں تقسیم ہوتا ہے۔ ایک تو اس مفہوم کا وہ نقش ہے جو
 انسان کے خیال میں شے مذکور کا واقع ہو رہا ہو۔ اس کا دوسرا مفہوم اسکی وہ شکل ہوتی ہے
 جو ہر چیز کا اختیار کرتی ہے۔ اول الذکر کو تصور ہوتا ہے اور آخر الذکر کو تصور خارجی
 کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی مذہب کے ان ہر دو تصور کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ پہلا
 تو صفات کہیں ان کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ اس کا نام تصور اللہ رکھا ہے جس کا تصور
 قرآن کریم نے لکھا کہ ایسا تصور کرتی ہے +

صفت اللہ میں احسن فی اللہ صفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے۔
 رنگین کا۔ یعنی خدا کے رنگ میں رنگین ہونا ہی بہترین نہایت ہے۔ اس کے علاوہ بھی کلام
 اسلام میں بھی ان قوانین و مشائخ کی پیروی کرنا کہ جس سے انسان ربانیت میں تکمیل
 ہو جائے۔ اور اصل اگر انسان کی صلاح اور اسکی بہبودی اس امر پر ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو
 ان قوانین الہیہ کے ماتحت لے آئے کہ جو کائنات پر حکومت کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ قوانین خالق
 کائنات کی حقیقی صفات کا ہی نقشہ ہوں تو کتاب اللہ اسی وقت اپنے فرائض کو پورا کرے گی جب
 انہیں صفات الہیہ کا ایک کامل نقشہ ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ باتیں بھی ہوں۔ کہ جن سے
 ایک انسان ان صفات کو سمجھ سکے یا ان پر پیروی کر سکے +

یہ امر ظاہر ہے۔ کہ قوانین دراصل محقق کے ہی حشلاق کا ایک نقشہ ہوتے ہیں۔ یہ تو صحیح
 ہے۔ کہ انسانی سوسائٹی میں و اضوائن قوانین بسا اوقات اپنے ہی مجوزہ قوانین کی غلط فہمی
 کرتے ہیں لیکن خیال ہی کیا جاتا رہی کہ ایک محقق وہی قوانین تجویز کرتا ہے۔ کہ جن پر چلنا وہ
 اپنی بہبودی کیلئے ضروری سمجھتا رہی۔ چنانچہ مکتب اصول قوانین (جرم پروڈنٹس) کے ایسے
 معروفات میں جنہیں بطور اصول متعارف تسلیم کیا گیا رہی ایک یہ مفروضہ بھی ہے۔ کہ بادشاہ وقت
 یعنی سرچشمہ قوانین جرم کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر وہ قانون مجسم ہو سکتا ہے
 اور اس کا ہر ایک قول و فعل مجوزہ قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔
 کہ اگر کسی محقق کے قوانین دیکھنے ہوں تو اس کے اخلاق و صفات کا مطالعہ کر لینا کافی ہے۔
 یا اگر اس کے ساتھ ذاتی تعلق نہ ہو تو اس کے صفات و اخلاق سمجھنے کیلئے اس کے بچے
 بچے تو ان کو دیکھ لیا جائے +

انسانی سوسائٹی میں یہ بات بالکل ممکن نہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر آیا جتنے کہ بائبل کے مطابق
 سے نظر آتا رہی کہ اخلاق و آداب کے خود تسلیم دینے والے اپنے تعلیم کردہ امور کے پابند نہ رہے گویں
 پابند نہیں بلکہ محض ان کے خطایا متباہوں۔ لیکن مرد دنیا خلیل نوریت کے پڑھنے سے غلط فہمی
 نظر آتا ہے۔ محض ان کے کرم نے جس خدا کو پیش کیا ہے۔ اس پر اخلاق و اعمال کا یہ عمل
 لفظاً لفظاً منطبق ہوتا ہے۔ قوانین فطریہ و صفات الہیہ متذکرہ عزائم کرم کا یہ نقصان

نہایت ہی دلچسپ اور مخفی خیر ہے۔ اگر صحیفہ کائنات کا کما حقہ مطالعہ کیا جائے اور اس مطالعہ میں تو زمین خدا کا صحیح اندازہ و احصاء کیا جائے۔ تو ہر ہر ایک قانون مذکورہ بالا کسی نہ کسی صفت الہیہ مندرجہ قرآن کا پتہ بتلائیگا۔ اسی طرح اگر صحیفہ قدرت کی طرف توجہ نہ کی جائے اور قرآن کریم ہی ہمارے سامنے ہو۔ اور اس میں ہم صفات الہیہ پر تدبر و غور کریں۔ تو وہی صفت ای ہیں ان قوانین کی طرف لیجاٹینگے۔ جو کائنات میں کارروائی کر رہے ہیں۔ ہر مذہب کے تعلیم دادہ قوانین منسلکات کے متعلق یہ کہہ دینا تو ہر ایک کیلئے آسان امر ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ طبیعت میں جو علمی اکتشافات نے قوانین فطریہ دریافت کئے ہیں۔ ان کا ماخذ بھی صفات الہیہ مندرجہ قرآن کریم ہی نظر آتی ہیں۔ یا اس کتاب کی بعض آیات جس میں صفات الہیہ کو واقعات کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔

مگر بعض دوسرے مذاہب میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ مثلاً خلق اشیاء کے متعلق کائنات میں جو بعض قوانین کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ان سب پر ایک لفظ سرب کا مفہوم حاوی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم انشاء اللہ سوچی فاتیحہ کی تشریح میں بیان کرینگے ان قوانین یا ربو بیت کے علاوہ یہاں میں ان چند موٹے موٹے امور کا ذکر کرتا ہوں جنہیں سائنس کی ہر ایک شاخ میں اصول مستعارہ کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔

(۱) کائنات میں ہر جگہ قوانین الہیہ حکومت کرتے نظر آتے ہیں۔ سب سے پہلے قرآن نے اس حقیقت کے انکشاف میں لَدُ مَلِكِ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ (آسمان زمین پر سلطنت کی ہے) کہہ کر اکی تشریح کنی جبکہ بالعناظریہ کر دی۔ وَلَدُ اسْلِعْ مِنْ فِی السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ طَوْعًا وَ كَرْهًا (جو کچھ زمین و آسمان میں ہے خدا کے احکام کی اطاعت طوعاً و کرہاً کرتی ہے) اس حقیقت کو صفت مَالِكِ الْمَلِكِ سے تو بالواسطہ اور صفت مَبْرُکِ سے من وجہ تعلق ہے۔ جن کی تشریح پانے موقع پر کی جائیگی۔

(۲) قوانین فطریہ میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس اصول کی طرف قرآن نے کئی اشارے فرمائی وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (تو کبھی قوانین الہیہ میں تبدیلی نہ پائیگی) چنانچہ اس کی طرف بھی صفت مَتَّينِ و بَاقِ اشارہ کرتی ہے۔

(۱۳) ہر ایک چیز اپنے ماحذ کی طرف کھینچی جاتی ہے۔ یعنی ہر ایک چیز کا مرکز اہل انجمن ہوتا ہے۔ جیسے کہ نظام شمسی کی کل چیزیں شمس کی طرف کھینچی جا رہی ہیں۔ طبعیات میں اس قانون کا نام قانون کشش ثقل رکھا گیا ہے۔ اذروے تعلیم قرآن خدا تعالیٰ ہی ہر ایک چیز کا ماحذ اور اس لئے اس کا مرجع ہے۔ چنانچہ اس صداقت کی طرف قرآن کریم نے والیہ ترجیعون (ہر ایک چیز نے اس کی طرف رجوع کرنا ہے) کہہ کر اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے +

(۱۴) تمام اشیاء دو قوانین کے ماتحت آپس میں مل جاتی ہیں۔ ایک تو وہ جن میں کچھ بجا نفع ہوتا ہے۔ ایسی چیزیں قانون کشش اتصال کے ماتحت آج ہوتی ہیں۔ دوسرا غیر متجانس چیزیں کشش کیماوی کے ماتحت آج ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات میں ایک اہم جامع بھی واقع ہوا ہے جو متجانس اور غیر متجانس دونوں قسم کی چیزوں کو جامع کرتا ہے۔ قانون اول ملکہ (کشش اتصال) کے ماتحت طبعیات میں ایک اور قانون بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ جسے قانون اتحاد (Law of Union) کہتے ہیں یعنی بعض اشیاء کو غیر مدرک کیوں نہ ہوں۔ کچھ آپس میں محبت اور اختلاط ہوتا ہے۔ دوسری طرف بعض چیزیں ایک دوسرے سے طبعاً جدا رہنا چاہتی ہیں۔ وہ آپس میں کبھی نہیں ملتیں۔ اس کے متعلق قانون کو علمی اصطلاح میں Law of Repulsion کہتے ہیں۔ جسے ہم قانون منافرت سے تعبیر کرتے ہیں۔ پہلی چیزیں اگر صفت و دود (شدید محبت کرنا والا) کا مظہر ہیں۔ تو دوسری چیزیں خدا تعالیٰ کے اہم مانع کے ماتحت ایک دوسرے سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئی ہیں +

(۱۵) اسی طرح کا ایک قانون (Law of Consensus) قانون بقا کہلاتا ہے جو چیزوں کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ کسی نہ کسی شکل میں انھیں باقی رکھتا ہے۔ یہ خدا کی صفت باقی کے کرشمے ہیں۔

میرے خیال میں صفت باقی کا اثر یہ ہے کہ چیزیں فنا نہیں ہوتیں۔ اگر اس قانون کا مفہوم ہے کہ مخلوق میں کوئی چیز فنا نہیں ہوتی تو تو لفظ باقی اس مفہوم کو ادا کرتے کیلئے موزوں ہے۔ اور اگر یہ مفہوم ہو کہ چیزوں کو ضائع ہونے سے بچانا ہو۔ تو اس صورت میں

نظام محفوظ منقول ہے +

(۶) چیزیں پھلتی بھی ہیں اور سکڑتی بھی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ایک نام باسط (بسطا) ہے۔

اور دوسرا نام قابض ہے۔ ان خواص کے متعلقہ قوانین کا نام (بسط و قابض) ہے۔

قانون بسوط اور بسط و قابض یعنی وہ قانون جس کے ماتحت چیزیں پھلتی ہیں

(جے) چیزوں کی ایک ظاہری شکل ہوتی ہے۔ لیکن ہر ایک چیز میں بطور بطن صدمہ خواص

مخفی ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہی ہوتا چاہئے تھا۔ اگر کائنات کی محل چیزیں اس خدا کی بانی

ہوتی ہیں۔ کہ جس کے مقدس اسماء میں ایک الظاہر اور دوسرا الباطن آیا ہے تو ضرور

ہے کہ ایک چیز کی ایک تو ظاہری شکل ہو۔ لیکن اُس کے اندر بطون در بطون بھی ہوں +

اب میں ایک عالمگیر قانون کا ذکر کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ یہ وہ قانون ہے کہ

جس نے کل علمی تحقیقات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر کے اس کا فتح بھی بل دیا ہے

اور جس کی ایک بڑا بحاری اضافہ ہمارے مسلمات میں ہوا ہے۔ اس سے میری مراد قانون

بارتقاء ہے۔ جسے انگریزی میں لاء آف ایوولیوشن کہتے ہیں۔ عرب میں قراس کا

دریافت کنندہ محیم ڈارون مانا گیا ہے لیکن اس کو اصل اور موجودہ شکل میں حکیم سپتسر

لایا ہے۔ قشامہ عالم کے متعلق تو اول الذکر نے یہ قرار دیا کہ بعض چیزیں بعض چیزوں

سے مل کر ایک نئی چیز پیدا کرتی ہیں۔ پھر یہ پیدا شدہ چیزیں کسی اور چیز کے ساتھ

انتقال طبیعیہ کے ماتحت زوجیت پا کر کسی اور چیز کی مولد ہو جاتی ہیں۔ اسی اصول پر ان

طبعی انتخابوں نے ایک قسم کا بند پیدا کیا۔ جسے اورنگیو ٹانگ کہتے ہیں۔ اس بند

نے ایک اور مخلوق سے تزیج کی۔ لیکن وہ مخلوق اُس وقت تک دریافت نہیں ہوئی الا فرض

اس نوعیت آخری کا نتیجہ پیدائش انسانی تھی۔ اس نظریہ سے حکیم سپتسر نے جو پیشہ

ارتقاء نکالا۔ وہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز میں وہ تمام خواص پہلے ہی موجود ہوتے ہیں جو اس کے

تخلیق کے منازل میں ظاہر ہوتے ہیں جن منازل میں کہ ہو کر وہ چیز آخر کار اپنی نوعیت کو پہنچ جاتی ہے

یعنی جو چیز بھی اس میں پیدہ او موجود ہوتا ہے۔ وہ حالاً غمازاً ظاہر ہو جاتا ہے۔ گویا ہر ایک چیز

کی قسم کے سفر میں ہو۔ اور وہ اپنے کمال تک کئی ایک عالموں میں گزر رہی ہے۔ اس عظیم الشان

قانون کا انکشاف سب سے اول مسلمانوں پر ہوا۔ اور اس انکشاف کا باعث خدا کی صفات کا علم تھا۔ مفسرین نے یہ بھی ہیں۔ جیسے کہ امام راقی اصفہانی نے کئی صدیوں پہلے اپنی کتاب "مفردات" میں لکھا ہے کہ جو چیزوں میں خواص رکھ دے۔ پھر ان چیزوں کو مختلف منازل میں بکڑا کر اور ہر منزل پر اس کے ایک تاج کا انتظام کر کے اسے آگے لیجئے۔ حتیٰ کہ وہ اس مقام پر جا پہنچوں اسکے کل کے کل معنی خواص ظاہر ہو جائیں۔ اشیاء کے اس سفر کی ابتدائی منزل کا نام عربی زبان میں بلوغ ہے۔ یعنی اس چیز کے کل کے کل خواص تو نہیں ہوں۔ لیکن وہ سب مخفی ہوں اور ہفت آگے وہ آخری منزل ہے۔ جہاں وہ سب کے سب خواص ظاہر ہو جاتے ہیں +

القرآن علمی اکتشافات نے جو قدر تو ان طبعیہ بھی دریافت کئے ہیں۔ وہ کل کے کل بانی صفت سے درجہ قرآن میں نظر آتے ہیں۔ گویا اس قسم کے اسماء حسہ اس خزانے کی کئی چیزیں فطرت کے قوانین طبعیہ سے ہیں۔ عورت اولے کے مسلمان تو ان قوانین کے دریافت کنندہ تھے ان کے ساتھ تو کوئی سائنس کی کتاب نہ تھی۔ نہ کوئی ایسے قوانین کا مجموعہ موجود تھا۔ کہ جن کے اشارات پر وہ ان علمی خزانوں کو کھول دیتے۔ جو آج اہل غرب کے کام آ رہے ہیں۔ ان کے سامنے قرآن کریم نے دو باتیں پیش کیں۔ ایک تو یہ کہا۔ کہ کائنات میں کوئی بھی چیز نہیں۔ جو انسان کے فائدے کے لئے دہرائی گئی ہو۔ ہاں ہر ایک چیز کسی نہ کسی قانون کے ماتحت اگر وہ میت کردہ خواص ظاہر کرتی ہے۔ ان قوانین کا دریافت کرنا ان کے سامنے تھا۔ جن کے دریافت کرنے کیلئے قرآن نے خدا تعالیٰ کے اسماء گنی دیئے۔ اور یہ کہدیا۔ کہ ہر ایک چیز جو دنیا میں ہو رہی ہے۔ وہ ان ہی صفت کے ماتحت ہو رہی ہے۔ حکمت اسلام نے ان اسماء پر غور و فکر کیا۔ جس سے وہ ایک بھاری علمی خزانہ کے مالک ہو گئے۔ آج بھی لکھا ہے کہ اگر انسان کل قوانین فطریہ پر حاوی نہیں ہوا۔ اور یہ امر واقعہ ہے۔ تو علمی تحقیق و ترقی کے علاوہ اگر فلسفہ الہیہ مندرجہ قرآن کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اور انکی روشنی میں علمی تحقیق شروع ہو تو ہم اس راہ میں آسانی کو کامیاب ہو سکتے ہیں +

۱۰۔ بنا ما خلقت هذا باطلا +

۱۱۔ ہمارے پروردگار نے کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی +

جہاں مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر الہام الہی نے انسان کی قلوب و بہبودی کیلئے ہی نازل ہوا ہے۔ اور تجربہ نے بھی یہی ظاہر کیا ہے۔ کہ الہی راہنمائی کے سوا انسان کامیابی کا مست نہیں دیکھ سکتا۔ تو پھر یہ بھی لازمی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ان صفات کا بیان کرنا ہی الہام الہی کا حقیقی موضوع ہو جس پر کائنات چل رہی ہے۔ یا جن صفات نے عملی رنگ میں تو انین فطریہ کی شکل اختیار کر لی۔ یہ الفاظ دیگر کتاب اللہ کا موضوع اول اگر تہذیب انسانی ہو تو اس کا حصول چونکہ اخلاق الہیہ سے متعلق ہوئے ہوئے ہیں ہے۔ اس لئے اس کتاب کا نصب العین خدا اور صفات خداوند کو بیان کرنا ہی ہونا چاہئے باقی جو کچھ کہیں ہو۔ وہی غرض کی تکمیل میں ہو۔ مجھے تو اس ایک امر کے سوا الہام الہی کی اور کوئی بھی ضرورت نظر نہیں آتی۔ جب ہماری بہبودی و فلاح ان ہی راہوں پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہوجن پر دنیا کی ہر ایک چیز چلتی ہے۔ تو پھر ان راہوں کو سمجھنے کیلئے نصب العین بالاصفاۃ الہیہ کا علم ہمارے لئے لازمی ہو گیا۔ اور اس علم کے حصول کا بہترین ذریعہ خدا کا الہام ہے۔ دنیا میں قرآن مجید کے سوا اور بہت سی کتب خدا کا الہام تسلیم کی گئی ہیں۔ ہم بھی ان کو ان کی اصلی شکل و صورت میں ایسا ہی مانتے ہیں۔ ہاں وہ اپنی موجودہ حالت میں اصلیت سے دور جا چکی ہیں۔ لیکن اس مقام پر ان کتب کی تعلیمات کو قرآن کے مقابل لانا میں مفید نہیں سمجھتا۔ اس قسم کا مقابلہ عموماً مخالفت کا محرک ہوتا ہے۔ میں یہاں استفادہ کتنا کافی سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن حکیم نے مذکورہ بالا موضوع الہام کو بوجہ حسن پورا کیا۔ چنانچہ اس مثال کو سامنے رکھ کر اگر ہم کل کے کل قرآن مجید کی تقسیم کرنی چاہیں تو اس کتاب حمید میں سات چیزیں الہام میں نظر آتی ہیں۔ باقی جو کچھ بھی ہے۔ وہ انہیں سات امور کے مکملات و متمات ہیں۔ سب سے اول تو اس ہستی کا ذکر کیا گیا ہے جس کا اسم ذات اللہ ہے (۲) اللہ کی ننانویں صفات کا ذکر تو انہیں آیا ہے اس کے سوا ایک نام مرب ہے جنہیں اسماء حسنہ کہتے ہیں (۳) ان اسماء میں جو سہل الفہم نہیں یعنی

لہ والذین یؤمنون بما أنزل الیک وما أنزل من قبلك و بما لا خیرة
 ہدیونکونہ والذک علی ہدی من ربہم والذک ہما المفلحون یعنی جو الہام الہی تو تسلیم کر کے
 اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کے نتائج پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی حقیقی بابت کی راہ پر گامزن ہو کر کامیابی کا مست
 دیکھ لیتے ہیں۔ اس کو مگر وہی پرکھ لانا ہی الہام کی غرض ہے ۴۹۵

جن کا سمجھنا کسی قدر یاد رکھنی کو چاہی ہے۔ تو انکی تشریح میں قرآن کریم میں مظاہرِ قدیمیت کا ذکر کیا گیا ہے (۴) اُن نتائج کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو ان اسماء کے مطابق یا اُن کے خلاف چلتے ہیں انسان کے شامل حال ہو جاتے ہیں۔ جس اصطلاح عام میں جزا و سزا کہتے ہیں (۵) اُس طریق عمل کا ذکر کیا ہے۔ کہ جس کے اختیار کرنے سے ایک انسان اُن صفات سے مُتصف ہو جا سکے (۶) اُن حدود و فرائض کا ذکر ہے۔ کہ جن پر طریق مذکورہ کے لئے انسان کو چلنا ہے (۷) قرآن نے مختلف مقامات پر اُن دو جماعتوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں ہر ایک کے حالات تو صفات الہیہ کے مطابق ہیں۔ وہ انبیاء و صلحا وغیرہ کی جماعت ہے۔ اور دوسرا اُن کے مقابل اُن اشقیاء کا گروہ ہے۔ جو صفات الہیہ کے مقتضیات کے خلاف چلتے ہیں دُنیا نے جس کا نام غیر و شر رکھا ہوا ہے۔ اور جنہیں قرآنی اصطلاح میں حسنات و سیئات کہتے ہیں۔ اُن کا موجب بھی یہی صفت الہیہ ہیں یعنی جنسِ خلق خداوندی سے متعلق ہونے کا نام تو نیکی یا خیر ہے۔ اور اُنکی مخالفت کا نام بدی یا شر ہوتا ہے۔

تقسیم بالا سے نظر آتا ہے کہ قرآن حکیم میں شروع سے لے کر اخیر تک ہر جگہ اور ہر موقع پر اللہ کا ہی ذکر خیر ہے۔ اگر لفظ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سے قرآن کریم نے ابتدا کی۔ تو اُس کا خاتمہ لفظ رَبِّ النَّاسِ پر ہوا۔ اسی طرح ہر سورہ خیریت کو بھی بِسْمِ اللّٰہ شریف سے شروع کیا۔ قرآن کریم میں یہ عجیب خاصہ رکھا گیا ہے۔ خواہ یہ کسی تقطیع کا چھپا ہوا ہو خواہ پانچ خطروں پر یا اُس کے صفحات پر زیادہ سطروں پر جہاں سے اس کتاب مجید کو اتفاقاً کھولا جائے۔ وہاں خدا تعالیٰ کا ذاتی یا کوئی صفاتی نام ہوگا۔ یا اُن سطروں کوئی نہ کوئی ایسی صیرورتی جس کا مرجع خدا تعالیٰ ہوگا۔ حیرت کا مقام ہے۔ کہ دُنیا میں ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جن میں شروع سے لے کر اخیر تک خدا کا نام یا اُنکی طرف اشارہ تک بھی نہیں۔ وہ تو خدا کی کتابیں مانی جاتی ہیں۔ اور وہ کتاب حمید جو ہر طرح خدا کے نام کی ہی لہجہ ہے۔ وہ کتاب اللہ تسلیم نہیں کی جاتی مثلاً صحیفہ توریت میں ایک کتاب کا نام لے سکتے ہیں۔ اس خدا کی کتاب میں ایک اسرائیل فاحشہ عورت لے سکتی ہے نام کے کارنامے دیکھیں یہی غیر کے خداوندان کی بادشاہ وقت کے وزیر کو

سخت عذاب تھا۔ جو اسے ہر طرح نقصان پہنچا رہا تھا۔ اس ضمن میں انتقام لینے کیلئے یہی بیوی عورت مستعد ہوئی۔ اس نے اپنی سہیلی دلو بائیں سے شہادہ وقت کے دل پر قبضہ پایسا رقص و سرود میں اس بی بی کو یہ طوطی حاصل تھا۔ اکیڈن اس نے اپنے فن سے بادشاہ کو بہتر خوش کیا کہ اس نے اس رقصہ سے وعدہ کیا۔ کہ جو وہ کہیگی وہ کرے گا۔ اس پر یہ مسخر نے اپنے ضمن یعنی وزیر کا سرانگہ بادشاہ تو قول دے ہی چکا تھا۔ وزیر کے قتل پر راضی ہو گیا جس کا سر کاٹ کر ریتھر کے حوالے کیا گیا۔ ریتھر سر مقتول کو بالوں سے پکڑ کر اپنے حجاز کے پاس لائی۔ جو خاندان میں سب بڑا تھا۔ اس فاحشہ کے اس کارنامے کا ذکر اس کتاب میں ہے۔ یہاں اس کتاب کو اس خیال سے کہ اس کتاب اللہ میں کہیں خدا کا نام ہوگا شروع سے لے کر اخیر تک لفظاً لفظاً پڑھا لیکن کہیں خدا کا نام نظر نہ آیا۔ یہ کتاب تو کتاب اللہ گنی جاتی ہے۔ لیکن قرآن کریم کو ایسا نہیں مانا جاتا۔

وید مقدس میں ایک اور کمی ہے۔ ہمیں مجبوروں کا نام عموماً عناصر کے نام پر ہے اسی کو ہندوؤں میں عناصر پر مبنی پید ہوئی۔ ہندوؤں کے نئے علم کلام نے جو اس زمانے میں لکھا گیا۔ ان عناصر کو خدا کے اسماء صفاتی قرار دیا ہے مثلاً رگ وید آگ (اگنی الکی ہی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ اسی عنصر کو ہر ستائن کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ گل قدیمی تغاسیر وید میں اگنی سے مراد آگ لے گئی ہے لیکن آریہ سماجی علم کلام میں وہ خدا کا ایک صفاتی نام ہے میں یہاں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ کہ لفظ اگنی سے وہ یہ میں کیا مراد ہے۔ یہ مسلم ہے کہ جس قدر نام بھی وید نے بتشریح آریہ سماج خداوند کے تجویز کئے ہیں۔ وہ غیر اللہ پر بھی آسکتے ہیں۔ جیسے قرآن کے صفاتی نام بھی انسان پر آسکتے ہیں۔ یہی حال سکھ لٹرچر کا ہے۔ بلوگل مذاہب کی کتب میں سے صرف قرآن کریم کو خصوصییت حاصل ہے کہ اس نے خدا کا ذاتی نام

اللہ

وہ تجویز کیا ہے۔ جو اس ذات بزرگے سوا کسی غیر اللہ پر احتمال نہیں ہوا۔ جسے کہ بشت نبوی سے پہلے ہی ایام جاہلیت میں بھی اللہ کا نام صرف خدا کے لئے ہی وضع ہوا۔ اب میں ذیل میں قرآن کے شہا کردہ صفات آیت کو لکھ دیتا ہوں جو حسب ذیل ہیں۔

الرافع (بلند کرنا والا)
 المعزّ (عزت دینے والا)
 المذل (نیچا دکھانے والا)
 السميع (بہت سُننے والا)
 البصير (بہت دیکھنے والا)
 الحکم (حکم والا)
 العدل (الصفاء والا)
 اللطيف (باریک اور پوشیدہ باتیں جاننے والا)
 الخبير (ہر ایک چیز سے خبردار)
 الحليم (بُرد بار)
 العظيم (بلند بالا)
 الغفور (مغفرت والا)
 الشکور (بہت قدر دان)
 العلی (بڑا بزرگ)
 الکبير (بہت بڑا)
 الحفیظ (نقصان سے بچانے والا)
 المقیت (قوت دینے والا)
 الحسیب (حساب لینے والا)
 المجلیل (شان و شکوہ)
 الکريم (بخشش والا)
 الرقیب (محافظ)
 المجیب (جواب دینے والا)
 الواسع (وسعت والا)

اویب (پیدا کرنا والا پرورش کرنا والا وغیرہ وغیرہ)
 المحکم (مکمل محبت و بخشش کرنا والا)
 الرحیم (عمل کے عوض میں بہت رحمت کرنا والا)
 الملک (بادشاہ یا حکمران)
 القدوس (خطا و نقص سے پاک)
 السلام (سلامتی والا)
 المؤمن (امن قائم کرنا والا)
 المہین (سب کی حفاظت کرتے والا)
 العزيز (سب پر غالب)
 الجبار (اپنی مشاؤ پر دوسروں کو چلائی والا)
 المتکبر (کبریائی کرنا والا)
 الخالق (پسید اکتدہ)
 الباری (موجود و وجود میں لانی والا)
 المصور (نقش باندھنے والا)
 الغفار (پردہ پوش)
 القهار (غالب آئی والا)
 الوهاب (بہت بخشش کرنا والا)
 الرزاق (رزق دینے والا)
 الفتاح (کھولنے والا)
 العليم (بہت جاننے والا)
 القابض (چیزوں کے پکڑنے والا)
 الباسط (چیزوں کے کھولنے والا)
 المتواضع (پست کرنا والا)

المحکمین (جو محنت و کوشش میں پُر کمال تھے)	المقتدر (اقتدار والا)
المجید (اپنی ذات اور کامیابی میں ممتاز)	المقدم (سب سے پہلا)
الباعث (مردوں کو بلانے والا)	المؤخر (آخرت والا)
الشہید (حاضر موجود)	المؤول (سب سے پہلا)
الحق (ثابت سب صفاتوں سے)	الآخر (سب سے پچھلا)
الوکیل (کام بنانے والا)	الظاهر (آشکارا)
القوی (زور والا)	الباطن (چھپا ہوا)
المتین (بہت جڑی طاقت والا)	البر (احسان کرنے والا)
الولی (حمایت کرنے والا)	التواب (رحمت کا عود کرنے والا)
الحمید (خوبیوں والا)	المنتقم (بدل لینے والا)
المحصی (ہر چیز شمار کرنے والا)	العفو (دغذرا کرنے والا)
المبدئ (پہلی بار پیدا کرنے والا)	الرزق (زندگی کرنے والا)
المعید (دوسری بار پیدا کرنے والا)	مالک الملک (مالک سلطنت کا)
المحی (زندہ کرنے والا)	ذوالجلال و الاکرام (شان و شکوہ والا)
الممیت (ماتے والا)	الوالی (سب کا مالک)
الحی (زندہ رہنے والا)	المتعالی (بزرگ مخلوق کی صفات سے)
القیوم (سب کا تقاضہ کرنے والا)	المقسط (عدل کرنے والا)
الواحد (ہر چیز کا پائے والا)	الجامع (اکٹھا کرنے والا)
الماجد (بزرگی والا)	الغنی (بے پرواہ)
الواحد (ایک)	المغنی (بے پرواہ کرنے والا)
الصمد (بے نیاز)	المعطي (عطا کرنے والا)
القادر (قدرت والا)	المالغ (دروسنے والا)
	الضار (ضرر پہنچانے والا)

النافع (نفع دینے والا)	الباقی (باقی رہنے والا)
المسنون (روشن)	المورث (سب کا وارث)
الهادی (ہدایت کرنی والا)	الرشید (بھل راہ بتانے والا)
البدیع (نئی طرح پیدا کرنی والا)	الصبور (بہت صبر کرنے والا)

ان ناموں سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ ہی نام خدا تعالیٰ کی کل صفات پر حاوی خدا کی صفات میں تو اور بہت سے نام درج ہو سکتے ہیں۔ جو افعال الہیہ مندرجہ قرآن سے اخذ ہو سکتے ہیں مگر وہ ذات پاک تو ایک ذات لامتناہی ہر شے کی کل صفات تو اسماء مذکورہ میں محدود نہیں ہو سکتی۔ وہ تو ہمارے دہم و گمان سے بھی ارفع ہیں۔ البتہ یہ وہ صفات ہیں جو انسان کے عقل و تصور میں آ سکتے ہیں۔ یا قرآن کریم نے یہاں ان ہی صفات کا ذکر کیا ہے جن سے ایک انسان کامل امکا نامُتصِف ہو سکتا ہے۔ یہ جو ہر مذہب نے بالعموم بیان کیا ہے کہ انسان خدا کی تصویر پر ہے۔ اس کو انسان کی شکل و صورت تو مراد نہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ انسان میں بعض حقائق الہیہ سے متعلق ہونے کی استعداد رکھی گئی ہے۔ جس کا نام انسانیت ہے۔ وہ مجموعہ اخلاق پر اور بڑے مننیم قرآن وہ بھی (الکسوف) نام میں جن کے مصداق ہو کر وہ خدا کی تصویر بن جاتا ہے۔

اس موقع پر میں اس اعتراض کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ جو بعض فضلاء نے بدھ مذہب سے اور دہریت منش دیگر حکمرانوں نے عموماً خدا پرستوں پر اور بالخصوص تعلیم قرآن پر اس معاملہ میں کیا ہے کہ ہم خدا کی ذات کے متعلق تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ جو کچھ بھی اس امر میں ہمارا علم ہے۔ وہ چند مقبولہ صفات خداوندی تک محدود ہوتا ہے۔ لہذا اخلاق خدا تعالیٰ کا نقشہ انسان نے اپنے اخلاق پر تجویز کیا ہے یعنی انسان خدا کی تصویر پر نہیں بنایا گیا۔ بلکہ انسان نے خدا کو اپنی تصویر پر بنایا ہے۔ یہ اعتراض وزنی نظر آتا ہے لیکن اس مشکل اور لائیکل سوال کو آج صحیفہ قدرت کے مطالعہ سے حل کر دیا صحیفہ قدرت کی کار فرما میں میں ایسے حقائق و آداب نظر آتے ہیں۔ جو انسان کے اخلاق و آداب کی مثال ہیں۔ مثلاً رحمت شفیقت۔ عقل۔ ارادہ۔ پاکیزگی۔ انتظام۔ الخ وغیرہ وغیرہ چیزیں وہی ہیں جو انسانی صفت میں شامل ہیں۔ خود عارف باللہ بدھ نے بھی تسلیم کیا ہے۔

کہ کائنات میں تین چار باتیں تو مختصر صورت میں نظر آتی ہیں یعنی ذاتی شخصیت۔ رحمت۔
 وغیرہ وغیرہ اب حقیقت تو انسانی صفات ہیں لہذا ان حالات میں فیصلہ کن امر یہ ہوگا کہ کائنات انسان پر پہلے
 انسان کا ثناء ہے پسیدہ ہوا۔ یہ امر بدیہہ ہے۔ کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ وہ انسان کی
 پیدا نش سے لاکھوں برس پہلے موجود تھے۔ اور جن آداب و حقائق کائنات کا وہ پہلے پیدا کیا
 ہے۔ وہ بھی کائنات کے ساتھ ساتھ موجود تھے۔ اور یہ اخلاق و آداب خدا پرستوں کے نزدیک اس
 ذات بہتر سے ہیں۔ جسے ہم خالق کائنات کہتے ہیں۔ حضرت بُدھ کے گئے ہوئے تین چار حقائق
 کے سوا اگر قرآن کے دئیے ہوئے ایک سو ناموں پر غور کیا جائے تو ان میں ایک بھی ایسی صفت نظر نہیں آتی
 جس کا ظہور کائنات میں نہ ہو۔ گویا یہ سارے کے سارے صفات خود کائنات کے ہیں۔ اب اگر کائنات
 خالق کائنات کا آئینہ ہے۔ تو یہ ایک سو صفات اسی خالق کے سمجھے جائینگے۔ جو انسان کے وجود میں
 آئیے بہت پہلے موجود تھے۔ مذاطلہ فطرت نے ایک دلیل قاطع کے ساتھ ثابت کر دیا۔ کہ صفات
 اللہ تعالیٰ انسان کے تجویز کردہ نہیں۔ یعنی بُدھ کے صفات کو رہ بالا انسان نے خدا نہیں بنایا۔ بلکہ خدا نے
 ہی انسان کو اپنی تصویر پر بنایا ہے۔

اگر خدا کے صفات کو انسان نے ہی اپنے اخلاق کے مطابق تجویز کیا ہوتا تو ضرور تھا۔ کہ خدا ان کے
 کے صفات مندرجہ میں وہ صفات نہ گئے جتنے جو عملاً نہ اتالی کی ذات سے تو ظاہر ہوتے ہیں لیکن ان پر
 شلک اس کاغذ والہ نظم ہوتا۔ اُس کا سورج کو مشرق سے مغرب کو لیجنا وغیرہ وغیرہ۔ پھر سب سے بڑی بات یہ
 کہ اخلاق خود ہندی کی فہرست میں انسان اپنے اخلاق و میر کو بھی شامل کر دیتا ہے چنانچہ ایک قسٹاس
 ایسا ہی کیا۔ قبل از جناب مسیح علیہ السلام روم اور یونان پر ایک زمانہ گذرا۔ جسے کہ داستان ہما مذہب
 اصنام سے نظر آتا ہے۔ جب ان دو ممالک کی حتمی حالت ایسی ہی ناگفتہ بہ تھی جیسی کہ ہندوستان میں
 قبل از آغاز بُدھ مذہب اور ہر وقت خاتمہ بُدھ مذہب تھی۔ چنانچہ اُس وقت کے مجبوروں کے اخلاق
 میں جو ہندی یونان اور رومیوں نے اپنے اخلاق کے مطابق تجویز کئے۔ حمایت ہی نہ تھی۔
 اور وہیں۔ دیوتا آسمان کو نازل ہوتے ہیں۔ اور انسانی لباس میں دوسروں کی عورتوں کے ساتھ۔
 عشق و عاشقہ کے جھگڑاؤں میں پڑتے ہیں۔ کوئی انسانی بری ایسی نظر نہیں آتی۔ جو ان میں نہ ہو۔
 ہاں اس کو یہ تو پایا جاتا ہے۔ کہ الہام الہی کے مذہب نے پر انسان اپنے مجبوروں کو اپنے اخلاق سے

کس طرح مستحقِ کرد و مقابہ ہے۔ لیکن اس کو یہ لازم نہیں آتا۔ کہ جہاں کہیں اخلاقِ خداوندی تسلیم کئے گئے ہوں۔ وہ بالضرور انسان کے ہی اخلاق ہوں۔ میں نے ابھی بالشرع دکھلایا ہے۔ کہ کائنات میں بعض اخلاقی کاظمہ ہو رہا ہے۔ جن کو خالق کائنات کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔ اور چونکہ کائنات نسلِ انسانی کے وجود میں آنے سے بہت پہلے موجود تھی۔ اور یہ اخلاق اس وقت بھی کام کر رہے تھے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اخلاقی کائنات کا مجوز انسان ہی ہے۔ سو جیسے کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اخلاقی خداوندی کا فیصلہ صحیحہ کائنات سے ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جن اخلاقی ائمہ کا حوالہ قرآن کریم دیتا ہے۔ وہ مکمل کے مکمل خالق کائنات کے اخلاق نظر آتے ہیں۔ یعنی اُن کے ثبوت میں کائنات کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ان اخلاق کا نام اسماءِ حسنی رکھ کے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ کہ اگرچہ یہ اخلاق تو بالضرور وہی ہیں۔ جن سے کوئی انسان بھی متعلق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اُسکے منقولِ منہ ہیں۔ ممکن اسماءِ پاک میں اُن بد اخلاقیوں کا اشارہ یا شاہدہ تک بھی نظر نہ آتا۔ جو انسان میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا اگر اُن کی تجویز انسانی اخلاق پر ہوتی۔ تو ضرور بعض انسانی کمالِ عقلا میں آجاتی ہیں۔ جیسے کہ ہندی رومی یونانیوں نے کیا۔ یہ امر تو ظاہر ہے۔ کہ ہماری عقلِ نفس اُس وقت ہوگی۔ جب ہم اُسے طبیعی جذباتِ اخلاقِ فاضلہ کی صورت اختیار کر لیں گے۔ اب اگر ان اسماءِ حسنی کو ایک قالب سمجھ کر ہم اُن میں اپنے جذباتِ طبیعی کو ڈھالیں تو ہم میں بالیقین اُمتِ اسلامیہ اخلاقیات۔ روحانیات۔ اقتصادیات و معاشراتِ سیاسیہ وغیرہ کے اس قسم کے جواہر پیدا ہو جائیں گے۔ جو ہمیں ہر شعبہ زندگی میں کامیاب کر دیں گے۔ انسانی تہذیب کے کسی زاویہ نگاہ کو انھیں دیکھا جائے۔ انسانی اخلاق و آداب کے بہترین مطلعِ نظری اسماءِ حسنی نظر آئیں گے۔ اور اگر یہ صورت ہے۔ اور بالضرور ہے۔ تو انسانی تمدنِ تہذیب کی تعمیر کے لئے جو احسان قرآن کریم نے ہم پر کیا۔ اُنکی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اول تو ہمارے لئے یہ رہنما کا قالب رکھ دے۔ اور پھر ہمیں وہ مکمل کے مکمل طریق بالشرع تعلیم کئے جن کو ہم اپنے جذباتِ طبیعی کو ان میں ڈھال کر بہترین تہذیب پیدا کر لیں۔

باقی احوالِ تہذیب و تمدن کا بالتفصیل ذکر تو اپنے محل و موقع پر آئیگا۔ لیکن۔ یہاں میں ان اسماء کی روشنی میں مختلف مذاہب کی بعض آیات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ان آیات مختلفہ کا محمد

وہ ہی انسانی تمثیل و تصویر ہے۔ جو صفت ربانی کے متعلق انسان نے الہام الہی کے تحت اپنے خیال کے
نور سے عجیب کر لیا ہے *

ہر مذہب کی اکیات کی جزو اعظم صفت الٰہیہ ہوتے ہیں۔ دراصل ہمارے عقاید ہماری محال
حسے کی ہماری رمیات کا شیعہ اور سرچشمہ یہ ہی صفات ہوتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں
وہ کسی یقین کی بناء پر ہوتا ہے۔ ہم ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالتے۔ جب تک یہ یقین وہو
کہ یہ لفظ ہمارے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ اور وہ مفہوم سننے والے کے دل و دماغ میں جاگزیں ہوتا ہے۔
ہمارے ہر قول و فعل کا محرک اس قسم کے کسی کسی یقین پر ہوتا ہے۔ نہ ہی اصطلاح میں اس قسم کے
یقین کا نام عقیدہ رکھا گیا ہے۔ اور ان عقاید کی بنیاد کوئی نہ کوئی صفت الٰہیہ ہوتی ہے۔ مثلاً
عیسائی عقیدہ خدا کی اس صفت کے پیدائش پر ہے۔ کہ اس کا فضل بدل لئے بغیر ظاہر نہیں ہوتا۔ انسانی گناہ
سزا کو چاہتا تھا۔ اور جس فضل نے انسان کو اس سزا سے بچا تھا۔ وہ بدل میں قیمت گناہ کو مانگتا
تھا۔ اور وہ قیمت اگر جناب مسیح نے ادا کی۔ بالمقابل اگر خدا کی صفت میں عیسائی رحمان کو دخل کر دیتے
تو جس صفت عالیہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ خدا کا فضل۔ اس کا رحم۔ اس کی بخشش بلا بدل ہو سکتی ہے۔ تو پھر
گناہ کی قیمت دینی پڑتی۔ اور نہ کسی کفر کی ضرورت پڑتی۔ اسی طرح ہر مذہب کا عقیدہ کسی نہ کسی
ایسی صفت الٰہیہ کے متعلق ہے۔ جو اس مذہب کے خدا کے متعلق تسلیم کر لیا ہے۔ جیسے کہ میں آگے چل کر
بیان کروں گا۔

اس طرح الٰہیات میں ہمارے کل معتقدات اور اعمال مذہبی آشال ہوتے ہیں۔ اب اگر الٰہیت
مذہبیت کا پرغور کیا جائے۔ تو تین قسموں پر تقسیم نظر آتی ہیں (۱) الٰہیات الہامیہ
(۲) الٰہیات طبعیہ (۳) الٰہیات ادعائیہ۔ جن الٰہیات کی بنا کوئی مقبول رکھتا ہے۔
الہام جو ان الٰہیات الہامیہ کہتے ہیں۔ اور جن صفات الٰہیہ کا علم مطالعہ فطرت کے حاصل ہو۔ اسے
الٰہیات طبعیہ کہتے ہیں۔ تیسری قسم کا نام ہزبان انگریزی ڈاک میٹک ہے (Dogmatic)
جس کا عربی میں نے ادعائی تجویز کیا ہے۔ گو یہ لفظ انگریزی لفظ کے مفہوم کو پورے طور پر ادا نہیں کرتا۔
اس لئے کہ قرآن مجید تعالے کے وہ آداب و امتیاز ہیں جن کا نبوت نہ تو الہام الٰہی میں ہے۔ اور ان کا
پتہ کائنات میں نظر آتا ہے۔ بلکہ بانٹے مذہب کے بعد بعض مسلمین مذہب نے انھیں تجویز کیا۔ یہ باتیں عقل و

منطق کے معیار پر غواہ چڑھی اتر سکیں۔ یا اسکے بالعکس ہوں۔ لیکن ایک پیرو قدس کے لئے کافراں
 ضروری ہوتا ہے۔ دوسری طرف مشکل یہ آن پڑی کہ جو آسمان و اہامیہ ہیں انہیں ہی وقت بھی ایک ہی
 کے بعض مجوزہ اصولی عقاید دوسرے مذہب والوں سے بالکل مخالفت پک جاتے ہیں۔ مگر ان مذہب
 کا سرچشمہ الہام ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن مرور ایام نے کتب الہامیہ کو محض و مبدل کر دیا ہے۔ اس طرح
 ان میں قسم کی اہمیت میں ایک اختلاف عظیم موجود ہے۔ لیکن اس علم و روشنی کے زمانے میں ان کے
 متعلق کسی صحیح نتیجے پر ہمارا مشکل نہیں۔ جس اہمیت کو ہم آسمان طبعیہ کہتے ہیں وہی اس امر
 میں ہمارے فیصلہ کن ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے انہیں خدا تعالیٰ کے آئینے یعنی کائنات سے
 اخذ کیا ہے۔ اس لئے جس مذہب کی آسمان کی تصدیق صحیفہ کائنات سے ہو وہی صحیح ہے۔ اس معیار کو
 ماتھے میں لے کر میں یہاں ان بڑے بڑے عقاید کا ذکر کرتا ہوں۔ جنہوں نے ایک مذہب کی تعلیم
 کو دوسرے مذہب کی تعلیم کو جہاد کر رکھا ہے۔ اب اگر ان متضاد عقاید پر غور کیا جائے۔ تو ان کے
 ذمہ دار بھی جیسے کہ اوپر لکھا گیا صفت آسمانی ہی نظر آتے ہیں۔ یوں تو ہم سب کا خدا ایک ہی ہے
 اور اس امر کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جن صفات سے متصف خدا کو ایک مذہب نے ہمارے دوسرے مذہب
 کی تعلیم اس کے بالعکس ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کو واحد لا شریک تسلیم کرنے میں دوسری طرف کسی صحابہ اہمیت
 میں صحیح اور روح القدس کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان فرض یہ سارے کا سارا اسماء آسمیہ کے متعلق ہے
 قرآن کریم نے اس حقیقت کو اس طرح ظاہر کیا ہے :

سب سے پہلے میں عیسائیت کے عقاید مخصوصہ کا ذکر کرتا ہوں۔ فرمایا۔ اتحاد لونہی فی
 اسماء ستیتموھا اذتم و ابابوکم ما نزل اللہ بھا من سلطان۔
 سورہ اعراف آیت ۱۹۹۔ ترجمہ کیا تم میرے ساتھ ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے
 اور تمہارے باپ دادوں نے خود رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔
 یعنی کیا تم مجھ سے ان اسماء آسمیہ کے متعلق جھگڑا کرتے ہو۔ جو تم نے یا تمہارے باپ دادا
 نے جو کر لئے ہیں۔ ان کے صحت کی دلیل تو تمہارے پاس کوئی نہیں۔ جو خدا کی طرف سے ہو
 ان مقدس الفاظ نے بھی یہی فرمایا کہ جب قدرتی عقاید میں تنازعات ہیں۔ اس کی ذمہ دار وہ
 صفات یا اسماء آسمیہ ہیں جو مختلف مذاہب نے جوڑ کر رکھے ہیں۔ اور ان ہی صفات کی بناء پر ہی

عقائد مختلفہ تجویز ہو چکے ہیں۔ سوکل کا کل مُبادلہ صفتِ اَلتَّیْبِہِ پر اُتھیلو کی سب قرآنِ کریم کتاب ہے کہ یہ صفت تو انسان نے خود تجویز کر لئے ہیں۔ اُن کے متعلق خُدا کی طرف سے تو کوئی الہام نازل نہیں ہوا +

اب مشکل یہ آگے چڑھی ہے کہ اس اختلاف کے ہونے پر بھی ہر ایک مذہب کا دعویٰ یہی ہے کہ اُن کے عقاید کی بنا الہام ہے۔ حالانکہ یہ امر بھی آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ یہ اختلافی باتیں اُن کے مقبولہ الہام میں بھی ہیں۔ مثلاً مذہبِ کلیسیاء نے جو عقاید خاصہ تجویز کر رکھے ہیں۔ اُن کی تائید میں جنابِ مسیح کا تو ایک لفظ تک موجود نہیں لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ قدیم مسیحی راہبوں نے جو صحیح القدس سے معذور ہو کر یہ عفتِ اید تجویز کئے۔ اس لئے وہ ہی الہامی ہیں۔ اسی طرح دیگر مذہب کے مسائل مختلفہ مثلاً مادہ کی قدامت یا تناسخ وغیرہ کا ثبوت کہیں وید سے نہیں ملتا۔ یوں کھینچاں کہ چرچا نہ ہو کر لے بہر حال اس تنازع کا تصفیہ اسی طریق پر ہو سکتا ہے۔ جس کی طرف قرآنی آیت اشارہ کرتی ہے یعنی اگر تو یہ عفت یا مادہ صفت جو ان عقاید کی بناء ہیں۔ کسی ایسی بات کا ثابت ہو سکے۔ جو خُدا کی طرف سے نازل نہیں ہو تو تو صحیح ہیں۔ والا وہ صحیح نہیں۔ اب خُدا کی طرف سے دو ہی باتیں نازل ہوئی ہیں۔ اول اُس کا کلام۔ دوم اُس کا کام جن کا اُئینہ کائنات ہے۔ الہام کے متعلق تو خود تنازعہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ کونسا الہامات مختلفہ میں صحیح ہے۔ لہذا ان عقائد مختلفہ کا فیصلہ کائنات ہی کر سکتی ہے۔ یعنی دیکھنا یہ ہو گا کہ کس مذہب کے مجوزہ صفتِ اَلتَّیْبِہِ کائنات کی صفتوں کے مطابق ہیں۔ قرآنِ کریم نے چہ بڑا کمال کیا ہے۔ کہ بڑے سے بڑے مسائل کا حل ان اسماء پاک میں رکھ دیا ہے۔ ان اسماء کے معنی پر غور کرتے ہی ہر گلِ دقتیں حل ہو جاتی ہیں۔ یعنی ان مختصر سے مقدس الفاظ میں وہ گل کے گل دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جو کسی صداقت یا حقیقت کے مبرہن کرنے کے لئے ضروری ہوں۔ جیسے کہ تصریحات ذیل کو نظر آئیگا +

ہستی باری تعالیٰ

گلِ آسمانی کی مہنپاد خود خُدا کی ذات ہے۔ لیکن اُسی کی ہستی کے متعلق حنازع ہی۔ لہذا سب سے اول ہم ہستی باری تعالیٰ کو صحیفہ قدیمت کی امداد کو ثابت کرتا ہو گا۔ اس امر میں جس قدر وہ گلِ آسمانی کے مطالعہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ حریبا گل کے گل کتابِ معتدس نے چند اسماءِ اَلتَّیْبِہِ میں جمع کر دیئے ہیں

۱۔ اسماء مختلف ہیں۔

۲۔ الربوب - الرحمن (ہر ضرورت کے ذریعہ کے سبب ممتا کرنا والا) الرحیم (مخلوق کی کوشش پر نتائج مرتب کرنا والا) الخالق (مختلف چیزوں کی ترکیب سے نئی چیز پیدا کرنا والا) الباقی (عدم سے نمودار کرنا والا) البصیر (نئی چیز بنانا والا) المصور - الرزاق - العظیم (الحکیم) (ہر چیز کے لئے ایک خاص چیز اس طرح ہو جائے یا اس طرح پیدا ہو اسی کے معنی میں تضاد قدر آجاتے ہیں یعنی پہلے ارادہ ہوتا ہے۔ پھر اس ارادہ کی تشکیل کے لئے قوانین و ضوابط شکل وغیرہ تجویز پاتے ہیں۔ اُسے قدس کہتے ہیں۔ اسی کے ماتحت کسی چیز کے لئے جو ضروریات ہیں اُن کے اُن اندازوں کو بھی دیکھ لیا جاتا ہے کہ جن پر انھوں نے ترکیب پائی ہے۔ پھر اس صفت کے ماتحت وہ ارادہ پورا ہو جاتا ہے) (الحکیم - الباعث - الواجد) (ہر چیز کو جہاں ہو پالنے والا) الواحد یا الاحد - المالك الملك - المصادی (حقیقی راہ پر ڈال دینے والا) الحجاب (ہر ایک چیز میں جو نقصان کی چیز پیدا ہو جائے اس کی تلافی کرنا والا اور ہر چیز پر کبھی اُنھیں اپنی منشاء کے مطابق چلائے) (المحمیت) (ہلاک کرنے والا - مارنے والا) (الجامع المانع) (مگر بنظر غائر دیکھا جائے تو مذکورہ بالا اسماء مختلفہ الرب کی ہی مختلف شانیں ہیں ایسا ہی غلط رب کے ہذا بخود اس قدر وسیع معنی ہیں۔ کہ جن سائنس کے مختلف حیل و گدڑ کر آج دہریشن مجسم ہستی باری تعالیٰ کے قابل ہوئے ہیں۔ ان سب پر اسی لفظ کے معانی حاوی ہو جاتے ہیں۔ آج کو چند نسلیں پہلے عام حکم کا یہ خیال تھا۔ کہ یہ گل کی گل کائنات کسی تدبیر و ارادہ کا نتیجہ نہیں۔ اور یہ کسی قانون و ضابطہ کے ماتحت پیدا ہوئی ہے۔ ہوا و قدریعت اقدیرہ طور پر کسی حرکت کا باعث ہو گیا۔ اور اُنٹے اُٹھائے۔ جب طوف چاہا چل نکلا۔ جس کے یہ کائنات پیدا ہو گئی۔ اسی طرح کائنات کو فطرت کی غلطیوں کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔ صحیفہ قدرت میں جو بات انسانی فہم کے بالاتر نظر آئے۔ اُسے فطرت کی غلطی سمجھا گیا۔ اس ذہنیت دہریت کا زمانہ ایک مدت تک رہا۔ لیکن جس وقت مسلم علوم کا درخشاں مریز کو ملا۔ اور وہ کلیسوی سیمیت کے حکم سے آزاد ہوئے۔ تو اس نے

۳۔ الرحمن کے مختلف معنی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی دیتے گئے ہیں۔

۴۔ اذ اراد شیئاً ان یقول لکن فیکون۔

علمی شغل نے دو صدی بعد اُن کی توجہ اشیاء کائنات کو تسخیر کرنے اور اس کو اپنے لئے مفید بنانے کی طرف مائل ہو گئی۔ آخر علمی غور و فکر نے یہ بات ظاہر کر دی کہ کائنات کے خود بخود ہر ایک ایک قانونِ کائنات ہر ایک ہر ایک چیز انہی قوانین کے ماتحت اپنے تو اس کو ظاہر کرتی رہتی ہے اور جب تک اُن قوانین کے مطابق ہم عمل نہ کریں ہم اشیاءِ عالم کو مسخر نہیں کر سکتے۔ لفظ رب کے ایک معنی وہ دعواتِ پاک ہے جس پر ایک چیز کے متعلق قوانین تجویز کر کے انہیں قانون پر چلاتی ہے (قاموس) چنانچہ قرآن نے بھی رب کی تشبیہیں فہدیٰ فرمایا ہے۔ اس حقیقت کے ساتھ ہی محققین پر یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ کل کے کل قوانین ایک ہی قسم کے نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کے مخالف اور بالکل واقع ہوئے ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے سے جدا رہتے ہیں۔ مگر اس تضاد و اختلاف کے باوجود ان قوانین مختلفہ میرا ایک قسم کی ہم آہنگی بھی ہے۔ یعنی وہ ایک دوسرے سے مل کر کام کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کل کائنات میں فساد ہوتا۔ اس کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ اس فساد سے بچنے کیلئے کل کی کل کائنات اور اس کے قوانین ایک مقصد واحد کے ماتحت کام کریں۔ چنانچہ جرنی کے حکیم ہیکل نے اس حقیقت کا نام **ازم ازم** (اصولیت) رکھا ہے۔ جب سائنس اس نتیجہ پر پہنچی تو اس عقیدہ **ازم ازم** نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ چیزیں ان خود نہیں بنتی۔ بلکہ کسی تجویز اور ارادہ کے ماتحت وجود میں آتی ہیں جو ہدایت سے پہلے ہوتا۔ کیونکہ ہر ایک چیز کے ایک ہوا جزا ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک ہی طریق پر ایک ہی ضابطہ کے ماتحت ابداً لا باد سے چلی آئی ہیں جس ضابطہ میں کمی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس نظارہ نے یہ امر ثابت کر دیا کہ اس نظام کائنات کے ماتحت تجویز و ارادہ کام کر رہا ہے لیکن یہ تجویز ارادہ اپنی تکمیل کیلئے کئی ایک موڑ چھتا،

۱۔ سبح اسم ربك علیٰ۔ الذی خلق فسویٰ۔ والذی قدر فہدیٰ ترجمہ۔ اپنے رب اعلیٰ کی تسبیح کو جس نے چیزوں کو پیدا کیا۔ انہیں بارگیا۔ انکے حلق اعزاز نے تو زمین مقرر کے امدان پر انہیں چلایا (سرمد علی) ۲۔ المہمیت چیزوں کے بارے میں ۳۔ المانع ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا رکھنے والا ۴۔ اجماع مختلف چیزوں کو ملا دینے والا ۵۔ ولو کان فیہما الف ہلالا اللہ لہندتا (الانبیاء) ترجمہ۔ اگر زمین آسمان میں آسمان کے برابر مسجود ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہوجاتے ۶۔ خدا کی ایک صفت احد۔ یعنی اکیلا ۷۔ فلن تعبد لہنست اللہ تعبد یلا۔ تو خدا کے علاوہ تعبد یلا

نبا (یک)

یہ جو ہستی واحد ہے جو خیز فرمائی کر رہی ہو۔ اکی کامل حکومت ان تمام اشیاء پر جو حق کی ترکیب کا ثبات کی مختلف اشیاء بنتی ہیں۔ اور پھر وہ حکومت بھی اس قسم کی قائم ہو۔ حکومت ہو۔ کہ وہ ہر ایک چیز کو اپنی مشا کے مطابق چلائے۔ پھر اس طاقت و قوت کے علاوہ اس حق کا اتنا وسیع علم ہو۔ کہ وہ نہ صرف ان چیزوں کے خواہش کو ہی واقف ہو۔ بلکہ وہ بھی جانتا ہو کہ وہ چیزیں کہاں ہیں۔ اور جب وہ چاہے انہیں ان کی جگہ پر لائے۔ وہ ان چیزوں کو ملا کر شاید مطلوبہ پیدا کرے۔ پھر انہیں ہیں نہ پھر ملے بلکہ ان کو قائم رکھنے کیلئے ان کے مابین تاج پورا کرے۔ کائنات میں یہ تمام باتیں علمی نگاہ کو روز روشن کی طرح نظر آتی ہیں۔ اور چونکہ یہ سارا نظام ایک عقل بالغ کے ماتحت کام کر رہا ہے۔ اس کو صحت ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والی ایک واجب الوجود ہستی ہے +

یہ سارے حقائق جیسا کہ لکھا گیا البتہ کے سنوں میں آجاتے ہیں چنانچہ میں نے بعض توہم نے حاضری میں دیدیئے

ہیں۔ عمران رب باتوں میں بر افضل تین چیزیں کائنات میں کام کرتی ہیں۔ علم۔ قوت اور حکومت۔ اور پھر خود اس ہستی بزرگ کا ہمیشہ موجود اور زندہ رہنا۔ کیونکہ اگر معاذ اللہ اکی ذاتیں کوئی خلل واقع ہو۔ تو کل کے کل نظام میں خلل طاقت سلطنت و علم کی طرف ذیل کی مشہور آیت یعنی آیت الکرسی ذیل کی تعلیم فرماتی ہے +

اللہ لا اله الا هو لا یحیی ولا یموت لا تأخذه سنة ولا نوم وله ما فی السموات وما فی الارض ومن ذوالذی یشفع عنده لا یأثم ولا یغلل ولا یشفعون لا یغیظون لیس فی من علمہ الا بما شاء ومع کوسیه السموات والارض لا یؤده حفظہما وهو العلی العظیم + ترجمہ۔ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اور خالق عالم کا) سنبھالنے والا نہ اس کو اونگھ آتی ہو اور نہ سنبھالے۔ اسی کا ہر جو کچھ آسمانوں میں ہو اور جو کچھ زمین میں ہو۔ کون ہو جو اس کے اذن کے بغیر اکی جناب میں کسی کی مفاد میں کرے جو کچھ لوگوں کو پیش آ رہا ہو (اور وہ) اور جو کچھ ان کے پیچھے (پھر گراما) لے لیجئے الذی بیدار ملکوت کل مفعی ترجمہ۔ پاک ہے۔ وہ ذات ہے جس کے ہاتھ میں سب چیزوں کی حکومت ہے۔ لہ القہار (وہ العلیم (وہ الحکیم) چیزوں کے خواہش جانتے والا) لا احد الا بعد (وہ خالق) چیزوں کو ملا کر نئی چیزیں پیدا کرنے والا) لا القیوم (وہ الرزاق) لہ الحکیم +

اسکو صواب معلوم ہے۔ اور وہی انکی معلومات میں کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے بلکہ جتنی حد چاہیے۔ انکی گری (سلطنت) آسمان وزمین (سب) پر حاوی ہے۔ اور آسمان وزمین کی حفاظت اس پر (مطلق) گواہ نہیں۔ اور وہ (بڑا) عالیشان (اور) عظمت والا ہے +

اس موقع پر یہ کہنا ناموزوں نہ ہوگا۔ جیسے کہ جملہ میں نے آگے بھی اشارہ کیا ہے۔ کہ جس حقیقت عظیمہ کو دانیانِ زمانہ نے تو ایک لمبے تجربے و مشاہدہ اور ایک سر توڑ اکتشاف کے بعد اور ان دن کی سرگرم کوشش و دوینِ نسل میں دریافت کیا۔ لیکن ان کی کل علمی کاوشوں کے نتائج صاف اچے بین طریق پہان نہ کر سکا۔ بالآخر اسماء پاک میں نظر آئے ہیں۔ ان علمی تحقیق کا کوئی مرحلہ کونسا استنباط یا ہے جس کا قائم مقام کوئی نہ کوئی اسم پاک نہ ہو +

یہ نہیں سمجھ چکا ہوں۔ کہ حصولِ علم کے دو ہی طریق ہیں۔ یا انسانی جدوجہد یا خدا کا اہم اول الذکر کے لئے ایک لمبے وقت اور محنت کی ضرورت ہے۔ اور پھر یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ اُس کے نتائج ہمیشہ ہی صحیح ہوں۔ ایک نسل کسی نتیجہ پر آتی ہے۔ لیکن آئندہ نسلیں اس نتیجہ کو ترک کر دیتی ہیں۔ کیونکہ ان پر اس نتیجہ کی قطعی ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر سزاوار قسم کی بربادیاں اور نقصان ان غلط نتائج پر چلتے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تو مانتا ہوں۔ کہ ہمیں علمی تحقیق سے غافل نہ ہونا چاہئے ہمیشہ علمی مشاغل میں سرگرم رہنا چاہئے لیکن جس علم کا جائزہ از بس ضروری ہو۔ اور انسانی جدوجہد اجمالاً غلط راہ اختیار کر سکے تو یہ تو خدا کا رحم ہوگا۔ کہ ایسا علم انکی طرف سے آئے میرے اس نظریہ کی دلیل میں ہی مسئلہ ہستی یا باری تعالیٰ خوب غور سے دیکھ لیا جائے۔ کہ اسلام پہلے اور آتی بھی اسلام سوا ایک نہ جب کے بعض پیروں میں دہریہ اور تشکیک کا ظہور ہوتا رہا ہے لیکن مسلمانوں کا معدوم نامحدود دہریہ نظریہ نہیں آتے۔ انکی وجہ ظاہر ہے جس میں مسلمان نے قرآن شریف میں ان اسماء پاک کو خدا تعالیٰ کی صفات میں دیکھا۔ اور ایک عقوڈ سے غور کے بعد اسے ان تمام کی تشریح کا ثبات میں نظر

آگئی۔ تو وہ آسمانی کے ساتھ ہی نتیجہ محکم پر

قائم ہو گیا۔ جسے آج علمی دنیا نے

صدیوں بعد قبول کر لیا

قصہ قرآن

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

قصہ قرآن پر دو اعتراض ہوئے ہیں۔ اولاً یہ قصہ مکمل نہیں آتے۔ ثانیاً سب سے سب قریباً اسرائیلی ہیں۔ اسی کے ضمن میں جہالت نے یہ اعتراض کر دیا ہے۔ کہ ان قصہ کا ماخذ ہی توریت ہے۔ کیونکہ قصہ قرآن تو یہی قصہ کے جستہ جستہ ٹکڑے ہیں یہ قرض یہ نہیں سمجھتا۔ کہ اگر قرآن منجانب اللہ ہے۔ اور بالمقابل توریت میں اگر تحریف نہیں ہوئی۔ تو اگر قرآن کا نتیجہ والا حسب ضرورت کسی اسرائیلی واقعہ کا ذکر کرے۔ اور وہ توریت میں ہو تو بالقرآن دونوں جگہ ایک ہی بیان ہوگا۔ لیکن کوئی اُن سے پوچھے۔ کہ جس جگہ قرآن کریم نے توریت سے اختلاف کیا ہے۔ اور انکشافات زمانہ نے قرآن کی تصدیق کی۔ تو وہاں توریت اپنی موجودہ شکل میں خدا کی کتاب اور قرآن کی مادہ ثابت ہوگی۔ یا قرآن منجانب اللہ ٹھیکہ۔ ان کا اعتراض ایک لاشے امر ہے۔ اور چند اہل قابل التفات نہیں۔ ہاں پہلے دو اعتراض توجہ کے قابل ہیں +

یہ امر یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ایک تو قرآن کوئی مختص قوم کتاب نہیں۔ بلکہ کل انسانوں کی ہدایت کے لئے آئی ہے۔ اور پھر اس کا نزول کسی خاص زمانہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ نہ یہ کہ کسی قوم کی تاریخ ہے۔ توریت اسرائیلی قوم کے نزول و ترقی کی داستان ہے۔ اسی طرح وید ایک قوم کی مذہبی شعبار کو بتلاتا ہے۔ اگر قرآن صرف عرب کے لئے ہوتا تو شاید اس میں عربی قوم کی ایک کال تاریخ ہوتی۔ یہ یا میں کسی مختص قوم کی دلچسپی کا موجب ہو سکتی ہیں۔ دوسرے تو اس کا کیا تعلق ہوگا۔ ایسا ہی اگر کسی قوم یا خاندان کے بعض تفصیلی حالات کسی کتاب میں ہوں تو دوسروں کو اس کو کیا واسطہ بلکہ ایک زمانہ کے گزر جانے پر ہی قوم کی آئینہ الی نسلوں کو اس سے

کما فائدہ ہو گا۔ مثلاً تورات کی کتاب ایسے تھیں ایک فاحشہ پھڑی لڑکی کے حالات ہیں۔ اس کو دنیا کا
کیلا اور خود پھڑی قوم کی کوئی عورت یا صالح کا یہ کہانی موجب ہر گز نہ ہو۔ یہ باتیں تو اپنے اندر ایک ناول کا
رنگ رکھتی ہیں۔ تواریخی حالات انسان کیلئے ایک سبق ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں کے بہتہ جہت واقعات۔
باقی حالات تو وہی ہوتے ہیں۔ جو ایک فساد نگار بھی تخیلیں لاسکتا ہو۔ قرآن کریم نے جس طرح بعض
نظری امور کی تشبیہ میں قدرت کے منظر بطور مشاہدہ پیش کئے۔ اسی طرح خاص خاص امور کی تشریح میں تاریخی
یا عربی قوموں کے خاص خاص حالات کا ذکر کر دیا ہے۔ مثلاً دنیا کی ترقی و تفرق علی العموم انبیاء علیہم السلام
کی ذات سے وابستہ رہی ہے۔ ان لوگوں کے بطور پر قدرت پرست اُن کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ انہیں
مطلوع کی اذیتیں دیتے ہیں۔ اُن کے مٹانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے۔ حتیٰ کہ انبیاء کے ہمراہی بھی
چھوڑ دیتے ہیں۔ اصل ہار جیتے ہیں۔ حالانکہ یہ مقام صبر و استقامت کا ہوتا ہے۔ آخر کار انبیاء کامیاب ہو جاتے
ہیں۔ اور یقیناً ہوتے ہیں۔ اور اُن کے دشمن تباہ ہو جاتے ہیں۔ اس سبق کے پورے قرآن کریم نے اگر
بعض تاریخی واقعات مندرجہ تورات کا ذکر کیا۔ تو دنیا کو ایک اخلاقی سبق دیا۔ چنانچہ سورہ عرفات کی
مکمل کی گئی آیتیں انہیں امور کو بیان کرتی ہیں +

تایید بھی ان ہی امور کوں پر بھی جانی چاہئے۔ تاریخ کوئی ناول یا افسانہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ
قرآن کے اس اہم نے مسلمانوں میں فن تاریخ کا نقشہ ہی بدل دیا۔ اسلام کو پہلے کی تاریخیں
فساد سے زیادہ حقیقت نہیں کہتیں۔ ہاں تورات کسی قدر ہتھنالی حالت میں آگئی ہے۔ مسلم مؤرخین نے
فساد نگاری کو چھوڑ کر اپنی تصنیف و تالیف میں ہی آثار و اوقات ہی بیان کئے +

میسلم کو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مصائب آئے جس طرح وہ اپنی نوعیت میں نئے نظیر ہیں۔ ویسے
ہی اُن کے مقابل آپ کا صبر و استقامت بھی نئے مدلی ہے۔ آپ کی تکلیف کا سخت سے سخت زیادہ
آپ کی ہجرت پہلے کے چند سال تھے۔ اس زمانہ میں سورہ عرفات۔ سورہ یونس۔ سورہ ہود
سورہ یوسف۔ سورہ زمرہ۔ سورہ بقرہ۔ سورہ آل عمران۔ سورہ ابراہیم وغیرہ نازل ہوئیں۔ ان میں آدم کو چکر جناب سب سے پہلے نازل ہوا
مخالفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو جناب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اپنے وقت میں ہوئی۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض
کے منہ کو تین لاکھ خدا کی نصرت کہاں ہے۔ اور آخر میں وہ کامیاب ہوئے۔ قرآن نے اگلے حالات میں ان کے

آنحضرت کے صحابہ کی انتقامت کا سبق دیا۔ اور انہیں کو مقامِ عبرت سکھایا +
 آدم کو کھلے کر آج تک دو گروہ چلے آئے ہیں۔ ایک وہ جو خدا کی راہوں پر چلے اور دوسرے
 جو شیطان کے تابع رہے۔ آخر اللہ کو لوگ مغلوب ہوئے۔ چنانچہ قرآن کریم ہوسا کے مقابل فرعون
 اور ہامان کے مقابل نمرود کا ذکر کرتا ہے جو بعض جگہ انہوں نے شکرت اور باعروج قوموں کو عبرت لانے
 کے لئے قومِ ثمود و عاد وغیرہ کی شوکت اور انکی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے +
 قصص میں جو جنابیوسف کے واقعات خاص کر سبق آموز تھے جنابِ یوسف کو ہنایتِ طبع اور ظلم کے ساتھ آپکے بھائیوں نے
 تکلیف دی آپ بلا وطن ہوئے۔ پھر آخر کار آپکے بھائی ہی ذلیل و خوار ہو کر آپکے سامنے آئے معافی کے
 خواستگار ہوئے جس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا صلا تشریب علیکم الیوم (سورہ یوسف
 آیت ۹۲) (آج تمہارے بر خلاف کوئی سرزنش نہ ہوگی) جنابِ یوسف کی گونیم کی حالت اور پھر
 بعد میں سلطنتِ مصر تک عبرت انگیز واقعہ یہ کہ عین خطرناک مصائب کے وقت صحابہ کرام آنحضرت صلیم سے
 پوچھتے ہیں کہ آپ کو کب کامیابی ہوگی۔ اور یہ وہ وقت ہے۔ جب آپکے لئے یا آپکے ہمراہوں
 کیلئے کوئی صورتِ نجات نظر نہیں آتی۔ اس کے جواب میں صورتِ یوسف نازل ہوتی ہے۔ اور اس کی
 ساتویں آیت میں حکم ہوتا ہے کہ یوسف اور اسکے بھائیوں کے حالات میں ایسے سائلین کا جواب
 ہے۔ چنانچہ جنابِ یوسف کے ملتے جلتے حالات میں آنحضرت صلیم گزرے۔ یوسف کے بڑے چچا
 آپ کو کامیابی نصیب ہوئی۔ انہی کامیابیوں میں ایک دن وہ بھی آگیا کہ آپ منصور و مظفر ہو کر ملک
 میں جا رہے ہیں۔ آپکے جدی بھائی یوسف کے بھائیوں کی طرح عاجز و ناتوان حالت میں آپکے سامنے پیش ہوئے
 ہیں اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں آج تمہیں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں کو
 کہا یعنی صلا تشریب علیکم الیوم۔ چنانچہ اس دن ہر ایک کی زبان پر یہ آیت آگئی۔ اور وہ
 پیشینگوئی پوری ہوئی۔ ان فی یوسف و اخوتہ آیت للسائلین (یوسف اور اس کے
 بھائیوں میں سائلین کے لئے نشانات ہیں) +

علاوہ ازیں ان قصص کو بیان کر کے قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کی تطہیر و مائی پیغمبروں کے
 مخالفین کو خیر و برکتی سوز و آں کے مخالفین نے ان پاک لوگوں کے متعلق منزلِ شان باتیں بیان
 کیں مثلاً اسی ملک میں ہر ایک نے اپنے نے جنابِ کریم جیسے پاک انسان کے متعلق گندے سے گندے

قصے تراشے اسرائیلیوں نے عموماً عناد کی بعض باتیں تو ریت میں بڑھادیں۔ چنانچہ داؤد ایک معمولی سپاہی کی حیثیت پر جل کر بادشاہ ہو گئے۔ خدا کے نبی ہوئے پھر حضرت سلیمان تو بہرمنوں میں خلیفۃ اللہ تھے۔ خاندانی و معاصر عناد نے بعض علماء یہود کو ان کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ جناب داؤد پر تو زنا کا الزام دیا مثلاً آج انگریز مصنفوں نے مغلیہ راج جیسی ہر دل عزیز اور کامیاب سلطنت کو مٹھون کرنے کیلئے منبرل فرما کر داؤد پر جلے کئے۔ چنانچہ جہانگیر کو نور جہاں کا شیفتہ بنا کر بھڑکھا دیا۔ کہ اُس نے نور جہاں کے خاوند علی قلیں کو قتل کرانے کیلئے بنگال کی مہم پر بھیج دیا۔ ویسا ہی جھوٹا قصہ جناب داؤد کے متعلق تراشہ گیا انھیں اور یہ کہ بی بی کا عاشق ظاہر کیا پھر یہ لکھا گیا کہ آکھنے کے مشورہ اور یہ کہ ایک جنگ پر بھیج دیا۔ اور اس طرح اپنے مقصد بد میں کامیاب ہوئے۔

معاذ اللہ من هذا لمقوات۔ سفر یروشلم میں مجھے یہودیوں نے وہ مکان تک دکھلایا جہاں سے جناب داؤد نے کھڑے ہو کر اور یہ کہ بی بی کو تنگی نہاتے ہوئے دیکھا۔ آپ کے بعد جناب سلیمان کی شان و شوکت نے تو بالآخر وحسد کو بھڑکایا۔ ان کی توریت کی بیان کردہ زندگی کو دیکھ کر ایک میاش بادشاہ کی زندگی سامنے آجاتی ہے۔ پھر ملا مسیا کے اقوات اور آپ کی تصنیف میں سے غزل غزلات دیکھ کر انسان متحیر ہو جاتا ہے۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف سے ہدایت دینے آئے ہیں۔ یہی طحیہودیوں کو اہونی وغیرہ قوموں سے ہمیشہ مخالفت رہی۔ چونکہ اہونی وغیرہ اپنی نسب کو بھی بہت دور تک پہنچاتے تھے۔ جناب لوط کی دو بیٹیوں کو پاتے جسدا میں سربیان کرتے تھے۔ یہودی مصنفین نے آپ کے اس فرکو کوڑنے کیلئے یہ بیان کیا۔ کہ جب لوط علیہ السلام کی لڑکیاں جوان ہو گئیں۔ تو انھوں نے خدا پر جانی کر منسوب ہو کر اپنے باپ کو شراب میں مہرہن کیا۔ حالت نشہ میں اپنے باپ سے سیاہ کاری کی جس سے وہ دونوں حاملہ ہو گئیں۔ اور ان کے ولولہ ناشیچے ان قوموں کے ابا و اجداد ٹھہرے۔

اسی طرح کسی مصلحت سے جناب ابراہیم اور جناب یوسف پر دروغ گوئی کا الزام دیا گیا۔ جناب یوحنا اور آپ کی والدہ پر آپ کی ولادت کے متعلق خطرناک حکم کیا۔ الزم ہر صاحب پر کوئی نہ کوئی الزام رکھا۔ یہودیوں کے بعد جب ان کے شاگرد عیسائی پیدا ہوئے۔ جو انھوں نے یوحنا کی الوہیت کے لئے یہ غائب کرنا ضروری سمجھا کہ آپ کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں۔ حقیقۃً کہ انبیاء کو بھی گناہ معصوم رکھا۔ اس پر بڑھ کر کل نسل انسانی کو گناہ زادہ قرار دیا۔ ملاحظہ مناب مسیح کے عمل کو مستحکم عمل کہہ۔

گو یا باقی ہر ایک نبی آدم محل عصیاں کو سپرد اٹھوا۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ سب الزامات بہتان و افتراء تھے۔ پہلے خدا کی کتاب یعنی قرآن کا فرض تھا کہ گویا کے صالحین کو ان الزامات کے پاک کرے۔ ان نادان عیسائیوں سے کوئی دریافت کرے۔ کہ اگر انبیاء کے گناہ کا ٹھیکر نے میں اسرائیلی وقتانے نگارہ کسے ہیں۔ تو پھر وہ بھی جناب مسیح کی ولادت پر حیرت کھتے ہیں۔ اُس قصہ کو کیوں تسلیم نہ کیا جائے؟

الغرض سب سے اول تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرما کر ہر انسان کا بچہ ولادت کے وقت گناہ سے پاک ہوتا ہے، عیسائی اعتراض کی تردید فرمادی۔ جو انھوں نے کل نسل انسانی پر کیا تھا۔ پھر قرآن کریم میں ان بھوٹے قصوں میں کسی کی توثیق نہ کر دی۔ اور کسی نبی کی شان میں ایسے الفاظ فرمائے کہ جو ان الزامات کے دفعیہ کیلئے کافی ہوں۔ جناب یسوعؑ اور یوسفؑ کو صادق نہیں بلکہ صدیق کہا۔ صادق کے معنی بھی سچ بولنے والا ہے ہیں لیکن اُس سے اس کے کئی خاص کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ یعنی وہ اس بات میں پتلا ہے۔ ممکن ہر ایسے کسی اور وقت بھوٹ بولا ہو لیکن صدیق کو وہ شخص محراب ہے جس کی فطرت میں راستی اور نیکی ہو۔ جناب کریم کو کسی کو صدیقہ کہا۔ کہ وہ یہودیوں کے الزامات سے پاک تھی۔ مسیح کو الزام ولادت کے باعث اگر یہودی روح شیطان یا کلمہ شیطان کہتے تھے۔ تو ایک طوط قرآن نے آپ کا نام روح اللہ اور کلمہ اللہ رکھا۔ دوسری طوط آنحضرتؐ نے فرمادیا۔ کہ انھیں اور ان کی ماں کو تو شیطان نے چھوا تک نہیں۔ جناب لوط کو مطہر انسان کہا۔ پھر کل انبیاء علیہم السلام کو صالحین بیان کیا۔ جناب سلیمان کا اور ملکہ کا واقعہ بیان کیا جس کو ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کس قدر حق تعالیٰ سے۔ اور کس عقل مندی اور راستی کو اپنے کلمہ موصوف کو تسلیم کیا۔ ان امور کیلئے بھی ضروری تھا۔ کہ توریت کے قصص میں سے بعض حالات کا بیان ہو۔ ان قصص کے بیان کرنے کی ایک یہ بھی غرض تھی۔ کہ نیکی اور ہدایت کے موقع پر محل بتلائے جائیں جو لوں تو بدی کو بچنے کا نام لیں۔ لیکن نبیؐ کو بچنا صرف اس چیز کا نام نہیں کہ انسان کو بدی کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔ یا قدرت اس کا نام نہیں کہ انسان پر وہ حالات ہی وارد نہ ہوں۔ کہ جن کے ماتحت ایک انسان راستبازی چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہی مشابہتیں۔ کہ جناب مسیح ایک معصوم انسان تھے۔ لیکن بعض حقائق کے متعلق وہ آدم و اہل بیتؑ نہیں ڈالے گئے۔ جناب یوسفؑ اور عورت کا ذکر اسلئے کیا گیا۔ کہ صحیح تقویٰ نے کی حقیقت نظر آئے یہ صرف ایک گھر میں ہیں جہاں انکی ہر طرح عزت ہوتی ہے۔ وہ زمانہ بھی کم و بیش نبیوں کا زمانہ تھا۔ گھر کی مالک اپنے آفتاب ہونا چاہتی ہے۔ وہ پہلے درجہ کی حسین و جمیل ہے۔ مقام خاص پر ہر طرح کا امن و بھونچائی ہے۔

چھوڑتے تھے۔ حضرت کی طرف سے کوئی ہی پھر ایک کالنگ میں جذبات پر قابو پا کر یہ کہتا ہوا کہ اے اللہ تعالیٰ! جس شخص نے اس سے بھائی بھائی جانا کر۔ اور بھائی کی ایک وجہ یہ بتلاتا ہے۔ کہ وہ تک حرام نہیں۔ اس گھر کے مالک نے اس کی پرورش کی ہے۔ اور اس طرح عزت کی ہے۔ سو اسی کی تو اس کا نام ہے۔ نہ یہ کہ کسی کو یہ حالات ہی میسر نہ ہوں۔ اور پھر وہ کہے کہ میں نے زنا سے بچا ہوں۔ ایسے ہی جناب برہم کو آتش ظلم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور وہ صداقت کی خاطر تکلیف کو سہتے ہیں۔ سودا ستمبازی اس کا نام ہے۔ کہ حسبِ قرآن انسان مشکلات میں راستباز ہے کیا لیکن ہے کہ جناب برہم جیسا صدیق انسان کسی بادشاہ کے شاہیہ کرنے کے لیے ہر ایک کی ہر ایک بیوی نہیں۔ یہ سب الزامات ہیں +

قرآن کریم کی تیسری غرض اہل قصص کے بیان کرنے میں توریث کی غلط فہمی کو دور کرنے تھی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی متوقع تھا۔ کہ قرآن عالم الغیب کی کتاب سمجھی جائے۔ چنانچہ عربوں کے فرق ہونے کے متعلق توریث کا یہ بیان کہ اس کے جسم کا پتہ ہی نہیں لگا۔ آج غلط ثابت ہو گیا۔ اور قرآن کا بالمقابل یہ فرمانا کہ اس کے جسم کی صفات کو نہ لکھی۔ اور وہ آئندہ محفوظ رہے گا۔ آج ثابت ہو گیا +

قرآن کریم نے اپنے پیغمبرِ مہتاب اللہ ہونے کے ثبوت میں بعض ایسے اسرائیلی واقعات بیان کئے ہیں۔ جن کا ذکر توریث میں نہیں۔ ان واقعات کو بیان کر کے یہ کہا ہے۔ کہ یہ واقعات تو انہیں معلوم نہ تھا۔ یہ تو ہم نے بتلایا۔ مثلاً جناب مریم کے تعلق میں قلموں کے درویش زرعہ اندازی اور پھر صدیقہ کا جناب زکریا کی کفالت میں بتایا۔ توریث میں نہیں یہ لہام آئی ہے۔ ایسا ہی عرب کے بعض تاریخی حالات بھی قرآن بیان کرتا ہے۔ ان کا نام و نشان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت نہ تھا۔ وہ واقعات بھی جہالت کے اعتراف کے ماتحت ہیں۔ لیکن آج جنگِ عظیم سے ضمن میں عرب اور ایسے ہی یمن کے بعض ایسی کھنڈرات کی تحقیق ہوئی جنہوں نے قرآن کریم کی تصدیق کی +

قرآن کریم نے اسرائیلی قصص کو کیوں مد اور شرح قرار دیا

یہ ایک معقول اعتراض ہے۔ خصوصاً جب کوئی کتاب گل قوموں کیلئے آئے تو کسی خاص قوم کو کیوں انتخاب کرے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس غرض کیلئے اس کتاب نے بعض تاریخی واقعات کا جہتہ جہتہ ذکر کیا۔ اس شخص کو اسرائیلی قوم کی تاریخ ہی پُر کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ نہیں کہ اسرائیلی واقعات اس قوم کو بتائی گئی ہیں۔ لیکن اس میں پہلے اسرائیلیوں کے سوا کسی اور قوم کی ایسی مثال تالیف ہی نہیں ملتی۔ جو کہ انکم اس قوم کی ہی تھی۔

ہو جس کے پہلے ہندو قوم کو ہی لے لوئے نزل و ترقی و دوں باتیں ہندی قوموں میں رہیں اسٹوگ اوز کوکھا جیت
 جسے بڑے بڑے بادشاہ گزرے سکشن - ہندو - اور راجندر جی جیسے ہادی ہوئے۔ لیکن خود
 ہندوؤں کی کبھی ہونی کوئی ایسی تاریخ نظر نہیں آئی۔ کہ جس کے معینہ واقعات کو بطور سبق یا عبرت میں
 کیا جائے۔ یہ تو ہم مانتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں سب طرح کے واقعات پیش ہوئے ہونگے
 لیکن کیا دیدہ جہا بھارت راماٹن یا کوئی ہندی فسانہ ان تاریخی اغراض کو پورا نہیں کرتا۔ جو قرآن کے
 سامنے تھے۔ مورخانہ نگاہ سے یہ تو ہندو قوم کا حال ہے۔ جن کے ہاں کچھ نہ کچھ سنجیدہ کتا ہیں
 بھی ہیں۔ لیکن ایران کی کوئی تاریخ نہیں کچھ سبق دے سکتی ہے۔ حالانکہ ساسانی ایک وقت خلیفہ شروکت
 کے مالک گزرے ہیں۔ ایرانی تاریخ قدیم میں سے فردوسی کے ہاتھ ایک داستان نامہ
 جیسی غیر معتبر کتاب آئی۔ جس کی بنا پر شاہنامہ تیار ہوا۔ اگر آج شاہنامہ نہ ہو تو ایران و توران
 کا حال کوئی نہیں جانتا۔ لیکن شاہنامہ میں بھی تمدن تہذیب احسن آداب کا کوئی سبق موجود نہیں
 مجموعہ دسما قیر۔ ایک مجبورہ رسمیت مذہبی ہے لیکن کہیں فسانہ کے رنگ میں تاریخی واقعات بھی ہیں۔
 یونان کی مابست تاریخ کو دیکھا جائے کچھ تو ضرور ہومر کی لقیل دستیاب ہوتی ہے۔ لیکن وہ فسانہ رافیہ
 ہے۔ اور اصنام پرستی کے واقعات لے لے قابل اعتبار نہیں لکھا۔ باقی یونانی فضا وقت کی تقریریں ہیں۔
 ان کے اقوال بھی موجود ہیں۔ قاططون اور ارسطو وغیرہ کا فلسفہ بھی زندہ ہے۔ لیکن ان باتوں
 میں بھی تعمیر احسن آداب قوم کے اصولوں کی تشریح کے لئے مکمل سبق نظر نہیں آتے۔ یہی تاریخ ہندو مالک
 رومی قوانین بالضرور موجود ہیں۔ اور وہ مفید بھی ثابت ہوئے ہیں۔ لیکن صرف یہ بات ٹھٹھل مطالبہ
 کو پورا نہیں کرتی۔ الغرض مصری۔ ساسانی فنیقی تہذیبیں بھی حقیقی حایج سوسائٹی ہیں +
 بالمقابل اسرائیلی قوم کے حالات بہت حد تک محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک
 خاص حالات کی قوم ہے۔ جو غلامی اور مظلومی کی حالت سے نکل کر شوکت سلطنت
 اور کامل شجاعت کی مالک ہوئی۔ ان کی ترقی کے اسباب ان کے تنزل کے وجہ
 ان میں سے بعض کی فرمانبرداری اور بعض کی روگردانی اور ان کا تہذیب بعض کا مشتق ہونا
 اور بعض کا قاسم و قاجر بننا ان کی شفقت و رحمت ان کا بعض و عناد الزمات میں
 ہر طبقہ کے انسانوں کا ہونا یہ امر ان کو مستحق ظہیر آتا ہے۔ کہ تہذیب و تمدن انسانی کا جو بھی پھول

ہو اس کے اصولوں کی تشبیہ اسرائیلی قوم کے واقعات سے ہو۔ میں نہیں کہتا کہ اور قومیں ان حالات سے خالی رہیں۔ اُن کے حالات بھی ایسے ہونگے۔ لیکن اسلام سے پہلے یہودیوں کے سوا کسی قوم نے اپنے حالات کی عقلی تالیف نہیں کھینچی۔ جو ایک حد تک محفوظ رہی ہو۔ اس میں تحریف بھی ہوئی۔ لیکن تاریخی مقاصد کے لئے قبل انسان دُنیا کی یہ بہترین کتاب ہے۔ ایک مغربی مُصنّف نے کیا سچی بات کہی ہے کہ توریت اسلئے بھی قابل مطالعہ ہے۔ کہ اس میں جہاں انسانی کمالات کے نقشے ہیں وہاں انسانی کمزوریوں کی بھی تصویریں موجود ہیں۔ ان امور کو سامنے رکھ ہمارے معترض بزرگ خود ہی فیصلہ کریں۔ کہ قرآن مجید اگر اسرائیلی قصص پر حصر د کرے تو پھر کس طرف دیکھے +

اقتباس از احادیث نبوی صلیہ وسلم

- ۱۔ نہ شریف لغزش ہی فقط طبقہ انسان کی عورت و توقیر کر سکتا ہے۔ اور ان کو مُردّت رُح کا سلوک دار کھ سکتا ہے کہ یہ غلطی کی پوری کجائی ہو گئی ہو۔ گنہگار کافر اور کفار سے بہتر ہے جو اعمالِ حسنة کرتا اور کمنا کرے۔ کہ اس میں ہی ہوں۔ جو اللہ کے حضور مستقیم غم کرتے ہیں +
- ۲۔ سلیم میں ہر ایک ایک کلمہ یا نیک یا نند کرے اور کلمہ یا نیک اس کے ریوڑ سے متعلق با زبیر ہوگی +
- ۳۔ ایک مسلم جو اسلامی حالت میں اپنی تنظیم میں تکلیف دہیں اٹھاتا۔ وہ مسلمانوں میں سے نہیں +
- ۴۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ تم کسے مضبوط اور طاقتور بنال کرتے ہو پیروؤں نے عرض کی۔ وہ جو نوکریاں دیکھا ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا ہیں۔ بلکہ وہ جو غیظ و غضب کے وقت اپنے اور قابو رکھتا ہے +
- ۵۔ میں نے بخلت ایسے دو سو ہیں۔ جو ایک سے غلص مسلم میں سے نہیں جاسکتے +
- ۶۔ تم میں جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتے وہ ایسا کرتے ہیں بالکل دینے دکرے۔ +
- ۸۔ جھوٹوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی تیمارداری کرو۔ اور غلاموں کو آزاد کرو یہی نبی کریم صلیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے +
- ۹۔ اس کے بغیر کھانا اور پینہ۔ اور خیرات دو +
- ۱۰۔ عیون میں سے مکمل وہ ہے۔ جسکے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ اور ان میں اصل وہ ہے۔ جو اپنی و بزرگوار دیکھا سلوک کرتا ہے +
- ۱۱۔ ایک انسان کو اپنے گھر میں داخل ہونے وقت اپنی بیوی اور بچوں کو سلام کرنا چاہیے +
- ۱۲۔ جو شخص اپنے آپ کو ایک پہاڑی کی چوٹی سے گرا کر خود کشی کر لیا۔ اس کا ٹھکانا نار جہنم ہوگا۔ اور جو کوئی اور کھاکر اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ وہ بھی آتش دوزخ میں جلیگا۔ اور جو کوئی اپنے آپ کو لہجہ مار کر ہلاک کر لیا۔ وہ بھی نار جہنم میں جلیگا +

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ازدقہ فری و وکنگ مسلم مشن اینڈ ٹیری سٹ عزیز منزل، براڈ ٹچ، روڈ، لاہور

مکرم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- ذیل کی چند سطور جزوہ زکوٰۃ کے متعلق ہیں آپ کی توجہ کی محتاج ہیں۔ یوں تو زکوٰۃ کا کوئی خاص مہینہ نہیں جن کے ماں جو وقت سال میں آمد کے حساب کا ہو۔ اس پر زکوٰۃ کا حساب لگا کر یکمشت یا باقساط رقم زکوٰۃ کوا کر دیں۔ لیکن مستحسن طریق یہی سمجھا گیا ہے کہ زکوٰۃ ماہِ رجب میں دیجائے۔ یہ مہینہ اسلئے تجویز ہوا ہے کہ اس ماہ میں شبِ معراج آتی ہے۔ جس نے انسانی کمال کو دنیا پر بظاہر کیا۔ اور یہ بتلایا کہ ایک خاک کا پتلا کہاں سے کہاں پہنچتا ہے +

امید ہے کہ جناب ذیل کی سطور کو مطالعہ فرما کر و وکنگ مسلم مشن کے کار خیر میں امانت فرما کر داخلِ حسنت ہو گئے۔
 خادم
 یکم رجب ۱۴۲۹ھ ہجری
 خواجہ عبدالغنی سکریٹری

إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلَانِ عَلَيْهَا وَالْمَوْلُكَةُ قُلُوبُهُمْ
 وَفِي الرِّقَابِ الْغَارِمِينَ وَفِي سَهِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّهِيلِ وَفِي رِيضَةِ اللَّهِ
 اللَّهُ وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ

ترجمہ :- خیرات کا مال تو ہیں فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور ان کا رکھنے کا جو مالی خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں۔ اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچا ہاں منظور ہے ان

مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو حسیب کیا جانے اور نیز قیدِ نظامی سے غلاموں کی گروہوں کے چھڑنے میں اور قرضہ داروں کے قرضے میں اور نیز خدا کی راہ میں اور نیز مسافروں کے زادہ میں۔ یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا اور صاحبِ تدبیر ہے۔
آیت بالا میں زکوٰۃ کے آٹھ مصرف قرآن کریم نے خود تجویز کیے ہیں۔ اور وہ مساکین، فقرہ کی امداد۔ فی اللقوب یعنی فی زمانہ نادار قرضہ داروں کے قرضے اٹارنے اور ایسوں کو بندھنوں سے آزاد کرنا۔ مسافروں کی رفع تکلیف۔ فی سبیل اللہ امور کی امداد۔ مؤلفۃ القلوب کی امداد۔ محصلین زکوٰۃ اور خدا کی راہ میں کام کرنے والے کا محتاج۔

ان آٹھ مصارف زکوٰۃ میں سے فی سبیل اللہ سے مقصد اسلام اور اس کی تبلیغ ہے۔ اور ہر سب کا اتفاق ہے۔ اور ان آٹھ مقاصد زکوٰۃ میں تین مقاصد تو کم از کم اشاعت اسلام سے وابستہ ہیں۔ اور حقیقت الامر تو یہ ہے کہ اسلام آج سب مسلمانوں سے بڑھ کر مسکین فقیر ہے ہر حال ہر ایک شخص کی زکوٰۃ کا پورا تو لازماً اشاعت اسلام میں حسیب ہونا چاہیے۔

گزشتہ بیس سالوں میں جو اسلامی تحریکات ہندوستان کی فضا میں دتناؤتے رہے وہی رہی ہیں۔ ان گلی کی گلی تحریکات نے ہم پر یہ ظاہر کر دیا کہ خدا کے نزدیک بھی اشاعت اسلام ہی ایک مجذب ترین کام ہے۔ باقی تحریکوں میں ہماری ناکامیاں۔ اور یورپ میں اشاعت اسلام کے کام میں ہماری شاندار ترقی و فوق العادہ کامیابی ہی امر ظاہر کرتی ہے کہ خدا کے فضل سے مغرب میں اشاعت اسلام گزشتہ انیس سالوں میں ہر طرح کامیاب ہوئی ہے۔ لوگ لکھو کہ اردو پسہ صرف کو کے بیرونٹ بنستے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے کئی بیرونٹ اور لافندہ کو لنگ مسلم مشن کی تبلیغی جہد جہد سے عطا فرمادیئے۔ یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ حکمران قوم کے مغر و اجاب ہم میں شامل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ حکومت وقت کا ایک لونی سے ادنیٰ شخص بھی بڑا بھاری ہوتا ہے۔ ضرورت صرف اس وقت یہ ہے کہ کو لنگ مسلم مشن (انگلستان) میں ہمارے مبلغین کی تعداد بڑھے۔ اور ہمارا اسلامی لشکر پہ کثرت سے مفت تقسیم ہو۔ اور کوئی مشکل امر بھی نہیں۔ اس مبارک مہینہ میں ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ اگر ہم سب کے سب جن کو ہمیں کا زخیر سے شدید محبت ہو اور وہی ہے۔ اپنی زکوٰۃ کا اگر نصف حصہ بھی انگلستان میں تبلیغ

اسلام کے لئے دس دہائی تو مشن دوکنگ ٹرسٹ کی مالی تقویت کا موجب ہو گا۔
 دوکنگ مشن ایک با منافع سر جسٹریڈ ٹرسٹ کے تحت ہو گا اور اس کا حساب آمد
 خرچ رکھا جاتا ہے۔ جسکو آڈیٹر باقاعدہ آڈٹ کرتا ہے۔ اگر برادران اسلام میں حیث القوم اس کا خیر
 کی طرف توجہ فرمائیں تو بہت جلد اس کا سرمایہ محفوظ چھ لاکھ روپے تک پہنچ سکتا ہے۔ اس سرمایہ
 کا سالانہ منافع ہی مشن کے اخراجات کثیر کا بہت متکفیل ہو سکتا اور مشن مذکور کے دل کے
 چندل سے مخلصی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر مسلم بھائی اپنی زکوٰۃ و صدقات و نذرانہ کا مقصد یہ حصہ اس
 کا خیر کے لئے ارسال فرماتے ہیں تو بہت جلد مجوزہ سرمایہ یا تکمیل تک پہنچ سکتا ہے۔ بفضلہ قوائے
 مشن ٹرسٹ کے پاس اس وقت پہلے لاکھ کے لگ بھگ سرمایہ محفوظ میں جمع ہو چکا ہوا ہے جس کا
 سالانہ منافع اڑبائی ہزار روپے کے قریب ہے۔ مسلم قوم ہمیشہ ہی بخیر واقع ہوئی ہے۔ اسلامی
 کاموں میں حصہ لینے میں انہوں نے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اور ہمیشہ کھلے دل کے ساتھ
 قومی کاموں میں حصہ لیا ہے۔ اگر ایک دفعہ ہم سب ملکر دوکنگ مشن ٹرسٹ کے سرمایہ
 محفوظ کو چھ لاکھ تک پہنچا دیں تو یہ مشن انشاء اللہ تعالیٰ مستقل طور پر سر زمین تلمیذ
 سمیت کیلئے مستحکم ہو جائیگا اور مشن مذکورہ آئندہ کیلئے مسلم جیسا محتاج نہ رہیگا۔ اس سرمایہ محفوظ کا منافع یورپ میں
 اشاعت اسلام کے سوا اور کسی امر چرچ نہ کیا جائے گا۔

اس جگہ پر مجھے اس امر کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ حضرت جی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی بعثت کی غرض کیا تھی۔ سیرت نبوی اور تاریخ اسلام کا مطالعہ ہم پر ظاہر کرتا ہے
 کہ آپ اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں بلند کرنے کے لئے مبعوث ہوئے۔ خود آپ نے اور
 آپ کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس مقصد کے لئے گویا یہ تکمیل تک پہنچنے
 کے لئے بڑی بڑی بھاری قربانیاں فرمائیں۔ اعلان کلمۃ اللہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی
 جانیں احوال تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ ہر قسم کے جسمی آلام و تکالیف اٹھائیں

برادران اسلام! آپ تیسروں کی اولیٰ کے مسلمانوں کی اتباع میں اس اہم فریضہ
 کی ادائیگی۔ کنگ مشن کے کار خیر میں حصہ لے کر سکتے ہیں۔ دوکنگ مشن ہی آج تمام
 دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک واحد اسلامی مشن ہے جسکی فرقہ ہذا سلام تعلق نہیں جو یورپ میں اسلام کا نام بلند کرنا

حاشا شاعت اسلام کلام کہ اس میں تو حکم کرنا ہر مسلم کے فرض الہی ہے۔ اس کے
پر ہی استعجاب کہ آپ اپنے اندر اس کو مضبوط بنائیں اور اپنی ترکہ وصفت کا ایک
مقدمہ جس قدر اس سال پانچ سال تک رہا اہل سنت ہیں۔

عیسائیوں کی طرف سے جو ہندو تحریک تبلیغ دین کیلئے جاری ہوئی وہ آپ کے حق میں کھڑی نہ ہو سکتی تھی
بے بیوقوفانہ ہیں بھی ان کے معنی کی کسی شائع ایسے متر باطن تلخ نہیں کھائے جو کوئی مسلم شیعہ
انہیں سنا نہیں دیکھا چکا ہے۔ چنانچہ امرانی کی موبہم امید بھی ہو رہی تو انہیں اپنا سیم فدا پانی کی طرح بہا دینا
مگر یہاں تو امید نہیں بلکہ کھلی کھلی کامیابی اور بے نظیر کامگاری بھی مشاہدہ کرادی گئی ہے۔ لیکن پھر بھی
فاموشی ہو اور سوائے محدود چند باجمت اہل روئے کے باقی سات کروڑ مسلمان یہ سمجھ جاتے ہیں کہ اسلام
زندہ ہے یا مرنے میں اس کی سرکار کیلئے اسلام تو نہ صرف زندہ ہی رہے گا بلکہ لفظ مرنے کے لفظ کا
وعدہ قرآنی ہی اسکا افشاں نہ ہو کر رہے گا۔ مگر ان عجب کی ہمتوں پر جو اس وقت موجود ہیں۔ افسوس
تلخ کو دیکھ رہے ہیں۔ کتنا اثر اور عجب ہوگا اگر انہوں اس وقت اس کام کو ترقی دینے کی بجائے۔ بے
قائم رکھیں گے۔ بلکہ اپنے سب برادران اسلام سے ہماری یہ اپیل ہو کہ اس وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے
اس وقت محض رفائے الہی کی غفلت، دین محمدی کی خاطر۔ اور تو میرا آئی کو قائم رکھنے کیلئے ہمت و کوشش
دکھائیں اور ملت صالحین کے نقش قدم پر چکر چاں ہدایت کروں کہ مسلمان بن اسلام کی تبلیغ کی خاطر کیسی ابتدا
کرے۔ والی قوم یہ اس کی ہمت کس قدر بلند ہو۔ مسلمانوں کے اندر کثرت سے خیرات ہوتی ہیں مسلمان لہجے کا
روپ صرف کرنے کو بھی تیار ہو جائیں۔ وہ خوب جانیں کہ انکی خیرات کا بہترین مصرف اس وقت تک کے تمام
کاموں میں سب سے افضل، مقدم اور اہم اشاعت اسلام کا کام ہے۔ اور یہ اشاعت اسلام کا کام جو کوئی مسلم
کے غور سے نہیں شروع ہو چکا ہو اس کا قائم رکھنا ہر ایک مسلمان کے پہلا فرض ہے اور سب سے پہلا ہو
ہر ایک مسلمان تو بہت سب سے اطاعت مسلمانوں کی مدد تو بھی ہے اس میں کوئی شک
نہیں ہوتا تو مسلمان جو پہلے ہی ہمت کو بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر شاید آئندہ کسی ہی اپنے دین کو وہ بھول نہ
پہنچائی جوت ذکر کریں گے۔ اگر دین کی اشاعت کا کام مسلمانوں میں نہ ہو گیا تو پھر حفاظت اسلام کا بھی کوئی
ملاقات نہ ہوگا۔ اشاعت حفاظت اسلام کا سوال ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ اپنا فرض ادا کرنا
لوگوں میں شکر کا پھیلنا۔ خدا تعالیٰ کے منتہا میں جو
ضروری تو ہے۔

